



90 d 544

م - ن

نامہ دظفر کی

تاریخ

دظفر حسین خان

طبع مجبائی، گنوں

5/9/12



شکوه که دین ایام خجسته فرجام تیغ شاه آباد دیرین خنجم

مو

131

نامہ طغری

۱۳۲۶ هـ

از تالیف لطیف ناظم التسلیم نکتہ دانی صدایوان تحقیق سلیمانی  
جناب نشی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی  
باہتمام مولوی محمد عبداللہ مالک مطبع

کتابت حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی

61914



# فہرست تصاویر مندرجہ کتاب نامہ مظفری

صفحہ	نام تصویر	صفحہ	نام تصویر	صفحہ	نام تصویر
۲۵۳	دریا خان	۲۷۴	جامع مسجد شاہ آباد	۷	دب دیر خان
۲۷۴	حاجی محمد حسن خان ختار پوری	۳۶۵	نواب بہادر خان بانی شاہجام پور	۱۸۰	ٹوٹو فرمان دیر خان
۷۷	حافظ غلام علی خان	۳۶۵	نواب عزیز خان بہادر	۲۳۷	نواب کمال الدین خان
۱۰۸	حکیم سید فزین علی صاحب افسر الطب	۲۵۳	مسجد خان بہادر خان	۲۵۳	ٹوٹو فرمان نام نواب کمال الدین خان
۱۱۲	مظفر حسین بیانی مولف کتاب ہذا	۳۶۶	نواب عزیز خان بسواری اسپ	۲۷۹	ٹوٹو فرمان نام نواب کمال الدین خان

## فہرست مضامین تاریخ نامہ مظفری جلد اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۳	کمال الدین خان کی اولاد	۱۹۸	دیر خان کا اپنے بھائی بہادر خان کی طرف سے شاہجام پور کو آباد کرنا	۲	دیباچہ
۲۹۴	کمال الدین خان کا مقبرہ و قریب محل	۲۲۰	دیر خان کی وفات	۷	حالات نواب دیر خان
۳۰۷	کمال الدین خان کی بیوی کو ہٹا کر	۲۲۷	دیر خان کا پشت نامہ	۳۶	جنگ حمیر میں دیر خان کا فتح پانا
۳۱۶	کمال الدین خان کے سلسلہ خونی بی بی بیگم	۲۲۹	دیر خان کے اولاد کا شجرہ	۴۳	دیر خان کا بنگالہ کو فتح کرنا
۳۲۱	رئیس ہوئے	۲۳۷	حالات نواب کمال الدین خان	۵۴	اسام کو دیر خان کا فتح کرنا
۳۲۲	نواب محمد خان رئیس محل اولاد	۲۶۵	کمال الدین خان کی وفات	۸۷	دیر خان کا بسواری کی ہم سفر کرنا
۳۳۷	نواب چاند خان رئیس کیرٹھ ملو	۲۷۱	شاہ آباد کی عمارات	۱۰۶	دیر خان کا بیجا پور کو جا کر قلعہ فتح کرنا
۳۳۹	نواب الہدے خان رئیس محلہ نالہ	۲۷۲	دیر خان کا مقبرہ	۱۲۹	دیر خان کو اورنگ زیب عالمگیر کا شاہ ایران کی ہم کیلے ملا کرنا
۳۴۳	نواب لارخان رئیس جھوٹی	۲۷۳	جامع مسجد شاہ آباد	۱۳۱	دیر خان کا دیوگڑھ وچانڈر
۳۵۴	صوبہ اودھ کا سرکار شاہی علاحدہ کرنا	۲۷۹	کمال الدین خان کی فانی لیاقت	۱۶۵	دیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا
۳۶۵	حالات نواب بہادر خان بانی شاہجام پور	۲۹۲	بڑی ڈھپوڑی اور ریاست کا ترقی کرنا	۱۸۲	دیر خان کی ہمرای و محلہ دار
۳۹۱	منج و بہشتان میں بہادر خان کا صوبہ دار ہو کر محاسب بنے کرنا	۲۹۳	کمال الدین خان کی وفات	۱۹۳	دیر خان کا مختلف مقامات پر عروج
۴۱۹	حالات فتح جنگ خان				
۴۲۵	حالات نواب عزیز خان بانی شاہجام پور				
۴۵۴	حالات دریا خان				

# فہرست اُن اشخاص کے سماء کی جن کے حالات نامہ مظفری

## جلد دوم میں درج ہیں

صفحہ	نام	صفحہ	نام	صفحہ	نام
۱۳۳	فتح ہمدی صاحب درستی اولاد	۴۴	میر احمد علی صاحب	۱	خلیفہ عبدالرزاق صاحب بخینی
۱۸۹	مشیح قیام الدین صاحب	۶۰	میر بادل صاحب	۱۳	حضرت شاہ زمان علیہ الرحمۃ
۲۱۷	شہا الدین صاحب صاحبہ مولانا داہماد	۶۲	خواجہ سید محمد شاہ صاحب	۱۴	ٹاٹ صاحب
۲۶۷	قطبی میان صاحب	۶۷	حاجی محمد خان صاحب قنیا پوری	۱۴	راجہ ہلاس رائے صاحب
۲۶۷	حضرت شاہ مدن	۷۴	کرامت خاں صاحب بی بی بی	۲۳	رائے منگلی لال صاحب چک پور
۲۴۷	منشی محمد صاحب صاحبہ مولوی عبدالستار	۷۴	حاجی محمد خان صاحب پوری	۲۶	حکیم خوشحال ای صاحب
۲۶۱	خان بہادر حکیم خادم حسین خاں	۷۶	ناظف غلام علی خان صاحب		نواب حسن الملک عضد الدولہ
۲۶۳	اشرف یار خان صاحب	۹۰	مولوی منصب علی خان صاحب	۲۸	محمد طیفان بہادر دلا و جنگ
۲۶۵	غایت علی خان صاحب	۱۰۸	معالج الدار حکیم سید فوز محمد علی صاحب	۳۰	شاہ آباد کے قاضی
۲۶۷	محمد بن سکدائے کا جھگڑا	۱۱۲	محمد مظفر حسین یلمانی مولانا	۳۷	ناگن میان صاحب
۲۷۲	تقریظ غامد کتاب	۱۲۱	منشی عوض علی صاحب	۳۷	حافظ عبدالسدر صاحب چک پور
۲۷۶	قطعات تاریخی طبع کتاب	۱۲۵	میر نجف علی صاحب	۴۱	مولوی حسن علی خان صاحب

## غلط نامہ و صحیح نامہ کتاب نامہ مظفری جلد اول

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹	حاشیہ	جلال خان بہادر بہادر	۲	نظر	نظر
۹	حاشیہ	بغایت بہادر بہادر	۷	دیا خان	دیا خان
۱۰	حاشیہ	منشی محمد خان	۷	افتخار بخت	افتخار بخت
۱۰	حاشیہ	منشی محمد خان	۸	لودی نے	لودی کے
۱۰	حاشیہ	منشی محمد خان	۸	بیت	بیت
۱۰	حاشیہ	منشی محمد خان	۸	پاسخ طر	پاسخ طر

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ	اولی الامر	اولو الامر	۳۰	حاشیہ
وہ کیسا عاقل و منظم	وہ کیسا عاقل و منظم	۱۲	حاشیہ	نور دید	مشکوک	۳۲	حاشیہ
شاہان نتوانند	شاہان نتوانند	۱۵	حاشیہ	ہر یک	بریک	۳۲	حاشیہ
بادشاہان نامہ صنف اول	بادشاہان نامہ صنف اول			شکر	لکر	۳۴	۳
جلد یکم لاہوری مطبعہ	جلد یکم لاہوری مطبعہ	۱۵	حاشیہ	و بعد از د	مشکوک	۳۴	حاشیہ
ایشیات سائنسی کمال	ایشیات سائنسی کمال			خوب	خون	۳۸	۳
واقع ملک	واقع ملک			میرغشی داراشکوہ	میرغشی میرافکوہ	۳۸	حاشیہ
داراشکوہ	داراشکوہ	۱۷	حاشیہ	غم	علم	۴۰	حاشیہ
باب	باب	۱۸	حاشیہ	مواخذہ	مواخذہ	۴۰	حاشیہ
پرگنی	پرگنی	۱۹	حاشیہ	باو برک	باو برک	۴۶	حاشیہ
ہبانہ	ہبانہ	۱۹	حاشیہ	نصرت	نصرف	۴۷	حاشیہ
مفسدہ	مفسدہ	۱۹	حاشیہ	گرفتہ	گرفتہ	۴۹	حاشیہ
دوسرے	دوسرے	۲۱	حاشیہ	توپ	نوپ	۴۹	حاشیہ
بہائیکے	بہائیکے	۲۲	حاشیہ	گشت	گشید	۵۱	حاشیہ
پای بند زندان	پای بند زندان	۲۵	حاشیہ	ایستادہ	السادہ	۵۱	حاشیہ
بمنصب	بمنصب	۲۵	حاشیہ	آب زد	بازد	۵۲	حاشیہ
دارالسلطنت سے	دارالسلطنت سے	۲۶	۳	فیل سے	فیل سے	۵۲	حاشیہ
بر دلیر خان	بر دلیر خان	۲۶	حاشیہ	کے لیے	کیلے	۵۳	۱۲
متعین بود	متعین بود			یہ ہی	یہ بھی	۵۴	۱۲
عالمگیر نامہ (۶۲۳)	عالمگیر نامہ (۶۲۳)	۲۶	حاشیہ	رعب	اعب	۵۸	۱۱
بادشاہ تھا	بادشاہ تھا	۲۷	حاشیہ	آبسی	مشکوک	۵۸	۱۱
روز	روز	۲۸	حاشیہ	نہ کر سکا	کر سکا	۵۸	آخر
شاہجہان	شاہجہان	۲۹	حاشیہ	یل	پل	۶۲	۲
اخبارات	اخبارات	۲۹	حاشیہ	بلا جنک	ملا جنک	۶۲	۲
پہرون	پہرون	۳۰	حاشیہ	روز	روز	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
لشکر	بشر	۶۲	۱۸	بجر	۸۹	۱۰	۱۰
توپخانه	توپخانه	"	۱۹	تخت	۹۰	۱۸	۱۸
ہم	مم	۶۳	حاشیہ طر آخر	اچھی جگہ	۹۲	۷	۷
پڑا	پرا	۶۴	۱۳	بود	"	حاشیہ	حاشیہ
مصنوع	مصون	"	حاشیہ طر اول	پاچی	۹۳	۵	۵
جنوب	جوب	"	حاشیہ	برج	۹۴	حاشیہ	حاشیہ
دلو	لو	"	حاشیہ طر آخر	ملائی	"	حاشیہ	حاشیہ
شرادہ ریز	شرادہ زیر	۶۸	حاشیہ	مشکوک	"	"	"
روے	دوے	"	حاشیہ	صفو ۸۹۳ عالمگیر	"	حاشیہ طر آخر	حاشیہ طر آخر
مرکوبش	مروکوش	"	حاشیہ	صفو ۸۹۴ عالمگیر	۹۵	حاشیہ طر آخر	حاشیہ طر آخر
بند	بد	"	حاشیہ	حسن سے	۹۷	۱۱	۱۱
میگزید	میگرید	۷۳	۷۳	عزیز	"	۱۲	۱۲
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ	وہ	"	طر آخر	طر آخر
چالیں گز	چالیں	۷۸	۶	بجد	۹۸	۹۸	۹۸
عالمگیر نامہ	مشکوک	۷۹	حاشیہ طر آخر	فیروز مند	"	حاشیہ	حاشیہ
پیشخانہ	تبخانہ	۸۰	حاشیہ	نیروے	"	حاشیہ	حاشیہ
خبر	جرا	۸۰	حاشیہ	تنج تیرا فگن	"	حاشیہ	حاشیہ
دلیر حسان	مشکوک	"	"	جیندہ فیل	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
کردہ	کردہ	"	"	سیوارا	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
دندکا	دندکا	۸۱	حاشیہ	مرصع دو تقویر از	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
راستون	ریاستون	۸۲	۷	نفاہیں اٹشہ	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
صفو ۸۰۰ عالمگیر نامہ	عالمگیر نامہ	۸۴	حاشیہ طر آخر	سیوالہ راہ پختہ کاری	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
جزا	جرا	۸۶	حاشیہ	بے براق	۱۰۰	حاشیہ	حاشیہ
بیٹے	بیے	۸۹	۴	سپاہیوں سے	۱۰۴	۸	۸
جنس نے	مشکوک	"	۶	افغان	۱۰۵	۱۳	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
بالانکہ	۱۰۶	۱۵	موضع سہری	موضع سہری	۱۲۶	۸	حاشیہ
تنبیہ نے	۱۰۹	آخر	ادب دراک	ادب دراک	۱۲۸	۱۲۸	حاشیہ
مانند سیلاب کوہ ربا	۱۱۰	حاشیہ	باپرشش	باپرشش	۱۲۸	۱۲۸	حاشیہ
دلیر خان	۱۱۰	دلیرخان	یہ بیر	نزدیک بیر	۱۲۸	۱۲۸	سطر آخر
محمد ہاشم خانی خان	۱۱۰	محمد ہاشم خانی خان	نیٹا ہی	نیٹا ہی	۱۲۹	۸	حاشیہ
آگینختند	۱۱۰	آگینختند	ہنقان	اصفہان	۱۳۰	۷	حاشیہ
رایسنگر لٹلی رہبر	۱۱۳	مشکوٰۃ	نارہ	نایرہ	۱۳۰	۱۳۰	حاشیہ
نہایت شجاعت	۱۱۳	مشکوٰۃ	گراؤند	گراؤند	۱۳۰	۱۳۰	حاشیہ
غنیم کے لشکر کا	۱۱۴	غنیم کا لشکر	فرخ آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲	حاشیہ
پریندہ	۱۱۴	پریندہ	نہ مقام	یہ مقام	۱۳۱	۱۳۱	حاشیہ
صفحہ ۱۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۴	۱۰۰ عالمگیر نامہ	ملاد	ملاد	۱۳۲	۱۳۲	حاشیہ
قرادل	۱۱۵	قرادل	کشند	بکوشند	۱۳۲	۱۳۲	حاشیہ
بندہ ہاے	۱۱۶	بندہ ہاے	بقبل	بقبل	۱۳۲	۱۳۲	حاشیہ
ایستلا اعداد ہجوم	۱۱۶	مشکوٰۃ	یا	یا	۱۳۲	۱۳۲	حاشیہ
از مقابلہ فوج دلیر خان	۱۱۶	مشکوٰۃ	سیر	سیر	۱۳۲	۱۹	حاشیہ
صفحہ ۱۰۰	۱۱۶	صفحہ ۱۰۰	ورزید	ورزید	۱۳۸	۱۳۸	حاشیہ
دکینون	۱۱۷	دکینون	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۳۸	۸	حاشیہ
تین	۱۱۷	تین	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۳۸	۸	حاشیہ
دلیر خان ازین معنی	۱۱۹	دلیر خان ازین معنی	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۳۸	۸	حاشیہ
پارہ	۱۲۰	پارہ	بال	بال	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ
روانہ	۱۲۰	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ
خیل آباد	۱۲۰	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ
رسیدہ بطلم	۱۲۰	مشکوٰۃ	م	م	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ
مین	۱۲۲	مین	سہاری	سہاری	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ
زمیندار	۱۲۵	زمیندار	مشکوٰۃ	مشکوٰۃ	۱۴۰	۱۴۰	حاشیہ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محمد امین سے کھایا	محمد امین سے بنی کھایا	۱۴۲	۳	ہاتھ	ہا سہ	۱۴۳	حاشیہ
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۴۳	۱۳	غازی الدین خان	غازی الدیمان	۱۴۳	حاشیہ
پیدا ہوئی	پیدا	۱۴۴	حاشیہ	کوکہ	کوکہ	۱۴۳	حاشیہ
فرزند	فرزند	۱۴۵	۱۳	ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۴۵	۱۶
راجپوت پیر	راجپوت پیر	۱۴۵	۱۷	گرٹھیوں	گرٹھیوں	۱۴۶	۲
بعض مالار سیدہ	بعض مالار سیدہ	۱۴۷	حاشیہ	کیڑہ	کیڑہ	۱۴۶	۸
تبعت یم	تبعت یم	"	حاشیہ	چربائی	چربائی	۱۴۶	۸
والی بے پور کے	والی بے پور کے	"	حاشیہ	تاریخی واقعات	تاریخی واقعات	۱۴۶	۱۷
گوشمالی کو	گوشمالی کو	"	حاشیہ	مشکو	مشکو	۱۴۶	آخر
ارٹنے میں	ارٹنے میں	۱۴۹	۱۱	بردار	بردار	۱۴۶	آخر
مرہٹے	مرہٹے	۱۴۹	۱۲	پانڈے برادر کو	مشکو	۱۴۷	۸
گودادری	گودادری	۱۵۰	۴	پڑاؤ لشکر	پشکر	۱۷۲	۹
صوبہ برابر	صوبہ برابر	۱۵۴	۱۰	پیشہ ور عایا	پیشہ ور عایا	۱۷۲	۱۳
بکوش فراوان	بکوش مرادان	۱۵۵	حاشیہ	مشکو	مشکو	۱۷۷	حاشیہ
نا اتفاقی	نا اتفاقی	۱۵۶	۸	نخستہ شیم ہر دور و نیا	نخستہ شیم	۱۷۸	آخر حاشیہ
ہوتی رہیں	ہوتی رہیں	۱۵۷	۲	نذر ناظرین	نذر ناظرین	۱۸۰	۴
نہ تقوز	نہ تقوز	۱۵۸	حاشیہ	صدولی	صدولی	۱۸۳	۱۴
پسر	پسر	"	حاشیہ	دوہ نیمی	دوہ نیمی	۱۸۳	۱۴
ایک اربسی	ایک اربسی	۱۵۹	۹	مہند	مہند	۱۸۶	۲
مالو مالو جستان میں	مالو مالو جستان میں	۱۶۰	۹	تھی	تھی	۱۸۶	۱۴
درہ یسوری	درہ یسوری	۱۶۰	۱۱	اور بانی دمر گروہ	اور بانی دمر گروہ	۱۸۶	۱۷
مالو دار	مالو دار	۱۶۰	۱۲	مولا گنج کے بانی تھے	مولا گنج کے تھے	۱۸۶	آخر
ملاقات	ملاقات	۱۶۰	آخر	الہ خان زاد الہ نواب	اہل خانہ نواب	۱۸۹	۳
جھنڈا	جھنڈا	۱۶۱	۱۶	دلیر خان	دلیر خان		
معلوم ہو سکتے	معلوم ہو سکتے	۱۶۲	۱۴	غزل و نصب	غزل و نصب	۱۹۵	۱۴



صحیح	غلط	نویس	سطر	صحیح	غلط	نویس	سطر
بکارت	برگرد	۱۹۶	۳	پرتاب بی	پرتاب بی	۲۵۲	۲۵۲
بسیار	بسیار	۱۹۰	حاشیه	فقیر	فقیر	۲۵۰	حاشیه
بروز	بروز	۲۰۰	حاشیه	امیدوار بود بداند	امیدوار بود بداند	۲۴۰	۴
قبائل	قبائل	۲۰۰	حاشیه	نقاد	نقاد	۲۴۰	۵
فروگذاشت	فروگذاشت	۲۰۱	حاشیه	بنابر دلیر خان	بنابر دلیر خان	۲۴۴	حاشیه
شه باز خان	شه نار خان	۲۰۱	حاشیه	انکی اجازت گرفت	انکی اجازت گرفت	۲۴۵	۱۲
هر سال	بر سال	۱۱۰	حاشیه	مشکوک	مشکوک	۲۴۷	۳
مشید	مشید	۱۱۱		مشکوک	مشکوک	۲۴۸	۱۳
چنانچه قنوج میں	کمر در طبع غلطی گنگو	۲۱۳	آخر	۱-ے	۱-ے	۲۴۸	۱۷
ردایت بھی	ردایت بھی	۲۱۷	۲	مسلمان	مسلمانان	۲۷۴	۱۰
کرلتا	کرلتا	۱۱۹	۸	مشکوک	پیش امام	۲۷۷	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثر الام عالمگیری	۲۲۲	۱۶	متصرف	متصرف	۲۷۵	۱۱
غری خیل	غری خیل	۲۲۷	۱۵	فیل الرقبہ	فیل الرقبہ	۲۷۹	۱
بازید خیل	بازید خیل	۲۲۹	متعلق پیر خان	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۰	مہر مند
لکھا ہے	لکھا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پیر غلام	۲۸۰	۲۴ در فران
سید نظام ساکن بھائی	سید نظام خان بھائی	شجرہ	۷	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۴	مہر مند
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان	شجرہ		اردوی	اردوی	۲۸۶	۳
نواب اعزاز خان	نواب اعزاز خان	بانشین		ارضی کلچر محمد کو	ارضی کلچر محمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علی خان	نواب مقصود علی خان	شجرہ		خصائص اکبیت	خصائص اکبیت	۲۹۷	۹
جوشیدند	جوشیدند	۲۴۰	حاشیه	آئی فرم میں بھر کر	آئی فرم میں بھر کر	۳۰۲	۳
جود پھو جا کر	جود پھو جا کر	۲۴۲	۹	قبروں سے	قبروں سے	۳۰۴	۱۶
اندزہ نصیحت	اندزہ نصیحت	۲۴۲	۶	حل ہوا	حل ہوا	۳۰۶	۱۵
مقرر نہ تھا	مقرر نہ تھا	۲۴۵	حاشیه	عالی ہستی	عالی ہستی	۳۰۷	۶
طاہر خان	طاہر خان	۲۴۵	حاشیه	مشکوک	مشکوک	۳۰۸	۱۳
پاپوس	پاپوس	۲۴۶	۱۳	امریا	امریا	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پچھو ہا	مشوک	۳۸۱	۵	نواب دلیر خان	نواب سردار خان	۳۸۵	۳
نواب سردار خان	نواب دلیر خان	۳۸۴	۹	مبذول ہوئی	مبذول ہوئی	۳۸۶	۷
تحریر	مشوک	۳۱۶	۷	استظہار	مشوک	۳۹۷	۶
دیوڑھی	ڈیوڑھی	۳۲۲	۱	مشاہدہ	مشاہدہ	۳۹۹	۲
شہزادہ	مشوک	۳۲۳	۷	پونچے اور	پونچے در	۳۹۹	آخر
تحریک	مشوک	۳۲۵	۷	اگر اپنے	اپنے	۳۹۱	۱
نمود	نمود	۳۲۹	۸	تو خیر دہ	دہ	۳۹۱	۲
نگار سہاگ	نگار سہاگ	۳۳۱	۱۸	کارزارے	کارزارے	۳۹۲	۷
ہدایت خان	ہدایت خان	۳۳۲	۲	بدلو البست رسیدہ	بدلو البست رسیدہ	۳۹۲	۷
واقعات بابرہی تحریر	واقعات بابرہی تحریر	۳۳۵	آخر	مقامیر	مقامیر	۳۹۲	۷
اقبال سہ جہانگیری	اقبال سہ جہانگیری	۳۳۶	۲	جمع غفیر	جمع غفیر	۳۹۲	۷
کوٹ خاص	کوٹ خاص	۳۴۱	۹	بقیۃ السیف	بقیۃ الف	۳۹۲	۷
بیخون	بیخون	۳۴۲	۲	چیم کس	چیم کس	۳۹۲	۷
نہوں نے انکی	نہوں نے انکی	۳۴۲	۷	سرزمین	سرزمین	۳۹۳	۲
زیر دست	زیر دست	۳۴۲	۱۵	شرن ملازمت	شرن ملازمت	۳۹۴	۷
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰	کولام پور	کولام پور	۳۹۵	۲
قدامت	قدامت	۳۴۷	۷	داد شجاعت	مشوک	۳۹۸	۷
سبع بطین احمد دہلوی	سبع بطین احمد دہلوی	۳۵۰	۵	عبور	مشوک	۳۸۳	۷
کندہ کرایا تھا	کندہ کرایا تھا	۳۵۲	۹	خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ سے	۳۸۳	۹
باقی رہ گئی	باقی رہ گئی تھی	۳۵۲	۹	مخلص	مخلص	۳۸۳	۷
صوبہ دار و ناظم تھے	ناظم اور صوبہ دار بھی تھے	۳۵۲	آخر	آزردہ خاطر ہو کر	آزردہ خاطر فرار	۳۸۴	۹
شاہ آباد	شاہ آبا	۳۶۲	۲	بتقاب	بتغاف	۳۸۴	۷
زیر اختیار ہے	اختیار ہے	۳۶۲	۳	ہفتہ	ہفتہ	۳۸۴	۷
				باز بقیاس آفتاب	مشوک	۳۸۴	۷
				ہمیرفتند		۳۸۴	۷

صحيح	غلط	صحيح	غلط	صحيح	غلط	صحيح	غلط
همت باختند	مشكوك	۳۸۳	۲	چانور	چانور	۲۰۹	آخر
از حضور دور	خفور موده	۳۸۴	آخر	مخاست	مخاست	۲۱۵	۸
شبرخان	شیرخان	۳۸۵	۲	بجلمتین	بجلمتین	۲۱۶	۹
علی تارین	علی تارین خان	۳۸۶	۱۰	مورید	مورید	۲۱۸	۱۰
گداشت	گداشت	۳۸۷	۲	ایشاوراند	ایشاوراند	۲۱۸	۷
برآورد	مشكوك	۳۸۷	حاشیه	شیخ احمد جودی	شیخ احمد جودی	۲۱۸	حاشیه
مصحوب	مصحوب	۳۸۹	حاشیه	مادر زاد ولی تخی	مادر زاد ولی تخی	۲۱۸	۲
دین از اسپ	مشكوك	۳۹۳	حاشیه	لشکر	لشکر	۲۱۸	۲
سواران لمانی	الحاقی	۳۹۳	حاشیه	وطن	وطن	۲۱۸	۵
راجہ پڑنگہ	راجہ پڑنگہ	۳۹۴	۱۰	آس کا	آس کا	۲۱۸	۸
تھا قبیلہ کیا	تھا قبیلہ بھی کیا	۳۹۴	۱۵	فتح بنگان	فتح بنگان	۲۲۳	۱۳
وئل جسود یادہ تھے	وئل گوسو بھی یادو تھے	۳۹۵	۶	درادہ	درادہ	۲۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید ولد	۳۹۵	۱	پانہاز	پانہاز	۲۲۸	حاشیه
قطب الدین خان	قطب الدین خان	۳۹۵	۱	نزدیک	نزدیک	۲۲۸	آخر
سنہ جلوس میں	سنہ جلوس	۳۹۵	حاشیه	گھوڑے کے	گھوڑے کے	۲۲۹	۲
شاہ جهان نے	شاہ جهان نے	۳۹۵	۲	مخالفت	مخالفت	۲۳۱	۶
آئینہ زمانہ میں	آئینہ زمانے	۳۹۷	۲	تخامد	تخامد	۲۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۷	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم کے منتظر	۲۳۲	۸
سادات	سادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امیر کا	۲۳۵	۱۲
پیش قدمی ہی فوج	پیش قدمی ہی فوج	۴۰۰	حاشیه	اولاد نواب ایران	اولاد نواب ایران	۲۳۹	حاشیه
نوزخم کھاسے	نوزخم کھا کر گئے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۲۳۹	آخر
چغتائی	چغتائی	۴۰۲	حاشیه	قسمت باخدا کر دہ	قسمت باخدا کر دہ	۲۳۹	حاشیه
معاویہ	معاویہ	۴۰۴	۹	بتقریب	بتقریب	۲۵۵	۵
جن میں	جن میں	۴۰۷	حاشیه	فرزدون کو	فرزدون کو	۲۵۶	حاشیه
مخاطبت	مخاطب	۴۰۷	حاشیه	جہانگیر کو لکھا	جہانگیر کو لکھا	۲۶۱	حاشیه

صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
آنی تھی	آنی تھی	زندہ رہے	زندہ رہے	۳۲	۱۱	زندہ رہے	۳۲
دارت سلطنت	دارت سلطنت	ارکان دولت	ارکان دولت	۳۳	۳	ارکان دولت	۳۳
اُسے نکال کر	اُسے نکال کر	موروثی	مشکوک	۳۳	۸	مشکوک	۳۳
داؤ بخش	داؤ بخش	قاضی ناصر الدین صاحب	مشکوک	۳۳	آخر	مشکوک	۳۳
چہ نہر اسواہ	چہ نہر اسواہ	ارتقاع	ارتقاع	۳۴	۱۵	ارتقاع	۳۴
یہ اختلاف	یہ اختلاف	اوقات	اوقات	۳۴	۱۷	اوقات	۳۴
لشکرین	لشکرین	رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر	مشکوک	۳۴
گردانیدہ	گردانیدہ	قدغن	قدغن	۳۵	۳	قدغن	۳۵
جاچکا	جاچکا	سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲	مشکوک	۳۸
دریاخان کاسر	دریاخان کاسر	مملوگیانی	مملوگیانی	۳۸	۸	مملوگیانی	۳۸
عظنامہ جلد دوم	عظنامہ جلد دوم	عرف مرزا تنخوا	عرف مرزا تنخوا	۳۸	حاشیہ	عرف مرزا تنخوا	۳۸
آمنوی گل شتی	آمنوی گل شتی	مملوگیانی	مملوگیانی	۳۸	۸	مملوگیانی	۳۸
ہریک	ہریک	۱۲۶۶ ہجری	۱۲۶۶ ہجری	۳۹	۳	۱۲۶۶ ہجری	۳۹
کبھی اردو بھی	کبھی اردو بھی	ذیو جاہت نفس	ذیو جاہت نفس	۴۲	۲	ذیو جاہت نفس	۴۲
وہ عیوض اے	وہ عیوض اے	گڈے	گڈے	۴۲	۲	گڈے	۴۲
چین و تردد	چین و تردد	احمد گریہ باعجز	احمد گریہ باعجز	۴۶	۱۶	احمد گریہ باعجز	۴۶
موظف	موظف	بیاض	بیاض	۴۷	۸	بیاض	۴۷
قریب جو درخت	قریب جو درخت	سید اعجاز احمد صاحب	سید اعجاز احمد صاحب	۵۷	۱۷	سید اعجاز احمد صاحب	۵۷
ہے بتلاتے ہیں	ہے بتلاتے ہیں	ابن ظہیر العلما	ابن ظہیر العلما	۵۷	۱۷	ابن ظہیر العلما	۵۷
محلہ لیر گوج واقع شاہ آباد	محلہ لیر گوج واقع شاہ آباد	طبع ہو کر	طبع ہو کر	۵۷	۱۸	طبع ہو کر	۵۷
ہرد لغزنی	ہرد لغزنی	زادہ رسول	مشکوک	۵۸	آخر	مشکوک	۵۸
بہی	بہی	۱۲۷۵ ہجری	۱۲۷۵ ہجری	۶۳	۶	۱۲۷۵ ہجری	۶۳
فرق	فرق	الماک تھی ضبط ہو کر	الماک تھی ضبط ہو کر	۶۴	۱۲	الماک تھی ضبط ہو کر	۶۴
اوجیاے	اوجیاے	شیخ دادو	شیخ دادو	۶۷	حاشیہ	شیخ دادو	۶۷

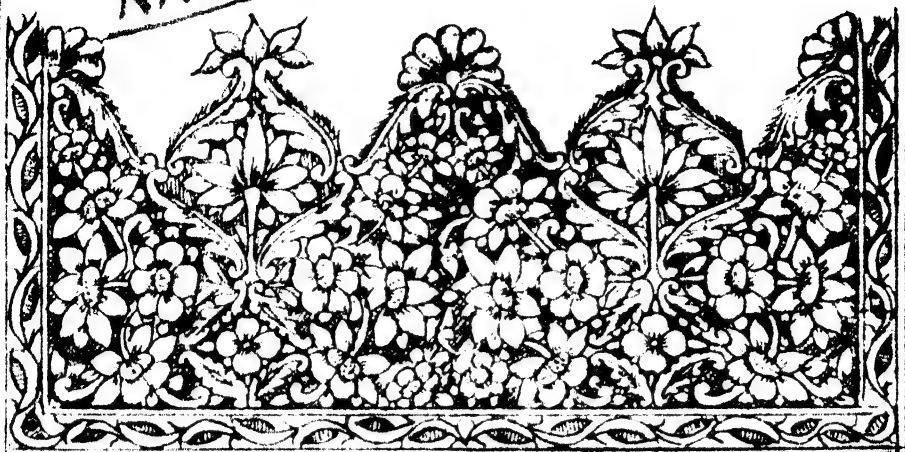
صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۹۴	کلام	آپ کا کلام	۶۸	مشکوک	مطالعہ دیکھتے ہیں
۹۴	مشکوک	مناجاتیں غیر منصف	۶۸	مشکوک	سرخدا
۹۵	مشکوک	مسرور ہو جاے	۶۸	خزل	شکل
۹۹	غرض	عرض	۶۸	مشکوک	مشکوک
۹۹	آسمان اور شاتی	آسمان ساتی	۶۸	ش	نقش
۱۰۰	باہوت	باہوت	۶۸	ہر زید	ہرود
۱۰۱	مشکوک	سلاستی ذات	۶۹	تہر بھر	ہر بھر
۱۰۱	"	بشاشت افزا	۷۰	روجہ	زوجہ
۱۰۱	پہ فدوی	پہ فدوی	۷۲	امامت	امانت
۱۰۱	تشریف لے	تشریف لے	۷۳	مشکوک	مولوی صاحب
آخر	ی نماید	عرض ی نماید	۷۵	مشکوک	لحاظ
۱۰۲	مشکوک	باین اہتمام	۷۶	مشکوک	مورد
۱۰۲	تقسیم	تقسیم	۷۶	عبادت	عادت
۱۰۲	بندہ	بندہ بندہ	۷۷	انھیں کے	انھیں کا
۱۰۵	کہ رہوں یاد	کہ لے یاد	۷۸	خدر	قدر
۱۰۵	جون ہوں	جون ہوں	۸۰	تعلقہ دار	تعلقہ دار
۱۰۵	کیا عجب ہیں	کیا عجیبے	۸۵	استفادہ	استفادہ
۱۰۶	اُس نے کچھ رنگ	اُس نے کچھ لیا رنگ	۸۵	حافظ	حافظہ
۱۰۸	مشکوک	مشکوک	۸۶	مزدار	مزدار
۱۰۹	مشکوک	مشکوک	۸۶	تو	کبھی وہ
۱۱۱	حکیم صاحب	حکیم صاحب کا	۸۹	اُن کے	جکے
آخر	ندو اعلیٰ	ندو اعلیٰ	۹۱	ہزار	مزار
۱۱۵	تردوات	تردوات	۹۱	مشکوک	حالم رویا
۱۱۵	ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھی	۹۲	مشکوک	مشکوک
۱۱۶	سرت	سیرت	۹۳	ولی خطر	ولی خطرات

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	۱۳۷	نہایت نامور	۱۱۶	پنے	پے
۹	۱۳۷	ذہبت سے بچ جکتے	۱۱۶	برو کشش	سروشش
۱	۱۳۸	غلطی سے شیخ محمد	۱۱۷	سینے کی خوشامی	جینے کی صورت
۵	۱۳۸	مہدی ستادری	۱۱۶	تاشانی نمکی	تاشاکاہ نیزگی
۱۳	۱۵۹	اینباجان	۱۱۷	کمر	کمر
		پانچ روپیہ پاتے	۱۱۷	مکنا ہے	مکنا ہے
		تھے	۱۱۸	مشر	وہ مشر
۵	۱۶۳	نواب کمال الدین	۱۲۲	ہر قصر داوان	ہر قصر داوان
۱۲	۱۶۳	مردوع کنایہ	۱۲۲	مصطفیٰ بن مدین	شہنای مصطفیٰ بن
۱	۱۶۴	بالضامی			رات دن
۳	۱۶۴	وصول باقیم	۱۲۳	تکواری اداسے	کچھ اور ہی دا
۲	۱۶۸	رکارخار			ہے
۲	۱۶۹	مقررہ ضمن	۱۲۳	نیون لو	نیون کو
۴	۱۶۹	فردے مرین	۱۲۵	بالاپیر	بالاپیر
۶	۱۷۰	قسمت نامہ	۱۲۷	مشوک	آذکرہ دلیرخان
۱	۱۷۵	دلو بجے	۱۲۷	مشوک	سماہ جمیل
		شہ سہجی	۱۳۸	رود بدنی کے	رود بدنی میں
		کئی مینے	۱۳۸	بی بی مینے	بی بی مینے
۷	۱۷۷	مشوک	۱۳۹	قائم ولی	قاسم ولی
۱۵	۱۷۸	حضرت پیر صاحب	۱۳۹	زادہ	زادہ
۴	۱۷۹	دیگ خرد	۱۳۹	غوت ماب	غوت ماب
۱۲	۱۸	پنچاٹ			اندرین ناگزیران
۱۸	۱۸	واپس آئے	۱۳۳	بداوی	بداوی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۲۱۲	مشوک	چار مواضع	۵	۱۸۱	مالک باری نہیں	مالک باری نہیں
۶	۲۱۲	سید غلام حسن فرزند	دو فرزند تھے	۲	۱۸۲	مادری	مادری
۶	۲۱۲	لوہا علی محمد بن عبد	لوہا علی محمد بن عبد	۳	۱۸۲	وہ مجھ ازادی دے	وہ مجھ ازادی دے
۱۱	۲۱۵	وید حسین	سید حسین	۱۸	۱۸۳	شریک مقدمہ	شریک مقدمہ
۱	۲۱۶	مشوک	پیمون کو	۱۲	۱۸۳	میان خیل	میان خیل
۱۳	۲۱۶	فضل احمد زکریا	فضل احمد زکریا	۸	۱۸۸	فصل تفصیل	فصل تفصیل
۱۳	۲۱۶	چراغ روان	چراغ روشن				
۸	۲۱۹	بجز	بجز	۹	۱۹۲	قلید بجا ہوں یہی	قلید بجا ہوں یہی
۱۲	۲۲۰	موری	سود	۸	۱۹۳	سنتہ ہجری	سنتہ ہجری
۶	۲۲۲	اگر	مگر	۸	۱۹۴	اپنی عالی خاندان	اپنی عالی خاندان
۶	۲۲۲	طاقت لسانی	طلاقت لسانی	۱۶	۱۹۵	جزعہ عالی	جزعہ عالی
۳	۲۲۳	ایسہ ولد	ایسہ وار	۱۲	۱۹۶	نہ ٹھہرے	نہ ٹھہرے
۶	۲۲۳	نسبت دے	نسبت دے	آخر	۱۹۷	لے	لے
۱۷	۲۲۷	شہر حماہ	شہر حماہ	۵	۱۹۸	خانقاہ حمہ کی	خانقاہ حمہ کے
		مشورے سے	مشورہ کے بغیر	۲	۲۰۱	بجز آپ	بجز آپ کے
۶	۲۲۸	نہیں کرتے تھے	نہیں کرتے تھے	۶	۲۰۱	بنام قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین
		آبائی مراسم ہونے	آبائی مراسم ہونے				
۶	۲۲۹	آپ رکھتے تھے	نہایت تعظیم و توقیر سے آپ رکھتے تھے	۶	۲۰۷	متفقہ	متفقہ
		پوشیدہ نہیں	پوشیدہ نہیں	۲۰۸	۲۰۸	سادات مورث	سادات مورث
۷	۲۲۹	رکھتا تھا	رکھتے تھے	۷	۲۰۹	عالی منزلت	عالی منزلت
۷	۲۳۰	حافظ امام غفر	حافظ امام غفر	۳	۲۱۰	حسن کا نام	حسن کا نام
		سندیلوی	سندیلوی	۲	۲۱۰	آپ کے حین حیات	آپ کے حین حیات

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سودا زده	صبح سودا زده	۲۳۲	۳	تھون	تھون	۲۵۵	۱۲
مگر گردش فکری	یونکہ گردش فکری	۲۳۲	۴	خود آب	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	احتماد السعادت	۲۳۳	۲	آئی تھین	آئی تھین	۲۶۵	۱۶
ادھر سے شجاع الدلو	ادھر سے شجاع الدلو	۲۳۴	۱۲	بھوانی دینا	بھوانی دینا	۲۶۹	۱۶
ادھر سے	ادھر سے	۲۳۴	۱۲	شاہ آبا ضلع ہرنولی	شاہ آبا ضلع ہرنولی	۲۶۹	۱۶
سید شرف الدین محمد	سید شرف الدین محمد	۲۳۶	۲	خواتین ہند کی	خواتین ہند کی	۲۷۳	۱۰
خود	خود	۲۳۳	۱	سرزمین	سرزمین	۲۷۵	۲
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۳۳	۱۲	نامہ	نامہ	۲۷۸	۱
باغ مرہونہ	باغ مرہونہ	۲۳۳	۲	علم و پناہ	علم و پناہ	۲۷۸	۱۲
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۳۵	۲	صاحب تحقیق	صاحب تحقیق	۲۷۹	۱۱
مسئلہ ہجری	مسئلہ ہجری	۲۳۷	۱۳	بنجاتا	بنجاتا	۲۷۹	۱۵
بست و چارم تقاضا	بست و چارم تقاضا	۲۳۷	۱۲	درد و جاہر تحقیق	درد و جاہر تحقیق	۲۸۰	۱۰
بغش شد دل نمکین	بغش شد دل نمکین	۲۳۷	۱۲	زمین کا کوری	زمین کا کوری	۲۸۱	۸
ہر کوئی کہہ دینا	ہر کوئی کہہ دینا	۲۳۸	۵	بوستان منظر	بوستان منظر	۲۸۵	۷
کافہ	کافہ	۲۳۹	۹	۶۱۹۱۵			





## بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی معرفت  
 قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر لکھ  
 بمصداق اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ عَقْل و نور کا پہلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و  
 تقرب کا رتبہ عنایت کر کے بفرمے وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ شَرًّا کَمَا لَمْکَہُ سَبَّحًا و اٰیٰس  
 حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس شے خاک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی  
 قوت و شجاعت سے شیرنستان کو مغلوب کر کے اپنی فضیلت کو ثابت کر دیا اُس فیاض  
 ازل کی فیاضی نے اس قطرہ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان جوئے  
 ابرگر بار کو بھی شرمادیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ سازی کا منتہا ہی توصیف و تشریح  
 سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود  
 حقیقی کے سامنے سر نیاز جبکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفیہ ظاہر کرنا چاہیے

حداکثر کی طرح نعمت رسالت پناہی بھی احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم  
 مغربی آدم کی ذات مبدیہ، کائنات عالم ایجاد میں نہ آتی تو بمصدق کو کَلَّا لَمَّا خَلَقْتَ  
 الْاَدْلَاکَ آفَرَشْتَ مِیْجِدَہ ہزار مخلوقات کی وجود میں نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ  
 وحدت کثرت میں نہ سمائی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز نہ ہوتی  
 تو یہ معرفت الہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولیٰین آخرین کی  
 ذات مجمع کمالات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی میں یکتا ہو کر خاتم الانبیاء ہوئی  
 دنیا میں علم و حکمت کی اعلیٰ تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہنچی اُنکی محبت و اتباع ہر ہمتی  
 پر فرض ہو کر وسیلہ نجات قرار پائی۔ اُسکا رخ آئینہ خدا نما اور خطاب شافع مشعر اور نام نامی  
 احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال و اطہار اور اصحاب کبار  
 جو تہمان ہدایت کے ستارے تھے ان سب پر ہمارا دل و جان شارب ہے۔

جلد ناظرین باتمکین کنیزتین خاکسار حقرا لکنین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض بردار  
 ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق  
 ایک بار کتاب ماثرا لامرا جو مصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے  
 میں آئی اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا  
 اور اراکین دولت شاہجہانی عالمگیری سے ہیں ایسے قوت بازوئے سلطنت  
 اور شیرنیشان شجاعت تھے کہ جنگی دلاوری اور نمک زیب جیسے الوالعزم جبری  
 بادشاہ کی نظر میں بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک  
 دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہاں کے باشندے بجز خند  
 زبانی ردایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہیں رکھتے

ان توابعین جو شاہی وقائع نگاروں نے بطور روزنامہ کے لکھی ہیں اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جنکو بادشاہ نے صرف بھرت مناسبت نواب دلیر خان ایسے گرامی قدا الفاظ سے یاد کیے گئے ہیں کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد میں آجاتا ہے مصمام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ و ماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب میں اخذ کر کے نہایت پیشین فقرات میں تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان مدوح ایسے شجاع و با اقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس ہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فتحیاب ہی ہوئے بارگاہ صاحبقرانی یعنی دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت و خطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجمزاری سے ستدر افزائی ہوئی تھی۔

خلعت و اکرام و ثناء و ثناء جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید برآں تھے تعجب و تاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کہنے فراہم نہیں کیے شاہی توابعین جابجا انکے حالات درج ہیں گردہ بجز بعض شائقین امر کے ہر ایک کے یہاں مجتمع نہیں ہیں اور بعض قلمی کتابیں جو طبع نہیں ہوئیں ہنوز پردہ گمنامی میں پڑی ہیں اور جلد دستیاب نہیں ہوتیں مزید برآں عدم قوی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب مفقود ہوئی جاتی ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور خمر و زکار آباد اجداد کے اوصاف

نہ جانتا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سر بلند اور ہم چشم گروہ میں ممتاز ہو سکتی  
 کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے شاہیر اجداد کے واقعات  
 کو پردہ گمنامی پڑا رکھتا اپنی اصلیت کے جوہر کو غوجہ پوشیدہ کرنا ہے عرصہ دراز کے  
 گزرے ہوئے واقعات جب تک نہ دہرائے جائیں تازہ نہیں ہوتے اسی بنا پر  
 خاکسار نے کتب کیاب کا پتہ چلایا اور اس درد سری کا بار اپنے سر لیا اب تک ان  
 حالات کے فراہم نہونیکے وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد میں  
 جو ذی علم لائق شخاص ہوئے انکی توجہ واقعات نگاری کی طرف مبذول نہوئی شعور محض  
 کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی ناز کنیا لیاں اور سراپاے محبوب میں موشگافیاں اٹھنا کو  
 پہونچا دین حسن و عشق و حیر و وسوسہ گل پلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے  
 ہوئے ہیں اگر کرمیاد کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال میں ملک نہ مہی دکھادیا اور باکی  
 اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو ٹیلسکی اسلیے اسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جانان ہے  
 کہ درازی میں یہ ان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالوں  
 سے عرش برین کو ہلادیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھا دیا۔ اگر کثرت گریہ اور  
 جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھوں کے سات پردوں سے ساتون طبق آسمان کو ڈوب دیا  
 اس میں شک نہیں کہ زور قابلیت اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی نگ  
 آمیزی سے ملمع کو زکامل بنا دیا لیکن محجز نگین خیالات کے واقعات ندارد ہیں۔  
 چونکہ آج تک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل میں مجتمع کیے تھے لہذا رقم کو اس  
 کتاب کی تصنیف میں جو جاہکا ہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آئے ہیں انکو رقم ہی کا  
 دل دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کا غذا ت بغور دیکھنا

مفید مطلب و قہات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان میں ترجمہ کرنا گویا ہفتون ان کے راستہ کاٹے کرنا اور ایک دریاے عمیق میں غوطے لگانا تھا۔ اس میدان بے پایان میں جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنیٰ محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے پُرانے کاغذات جنہیں فرا میں شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب کے متعلق روشنی پڑتی تھی جا بجا لے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کر کے ان حضرات کو جنہوں نے بہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس میں کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات میں پیش آیا اسکی تحقیق کے لیے معمور محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبوں کی خدمت میں خطوط بھیجنا پڑے۔ سوائے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جا بجا مضامین میں آئے ہیں اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب الغرض و گزیر وغیرہ کے مدد لینی اور تا امکان تحقیقات حالات میں کوئی کمی نہیں لگئی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے ملّا شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقہ علماء شعر و ادب و غیرہ میں فخر و زکاوت مقبول عام ہوئے انکے حارت بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر میں لائی گئے ہیں راقم نے کوئی طبع و ادق سے نہیں لکھے بلکہ جو کتابوں میں ایسے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ لوگوں نے فرمے وہ راستہ بے کم کاست درج کیے ہیں۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلی جلد میں بانی شاہ آباد و انکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہیں۔ دوسری جلد میں دیگر اہل کمال کے وقعات تحریر کیے ہیں اور جو تصویریں کہ اس میں شامل لگی ہیں وہ بھی اصلی و صحیح ہیں بعض انہیں شاہی زمانے کے قلمی مرقع میں جنہر مسودہ دن کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابوں کی مہرین بھی پڑی ہوئی ہیں اور ان تصویروں کی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی میں مصوری کا فن کمال کو پہنچ گیا تھا اور امرا میں اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلئے ان نوابوں کی تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ چنانچہ نواب لیر خان کی دو تصویریں تاروی گئیں ایک میں وہ خلعت فاخرہ اور لباس زر نگار پہنے ہوئے ہیں اور دوسرے میں صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونوں عہد شباب میں رحلت فرما ہوئے اسلئے ان کی تصویروں میں بھی جوانی کے آثار نمایاں ہیں اب یہی بات کہ مصور کے ہاتھ میں صلاحیت تصویر یعنی کھینچنے کی تھی یا نہیں یہ شک اس صورت میں جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویریں ہیں جن میں بعض ساری کی ہے اور بعض شست کی۔ مگر ایک تصویر میں جس قدر حصہ کہ سفید بالوں کا ہے اتنا ہی دوسرے میں ہے۔ اور نقش و نگار و خط و خال کے لحاظ سے ہر دو تصویریں سرور فریق نہیں ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب میں درج ہیں ان سے گوار دو خوان حضرات کو سیکھ سکتے ہیں ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہیں ایک یہ کہ جو اہم واقعات بیان ہو ہیں انکا ثبوت ان اسناد سے کما حقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعے سے کاغذات کے مطالب مضمین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگوں کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہے گی۔

ایک بار محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ میں یہ رزلوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلئے کہ ان سے





نواب داغی خان دافنی آباد







شاہان سلف کی شان و شوکت اور اسناد سے اپنے بزرگوں کی زبان و طریقہ انشا پر ایک  
کاپتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے امید ہے کہ میری غلطیوں کو معاف فرما کر عیب چینی سے  
درگزر فرمائیں گے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات و جانفشانی کے سلسلہ میں دعاے خیر سے  
جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائیں گے۔

من ہوشتم صرف کردم روزگار  
من ہناتم این بساں یادگار

## نواب دلیر خان کے مفصل حالات

اہل نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقر زئی تھے ان کے  
والد دریا خان بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور میں ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور  
اس کے اطراف کے خان و سردار تھے وہ گھوڑوں کی تجارت و زراعت کیا کرتے تھے

سالہ دریا خان ہم کیے از سردار قوم افغان باقر زئی بود دریاست کثیر از قسم دیہات و چاہات باغات  
و جاگیرات بطور رسم ولایت در نواح بشاور بعضی و تھرن خود میداشت و مکان بود و باش تعلقات ان  
خاص موسوم موضع برہر بود امیر الامرا خان جان لودی از جن اخلاق او بدو جہڑا رضی شدہ و سرداری  
را کار فرمودہ از دریا خان دستار بدل شدہ و او را برادر خود غلام محمد راہ خود بخضر نور الدین محمد جانگیر بادشاہ غازی  
آوردہ ملائیت کنایہ و از حضور اول بمنصب سہ ہزاری و سہ ہزار سوار سرسرازی یافتہ بعد چند سے دریا خان  
پست دہی شاہزادہ غلام محمد الحاطب بہ شاہجان شدہ و پسرش بہادر خان کہ عمر پانزہ سالہ داشت در سلک امرائے  
شاہزادہ و الاتجار و فقار یافتہ انجا رحمت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وعظمداری میں نہایت مشہور تھے دریا خان نے  
امیر الامرا خانہ جہان لودی کے توسط سے دربار جہانگیر میں رسائی پیدا کی اور منصب  
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسب ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے  
بعد وہ متعدد صوبوں کے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگزاری سے بہت سی شاہی تختیں  
بجالائے نور الدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو  
شاہزادہ خرم عرف شاہ جہان کا سپاہگری کے فن میں استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے  
بہادر خان کو جنگی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہ جہان  
کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے  
انتقال کیا اور شاہ جہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار  
سوار سے سر بلند ہوئے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی  
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان امام شاہزادہ  
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہ جہان کے ہم پالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سجدا  
نہوئے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہ جہان کو بار میں  
بڑا تہ و تسبیح پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کی وجہ سے شاہ جہان  
بادشاہ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت  
اور خدا داد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور یہی اسی مہمات سرکین کہ مشہور عالم ہو گئے  
انکے عجیب و غریب کارناموں سے شاہی تواریخ کے صفحہ ہائے بھرے ہوئے ہیں  
ابتداء ہی سے بارگاہ شاہ جہانی میں دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر تھا

۹۔ جیسا کہ میں نے جب اس کا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کر کے سر بلند کیا تھا اور سلاج میں بیس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امر کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب حکم بادشاہ کے دلیر خان وہ پوہ والا قلعہ خان قلعہ کابل کو سپرد کر کے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت حسین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ خاص و معتبر اشخاص اس کام کے لائق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی شہیر شاہجہان نے جلال خان معروہ دلیر خان کو منصب صدی ذات اور پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب میں تبدیلی تہی ہوتی رہی مائثر الامین جو کہ ایک بڑے بھائی بہادر خان سے بعض خاندانہ و شہسازانہ و بیہشتانہ محرم میں شاہجہان کے دلین ناخوشی پیدا کر لی اور بیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان کے ذمہ لگایا حالانکہ بہادر خان نے اس محرم میں بڑی کاروائی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا ہر وقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو اسکے منصب و فوج کی سالانہ تنخواہ میں مقرر تھی سرکاری مظلہ کے معاونین میں ضبط کر لی اس محال کی فوجدارہ اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزارہی منصب و ہزارہ سوار اور خلعت و قیل و زحلاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اس قدر مشہور ہوا کہ اہلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

۱۰۔ مبلغ بست لاکھ پیکہ لے کر نولہ زوار اسطینٹ لاہور رسیدہ ہوئے جو یہ بہادر و دلیر لطف ملی و جلال خان اور بہادر خان محمد علی شاہ قلعہ کابل سے آئے کہ ذوالقعدہ خان قلعہ دارانجا سپہ و بزرگوند بادشاہ نامہ صفحہ ۶۰۵ سال ۱۰۵۰ شاہجہان بادشاہ ۱۰۵۰ جلال خان برادر بہادر خان نندہ پانصد سوار بادشاہ نامہ سالہ فہرست منصب داران ۱۰۵۰ جلال خان نام برادر بہادر خان بست و دیگر ازہیل و اندازہ منصب ہزارہی ذات ہزار سوار و ہتھیار و بیہشتان و ہجرت قیل و زحلاب و ہزارہ و ہزارہ سوار قنوج و کالپی از بہادر خان بادشاہ خدمت نمایان منصب داران و فوجدارہ آن محال جلال خان قلعہ کابل یافت۔ مائثر الامین کہ وہ دلیر خان روایت وال۔

مشہور ہو گئے یہ سر بلندی انکو سلسلہ شاہجہانی میں حاصل ہوئی۔

تاریخ انبیا مجتبیٰ کے صفحہ ۳۳۹ میں مرقوم ہو کہ کل قنوج و کاپلی کی جاگیر بہادر خان قنوج کے منصب ہو کر ولی خان کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی منصب خطاب کو کیسا تہ خلعت و سر پہج مرصع او تلوار و اسپ فیل سے سرفرازی ہوئی بعد جاگیر کے انتظام کیلئے جسٹیس کے چنانچہ ولی خان کاپلی و قنوج میں پہونچا تحسین و وصول و رد گیر ملکی انتظام میں مشغول ہوئے ترقی منصب کے متعلق شاہنشاہنامہ میر ابو الفضل معنوی میں مذکور ہے کہ جب سلسلہ شاہجہانی میں قندھار کی مهم پیش آئی اور بہادر خان نے وہاں عالم جوہر میں انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادر خان کے بیٹے فرزند دلاور خان کو جنگی علم اس وقت چند روز سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا اور ولی خان کو دو ہزار و پانصد می کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایک بار سلسلہ شاہجہانی میں ولی خان و فرزند بہادر خان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور یہ حسب الطلب پہونچ گئے جو بانی ملی کے تابع تھے روانہ ہو کر دار السلطنت ملی پہونچے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو اس وقت شاہجہان بادشاہ نے انکو اکیس لکھ روپے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا کیے تھے اور جب سلسلہ شاہجہانی کی جاگیر پر کسی سرکش اچھنے دست رازی

۱۵۰۰ روپے کا پانی و قنوج کے بہادر خان کو فتح ہونے تک بہادر خان کے دربار میں رہا اور بادشاہ نے بہادر خان کو منصب ہزاری کیلئے سوارانہ صلح اضافہ خطاب یہاں تک کہ اسے مرصع و سر پہج و سر فراز نمودہ بنا بر صولت وقت و چشم ثانی کی بھی شاہزادگان کے لئے کھڑے رشتہ کو یہ وادعہ کرتے ہیں ابی بازماند فرق نمودہ برائے بندوبست آنجا ولی خان انجست فرمودہ ولی خان و سرکار کاپلی و قنوج رسیدہ مشغول تحصیل شدہ صفحہ ۳۳۹ ۱۵۰۰ روپے نقد عطا فرمایا سید کا بہادر خان افغان فوت شد ولی خان برادرہ وغیرہ ہفت پستج و گزین ورائد بادشاہزادہ محمد الملک کے تسلیم مناصب بادشاہی فرمودہ و طلعت پر کلان اور اکہ ہائزہ سالہ بود و دل و خان نام داشت ہزاری و پانصد سوار فرمودہ ولی خان برادرہ و راہ و ہزاری و پانصد نمودہ چار ہزار اکہ خود سال بود و میدہ مقرر فرمودہ اقرائے نقش و طبع و ساندہ شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۳۴۰ جلال خان مرثیہ ولی خان و پسران بہادر خان افغان زجاگیر خود ہاکہ وایع باش بر ملی باشد بموجب حکم رسیدہ ملازمت نمودہ بندوبست یکسے اپنے چادر ہزار و ہشت سو ملان مرحمت فرمودہ ۱۵۰۰ شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ مطابق سلسلہ جلوس شاہجہانی

اور اس بات پر اسے سخت جنگونی فریقین کے بہت لوگ مار گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے سپہ فتح پانی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان صوبہ آرمینیل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلعہ موقع کیا جائے چنانچہ حسبِ حکم اس کا تعاقب ہوا کیا گیا اور چند پرگنے اسکے انکی جاگیر میں شامل کیو گودلیر خان اور انکے بھتیجے مور و عنایت ہو بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک فی مخاطب بہ علامی قاضی خانین لکھا ہوا ہے کہ جب شاہجہان بادشاہ سعید آبادین رونق افروز تھا دلیر خان کابل سے آئے اور شرف حضور سے مشرف ہو کر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب تسلیم میں قندھار کے محاصرہ بغیرض سے شب و شبہ اسبج الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اور ننگیہ کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خانہ خوار کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اسوقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا معہ فخری زین کے عنایت کیا تھا اس محاصرہ میں کمیلطوف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان مروج کے چچا نیک نام خان اور یوسف خان عنایت خان ہردو برادر بھی معیت میں تھے دلیر خان نے اپنے فرزند منشی خوب دلے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کی گئی اور بہت کچھ انتظام ہوا ستر ہزار سوار و چھ سو امرا و منصبدار و بیشمار آلات حرب غیر تو چنانہ کے تھے ایک کروڑ تو بطور سہا ہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اس میں بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھوں نے وہاں خوب جانبازی کو دخل دیا تھا ان دنوں محاصرہ میں علامی سعد اللہ خان زیرِ غلم بھی شریک تھے

۱۔ دیو لاہری سید کہ پسران بہادر خان برادر دلیر خان کو تابع باشندے ملی کجاگیر شہنشاہی از زمینداران آصفیہ ہر گھمٹ کا دروہ صلیع گود و کانت ترکتا ز معرکہ کارزار لم گرویدہ جنگ صعب و داد از ہر طرف مردمان بسیار بجا آمدند زمیندار غلام و بعد شہنشاہن سپاہیان سپہرو بغرا آرد برترم خان کو جاگیر و آرمینیل پو حکم صادر یافت کہ خود آصفیہ زمیندار مذکور ساندہ و تہیہ و تائید کو مکمل و جلال خان برادر بہادر خان پسران و برادر عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را غنیمہ جاگیر آٹھافرمودہ ۳۳۳ شاہنشاہنشاہن ۱۳۳ بست و یکم سعید آباد بمقدم والا فرین کشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمود بست سترچان مشکیش گدازندہ کوچو بادشاہن عرف شاہجہان نامہ مصنفہ قاضی خان قلی کیتخانہ نواب ملک علیخان بہادر فرما کر اسے رامپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار سنہ ۶۳۳ھ میں قندہار کے محاصرہ کیلئے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے حسب  
 منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ ہتھام  
 لیا گیا و لیہر خان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندہار  
 پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ لیہر خانکے ساتھ قلعہ بست جسکو اس طرح کے مشہور  
 قانون میں تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شادایر نے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اکثر شاہزادے  
 داراشکوہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حسب حکم قلعہ خان جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے  
 اسد ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی کیونکہ ان کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا  
 داراشکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان غیرت خان مورچہ آگے بڑھائیں اور راجہ راجروپ  
 تختہ و چوبستہ پناہ بنائیں و لیہر خان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کر دو  
 اور آج رات میں قریباً شوکو میں بھی پسپا کرو گنا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے  
 مقابلہ ہوا بری جانتان لڑائی ہوئی دونوں طرف کے اکثر کتے تیغ بیدار ہوئے اور کشتوں کے  
 پٹنے لگ گئے القسہ قندہار کی جانکاہ مہم میں لیہر خان نہایت دلیری و شجاعت کو کام میں لایا  
 جب اس مہم کو عرب و راز ہو گیا اور محصورین کی پوری تہنید ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پائے  
 حصار سے کوئی کیا و لیہر خان شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت بادشاہ قدردان جوہر  
 شناس نے انکے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقری زین کے مرحمت  
 فرما کر کابل کو رخصت کیا اس زمانہ میں انکا منصب و ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔  
 بعد ازاں ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۰۳۰ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۵۶ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

لیہر خان باضافہ پانسو سوار منصب ہزاری دو ہزار سوار اسب با زین فقرہ سربراہ فرشت بکال منہض گردید شاہجہان مدد کو گئی  
 مصنف فاضل خان وزیر عظمیٰ و ابتدائاً سال شصت پنجم از عمر اربعین جشن انصاف یافت لیہر خان و ارادت خان مہنایت خلعت  
 فاخرہ قامت ہزار ہزار مستند شاہجہان نامہ مذکور



بھی شاہجہان بادشاہ نے ولیہ خان کو خلعت فاخرہ عنایت کر کے سر بلند کیا تھا۔  
 مستحجین جب بجاپور کی محکم پیش کی تو شاہجہان بادشاہ نے ولیہ خان کو معظم خان میر جملہ  
 کیساتھ دکن بھیجا کہ ہاں جا کر تم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہمراہی میں جو اس محکم کیلئے مامور ہو چکا  
 کو تاراج کر ڈالو کیونکہ علی عادل شاہ والی بجاپور مر گیا ہے اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہیں ہو سکا  
 غلاموں نے جو میر پرہیز ایک پالک لڑکا جسکا نام سکندر رہی اسکے مسند پر بٹھلایا ہے اور ملک میں  
 بڑھی چلی ہوئی ہے اس واقعہ کے متعلق خلف نامہ شاہجہانی میں مرقوم ہے کہ معظم خان و ولیہ خان ۱۲  
 ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۷ کو شہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن پہنچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدار کا قلعہ فتح کیا  
 اسکے بعد گلبرگ میں جب بجاپور کی جمع ہوئے اور وہاں بادشاہی لشکر آیا تو ایک وڈو من کے سوار دن  
 شاہی رسد کے بیلوں کو چاگا وہیں تختہ پٹا لگے رکھ لیا اور اپنے پڑاؤ کو لڑت روانہ ہوئے جب بادشاہی  
 لشکر میں یہ خبر پہنچی تو معظم خان نے ولیہ خان سے کہا کہ یہ ہوشی چھین لینا چاہیے چنانچہ ولیہ خان  
 اپنی جمعیت کو ایک درختوں کے سہ پہر پہنچا لے اور انکے ایک ٹہ سے گرد و تلواریں کے گھاٹ اتار دیا اور سارے  
 ہوشی چھین لیے اس معرکہ میں دشمن افغان خیزان بھلے کے اور ولیہ خان مدد اپنی جماعت کے اچوتیا مگا  
 کو واپس آئے اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر میں جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک وڈو شہزادہ ونگ  
 زیب نے اپنی فوج کی خود ترتیب کی اور مخالفت کی فوج میں بہاول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ  
 بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوئے اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی ولیہ خان  
 جو مقدمہ کھیش تھو فوراً آگے آئے اور جماعت کے غوجہ ہر دکھاؤ تلواریں کی ضربیں انکے لگین مگر چونکہ  
 مسل تھے اور زہرہ وغیرہ پہنے ہوئے تھے کوی زخم انکے بدن پر نہیں لگا۔ جب خان محمد وٹھل و ستر  
 ہونہ و لہ خان کے فرزندوں نے تھے مخالفہ کی طرف سے قریب بیس ہزار سواروں کو لیکر بادشاہی لشکر  
 پر لوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا تنظیم تھا اور ایک فوج کے سردار ولیہ خان تھے غنیم کی فوج

دلیہ خان کے لشکر کی طرف آئی تو اسے بان ندازی شروع کی ہوت بھی دلیہ خان نے شجاعت کی  
 خوب ددی اسی زمانہ میں دشمن کی فوج جب چاروں طرف ملک میں پھیل گئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہنشاہ  
 محمد سلطان کیساتھ دلیہ خان کیسے گئے اور دشمنوں کی گوسٹالی کو تھیبھے گئے ہوت خانموصوفی نے  
 بہ عرفت مخالفوں کو گھیرا اور پسپا کیا اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلہ پونچا تو وہاں یہ انتظام کیا گیا  
 کہ ایک جماعت یہ محمدیہ دکان کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی  
 خانہ بربادی کے لئے آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غزوہ یقعدہ سے لے کر قلعہ کی انجیا  
 لیکر شہر اور کچھ تین حصہ ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا غرض کہ ان مہمات میں دلیہ خان نے خوب  
 بہادریاں دکھائیں بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا  
 اس کے بعد فوجی طلبی کا حکم کیا اور دلیہ خان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضور  
 سے مشرف ہوئے اس طرح میں شاہجہان بادشاہ نے دلیہ خان کو تھارہ مہمات

سے شہر بان بادشاہ نے فوجیں ارسال و دماغ یا ہتھاکر جنگی طریقہ بادشاہوں میں لانا مشکل ہو عالی و ماغی اور نازک ماحول کی  
 اور شہر میں نہایت سخت اور شہر بان فیضی اسی واقع ہوئی تھی کہ اسکی قدردانی و داد و پیش ضرب لٹل ہوئی تھی جو کچھ  
 اسکی شان میں ہو چکی تھی انکے مقابلہ میں شاہجہان کے عہد میں اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہنچ چکی تھی اور  
 شہر بان شہر کا شہر تھا اس کے عہد میں جو صوبے زیر حکومت تھے ان میں سے بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا اور جو تھانہ  
 میں کسی نے کبھی نہیں کی بلکہ اچھوتوں نے وہ وفاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسرے ہونا مشکل ہیں دربار کی وہ شان  
 و شوکت تھی کہ کسیکو نصیب نہیں ہوئی تو ان میں فی و بدخشان اور آرمائی مالک و دارالفرع کر لیے مکر اسوجہ سے کہ فتح پور  
 بہت اور انتظام میں رہے کہ عورت زیادہ ہو اور مصارف سے حاصل کہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن میں فتوحات نمایاں کیں انھوں نے  
 کی ملک کو فتح کر کے شامل خاندہ کر لیا اور وہاں اس میں کو لکندہ اور چچا پور کی جو باقی رہی تھیں انکو اپنا جاگزار بنایا اور وہاں کے  
 تخت نشین بنائے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینا چاہا بادشاہ دکن کی چٹائیش کرای بندوبست دو سالہ جاری کیا۔

شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانوں پر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ بند و دوں پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد میں جو ہندو  
 اور مسلمانوں میں عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت میں نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہیں  
 پروردگار نے کوئی عیب لیا کہ نے وہ سال کی فرمائروانی میں خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جو گھیرنے بایں سال کی  
 انکو سے نہیں کر دیا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ مابقی سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت  
 ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا خاص و مختص بادشاہ تھا جس سے شہر ملک دولت آباد برار تلگانہ وغیرہ کے قلعہات

کر کے بلند آواز کیا۔ مستطیع میں شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جوہر  
 بنگار کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منہ پھیرا اور بیٹہ مخفیہ آیا اور پریشکر کشی  
 کر کے ملک خالصہ پر دست راندی شروع کی حتیٰ کہ بنارس تک گیا جہاں ایک اشکوہ کو  
 یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبر آباد سے شاہزادہ  
 سلیمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطع نظر کیا جو بادشاہ نامہ میں تسلیم ہوا ہے۔ درج کیا جائے  
 سے شاہجہان تخت کشہ اقبال گرفت و تینت زہد ملک و سر مال گرفت و پل قلعہ کیساں گیتی کی پیشہ بادشاہ اتو نہ پھیل  
 سال گرفت صفحہ ۱۸۱ بادشاہ نامہ اور کئی کروڑ و پیر کا ملک بڑھایا انعامات میں جو رقم اس نے دی اسکی پوتھائی بھی کسی  
 عہد میں نہ دیکھی سوائے نو کروڑ و پیر جس میں نصف نقد اور نصف جنس نہ تھیں سال کی ملکہ بہت تک نفیس  
 میں جو محنت کیا۔ دو کروڑ پچاس لاکھ حینہ تعمیرات میں صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کروڑ دس  
 لاکھ دار الخلافہ اکبر آباد کی عمارات میں جس میں پچاس لاکھ تاج محل میں جو بارہ برس کی مدت میں میر علی گڑھ  
 و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیر مکانات و باغات  
 میں صرف ہوئے اور پچاس لاکھ قلعہ معلیٰ کی تعمیر میں اور پچاس لاکھ جامع مسجد و بی کی عمارت  
 میں اور پچاس لاکھ و پیر عمارات لاہور میں اور بارہ لاکھ عمارات کابل میں اور آٹھ لاکھ عمارات تہران اور  
 آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمد آباد و غیرہ میں خرچ ہوئے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۲۰ ہجری  
 مطابق سنہ ۱۶۱۰ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدائش ہوئی فرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ  
 نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے سنہ ۱۰۲۰ میں تخت نشین ہوا (شاہاب الدین محمد شاہجہان علی گڑھ  
 ہائی لقب اختیار کیا) بے بدل خان نے مسرت تاج جلوس سے جلوس شاہجہان و اوزیب ملت و دین واد و بیسالی  
 خوشنویس نے سے شاہجہان باشد شاہجہان۔ پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تعینت میں بیٹہ لاکھ روپے  
 استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علمائے ہند کے لیے ملاقات  
 کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود جیشہ باد و خورشید و عیادت الہی کیا  
 کرتا اسکے عہد میں اہل کمال ایسے جمع ہوئے کہ دار السلطنت دہلی شیرازہ افغان کا نمونہ بن گیا بائیس سو ایک تالی  
 تھے اور بائیس کروڑ سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج میں دو لاکھ سوا آٹھ ہزار و پیر سوار اور سات ہزار احدی تھے  
 اور ایک لاکھ پچاس ہزار سوار شاہزادوں اور امراء کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے اس سوار  
 کی جماعت بادشاہ کے ہر کباب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات میں رہتی۔ عالموں و فوجداروں کی جماعت

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادر پور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے دھانی کوس کے فاصلہ پر ہے اس میں محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیرہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی لشکر خیمہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کر کے محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اس وقت کمال بیکاری سے خواب غفلت میں

بقیت سابقہ عزاوہ تھی ملائی سعد اللہ خان اور فضل خان وغیرہ اسکے نیا ت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مدوان خان امیر الام کی تختہ امین بارہ بارہ کروڑ دام یعنی تیس لاکھ سالانہ مستر تھے اور پنجاباری منصب والے امیر کی تختہ امین مشاہیرہ فوج کے پچیس لاکھ و پیر سالانہ جائگہ کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں مرقوم ہے منصبدار و زمین چار شخص ہفت ہزاری اور ہترہ پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کروڑ دام کی جمع کا اضافہ ہو گیا تھا اسکے جاہر خانہ میں جاہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روئے زمین کے کسی بادشاہ کے جاہر خانہ میں شاید اس سے زائد نہ ہونگے، و کروڑ کے جاہرات شاہزادوں میں تقسیم کیے اور پانچ کروڑ کے جاہرات زیورات مرصع میں استعمال کیے اور دو کروڑ کے جاہرات لمبوسات میں جڑ والے ایک کروڑ کی تیاری میں تخت طاؤس بنوایا جو دھانی گڑ جوڑا سواتین گز لانبا اور پانچ گز بلند تھا جس میں باہر کپڑے اسل و یا قوت و زمر و جڑے ہوئے تھے تخت پر دو طاؤس مرصع نصب تھے اور دو ننگے درمیان ایک درخت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس میں تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کاجس میں پانچ لعل اور چوبیس درشاہ و جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فرش نصب کرتے تھے اور دس ہزار دام اسکے سائے میں بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام دبداد ل تھا ایک قذیل جو طرہ طرح کی گلکاریوں اور طلا و جاہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی بدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضہ مقدس کے لئے معذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قذیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

المقصود یہ کہ جب تیسویں سال کی عمر میں مظفر خانروانی کے کچھ مرض میں لے و عیش و اختلاج قضا جہان نے انتقال کیا اور اگرہ میں کئی بیماری حکیم ارجمند بانو ممتاز الزمانی کے ہمہ پلوتج محل میں مدفون ہو تا بیخ انتقال سے شاہ جہان کو دیکھا ز عالم سفر کر و شاہ جہان ہر ایک مصر سے علیحدہ علیحدہ تھیں جو مدت سلطنت کہیں میں وہاں جو علیحدگی سلطنت کے بعد ۱۶ سال کو شہ نشینی عبادت الہی و شغل آیات فیسی و خیر خیرات میں گذرانے بعد رحلت فرودس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اور پریش پسنہمی اس درجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ  
سروکار نہ رکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھ کر محمد شجاع نہایت سرسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی  
دیر لڑا آخر کار اسپرعب چھا گیا اور میا ختہ بھاگ کر ایک کشتی میں بیٹھا اور پسنہ  
کی طرف روانہ ہوا یہاں بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ تو پچانہ ورسد وغیرہ کاسمان  
سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب  
شجاع پٹنہ سے مونگیر پہونچا اور وہاں بھی اسکے پاؤں نہ جمنے پائے تو دلہنسہ وہ  
بنگالہ چلا گیا آخر کار پٹنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا  
اس فتح کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ  
ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا باثرالامر  
میں ہے کہ انھیں ایام میں ایک ہزار کا انکے منصب میں اور اضافہ ہوا غرض کہ  
شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا  
جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے  
نہایت عجلت سے دار الخلافہ کو آ رہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے  
قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہاں ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ

۱۷  
شاہجہان کی ملالت اور اسکے بیٹوں میں باہم خانہ جنگیان ہو کر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک  
بڑی تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوا آخر کار اس منعت و جانکاهی سے ضعف  
دامخ اور صحت میں فتور لاق ہوا سلسلہ جلوس، ذی الحجہ ۱۰۳۸ ہجری کو جس بول کے مرض میں مبتلا ہوا  
شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی غیر حلقی سے نہ اتاری اطباء نے ہر منہ بول کیا  
مگر کوئی تہیر کار گرنہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت میں مصروف نہوسکا اور دبا ہر اسکا لشکار اٹھکھوہ  
جو بڑا بیٹا اور ولیعهد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ میں لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد میں چار بیٹے

## مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ پر چھاپنے دارا شکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیان اور مجند با نومت تاج محل کے بطن سے عین سلطانہ دارا شکوہ۔ مرزا فتح علی  
 محمد اورنگ زیب مراد بخش جہان آرا مرتبہ بیگم صاحبہ اور روشن آرا شاہجہان نے ان سب کو آداب تعلیم  
 سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا  
 ہر ایک بیٹا کسی کسی لیاقت میں طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلندی نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا  
 تھا۔ دارا شکوہ کی عمر اس وقت ۲۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہان کو  
 پسند نہ تھی دارا شکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کبھوت بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام  
 لینے میں بے حد تھا اور اعتیاد کو کمزور جانتا تھا مگر قصوت میں ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا  
 اپنے پردہ اکبر کے مدرسہ کا طالب علم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلایا کر وہ کاتر جہ سنسکرت  
 سے فارسی میں کرایا کتاب سر اکبر اور نورالانوار وغیرہ خود اسکی تصنیفات سے آج تک جو بیچ رہا ہے ان کی نظیر  
 سے گزری ہیں وہ بجائے اللہ اکبر کے پریمو انگشتری پر کندہ کرا کے پنتا تھا فخر کر نیوالے شخص کے مغلوب  
 کرنے کی فکر میں رہتا تھا اسلئے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (برون کے لیے بھلا اور بدیون کے لیے برا ہے اس  
 سے چھوٹا شجاع تھا جسکی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنجگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش  
 پسند تشیع خیال تھا اسکے بارہ بیٹے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ شجاع جزا سیریشوی مصنفہ دیگر نہ دارد اس سے  
 چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ کن کا ناظم تھا بعد جری نہایت متعلی سوچکرات کتا اور ملکی جوڑ تو زمین خوب چیت  
 مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنالینا اسکا کام تھا لڑکیں سے وہ زہد و تقویٰ اور صوم و صلوات  
 کا عادی تھا نہ ب کے بڑے بڑے خطر کے اٹھانیکو وہ فرج جانتا تھا سمات عظیم میں بڑی بڑی فوجوں کی  
 سپہ سالاری کر چکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا کہ وہی عزم و مال اندیش نظر ملے غلبہ کہ متعلی امر خطرویات  
 کو اندیشہ مراد بخش سب سے چھوٹا مگر اس کا صوبہ دار تھا عیش و دست سے نوش اسکے متعلق شاہجہان  
 کا قول تھا کہ مراد بخش بھول الکلیف بالکل و شرب ساختہ دایم انحرست) جہان آرا نہایت عقل و جہت تھی  
 اور اس سلطنت میں ذلیل تھی شاہجہان کو کل اولاد میں دارا شکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی تھیں  
 عزیز تھیں۔ روشن آرا چند ان فرزند باپ کو اسقدر محبوب۔ مجلسرے شاہی میں وہ جہان آرا

## اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہو گئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور داراشکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خیرین پہنچایا کرتی تھی شاہجہان نے ہر چند چاہا کہ بھائیوں میں اغوت و محبت رہے مگر سب نصیحتیں ضائع کیں فتنہ پردازوں نے تجرشین و لادین ایک دوسرے سے بد لالینے میں مستعد تھا جب شاہجہان طویل ہوا کولے داراشکوہ کے ہاتھ پر ارکان و دولت کی بیعت کرادی اور داراشکوہ نے اختیار پا کر اپنے حسبے ضعی معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر و قلع بھارون کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک میں ہل چل پر گئی بعضوں کو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہیں رہا جب بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخرت ہے اور داراشکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے کجرات میں تاج شاہی سر پر رکھا اور شہر سے نکل گیا دین خود سری کر کے مالک بادشاہی چا اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ بنارس تک آگیا اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان مشکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا فضل قصہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر و کن میں تخت پر نہ بیٹھا مگر در پردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا ہانہ کر کے دارالسلطنت کو چلا شاہجہان کو جب اپنے تیون بیٹوں کی یہ سرکشی اور خیرین و عوام ہون میں تو اسکو بجز داراشکوہ کے اور کسی کا اعتبار نہ رہا اسلئے جو داراشکوہ کشتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آکر جلا آیا جب اورنگ زیب برہانپور کی طرف روانہ ہوا تو اسنے یہ سوچا کہ شجاع کی طرح اگر مراد بخش بھی داراشکوہ کے لشکر سے منگوا ہو گیا تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم دونوں باپ کے پاس ملیں اور داراشکوہ مفور و منفد کو جسے باپ کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے دور کر دینا گھٹنے کی کی تو داراشکوہ کی صداوت سے ہم تم سلامت نہیں رہیں گے اور اس طمع کے غلبہ سے کفر کا رواج ترقی پا کر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہیں تم سلطنت کو راضی نہ کرادیں اورنگ زیب کے ہینال ہو کر ۲ رجب کو اٹھے راہ میں دیوال پور کے قریب معہ لشکر کے اورنگ زیب سے آ ملا جب داراشکوہ نے اورنگ زیب کے آنیکی خبر سنی تو اسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگ کو دیکر آکر سدر راہ ہونیکے لئے روانہ کیا اور راجہ نے دونوں ٹھنڈوں کو روکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

## داراشکوہ نے شکست پائی اس دشتناک خبر کو شہزادہ نہایت مضطرب ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل ہوئی غوی قہر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب داراشکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سنی تو نہایت سرسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی جس میں ساٹھ ہزار سوار تھے اور پھر خزانہ کا منہ کھول دیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجان نے علالت کی حالت میں دونوں بیٹوں کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ میں جانا چاہا بلکہ پیش بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں میرا خیمہ کھڑا کریں مگر داراشکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائے گی وہ راضی نہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ شایستہ خان نے عالمگیر کی بلند اقبال اور چہر زاتی پر نظر کر کے شاہجان کو منع کیا غرض کہ داراشکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عرصہ میں جان آرکلیفٹ سے ایک خط آیا کہ بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ خدا کا عذاب اعلیٰ حضرت اچھے میں اور عبادت الہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ میں توجہ کرتے ہیں اور ملکی انتظام میں مصروف رہا کرتے ہیں تھکوانے ولی نعمت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی خونریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صفائی بمقتضائے اولی الامر حکم خدا و رسول کے حکم کے خلاف ہے جان تک آگئے ہو وہیں قیام کرو جو تمہارے دلیں باتیں ہوں آگاہ کرو تاکہ سب بادشاہ سے عرض کیجائیں اور تمہارا کل کام کر دیے جائیں اور خط پہونچا اور ہر داراشکوہ جنگ کو پہونچنے عالمگیر نے اس خط کے جواب میں اپنا عہدہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا۔ حضرت نعل سبحانی کی خدمت اشراف میں یہ عرض ہے کہ جب ملکی مالی اختیارات انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادہ کلان کے ہاتھ میں آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیاز مند کے اذیاد اور آزار کے درپے ہوا اس وقت میں بیجا پور میں سب احکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اسنے سب امیر و فکوحکم بھیج کر میرے پاس سے ہٹا لیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہونچتا تو ہفت کلیم میں کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے فتنہ کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم نکل آیا داراشکوہ نے میری طرف سے آپکا دل بڑا کیا جسوقت سنگم کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کیندست کی ماضی سے مانع ہوا محمد شجاع کو یلہان شکوہ کے ہاتھوں سے ذلیل کر لیا اب میرے



جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجے بے سنگہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل مقابلہ کو دھو لو آیا ہے مگر مجھ صفت شکن کے مقابلہ میں کامیاب نہو گا بہتر ہے

کہ وہ پنجاب میں اپنی جاگیر پر چلا جائے اور مجھے حضور کی خدمت میں رہنے دے یہ عرض یہ بھی کر اور رنگ

زیب اپنی فوج کی آراستگی میں مشغول ہوا ۱۰ رمضان کو سمو گدھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب

کے ہر دو لشکر سامنے آئے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد سلح

جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے اور داراشکوہ کے ہودہ

میں ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبرا کر باقی سے اتر اور حالت اضطراب میں بے سار

گھوڑے پر سوار ہوا اس حال میں ایک خدمتگارا اسکی کمر میں ترکش باندھتا تھا ایک گولہ کے

لگنے سے اسکا ایمان ہاتھ اوڑ گیا اور خدمتگارا مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا

فوج بھی خالی ہو وہ دیکھ کر فرار کی تسکین ہوئی داراشکوہ مع اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبر آباد آیا اور

دبان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرافیان لیکر باپ کو بغیر سند کھائے اندھیری رات میں

دہلی چلا گیا ادھر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخموں سے کلنگ ہو گیا تھا

اسکی مرہم ٹی کی گئی ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سمو گدھ سے سواد اکبر آباد میں آگیا تمام ارکان

دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت میں حاضر ہو گئے شاہجہان نے اسی حالت میں اورنگ

زیب کو یہ خط لکھا کہ میں نے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشراف تھا ابے دیکھنے کی آرزو مند

تکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت ہے اسکی راہ میں ایسے نزدیک ہو کر محبت نہیں ملے۔

ملنے آؤ گے تو البتہ دولت دو جہانی سے بر غرواری پاؤ گے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب

کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدسوسی میرے لیے

رحمت پروردگار ہے مدتوں سے اسوقت کا منتظر تھا اب میں اپنی مراد کو پہنچ چکا حضور کے یہاں سے

آنکھوں کو روشن کرو گا فضل خان خوش و غرم ہوئے باپ بیٹے کی سعادت نشی سے خوش ہوا اور

روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیور یہ جسکا نام

عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتیں زبانی کہلا بھیجیں جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہو تو قلعہ پر دار

جنکو شہزادہ کا اتالیق بنا کر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے ملے ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل نے سمجھایا کہ شاہجہان کا ارادہ اچکھو قلعہ میں قید کرنے کا ہے اور نگ زیب اس وقت سے باپ کے بالکل ظلمت ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امر از بانی پیغام لا مگر یہ باپ سے صاف نہوا انلیل اللہ خان نے بھی جائنکی مانعت کی اس موقع پر ایک فرماں شاہجہان نے جو قابل دیر ہے مگر وجہ الحوات کے بیان نہیں لکھا جاتا ہے اور نگ زیب کو بھیجا اس کا جواب اور نگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کروں تو بجا ہے اور کمال ارادت سے دوڑ کر آؤں تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرح کا حجاب حضور ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت اکلہ ہو جانے سے مجھے وہم نے مظلوم کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھول دیں اور میرے امینوں کو سپرد کردیں تو تلافی تقصیر کے لئے حضور میں حاضر ہوں اور کبھی ایسے امر کار وادار نہوں جس میں حضرت کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہنچی تو شاہجہان نے قلعہ کھول دیا اور شہزادہ محمد سلطان نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۳۸ کو سب کا رخائے ضبط کر کے مہرین لگا دیں اور شاہجہان بادشاہ کو اپنے باپ کے حکم سے نظر بند کر لیا اس حالت میں جہان آرا باپ کی طرف سے یہ پیغام لیکر بھجائی کے پاس آئیں کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ داراشکوہ کو ملک پنجاب سے مصافات کے عطا فرمائیں اور مراد بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بیگالہ بدستور ہے اور ملک دکن محمد سلطان کو عنایت کردین اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ممالک محمدوسہ کی ولیعهدی کا منصب عالی آپ کو مبارک ہو آپ اس بات کو قبول فرمائیں اور غرض مند وکی بات پر نہ جائیں بغیر کسی دوسرے کے چلے گئے تین چلے اور ان کے خاطر مشتاق کو اپنے دیار سے مسرور کیجیے اور نگ زیب نے دارالحکوم کے مددات کی شکایتیں کیں اور ان درخواستوں کو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخر کار بعد گفت و شنید کے اور نگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جائنکے لیے سوار ہوا شاید خان اور شیخ میر نے سلسلے میں اگر مرض کیا کہ حضور کا جانا محفل دو در اندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیٰ حضرت کا اختیار واقعہ کہ نہیں ہوا تو کیا ضرورت کہ آپ محل خطر میں ملے ہیں اس جملے سے اور نگ زیب واپس چلا آیا ایک صاحبہ کے بھائی کے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھ کر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیبے نشانی و حیرت کا عالم چھلپا اوسوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلح و مشورت کر کے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ رائے دی کہ الہ آباد سے دریائے گنگا کو تر کر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہو امیر بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانوں کا ہے وہاں چلکر ٹھپانوں کو جمع کر کے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضائے وقت اور مناسب حال ہو اوسپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہوں شاہزادہ سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز انکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل حکیم تقرب خان اور رائے رابعہ دکنہ اتحاد بان سلطنت سے ملائی وانی کے آگے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا سند پر شاہزادوں کی طرح بیٹھا مگر بذرین شاہانہ طور پر سب امراء منصبداران سے لین پھر شان و شوکت کے ساتھ بائیں پر سوار ہو کر دربار شکوہ کی چوٹی میں چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانوں اور کارخانوں کو خدمت خانوں کو بھیج دیا ۲۱ رمضان سنہ ۱۰۷۰ کو شاہجہان بالکل غریب ہو گیا۔ اہل تاریخ عاقل خان نے فاعتر و باطلع الاصباء لکھی جو بحساب مجدد عجیب کے قریب سے صحیح آتی ہے۔

۱۵ سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود اومو قنعت در اخفت خود را مشروط بر فتن شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افغانہ است نمودہ متعجب گردیدہ کہ آئینہ پائے از افغانان وغیرہ مزاحم آوردہ ہر چہ صلح با شدہ بل خواہد آمد سلیمان شکوہ قبول این گفتش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب اجے سنگھ والی جیسور کو جو دلیر خان کے بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور بہت دوستانہ فمائش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ داراشکوہ عالمگیر پر کسی طرح غلبہ نہیں پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلج وغیرہ کی مہمات میں اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور چالوں سے خوب واقف تھے اسلیئے انھوں نے ہر طرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی شرکت میں بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہیں آفرین فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی غرض کہ دلیر خان کو راجہ نے انکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ نے الہ آباد کی طرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تمسید اٹھا کر معذرت کی اور راجہ جے سنگھ کے ساتھ اسی منزل میں رہ گئے اور شاہزادہ کے ساتھ کوچ نہ کیا چارنا چار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہاں سے چسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جے سنگھ چون برین سننے لگی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی دے بے تجربگی سود خود را از زبان شناختہ نزد تیر غلط باختہ است بقضائے دوستی و مودتے کہا اور بالباغ فصاحت و دوستانہ مذاکرہ مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ غرابی اور قبیلہ اش حاصیٰ نہداشت باز آورده و در عزیمت و آوردن عقبہ عالمگیری با خود متفق و ہم داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بتاثر قرارداد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان تمہید سے نودہ بار راجہ جے سنگھ درہان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین سلیم پور و تھمہر بتفصیل عقبہ عالمگیری چمرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزاری ہزار سوار و انصہب پنجہزائی بجز سوار و الہ آباد تہ گشت۔ ماثر الامام مذکورہ دلیر خان۔ روایت دال

+

+

+

+

+

+

+

+

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پورا اور متھرا کے مابین عالمگیر  
 کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو  
 خلعت فاخرہ حسین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جہرہ مرصع تھا  
 مرحمت کیا اور منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنہاری  
 منصب اور پانچ ہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان  
 کی شجاعت اور وضع داری سے خوب واقف تھا اور نہ تو ن معرکوں میں انکا ساتھ دیا  
 تھا اسلئے اسنے انکو خاص امرا میں شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ  
 ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا میں عالمگیر نے  
 مراد بخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خا اشتکار تھا اور اپنے ساتھ پتروہ ازات  
 شاہی علیحدہ رکھتا تھا م شوال کو متھرا میں گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے  
 سپرد کیا کہ سلیم گدھ کے قلعہ میں پہونچاؤ چنانچہ یہ دونوں سردار مع اپنی جماعت کے  
 شہزادہ مراد کو لیکر شاہجہان آباد پہونچا آئے اور عالمگیر سے جب کھ گ کرتا ہوا

۱۷ یارم ماہ شوال و قعبہ تہرہ راہ اکل روز مراد بخش را دستگیر نمودہ بھوانیہ را سے صاحب بعد از دو یا س شب آن  
 میرہ روز نشہ اندوز را ب عسکہ قندیان و لتوا شیخ میر سپردہ و دیر تارا با جمع ہمارہ کردہ قلعہ سپر نیلہ شاہجہان آباد  
 فرستاد کہ آغاجاہ زندان مکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۳

چار دہم خضر آباد و مرکزہ اکبر و اقبال گشتہ دروزد مگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذشتہ  
 یافت برسانید مراد بخش قلعہ شاہجہان آباد تسخیر شدہ بود شرف بساط بوس یافتہ ۱۳۱ عالمگیر نامہ  
 ۱۷ دلیر خان بلہ دہی طالع از تبعیت و ہمہی سلیمان شکوہ تخلف و زبہ بود شرف از تقبیل سدا اقبال  
 گشتہ بطاع خلعت فاخرہ و اسب با ساز طلا و شمشیر و جہرہ مرصع و اضافہ ہزاری ہزار سوار منصب پنہاری و غیرہ  
 طرح انظر لمرتبہ از عالمگیر نامہ صفحہ ۱۳۰

خضر آباد پہونچا تا شیخ میرد دلیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و تہنیتی  
 پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تا بیچ رمضان کو  
 خضر آباد سے سند باڑی کو جو ایک کوس دار السلطنت تھی عالمگیر نے کوچ کیا  
 اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ  
 راجہ سنگھ کو باگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنؤ کی حکومت و فوجداری  
 ایرج خان سے نکال کر دلیر خان کو دی گئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان  
 کے فرزند جمال خان کو عطا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ میں  
 جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سواروں کی سرداری  
 سے سر بلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے  
 فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت میں یہ مثل  
 اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر ہذیقہ شرح  
 کو جبکہ عیدہ گلانی کا جشن تھا اور شاہزادوں نے صراحیان بادشاہ کی خدمت میں گدائی  
 تھیں بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان سپرد دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب  
 تھے اور بیواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جو انمگ انتقال کر گئے۔

جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اسکے آئینکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

سے دہلی کی طرف روانہ ہوا اور ۲۱ رمضان کو دہلی پہونچا۔ جمال خان سپرد دلیر خان مذکورہ بنام بہت قدیم  
 آن خدمت مامور و منصب ہزاری چار صد سوار سر بلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ

سے بعض اشرف رسد کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر بہ فوجداری میسر و تہنیتی باجل طبعی روزگار  
 میانش بہرے شد عالمگیر نامہ سال خیمہ

سے لاہور روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے سیامان شکوہ کو جو جمعہ لشکر کے پٹنہ سے آ رہا تھا لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند اگر مجھ سے مل جاؤ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو دارا شکوہ سے میدان خالی تھا مرا بخشش کو قید کر چکا تھا اب تخت نشینی میں اسکے کو خارج تھا جو میون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۷۱ مقرر کیا مگر اسے دارا شکوہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے قلعہ میں جا کر حسب آئین خانہ ان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اور زیب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب و سکھ اور جشن کو تو

سلہ اور رنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدائش ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰۷۱ م ہوئی اور مادہ تلخ (آفتاب الملتاب) ہے جب ۳۰ برس کی عمر میں سنہ ۱۰۷۱ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عہد کی عمر بڑھا کر آفتاب عالمت اجم خود تخت نشینی کی تلخ نکالی اور خطاب (ابو المنظری الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جس کا نام مبارک خال سمجھ کر لقب میں شامل کیا گیا۔ اور نگ زیب نہایت حسینہ اور بادشاہ تمام اعمال و عقائد خفی تھے ہمیشہ باجماعت نازاں کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریعت کے جاری کرتا ہر ہفتہ میں تین دن دوشنبہ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے غور و نوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کب کرتا ٹوپیاں بنا کر اور قرآن لکھ کر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوٰۃ شرعی صرف خاص سے دیتا و قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر دینہ منورہ و مکہ منظرہ بھیجے حسین ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرف سے مطلقا مذہب کیا کیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا تھا مگر فطریہ ریز گاری سے آخر عمر میں وہ بھی مزامیر کے ساتھ ترک کر دیا لباس نامشروع زرو جواہر کا بھی نہیں پہنتا تھا بدعت اور آئین جاالت شائے اور احکام دین کے جاری کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتا کوئی لفظ نفش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دینا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا جو ممتاز ہند و خوشی سے شرف ہا سلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اور نگ آباد کن سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن و رحمت رسانی

بنوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی میں امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل کی واسطے مقررین بنو امین اور بادشاہی خزانہ سے مسجد و کاخ خرچ مقرر کیا  
شاہجہان کے مدینہ انسانی ہزار روپیہ ایام متبرکہ میں خیرات ہوتے تھے اسے ایک لاکھ انچاس ہزار  
روپے مقرر کیا گیا تھا۔ تمام تعصبات میں مدرسہ اور اسمین طلباء کے لیے علماء و فضلا متعین کیے شیخ نظام  
اکبر مجاہد مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کر کے مسائل فقہ کے دفع اختراعات کے لیے فتاویٰ عالمگیری  
لکھائی خود ہمیشہ کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام جلیل الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق  
شکستہ خط خوب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا تھا کثرت  
کرتا فارسی انشا پر دازی میں کمال ملکہ رکھتا تھا پنجائے اسکے تصنیف میں دفتر و شش کلمات طیبات  
بوسہ و لعل ادب عالمگیری رفات عالمگیری ہیں وہ اپنے ہاتھ سے چند سطرین بلاناغہ رو لکھتا  
علاوہ فارسی کے ہندوئی سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا اگر شعرا کے  
شعر بہت قدر دانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر لکھتا اور بیٹوں کو بیاض میں اشعار لکھاتا تھا چنانچہ یہ  
شعرا کا ہے سہ غم عالم فزا انست من یک غنچہ دل و ارم و چسان و شیشہ ساعت کفر ریگیاں بال  
بیٹوں کو غزلی اور فنون سپگرمی کی تعلیم دلا کرتا تھا روزگار بنا دیتا تھا ہمیشہ باوجود مبتلا اور بے عزت نشینی  
کے باوجود کثرت مشاغل و کمزوری کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) نکالی گئی حرم سرا میں  
تو کیوں کے لیے عطاء و دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم و تقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلا خوف و بلا  
لک اگر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف مملکت میں کوئی صوبدار  
و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہیں دیکھتا تھا اکثر اوقات جرائم پر متحمل ہوتا اور قصور  
معاف کر دیتا اور سزا دینے میں تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹوں کے حالات  
پر نظر رکھتا اور انکے غمی و اوقات خفیہ بوس مقرر کر کے دریافت کرتا جب انکو فوج دیکر پہنچتا تو انکے ساتھ  
معتدالتین بھیجتا کہ ہمیشہ قابو میں رہیں اور برائیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے  
پوشیدہ نہ رہتی دکن میں بیٹھا مگر پچھ و پورپ کے اطراف کی خبر رکھتا کام کو احکامات خود لکھتا تمام



## کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت و اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل بزوکل کے اختیارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرفت  
 برفند مرقعاً ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چار و نظرت کان لگے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ  
 عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو خدا کی مدد پر نظر کر کے ثابت قدمی کرتا چہرے  
 خوشی و مال و دونوں کے آثار ظاہر نہ ہوتے ضعیفی کے زمانہ میں دکن کی شواہد گزار پٹاریوں میں شکر  
 کٹی کرتا گویا جفا کشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبرا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے  
 حکم کے قدم نہ اٹھا سکتا امیر نذیرین دیتے اور پیش بہا خلعت پاتے شاہ جہان کے خزانہ میں چھ کروڑ  
 سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر او رنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑ آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا  
 تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صد با محلات اولاکون سپاہیوں اور امیروں کی تنخواہ  
 میں خرچ ہو جاتی تھی صبح صادق سے عالمگیر اٹھتا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و دعا  
 میں مشغول ہوتا بعد ہفت تحت عدالت پر بیٹھ کر ستم رسیدوں کا انصاف کرتا ولیم بائیس عالمگیر کی آمدنی  
 پچاس کروڑ لکھتا ہے شاہ جہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بجایہ رو با ست گولکنہ وغیرہ  
 اسنے فتح کر کے مالک خالصہ میں داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی بہت  
 میں جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس  
 تک بڑے کرد فر اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر  
 یہ نہ کرتا تو داراشکوہ اسکو کب چین سے بیٹھے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو  
 بہتور بھال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہ جہان کے دل سے داراشکوہ کی محبت نہیں جاتی  
 تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سب کو قتل و قید اور شاہ جہان باؤ شاہ کو مغزول کیا اگر داراشکوہ یا  
 دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ ہی برتاؤ کرتے جو اسنے بھائیوں کیساتھ کیا  
 یہ اپنی خود کامی اور چالو پنہر عمری جتیں بھی قائم کرتا تھا اسکی عمر کا آوا جائہ دکن کے فتوحات اور مرہٹوں کے  
 عہد ایرخان جنایت خلعت و قبل باؤ ذیل نہ لہند گردید صفحہ ۱۵ عالمگیر زیادہ

ساتھ ہاتھی و تہنی عنایت فرمائے جلوس کے بعد عالمگیر نے داراشکوہ کے استیصال کی طرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اور ہکا سپاہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلع وقع میں مرت ہو گیا اسکے عہد میں راجپوت بڑے گمراہے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جنکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات میں بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد عظیم درج کیا ہے اولاد کا لائق و قابل ہونا اسکی تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲۰ ذیقعد ۱۱۰۰ھ جمادی الثانی ۱۰۹۹ھ کو ہردن چڑھے ۱۵ برس حکومت کر کے ۹۱ برس کی عمر میں اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا۔ حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھیجی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد میں اس قبر میں جو اسنے اپنے میں حیات بنوائی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا چوترا سنگ مرمر کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہو قبر کے قریب میں ریحان ہونے میں تمیز و تھن کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپون کی سلائی کے جو پچھتے وہ حسب وصیت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوئے تھے مساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح و ریحان و تہا عظیم تلخ رحلت نکالی گئی۔

۱۱۰۱ھ اس جلوس کی خوب تاریخیں نکالی گئیں چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اول الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر فراسانی نے (شنشہ ظک اننگ) اور دیگر شعراء نے (سزا و سریر بادشاہی) لکھیں۔

۱۱۰۲ھ بہادر خان و لیر خان کے بھائی تھے انکا شاجہان کے عہد میں انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ میں میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دو آب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مفاصلہ کے لیے صراحت کر دی گئی۔

کر کے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے مل جاؤ اور وہ قوی پشت ہو جا جب  
 عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہر دو اکر کی طرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے  
 پاس جانے والا ہے تو اس نے دلیر خان کو سدا راہ ہونے کے لئے بھیجا اور اس کے  
 ساتھ اس کے جتنے دلیر بہت خان جو بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے  
 اور شیخ میر و صف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سب کو خلعت اور گھوڑے  
 عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوئے اور اسی تاریخ  
 کو خود عالمگیر کرناں گیا اور وہاں سے ۱۲ ذیقعدہ کو کوچ کر کے روہڑ پونچا جو  
 برسات آگے جانے کے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان  
 سلیمان شکوہ کے قریب پہنچے تو وہ ہر دو اکر کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریا  
 گنگ سے اونٹنیوں کی فکرمین تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان  
 سری نگر کی طرف عاجز ہو کر چلا گیا ۱۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ  
 کی مہم سے فرصت کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ہر عالمگیر تو یہ نظام  
 کر رہا تھا اور ہر دو اکر اشکوہ دہلی سے لاہور پہنچا اور وہاں شاہی خزانہ اور توپخانہ  
 اسلوخانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کرور روپے کے قریب اس کے پاس دولت  
 ہو گئی تھی اس لیے وہ سپاہ کی فراہمی میں مصروف ہوا مگر اس کا یہ خیال تھا کہ جب تک  
 برسات ختم نہ ہوگی دریا سے ستلج حائل ہے عالمگیر بیان نہ آسکیا لیکن عالمگیر نے  
 کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اس نے امیر ونکو تعاقب کے لیے بھیجا اس کے بعد  
 خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب دار اشکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو دو اکر خان  
 پانچزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریا سے ستلج کے گھاٹ بند کر کے عالمگیری لشکر کو روکے

اس ضمن میں داراشکوہ نے کوئی تدبیر اٹھانہ رکھی تمام امیر و نواہی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ میں اشتعال دلا کر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتوں کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھا کر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینو جب بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کی طرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤد خان سدراہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سنی تو اُس نے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجیں دریائے بیاس کے ہدف آگئی ہیں اور عنقریب داراشکوہ بھی لاہور سے آئیں والا ہے عالمگیر نے اسوقت دلیر خان اور مداحہ بے سنگہ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونوں سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آملیں تم جس جگہ ہو وہیں ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیر خان موضع گڈہ سارنگ میں خلیل اللہ خان سے جا کر ملے جب یہ بادشاہی لشکر پہنچ گیا تو داراشکوہ پر رعب چھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشمیر وغیرہ غرقاب کرنے کے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیر خان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور میں قیام نہ کریں اور بلا توقف داراشکوہ کا تعاقب کر کے ہٹا قدم کھین نہ جنے دین یہ حکم سنکر دلیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر میں داخل نہ ہوئے اور اذنی الحجۃ کو ایک روز اور قیام کر کے آگے روانہ ہو گئے اور خواجہ صادق بخش کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا اسکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہو گئے اسپر بھی توپیں اور اجناس کے علاوہ ایک کروڑ سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیکیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان میں رہ کر ہیکر کیطرت روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی دریائے راوی سے اتر کر جہان سے ملتان تین کوس پر پہنچا کر خمیہ زن ہوا دلیر خان اور خلیل اللہ خان مع چند دیگر امرا کے جو بموجب حکم شاہی ملتان میں ٹھہرے ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف حضوری سے مشرف ہوئے اسی زمانہ میں کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان کے بھتیجے جبکا نام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بیٹے بیٹے تھے اور صوبہ کابل میں لکی فوج میں تعینات تھے جو غمگین انتقال کر گئے انکار میں جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے مال کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دارالخلافہ کا عزم ہوا۔ صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ تو پختانہ و خزانہ و سپاہ بکثرت رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے

سے وازو قلعہ دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان لد بہادر خان و ہلز کو کیان انصوبہ بھاڑ جہان درو زوید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیسوہ کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔

تغاقب کے لیے بھیجا اور سوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے ہنسٹ  
 خان اور دوسرے دلیر ہمت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شمرزہ خان منگی  
 خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کی وقت دلیر خان کو خلعت میں ایک  
 ہاتھی اور جھم ہر مینا کا رمرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال  
 خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے ہیکر کیطرت  
 روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے  
 دیا اثنائے راہ میں صلہ گرز بردار اسی ہزار اترویان اور دیگر سامان ضروری لایا  
 کیطرت سے لیکر پہونچا ہیکر ملتان داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان  
 و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اس سے  
 یلعہدہ ہو گئے اور عالمگیری لشکر سے مل گئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ  
 قندھار چلا جائے مگر اسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہ ہوئے آخر وہ سیستان  
 ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہاں سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جنگیں  
 داراشکوہ کے لشکر کو شکستیں دیں اور کشتیاں و سامان چھین لیا ٹھٹھہ میں عالمگیری  
 کا فرمان دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تغاقب کرو گے فوراً ملتان  
 کے حضور میں چلے آؤ یہاں دوسرے اہم کام درپیش ہیں اس ضمن میں دلیر خان  
 لے کر لیج لازم الامثال بنام شیخ میر و دلیر خان پرتو دور افغان کہ ترک تغاقب نمودہ برجنج سرحدت استعال خود  
 برپیشا جاہ و جلال رسانند کہ کار ہائے اہم درپیش است بنا بر آن شیخ میر و دلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی  
 از ہیکر کوچ کردہ برجنج استعال رداد پیشاہ خلافت گردیدہ دست و نجم ماہ جادی الاول اخلاص کیش  
 شیخ میر و دلیر خان ہو کہ گیمان ستان پوستہ سعادت پذیر ملازمت اکسیر خاصیت گردیدند و محافظت  
 بادشاہانہ بریکے ابطالے خلعت خاص و اسباب ساز طلائع خاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیری نامہ

کو بڑی محنت اور ٹھکانا پڑی اکثر دشوار گزار جنگل حسین منزوں آبادی و پانی کا نام نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپائے ضائع ہو گئے اور لشکر کے خزانہ میں بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نہ رہا تھا بالآخر ۱۰ رجب الثانی کو دلیر خان اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۵ تا ۱۰ جمادی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ میں شکست دیکر وہیں میں شکار کھیلتا آ رہا تھا شرف اندوز ملازمت ہوئے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو الطاف شاہ سے خلعت خاص و سبب معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔

اس عرصہ میں داراشکوہ نے گجرات میں میدان خالی پا کر اور وہاں کے صوبہ دار شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کر کے مراد بخش کا سازبان اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف میں کیے اور ولایت گجرات میں ایک ماہ سات روز بھر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کر لیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ اسی درمیان میں اُسے شجاع کے مقابلہ میں عالمگیر کے شکست پانکی خبر غلطی اور اجمیر کا ارادہ مصمم کر دیا ادھر عالمگیر داراشکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کی طرف ہوا۔ ۱۹ جمادی الثانی کو قصبہ نوہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ کو کے قلعہ میں رکھے جائیں چنانچہ حسب احکم راجہ رائے سنگھ کو خلعت دیکر قلعہ کی قلعہ سپرد کی گئی اس وقت دلیر خان کو خلعت میں گھوڑا معہ ساز طلائی کے

۱۰ درمیان جنگم دلیر خان برحمت اسب ساز طلا پر دل خان بٹالے خلعت دلیر خان ولد بہادر خان

روہلم برحمت اسب سرخزازی یافتہ ۳۰۵ مالگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بھتیجے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور  
پردل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

## جنگ جمیر میں نواب دلیر خان کا عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے انجمین دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا اس میں اپنا لشکر ڈالا  
اور اسکے ہر دو جانب دیوار اوٹھا کر راہوں کو بند کر دیا اور توپوں کو قاعدہ سے لگا کر ہمت  
مستحکم پناہ بنائی ادھر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر تیار لیکر تالاب رامسر پر اوتر آؤ  
دوسرے روز موضع دیورائی میں جہان سے جمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر  
کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجہ سنگھ کو ہراول فوج یعنی مقدمہ بجیش کیا  
جب دونوں لشکر مقابل ہوئے عالمگیر نے حکم دیا کہ شیخ میر اور دلیر خان مع  
دلیر ہمت اور رنجست اپنے بھتیجوں کے لشکر سے آگے بڑھ جائیں اور توپخانہ کے نزدیک  
جا کر دشمنوں کے گھات اور حملہ سے خبردار رہیں حسب ترتیب چار روز تک

ملے، جنگ جمیر کے داراشکوہ ستر ہزار توپاں تیار آورے تھے سیدیو خان نے حکم دیا کہ وہ اپنے  
ساتھ لاکھ خبردار اور اوقات جنگ نصب کردہ از سر جمیت خاطر در پناہ حمایت دیوار ہمت بوجہ  
یگداشت جنود عالمگیری را پوش بر مورچاں صورت نمی بست۔ باثر الامراتہ کر دلی خان۔

۱۵۰۰ء و از کمال و دہ بنی و خرم بادشاہ نے حکم اشرف صادر شد کہ عہدہ فوآنیان عقیدہ منشی شیخ میر بشکر التمش  
و دلیر خان بادلیرو دست پسران بہادر خان روہلہ از عسکر ظفر قرنی پیش رفتہ نزدیک توپخانہ میایے رزم  
دیجہارا از عذر و دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ



برابر لڑائی رہی میدان جنگ میں حرب ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک  
 فرق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیش قدمی نہیں کرنے دیتا  
 تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان میں تھے اور قلب لشکر کا مقام  
 نہایت محفوظ و مستحکم تھا اس لیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہیں چلتی تھی اور داراشکوہ  
 کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھ کر شب میں اورنگ نے یہ رائے اپنے  
 جان نثار امیر و نکو بلا کر تاکید کی کہ کیونکر غیرت دلائی اور کیسی خلعت و انعام سے بہت  
 بڑھائی غرض کہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے ولی خان  
 توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوئے اور دشمنوں کی طرف  
 اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیوں کے بائیں  
 جانب سے سوار ہو کر دیر خان سے آگے دو لون سرداروں نے باہم اتفاق  
 کر کے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کی طرف تھا حملہ کیا اور ان دونوں  
 تہمتوں نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفوں کے غماز بگاڑ دیے  
 انتہائے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوئے اور کمال مراد انکی صفیں  
 اولتے ہوئے شیر کی طرح غنیم کے مورچہ پر چڑھ گئے مخالفت کی فوج دوسرے

۱۰ حضرت دیر خان از دست ہست توپخانہ با فوج خود سوار شد و باستظفار اقبال و ثونل خدیو جان لواس ہر دو  
 و دلیری بجانان جبارت کی شان و فراخت و بعد از زبہ و نیاں عقیدت مند شیخ میرا ہر امان نوش اندک  
 چپ سوار شد و با پیوست با جملہ شیخ میر و دیر خان بمیامن بہت اخلاص پرور با اتفاق یکدیگر پر مورچہ  
 شاہنواز خان کی سمت کوکلہ پہاڑی ہوئے حملہ آور گشتند و باز کارزار گری پذیرفت ابن دو تہمت بہت دم  
 شجاعت و مردانگی چنل مورچہ چال شدہ تیغ خون آشام بصد دشمنان بد فرجام از نیام  
 قہر و انتقام کشیدند شیخ میر کا رآمد و دیر خان و شش شہا مدانہ و ملا شہا و لہرانہ کردہ و غیرہ  
 بروست خود و ماثر الامراء کردہ دیر خان۔

مورچوں سے شنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو  
 مہلت نہیں دیتے تھے اور وہ بحالت کو دبکھ کر قدم آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔  
 داراشکوہ کے لشکر میں زلزلہ پڑ گیا بالآخر شنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہو گئی اور جو  
 دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ میں آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برسانی ہو  
 جدال و قتال میں نہایت کوشش کی اس ہنگامہ میں شیخ میر مارے گئے  
 اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اسوقت انھوں نے ایسی جنگ  
 مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیرانے ہاتھ  
 سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اس کے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے  
 نکلیا اور وہ اسی کاری زخم سے مر گیا اور شاہنواز خان بھی اسی  
 معرکہ میں ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اول  
 شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نہ رہے تو ان  
 نے میدان لیا تھا اسلئے جانستان مہم میں مجز دلیر خان و شیخ میر کے

۱۵ و چنانچہ گزارش یافت از بد و نصرت طراز سو فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے و یکو بنگنہ سیدہ محمد شریف بخشی  
 داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکم رسیدہ از پشت گذر کر دھماکارے زخم در گذشت و در سپہداران ہو گئی ان  
 ستان کسیکے مصدر خدمت شایان و جافغانی نمایان گشتہ توفیق اداسے حق عیودیت دریافت آن دو سردار  
 دلیر شہامت آثار بودند بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نیم فروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر عظام و در زیدہ  
 اقدام شایعہ تمام تیرہ سر انجام تیر شش پذیرفتہ راجہ بے سنگ از عقب رسید و فیض آن فوج منصور گردید  
 صفحہ ۳۲-۳۱ عالمگیر نامہ



فیروز میوانی کے چیکے سے احمد آباد کی طرف مفروز ہوا اور بھڑوہ سردار دسنے کوئی

بقیہ حاشیہ صنومہ ماقبل اپنے بیان میں لکھا تھا کہ انھیں ایام میں اسکی بیوی نازہ بیگم دختر خسرو پریز جو ہکی  
تباہی کے الم میں مگول ہو کر مر رہی تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور میں میان میر اپنے  
پر درمزد کے مزار کے قریب دفن ہوئی جو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بستر سوار معہ جان نثار گل محمد کے  
اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیج دیے چند خد شکار اپنے پاس رہنے دئے ملک جیون مہان کش  
جسان فراموش نے طبع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا جب دارا شکوہ  
اور ملک جیون دہلی پہنچے تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر  
اسکو ایٹ و تھیر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب حکم عالمگیر کے دہلی کہنہ موسیٰ بنہ خیر آباد  
میں سبقت خان اور نظر بیگم جیلہ کے ہاتھوں سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۳۷ ہجری کو قتل ہوا اور اسکا  
نقشبہ ہایوں کے مقبرہ میں دفن ہوا اسکا بیٹا سپر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور شہنشاہ حسین سیلاٹ شکوہ  
سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراٹھش کے پاس قلعہ گوالیار میں وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کا عمر ۳۴ سال چند  
ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدائش ۲۹ صفر ۱۰۳۷ ہجری کو اجمیر میں ہوئی تھی اسکے بعد مراٹھش نے جب  
قلعہ سے پھانٹنا چاہا تو حسب ایما عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ  
پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراٹھش نے دیوان علی نئی کو قتل کیا تھا اسکے  
دزدنے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراٹھش نے اوزنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی  
پیرو مرشد جان و جہانیاں سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و دعا بوجہ دور نظر ہشتہ  
از خون این نامراد درگذشتہ نقصان بدولت سلطنت والانداشت اگر خواہ مخواہ توجہ اشراف صروت  
بر این است کہ وجود بے سواد این ضعیف در میان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چلطفت  
داروہرچہ خواہند بکنند مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت میں اسکا کچھ خیال نہ کیا آخر کار مراٹھش قصاص میں  
قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ۱۵ دسمبر بہانہ پشچند۔ شہد جلوس میں شاہجہان  
کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا اور وہ بھی کسی سے حکومت  
کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرض کہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۶۹ھ میں عالمگیر کو  
یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے  
مقتولوں کی تجہیز و تکفین سے فرصت کر کے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹۔ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر  
لکھا ہوا ہوئے تھے اس منزل میں بادشاہ کی خدمت میں لکر  
حضور سے مشرف ہوئے بادشاہ نے کمال عنایت سے  
دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے  
اور انکے منصب میں جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار  
دواپہ سے اسپہ کیے۔

انکے بھتیجوں کو بھی جنہیں رنست خان و دلیر بہت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے  
سرفراز کیا اور دلیر بہت خان کے جٹکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا و ستوار  
دواپہ سے اسپہ ہوئے۔

۱۰۔ ہم نوکب جلال از قصبہ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آغا مقام درین منزل دلیر خان کا جبکہ ہم  
تیر برداشتہ بود غروب دریا فتنہ بغایت خلعت و شمشیر و انعام پنجاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و ان منصبش کو پنجہزاری  
پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دواپہ سے اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۔

۱۱۔ دلیر بہت خان کہ بہادر خان و لہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب اشت و دواپہ سوار از تائبینان  
دواپہ سے اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر بہت خان بعد تبدیلی عبدالعزیز کے نرپا کے فوجدار ہوئے اور وقت  
تقریری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوئے افغانان یوسف زئی کے معرکہ میں انہوں نے  
خوب معرکہ آزمائی کی تھی یہ خلعت و فوجداری و رآباری سے سرفراز ہوئے ایک باادشاہ نے  
انکے ہاتھ راجہ سے ملکہ خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کو چکر تار ہوا دہلی پہنچا تو جہدہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس  
ثانی پر ملتوی رکھے تھے ۲۴ ماہ رمضان ۱۰۹۹ھ ہجری کو تخت سلطنت پر  
جلوس کر کے ادا کیے اس جلوس کی مایچین فضل شاہ پائے تخت نے  
کالین مارا و شعر انعام و اکرام سے مالا مال ہوئے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی  
کے جشن میں دلیر خان کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار  
مرواریدی مرحمت کیا دلیر خان نے اشیائے نفیس و جواہر  
بادشاہ کے حضور میں گزارنے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔  
انھیں ایام میں دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دی گئی۔  
اور اسکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جن میں دس عراقی اور تیس  
ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۱۰۹۹ھ چنانچہ غریزہ یافت ملا باقی مجلس اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یوتیہ من یشاء  
اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ تاج بادشاہان۔ لکھی  
۱۰۹۹ھ وہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع و علاقمرواریدی مرحمت شدہ۔ عالمگیر ۱۰۹۹ھ  
۱۰۹۹ھ محمد امین خان میخشی و دلیر خان و امالت خان و مرتضیٰ خان امیر خان اسد خان فیض اللہ خان  
محمد بگرازا کریم خان و محمد بگراہ مہر احترام پیشکش از نفاذ جی اہر و دیگر غایب نوادر گزارا  
عالمگیر ۱۰۹۹ھ۔

۱۰۹۹ھ درین ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ مرحمت دہ سپہ اتی و سی پٹ کی سر بلند شدہ عالمگیر ۱۰۹۹ھ۔

# نواب دلیر خان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا

جب میدان کبجہ میں شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھا کر صوبہ بہار و بنگالہ کی طرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جبین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب میں روانہ کیا اسکے بعد نظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچ گیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان ۱۰۷۱ جلوس کو معظم خان کی نا اتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکل کر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر میں خلل پیدا ہوا جب آخر ربيع الاول میں برسات کا موسم ختم ہو گیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صف آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیاں ہوئیں کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دار الشکوہ کی مہم سے بھی فرصت کر چکا تو اس نے دلیر خان کو کمک کے لیے تجویز کیا

۱۰۷۱ چون دلیر خان زہشکاہ غوجالہ کو کب معظم خان میر جملہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ سامعی جیلہ برورے کار آور تعیین گردید دلیر خان کہ در ان ہنگامہ کہ آرمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود بنلا شملے مدد طلبہ آور و کہ ناخ و استانہلے رستم و اسفندیار بہت چون انتظار رسیدن نیز آدمی برد وراثتے راہ خبر رسید کہ دلیر خان در گذر و دودہ کہ بکھم تلی نیز شستارہ ارہ ششم شہر حال بنوار و او و خان محمود بنوار و دور و مرغی ہکر دیدہ صفحہ ۵۲۳ عالمگیری نامہ۔

جب اسکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہنچی تو دلیر خان کے آنے  
 تک لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب شکر بادشاہی اکبر نگر  
 کو روانہ ہوا تو اشنائے راہ میں خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے  
 ہتایخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دوروزین لشکر تک  
 آجائیے اس اثنائیں بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ  
 سے ہٹ جائیں تو معظم خان انکا تعاقب کریں اور اسلام خان اکبر نگر جا کر دریا  
 کے دوسری طرف کا انتظار کریں چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان  
 کو مع فتح جنگ خان وزیر دست و دلاور خان و لیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار  
 سواروں کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب دلیر خان دریائے اوپار آگئے  
 تو معظم خان خان خانان کو اسکے آئینکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان لشکر  
 بادشاہی میں آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ ۱۲۔ جمادی الاول کو بادشاہی  
 لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگا میں حصہ ہو گیا ہے پاراوتر اور وہاں ایک جزیرہ  
 میں جو دریا کے درمیان میں تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے  
 ماندی پر پڑا ہوا ہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو تو پچانہ و لشکر و کیر داود خان  
 اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

۱۳۔ دو مہینے بعد یام جہر عنقریب پوستان دلیر خان کہ از بہادران و دلاوران شہور آن عہد بود و اور از حضور کو ملک  
 معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح سوا بدیدہ کار دران دانست کہ تہا رسیدن  
 آن سردار نامدار دست از کار زار کشیدہ بدفعہ پردا زد۔ تاریخ محمد ہاشم خانی خان قلی ۲۹۸۔

۱۴۔ دلیر خان کہ آنطرف اب رسیدہ انتظار عمو معظم خان یکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند و جی بادشاہی  
 را تقویت تازہ بہر رسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۲۔



پل باندھا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داود خان جو دریا کے اس طرف اپنے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے آخر دن میں جبریدہ دریا کے اسپار آئے اور معظم خان سے ملاقات کی اور صلح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داود خان کے اتفاق سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونوں خان شجاعت نشان مہاندی کے غنیم کے برابر مورچے لگائیں اور اوپر تو پچانہ جا کر دشمن کی طرف گولہ باری شروع کر دیں چنانچہ ادھر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا اور ادھر دلیر خان اور داود خان نے آسانی سے دریائے مہاندی کے کنارہ مورچے باندھ دیئے اور اعدا کے برابر دمہ بنا کر تو پچانہ لگا دیا جب مورچوں کا استحکام ہو گیا تو دونوں طرف سے رات و دن توپ بندوق چلتی رہی تاہم تلخی کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کریں اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لود بخان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادر وں کو جس جگہ کہ نالہ پاس گزروڑا اور نہایت گہرا تھا اور اسکے گرد جنگل نہایت دشوار گزار تھا اوتر نیکو لیکے پہلے بند و قہیون اور بیلداروں کو معہ چند توپوں کے اوتر دوا دیا اسکے بعد محمد آغہ کو معہ دیگر قراولوں کے کشتیوں میں بٹھا کر اتارا اور گھوڑ و نکو تیرا دیا قراولوں نے نہایت جستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیئے جب فرقہ ثانی نے یہاں کے لوگوں کو روکا تو ادھر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کی طرف بڑھالائے اور گولوں کی زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داود خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسروں پر سبقت کر کے اپنے آدمیوں کو اوتروا دیا تمام رات آدمی گھومے  
 اوترتے رہے اور یہ دونوں خان شہامت نشان بھی دریا سے اوتر کر اپنے  
 لشکر کو پہنچے چونکہ دریا کے ادسپار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچا لین خالی  
 تھیں اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اس لیے اس کی خبر داری عبد  
 خان وغیرہ کے سپرد کی گئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے  
 سوم جلدی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کر کے مالہ  
 کے کنارہ جبکہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عر  
 میں شاہزادہ محمد سلطان بھی مع اہل حرم کے محمد شجاع کے یہاں سے بادشاہی لشکر  
 میں آگیا اب لشکر جگہ گھاٹ سے جو مالہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہاں پر ممانی  
 پایاب تھی اوتر نیکو آیا اور توپخانہ پشتیر دریا کے کنارہ بھیج دیا محمد شجاع نے یہ خبر سنکر  
 اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو مع توپخانہ کے جگہ گھاٹ  
 اور مالہ کی طرف بھیجا کہ سدرہا ہوں اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر  
 کے برابر پڑا یہ حال دیکھ کر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوئے معظم  
 خان گنگا کے دو تین نالوں کے درمیان جو جگہ ہے وہاں ایک ماہ سے قیام  
 گزرن تھا اب وہ کوچ کر کے اور ممانی سے اوتر کر مالہ کو جا رہے تھے کہ دلیر خان  
 کا نو مشہد آیا جو انھوں نے جگہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس میں تحریر کیا تھا

سلہ در اثناے راہ نوشتہ دلیر خان از جگہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ در سیتل گھاٹ دلیر خان باوہر  
 و جنگہ دلیرانہ روئے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آذیش بسیار ہزیمت فاش  
 خوردہ را فرا سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تنگ یک زخم نیزہ بردہ مشہد باہفت سو انجمنان  
 مسلک بر آوردہ و خواہر زادہ او دیگر دو سو و مقہوران در ان دارو گیر و شکر سرخو اقبال عد بندہ شمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر حسین  
 قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے  
 قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھ سے اور اون سے نہایت  
 جنگ ہوئی میرے آدمیوں نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ  
 کر کے انکو پسپا کر دیا اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگ گئے مرزا بیگ  
 مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ بھان  
 ہو کر معہ سات سواروں کے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا  
 خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روسا جنہیں سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶ قبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہت انہو ازان بسارت کیشان طہمتی سرافشان مجاہدان فریدی  
 نشان شدہ بہتے نہ کام گریز ازان رتیزہ و تیز در آب مہاندی بقباب سے مفرودتہ اندہ ان خان جلالت نشان لیزنا  
 بعد ازین فتح بجلگہ گھاٹ رسیدہ ہر کنار مہاندی مورچاں بستہ و سید عالم با توچانہ براہ پشتہ معظم خان زین لطیف  
 نصرت کر تیرخی طالع والے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود ہیبت قرین مسرت افروز گشتہ صفحہ ۴۷ مالکیر تاز  
 ۵۰ دلیر خان بدان فوج مقابلہ روداد دلیر خان با وجود کہ آہنا در پنا مورچاں بسیار قلب بستہ نظما رنوارہ بودند  
 اکثر آگشتہ و بسیار اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیر خان حسین و آفرین نمودہ  
 شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۴۸۔ ۵۰ دلیر خان کا زبرد لان یکہ مباد روزگار آئند می شمر دند بدان سپہ سالار و جنگ  
 و تردد غریب روداد اولاً معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ دلیر خان اب طریق ہراول مقرر ساختہ بود دلیر خان ابن فوج  
 مقابلہ و مقابلہ غریب روداد باوجود آہنا در پنا مورچاں بسیار قلب بستہ نظما رنوارہ بودند دلیر خان بجلگہ  
 سرور یا چنان کار ہر اعدائے آرد و کریشتر آہنا طہمتی و سندان افغان جلالت نشان گردید و فتح کثیر تیرخی  
 و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدہ نہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر ارین علیہ المی بجا آورده  
 بر دلیر خان آفرین تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خانی خان قلمی صفحہ ۴۹۔

مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگنے  
 میں مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کاٹلوار کے  
 گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح شکر نہایت مسرور ہوا اور  
 دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کا ہے مگر خانی خان  
 نے اس فتحیابی میں دلیر خان کو اور بھی با وقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان  
 اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہنچے اور وہاں مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دہری  
 طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس  
 بگلہ گھاٹ سے ہے وہاں بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کی طرف  
 سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہاں  
 کے مورچوں کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر میں آئے دلیر خان نے دیدہ  
 باندہ ہزاروں سپہ سالاروں کو نصب کر دی تھیں اور رات و دن دشمنوں پر گولے مارنے لگے چونکہ  
 یہاں سے خشکی کے راستہ سے تین راہیں جاگیر نگر کو جاتی ہیں ایک مالہ ہو کر  
 جان سید سالار خان و جمال و لڑاق لشکر لیے ہوئے نہایت محافظت سے ہر کو  
 ہوئے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جیسر دلیر خان قبضہ کر چکے تھے  
 تیسری شیر پور و دھرا پور ہو کر مہاندی کے چھپے سے اور بگلہ گھاٹ وہاں سے آٹھ  
 کوس پر تھا اور اب تک کوئی فرقہ اس پر قبضہ کر نہ کیا تھا وادی خان مع لشکر  
 اور توپخانہ کے اسکی محافظت کو معین ہوئے معظم خان نے محمود آباد میں ایک مہینہ  
 قیام کیا رات و دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اتر نکی  
 کوشش میں مصروف رہے اس عرصہ میں بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

ادترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرض کہ ہم شعبان سلسلہ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر بادشاہی بگلہ گھاٹ سے اُدترنے کے لیے روانہ ہوا جب بگلہ گھاٹ پر لشکر پہنچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اس نے فوج و توپخانہ دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسا رہا تھا سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اسکے بعد اور فوج بھی داہنے بائیں جانب سے روانہ ہوئی اور سوقت مخالفوں نے توپ و بندوق و تیرون کے برسانے میں کوئی کمی نہ اٹھارکھی کچھ فوج تیر و نیکی نشانہ ہو گئی اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جو انہر دوں جنکو اپنی سپاہگری کی غیرت دامن گیر تھی بخ نبھیراچو کہ گھاٹ کے دونوں طرف پانی غرقاب تھا اس لیے نالہ کے درمیان دونوں جانب سے لکڑیاں گاڑ دی تھیں کہ آدمی اسکے ادھر اودھر نہ جائیں اور یا یاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ میں

سلسلہ شعبان دوم سال جلوس عظیم خان از محمود آباد بزم عجواز مہماندی کہ از انجا و کردہ است و از بگلہ گھاٹ پایان تو گذر پایا بے ہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالفت کہ آن طرف آب بترک دستکام تو پخانہ پرداختہ مستعد داشت بود دست باند افق توپ و تفنگ برکشید و غنیمت دلیر خان بیسامن ہمت و جلاوت با سردار دیگر فیل سوار بآب زدہ روان گردید آنا در میان نالہ بہادران را ز زیر تیر و تفنگ در گرفتہ آتش پیکار برافروختند برنے از بسالت کیشان ہن نادک تختہ برگشتہ و بسیاری زخم برداشتند و بجہ از صدمہ پیکان برگزیدند چون ہر دو طرف گذر غرقاب بود در میان نالہ از طرفین معبر و بہا بزمین فرد بردہ بودند کہ نشان پایاب بشد و رینوقت بہ جب عبور لشکر آب بتلاطم درآمد رنگ زمین بدرفت و بعضی از مواضع پایاب شدہ و چو بہا غلیبہ نشان پایاب ہر جاے خود نمائندہ بدن سبب سوار و پیادہ بسیار بطعمہ امواج قضا بحر بلا کت شجند

آیا تو کبارگی تلامذہ پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیاں گر گئیں اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کی وجہ سے غرقاب ہو گئی قریب آئینزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان میں فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس الملوکی فرما کر صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلاورون کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوئے انھوں نے کمال جان بازی و غیر محشی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ میں اپنے لشکر کو دریا میں ڈال دیا اسی حالت میں فتح خان دریا کے موج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلالین ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہو اگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہیں پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہنچ گئے اور غنیمت قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیمت نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کا منہ پھر گیا اور پھرنے کی تاب نہ لائے انھوں نے افسوس کا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچوں کے قریب پہنچے تو بادشاہی لشکر نے ان کا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیکر اس طرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایاں ہوئے مگر اس قدر مرعوب ہوئے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیمت کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسنے ماندھو میں بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ما قبل فتح نمن سپہ دیران دران میان رخت جیاب بیلابل جل واد خان شہامت نشان بعد کشتن از آب بجل مقصود رسدہ و بکوشش لیرانہ اعادی او ارہ را دشت ادب ساخته مجموع آتہا را بدست آوردہ از ماثر الامر افش عالمگیر نامہ جنگ جنگلہ

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسے اپنا دل ملک بنگالہ سے اٹھالیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس پر سالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ ترمی پور گیا اور وہاں سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان حسین خواہرات و اثرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیوں میں بھر کر ۵ شعبان ۱۰۰۰ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر وزین الدین وزین العابدین ہر سہ سپہ سالار اور حرم سرا و خدام و خواہرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لود دی خان جو شیر پور اور ہجر پور میں تھے ادھون نے تیس کشتیاں شجاع کی گرفتار کیں ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار شل سراج الدین و اسفندیار مموری و میر مرتضیٰ و ابن حسین و ارونہ توپخانہ و محمد زمان میہ سامان و قاسم کو کہ ودار اب سپہ فاضل خان مع اہل عیال کے بادشاہی لشکر میں آگئے ۱۹ مئی کو دلیر خان مع خانخانان کے سرداروں سے کوچ کر کے جبر پور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوئے۔

۱۹ رمضان ۱۰۰۰ جلوس کو محمد شجاع مع ہر سہ فرزندان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنک کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا ۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ شجاع

۱۰۰۰ نذر ہم شعبان از قلع بنگالہ بمقام حقائق مجامع رسید کہنا شعبان فساد و انحیر فساد پرور کہ در ٹانڈہ باب جبارت نشرہ حتیٰ المذمورہ مراتب مافت کوشش می نمود بمقامی جمیل و ترورات شایستہ عظیم خان و دلیر خان و داد خان قواعد ہمت و شائقش استمال فاحش یافتہ بجا بلکہ سزاوارعہ اسے بدست بادشاہ انجا بکشتی نشست روانہ بجا لکیر گزشتہ اذور و نخبہ خبر الیادہ باے بساط سلطنت و بدست آستان

نامہ میں منہ سرسکا اور بادشاہی بہادر و ن نے اسے ملک بنگالہ سے نکال دیا اس  
خبر سے شاہی دربار میں شادی نے بجے اور امرا و کبار بجالائے بادشاہ عالمگیر نے  
دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ میں اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسر لڑائی کا  
نامہ اور فتح کا دار مدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب میں لکھی گئی تھی۔  
کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منہ نہیں موڑتا تو اسے  
اپنا غالب ہونا محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمرد آدمی کی قدردانی کے ثبوت میں ایک  
حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرائیخ خانی حسان شاہنشاہ نامہ تاریخ  
ہندوستان ہر ایک مستند کتاب میں درج ہے یہاں تحریر کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے  
کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے آغرخان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادوں کے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مرہٹہ تبت بجا آورہ تسلیم مبارکباد و نود و نقارہ ہائے نشاط و نوازش آمد و عافیت خستہ  
بنیاد مظلومان و دہر خان و دہر خان و چندے دیگر مرد ہائے کلکیان لشکر نظر اثر بنگالہ را بر محنت ارسال  
نمات نواخت عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

۱۵ آغرخان پیش پیش دلیر خان ہر اول میرفت اسے آب و ہین کہ بالائے آن کنار برآمد حقیقتیں عظیم و دانیل سے  
کہ پیش رو غنیم آمدہ اور با سپہ بزرگم برہشتہ برانداخت نامہ رود و در جان گری بضر بشیر کار فیلبان را ساختہ  
بجائے انوشتر دین ضمن دلیر خان یں ماجرا بچشم خود دید و از باعث غرق شدن پسرش فتح خان عالم و چشم او  
تاریک بود فیل خود را بر فیل آغرخان رساند از عقب سید غنیم گویان برگردوے گردید آغرخان بان لشکر قدردانی  
دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل در سرکار قبول افتد برائے آغرخان و نہ گرفتہ ام من اسے از اسبان کوتل مرمت شود  
دلیر خان گفت فیل ہم بشمارک و دود اسب خوب بہت دے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شمار باشد آغرخان فیل  
نمود و از فیل خود آمدہ بد دلیر خان داد۔ ماثر الامرائیخ صفحہ ۷۷ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۳۱۔



جوم کو تلوار سے مارتا اور پھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا نگاہان غنیم کے فیلبان کے اشارہ سے آغرخان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری ہاتھی نے آغرخان کو معہ گھوڑے کے سونڈ میں لیکر اوپر اٹھایا اور آبشار پر ایسا ٹپکا کہ راکب و مرکب دونوں جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے جا گرے دونہے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغرخان سپر گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے میں قوت نہ تھی اس لیے یہ سمجھ کر کہ اس بلائے سیاہ کے رو برد جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑادی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑی کی پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس من زرباب حیران تھا کہ کیا گردن شیخ محمد فاضل خان سامان نے کہا کہ مہر سے خنجر کا لکڑ ہاتھی کے بنا گوش بر سہلائی اگرچہ باعث غرق ہونے فرزند مستح خان کے دلیر خان کی آنکھوں میں دنیا اس وقت تاریک تھی مگر اس بہادر کارستانہ کام دیکھ کر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے ہوئے ہاتھی کے ارد گرد پھرنے لگے آغرخان نے کہا کہ میں یہ ہاتھی سرکار کیلئے اگر فدا کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ فیلبان کو حکم دیں کہ اسکو فیلبانہ میں داخل کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا تو لے لے گا ورنہ میں سے مرمت ہو دلیر خان نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کر کے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑا ترکی و عراقی اسکو مرمت کیے آغرخان ہاتھی سے ادتر آیا اور باصرہ استام ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

# نواب لیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جا کر منسوخ کرنا

آسام کی ہم سخت مشکل تھی اور اس کی فسخ نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ  
یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اسکی فتح نصیب نہیں  
ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی  
باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کر دینا انھیں  
کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ و قدرت نے انکی طبیعت  
میں خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فطحتی کے ساتھ رحمہ لی اور تحمل کا وصف  
جو انکی ذات میں سرایت کیے ہوئے تھا اسکے ثبوت میں یہ آسام ہی کی مثال و جو  
ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان  
کا دہن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھوں نے اسکی خطاب و شاہ سے معاف کرادی اسکے بعد  
خانخانان علالت کی وجہ سے وہاں سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام میں ٹھہر گئے باویشی  
پیشکش اور زندرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہنچایا اگرچہ وہاں لشکر میں  
لوہ بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر منصب اور شجاعت میں انھیں  
کو فوقیت حاصل تھی انھیں کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھیں کو راجہ نے مذہبی دی

لے دیں از آوارگی شجاع بہادری معظم خان در تیسرے ملک آسام بالمش آن گرد و نافر جام دلیر خان سیماے  
شایان نمودہ ہمہ جا شریک غالب ہو: اثر الامر اندکرہ دلیر خان

اور انھیں کے توسط سے بادشاہی شیکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ میں اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہیں تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہیں کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب اطلب لشکر لیسکر دار الخلافہ دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوئے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سنہ ہجری میں شاہجہان کی علالت کی وجہ سے سلطنت کے انتظام میں خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادوں میں لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ میں سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ میں کیے بھیجیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ مطیع و فرمانبردار تھا اور شیکش ادا کرتا تھا مگر اب اس نے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جمین اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک میں لے گیا ولایت کا مروجہ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہیں قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولانا تھ کو بھیجا کہ اسے بھی اپنے تصرف میں کرنا چاہا اس وقت آسام میں راجہ جے دھب سنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت توپخانہ و سامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی میں دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اس نے جب شجاع کی شورا انگیزی کا حال سنا اور بھیجیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنا چاہے تو اس نے سایہوں کا ایک لشکر عظیم مع توپخانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کی طرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اس نے دیکھا کہ دونوں طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ میں مقابلہ کی تاب نہیں اور کمک امید نہیں تو وہ ازراہ دور اندیشی خلی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولا نا تھا ذریعہ بھیم نرائن جو یہ جانتا تھا کہ میں اسامیون سے کبھی غالب نہیں ہو سکتا جب اسامیون والوں کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون کا کوئی مانع نہ رہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہو گئے محمد شجاع اپنے حال میں گرفتار تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کر سکا اسامیون نے دلیری کر کے آگے اور قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے پر گنہ کرمی باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے متصرف ہوئے اور موضع مست سلعہ میں جو پر گنہ کرمی باری کے قریب ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو وہاں کی محافظت کے لیے مقرر کیا جب کچھ جلوس عالمگیری میں محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب میں عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہو کر اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اس میں لکھا کہ بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کر کے ولایت کامروپ کے جو ممالک بادشاہی سے ہے لینا چاہتا تھا مگر میں نے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے اپنے انتظام میں لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھیں متعین کر دیں چنانچہ اسکی معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا گیا اس شان میں راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ سب انسنگہ پندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے سنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوئے ہیں تو انہوں نے  
 اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنوں کے خالی کیا اور اسکے بعد دریائے  
 بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیوں کی اس پر فریب  
 حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جا بجا نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھہر گئے  
 انکی مدد کو یوسف خان آفرخان پہونچ گئے اور وہاں جا کر جو مقامات خالی ہوئے تھے  
 قبضہ میں کیے جب رشید خان زنگامانی کی طرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے  
 نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوئے اور انہوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف  
 میں لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان بڑ  
 بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامانی میں  
 ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ  
 کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور میں اس  
 امر کی عرضداشت لکھ بھیجی مالگیر کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امر اور سرداران  
 لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوئے ہیں وہ سب خانخان کے ساتھ موفقت  
 کر کے اسکی صلاح اور رائے پر چلیں چنانچہ حسب احکم بادشاہی لشکر سب  
 مطابق ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۰ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہاں  
 قرار پائی کہ اٹلے راہ میں کوچ بہار ہے وہاں کے راجہ کا بھی قلع وقوع کرتے جانا  
 چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہاں سے اس  
 راستہ سے جس طرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہیں کی تھی روانہ ہوا  
 نہایت خطرناک و دشوار گزار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہنچ گیا تو اوپر چوراجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ بھاگ کے قریب بادشاہی لشکر پہنچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھومان پر جا کر چھپا اوہنے اپنے وزیر بھولانا تھ کو پانچ چھتر فوج دیگر کوہ مورناب اور جنگل میں رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کوچ بھاگ میں داخل ہو کر خمیہ زن ہوا اور امیر اکبر کی تکبیر کا غرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دجوبی سے انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہر سنا کر اپنے مکانون میں آہی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض تھا لشکر بادشاہی میں حاضر ہو کر بحال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور اوقات سے مرہند ہوا۔ ایک سو پچھ توپیں۔ ایک سو پچیس زنبورکین اور اچھلی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھولانا تھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ میں جا کر کوہ زن فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن و ہراج زمیندار کوہستان کی حمایت سے دامن کوہ میں پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اس لیے لشکر تعاقب نہ کر سکا زمیندار کوہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکال دے۔

اگرچہ بہار بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہونے پرچھن کو س طول اور پس  
کو س کا عرض اوس عمد میں تمام ملک کی آب و ہوا یورپ کے شہر و زمین نہایت  
لطیف تھی۔ چونکہ کوچ بہار کی فتح سے اسلی عرض آسام کی تسخیر تھی لہذا حمران  
کی کو شمالی آئینہ و پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب حکم بادشاہ کے چار سو سوار  
اور ایک ہزار پیادے دیکر وہاں بنگالہ فوجدار مقرر کیا اور کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس  
انتظام سے فرسدت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑ  
گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا۔ مہاراجہ کو لشکر دریائے برہمپوتری پہنچایا اور دو کو س  
زنگامانی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہاں رشید خان بھی آگئے دریائے کنائے  
جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس لحاظ  
کے زمیندار اگر پہ آسان راستہ سے پہنچنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار  
ازراہ دور اندیشی دریائے کانارہ زمین چھوڑتا تھا اور خطہ سخت و سختی کو گذر کر تانہا کہ مبادا  
یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہو جائے لشکر کی رہنمائی کا انتظام اس صورت سے  
قرار پایا کہ دلیر خان مستعد متہ بحال رہے یعنی فوج کے ہر آدمی کو آگے آگے  
چلین اور میر مرتضیٰ داروغہ توپخانہ اونکے ساتھ رہے تاکہ اسی طریق سے

۱۷۵۰ کو کوچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر زمین ہوا جو وہ رقبہ ۱۳۰۰ مربع اور آبادی تقریباً چھ لاکھ  
آدمی کی گیارہ لاکھ اسلامی اتوپ راجہ صاحب کا نام ہمارا جہ سری نیرند رنارائن جیو بہادری سی ایس آئی والی  
کوچ بہار ایک لاکھ پینس آف ولیر بہادری راجہ صاحب ولایت بھی گئے ہیں دہلی دربار بھی تشریف لائے تھے۔

۱۷۵۰ مقرر ساخت کہ دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضیٰ با توپخانہ منصور آئے اور بہت مقصد متیٰ خود سرگرد و پیش  
افواج قاسمہ و زور و نصرت و غیر ذی گروید عالمگیر نامہ صفحہ ۴۹۵۔

روانگی ہوئی ہاتھیوں کے ذریعہ سے دشوار گزار جنگل صاف کیا گیا اور تیرہ درون سے  
 ناہموار راستہ برابر کروایا جس کے نالے دلدل آئی اور زمین درختوں کی شاخیں اور لٹنے  
 کے دستہ اور گھاس کے پٹھار سے بھر کر ان سے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار  
 گزار ہونے سے ایک دن میں دو ڈیڑھ گز کو س سے زیادہ لشکر نہیں چل سکتا تھا جو ضبکہ  
 ۶۔ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچ گیا بیان سے گواہی جو مالک بادشاہی کی  
 سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کر گاؤں جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ  
 تھی جوگی گھپہ پر آسامیوں نے پہاڑ کے دہن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت  
 مستحکم قلعہ بنایا تھا جس کے حصار کی دیوار ایک کوس لابی تھی اور برج نہایت مضبوط  
 تھے دیوار سے ایک گولی کے پٹہ پر گرے کھود کر انہیں تیز بانس کی سیخیں جس کو بھالچہ  
 کہتے تھے گاڑی تھیں اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اس میں بھی بھالچہ لگائے  
 تھے دریائے برہما پتر اوس سے دکن کی طرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف  
 دریائے بناس پے کوہ سے گذر کر دریائے برہما پتر سے مل گیا تھا اور اتر کی طرف  
 خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انہود کے ساتھ واقع ہوئے تھے اس قلعہ کے پیچھے  
 ایک اور پہاڑ تھا جسے پنج رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسیطر حکا ایک حصار اور قلعہ  
 بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ میں پندرہ ہزار فوج مع توپخانہ کے موجود تھی زمین سو  
 بیس کشتیاں مع سامان و آلات حرب کے تیار تھیں کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جا  
 تو دریا کی طرف سے بذریعہ ان کشتیوں کے کوہ پنج رتن کے قلعہ میں پہونچ کر مقابلہ کریں  
 اور جب لشکر دہانے آگے بڑھے تو گھاٹ پر مٹھیکرا پتر چھاپہ مار بن اور رسد بند  
 کر دیں اس قلعہ میں بھی چھ ہزار آسامی مع توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے



بیان پر دریا کی دو شاخیں ہو گئی تھیں جنکے درمیان خشک زمین تھی جس پر اونھون نے  
 سو پے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ شکر  
 بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے تو پ و بندہ وق سے اوپر آگ برسا میں اور  
 آگے نہ جانے دیں۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سپہ  
 نصیر الدین و یادگار خان و میا نہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ  
 دریا کے دوسری جانب قیام کریں اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہ ہو۔ ایک  
 جماعت کو جو گئی گچھ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریا کے بناس کے کنارہ سے پار تک راستہ  
 بند کر دے تاکہ ان گمراہوں کے بھاگنے کا گمان باقی نہ رہے جب یہ سب انتظام  
 ہو گیا تو آسامیوں نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار  
 میں نہ رہے اور رات کی وقت دو نون قلعوں کو خالی کر دیا اور کشتیوں میں سے بھیکر  
 بادشاہی بیڑوں سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگل بیزے حصار کی طرف روانہ ہو  
 اسامی لڑنے کو بڑے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لائے اور بہت جاس  
 ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیاں چھوڑ کر جنگل میں  
 پناہ لی اور بہت سے پانی میں غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوئے اور بعض گرفتار ہو  
 ایک سو اڑتالیس کشتیاں اور چونتیس توپیں چھوٹی بڑی اور میٹھا بادج اور سپہ  
 وباروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو طعج بلا جنگ کے قبضہ میں آ گئے یہ  
 پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی محصور ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تسمین  
 بہت دن صرف ہو جلتے کیونکہ دریا کے برعکس ترو دریا کے بناس و جنگل و پھار  
 حائل تھے اور دیوار میں صلاحیت نقب لگانی نہ تھی دو گزر زمین کھودنے سے پانی

حکمتاً تھا لہٰذا و بان عطا اھد خان کہ تھانہ دار مقرّر کر کے بادشاہی لشکر گواہی کو  
 پایا اور دیات بناس پر پل باندھ کر اور تر گیا اور ۲۵ تا ۲۶ کو گواہی سے دو کو کس  
 آگے بڑھ کر لشکر خمیہ زن ہوا و بان آسامیوں کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہو تھا  
 اور جنگ پر آمادہ تھا اور اوچکے آسامیوں نے دو قلعے نہایت مستحکم بنائے تھے ایک  
 قلعہ موضع ہری گھاٹ میں تھا اور اس کا حصار پانچ پہاڑوں کو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ  
 مانہ پر ایک طرف اسکے دریاے برہما پتر اور دوسری طرف اسے نازین ہری  
 گھاٹ تھا اور تمام کشنیاں آسامیوں نے ان دونوں قلعوں کے درمیان میں جمع  
 کی تھیں اور ان دونوں قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہاں اور تیسے  
 بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوتر کی طرف قلعہ کے جوراہ ہے  
 و بان جا کر بحسور و نکی راہ بند کر دو جب آسامیوں نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبرا کر  
 اور رات کیوقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ تیونہیں آئے اور کچھ دریا سے اوتر کر بھاگ  
 گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہاں سے کوچ کر کے سری گھاٹ ہونا  
 برا قلعہ میں داخل ہوا قلعہ مانہ و اور قلعہ کلی بن کے محافظوں نے دوسرے قلعہ  
 کا یہ حال دیکھ کر بلا جنگ اسے قلعہ میں نالی کر دے القصہ گواہی جو قدیم سے شاہی  
 سرحد مخی دباں تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیوں کو کالیا  
 محمدیگ کو گواہی کا فوجہ دار اور حسن بیگ کو کلی کی حراست پر تعینات کیا  
 اور ۲۵ تا ۲۶ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہی سے آسام کی تسخیر کو چلا شہانہ  
 روز سپاہ ہتھیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جھانپتی لشکر کے آگے  
 نراول سینے بندہ و فوجی اور ادنکھے پیچھے تو پھانہ اور ادس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ دلیر خان تھے اور ان کے ساتھ انکی کل فوج ہراول میں تھی اس عرصہ میں ولایت و رنگ کا زمیندار سامنے ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور باقی نذر دے اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اس نے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور باقی نذر کیا خانخانان نے ان دونوں کی جوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا سبکداریے برہما پتر پر آسامیوں کا ایک قلعہ چھ جہ نام ہا تھا جو دھانجے بہت بڑے اور مشہور قلعوں میں تھا حصار او کا نہایت مضبوط اور برج اس کے نہایت بلند اور وہ قلعہ پٹار پر بنایا تھا اور پہلو پٹار کے کانگرا سکومندو ہا کا تھا ایک طرف اس کے دریائے مذکور واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چڑا تھا خانہ ذین اسکے ایک قلعہ عظیم الشان جس کا نام سیلہ گڈھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ نرکان راجہ آسام کا دارا اور مسکن تھا اور وہ درباریے برہما پتر پر واقع تھا اس لیے بادشاہی لشکر نے بہرہ کی تسخیر کا ارادہ فرمایا کر کے سیلہ گڈھ کی طرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کر کے راجہ ہا لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو بشمار تھا دو روز میں اس طویل و عریض دریائے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا شائے راہ میں آندھی کا سخت طوفان آیا اور اس قدر بڑے ایلے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی ضائع ہوئے اور کثرت سے چوپائے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لائے اور بھاگ کر دریا میں گرے انکو دھان جوئے کے تجھیڑوں نے غرقاب کر دیا ۱۱ رجب کو لشکر سیلہ گڈھ پہنچ گیا اور دو گولیوں کے فاصلے پر قلعہ سے لشکر نے پڑاؤ الا سیلہ گڈھ

۱۲ رجب کو پناہ دلیر خان با فوج ہراول فرما کر دست در او مقبوران باشند ۲۰ مالکیر نامہ

۱۳ نامہ سیلہ گڈھ آن حصے است متین آسمان رفعت محاصرو آن از نیروی قدرت و طاقت را بنمیں

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالی شان تھا کہ بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا دیوار اسکی  
نسایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دن کی طرف پہاڑ تک کھنٹی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس  
قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لابی تھی اور دوسری دیوار شمال کی  
تین کوس کی لابی تھی جو دریائے برہم تیر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونوں دیواروں پر  
پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوئے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے  
چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان میں  
دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونوں جانب ایک ایک  
خندق عمیق کھودی تھی اور او میں بجائے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی  
تاکہ اسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیواروں پر توپیں اور بادچ اور تمام آلات  
جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ گز کے جنگجو آسامی ہیں  
لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے  
مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ  
کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو ہمچیم کی طرف گیا ہے پر ابوا تھا لشکر کے  
سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے ارد گرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ کلا

بقیہ صفحہ با قبل مایہ افزون و ساکنانش از سنگ باران حوادث از آسیب مخفی خاک خنوں ازود جاب  
آن قلعہ دیوار عظیم استوار و ضعیف کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کردہ نسی میشو و یکو سے سرچرین و اکو شید  
و از شمال تا سر کردہ جدید سے و خلاصہ کو رسیدہ و آن ہر دورا بدستور قلعہ و برج و کشتی سازانہ ورون  
و بیرون خندق بزمین پر وہ اندوہمہ جاب توپ و بادچ و تفنگ و سایر آلات وادوہ جنگ مستحکم کردہ  
قریب سے لک آسامی جنگو و ان بقدم ثبات و مقامہ انوت زیستادہ و اقترالام سے

برہم در چون حصار چہرہ بن برین  
نور خورشید بجائے گا و زمین

گشت تیرہ صفحہ از قلعہ و دوسعت  
خطہ خد و دو آسمان پشش

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکی داری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان اپنی فوج ہراول یسکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کا گر نہو مورچے باندھ دیے اور دمے بنا کر انپر بڑی بڑی توپیں لگا کر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہنچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کر ڈے اور علی الاقصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیاں برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیوں کے مینہ کو اپنے بدن پر جسطرح کہ ابر باران کے قطرات فصل بہار میں سبزہ پر گرتے ہیں تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نہ ہتے بعض راتوں میں آسام والے موقع پا کر شیخون بھی مارتے اور غلبہ پانکی تاک میں اہل مورچال پر حملے کرتے اور دھر سے شاہی لشکر کے جو انحر وہی اون ظالموں کو پسپا کرتے اور اپنی تلواریں انکے خون سے رنگین کرتے بقیہ ایسیف بھاگ کر قلعہ کے حصار میں پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبہ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیوں کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر چسبین خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو مدد عظیم پہنچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے مکر سے غافل پڑی تھی وہ کیا بارگی

۱۷۰۰ء دیکھو ابید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضیٰ باہل تو چاند از مسک فیر و ذی کو پسپا رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ نیر سید برابر کیے از برج اسے کلان مورچال بستہ و توپاے بزرگ بردارے

برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۶۶ عالمگیری نامہ

اگر اوپر ٹوٹ پڑے مگر اس وقت دلیر خان سے کے افغان آگاہ ہو کر نہایت جرات و دلاوری سے ان کے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہنچ گئے ان شیر و نکلے حملہ کی تاب آسامی نہ لائے اور رو باہ کی طرح بھاگے اور ناکام پھر چند روز اس طرح محاصرہ میں گزرے شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ چوتھی شب میں تباہی نے سخت چپا مارا اس رات میں دلیر خان نے نمایاں جنگ کی اس معرکہ میں بہت سے آدمی خانہ صوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرنگہ اور دلیر خان کے سپاہیوں کے ہاتھوں سے ماری گئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپوں کے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اس سے گرو تک نہیں گرتی تھی جبکہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر ٹپا ہوتا وہ سرزمین نہایت خطرناک تھی شیخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ میں دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکاروں کے

سلطانیان دلیر خان پر جسارت و چیرگی اتنا لگی یافتہ کو کم برداشتند مقوران حملہ تاب آن شیر دلاں نیاورہ روہ صفت گریزان شدند و کارے نساقتند۔ ۷۷ عالمگیر نامہ

۷۷ شب چہارم شیخون عظیم آہ و زور دوران شب زولیر خان ترود نمایان گروید و بسیار مرموم و لبر خان بجار آمدند و آسیا نیز از مردمان دلیر خان و راجپوتان امرنگہ کشتہ گردیدند شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۔

۷۷ و سرزمین بود قلب خطرناک کہ در سواقی از بند و زمین مکان لشکر باے عظیم ہندوستان کہ بغیر قیمت تخیل آندیار رفتہ بود و نہ آفتوم ندارد و خوش ہلاکت و پائمال خرابی شد کہ سے جان سلامت ازانان و طہ نیاورہ لندارے قوا گرفت کہ در کشتائ انحصار مرمت و تعمیل بجاد برد۔ ماثرا لامر عالمگیر نامہ۔

۷۷ و دلیر خان بلو ازم قلعہ کشتائی ہمت بر لب و از دون و میرون جنگ در پوست و چون ہر توبے کہ برین دبا میر سید از کمال استواری حصار جز گروے ازان برنی خاست و اثرے آفستن دیوار و افتادہ کنسگرہ مرتب بندید۔ ماثرا لامر عالمگیر نامہ و دلیر خان

شون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہنچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچ کر نہ آیا پہلو  
 حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُس نے  
 لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ نفلق نے ایک لاکھ سوار جہار  
 اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا  
 مگر ایک شخص بھی اس ظلم سے بچ کر نہ آیا تھا۔ جب سکے  
 بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کی طرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہونچا مگر آگے بڑھنے  
 کی ہمت نہ پڑی ناچار فرسخ غزیت کر کے واپس آیا۔

جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی  
 مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر بھونک کر  
 کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی  
 چار و نظرت سے رسد بند کر دیتی۔ وہاں کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین  
 لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اس حالت میں یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیواروں  
 میں سے ایک پر یورش کی جائے اور نہایت جلد یہ محم سر کیلے دیر کر نہیں ہزاروں  
 آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرما دیا خان یورش کے موقع دیکھنے گئے  
 ہر طرف جنگل اور آدمیوں کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے  
 لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کی جانب جنگل کم تھا اس لیے ہر طرف یورش  
 کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر ہر طرف

طہ و مقرر گردید کہ دلیر خان اپنے اہل و عیال جنہذا اقبال بان سمت شتافہ از انجا یورش نہاید

جائیں اور جس وقت خانموصوف یورش کریں تمام لشکر یکبارگی جنبش میں آجائے اور  
حملہ کر کے محصور و نگوہر طرف سے مضطرب کیا جائے لہذا ۱۵ ارجب شب کے  
وقت دلیر خان مع اپنے لشکر کے جنہیں انکے بھتیجے رنست خان اور راجہ سرتنگہ

بقیہ صفحہ ماقبل و سائر عساکر قاہرہ نیز از مسکرفروزی طراز باہرہ از آمدہ از پیش روے خود حملہ آور شوند و محصور  
را از ہم سو مضطرب ساختند ترزلزل در بنائے ثبات و رخنہ در اساس حیات آن بیدنیان انگلند و شب پانزدہم  
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان باراجہ سرتنگہ و فرہان خان و رنست خان وغیرہ باین سمت  
معین شدہ اتفاقاً کیے ازان قوم کہ از دستار ممالک بادشاہی بسریسہ و دور نیولا در احاد لشکر متظم بود  
بکرا نروزی در مقام کینہ توزی شدہ و بصورت دولتی و ابی انظار نمود کہ بر حقیقت این بوم ویرکماہی آگاہی ام  
الکریمیری من عمل نمایدند افواج فیروزی را بوضع یرسم کہ از انجا یورشش باسانی آید و جانم بمحسور  
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن صد و اسیست جمیست و هجوم نمودہ مترصد باشند  
و دلیر خان بر منہوئے ان نابکار اواسط شب رگہ راے مقصد گردید ہنگام طور تابا شیر صبح بکمانے آورده راہ  
یورش نمود کہ خندق بر آب داشت صوبت طریق اجتماع مقصوران پیش از دیگر جوانب بود اہل حصار  
یکبار چندین ہزار توپ و تفنگ و ادوات آتشبازی را بار کردہ دوے ہوار از اذایر و دور تیرہ ساختند  
و مقامے باروت از بالائے برج و بارہ شہر ارہ ریزو زمین و زمان از صوت توپہا زلزلہ انگیز شدہ  
و دلیر خان از فور جلدات و تہور رخ خافقن ازان آشوبکہ کہ از منہجائے جوہر مدی و مردانگی بود تجویز نمودہ  
فیل سوارہ از کمال بلاد تباب خندق را اندھریان چون چنین دلاوری از سر و ار مشاہدہ نمودہ عجب  
جرات حرکت نمودہ در ان رستخیز ملاکہ پودلان روزگار اہمیت میلغہ یورش کردند سرے صعب در  
پیوست اکثرے از عساکر اسلام راتن از آسیب زخم ٹکار و جمعے را در ان بذل کوشش نقد جان نثار شدہ  
بیخ تیرہ دلیر خان رسید و بسبب صلح مجروح نہ شدہ تیرہ بسیار بنیل مرکبش و چونہ آن بند شدہ خان لاؤ  
باجوئے پاپے حصار رسیدہ بستیاری شجاعت ببالائے دیوار برآمد و با اہل ضلال بر زم و قتال و رانجیت  
و پس ازان جانب دروازہ و دیگر اطراف نیز مردم و فیل حصار شدہ لوے استیلہ افراشتند کفار مغلوب و غلب  
ہراس گشتہ بر فراز دندہ از ماثر الامر صفحہ ۷۱۔



و فر باد خان و یادگار خان و سرانداز خان و جمال خان و میانہ خان و آغ خان و  
 قراول خان و غیرہ اور ایک ہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر مرتضیٰ  
 داروغہ تو بچانہ تھاروانگی پر تیار ہوئے اتفاق سے ایک آسامی جو مدد سے بادشاہی  
 لشکر میں ملازم تھا اس نے اپنی بدظنیتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات  
 کہی کہ میں اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہوں اگر آپ میری رہنمائی پر عمل  
 کریں تو میں ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤں گا کہ جس جگہ دیوار بھی بلند ہی میں کم ہو اور خندق بھی  
 زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر و کینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ  
 لشکر بھیجنے کا وعدہ کر دیا اس مکار نے اس وقت آسامیوں کو جو قلعہ میں محصور تھے  
 اکٹلا بھیجا کہ فلاں جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہوں تم سب اپنی فوج کو جمع  
 کر کے میرے آنے کا انتظار کرو میں ان سب کو تمہارے تیرون کا نشانہ بناؤں گا  
 دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوئے  
 جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار میں تھا پہنچے تو میر مرتضیٰ کو معہ میانہ خان  
 و جمال خان کے وہاں پر چھوڑا کہ دشمنوں کو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کر کے  
 یورش سے غافل رکھیں چنانچہ میر مرتضیٰ نے دلیر خان کے حکم کے بموجب تو بچانہ  
 لگا دیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بد نہاد آسامی اپنی بدظنیتی سے خان شعیب  
 نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اس نے تجویز کی تھی لیگیا وہاں جا کر دیکھا  
 تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے  
 ہر طرف نکلنا دشوار آسامیوں کا ہر جگہ سے وہاں پر هجوم زیادہ جب دلیر خان  
 اس جگہ پہنچے تو اکبار کی اہل قلعہ نے ہزار ہا توپ و بان و بندوق و آتشباری

کے آلات چھوڑ کر جان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئیں سے ہوا مثل ابر سیاہ کے ہو گئی تو پونہ کا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین زمان میں اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سرو پیر گر کر ٹھہراے برساتے تھے اور بندہ وق کی گولیاں برق کی طرح چمک کر غازیوں کے گریباؤں میں پہنچتی تھیں حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے جو دھوکا دیکر شکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر میں تھا اس لیے اس کو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصدق دلا ہیئت انکر اسے الہیہ نیتہ طور میں آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اس میدان قیامت ناک سے سُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی اور دلاوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الہی پر تکیہ کر کے اپنا ہاتھی چسپروہ سوار تھے خندق کے پانی میں ڈال دیا یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور مائثر الامراء سے لکھ رہے ہیں مگر خانی خان شاہنشاہ وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہیں مضمون سب کا ایک ہے مگر بعض کتاب میں حصر زیادہ ہے تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۷۲ میں شمس العلما خان ببادر مولوی کا لکھ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ صبح نین ہوئی کہ وہ اسامی دلیر خان کو خندق پر لیگیا جس کے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادرہ سے اسامیوں نے طرح طرح کے جانتان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے حقے اور پتھر برسنا شروع ہوئے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ میں اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند ولسا خستہ  
افغانوں نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے  
اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہوئیے بچکے تو پتھر و پیر سر ٹپکنے اور رائیگان  
جان دینے سے کیا فائدہ ہو گا رے صائب کا مقتضایہ ہر کلا بھی قابض  
وقت باقی ہوا اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کریں  
دلیر خان نے تمام عمر منہ نہیں پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور  
شہادت کو سعادت و ارین سمجھا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے

سلطہ دلیر خان فیل را دران آب بے پایان راندہ و از باریدن آتش بالا نہ اندیشیدہ بجھے افغانان لبائستہ فانیہ نہ کہ  
کامان گذشتہ کہ امید نجات از میان آتش باشد معذرت کرد اب برآمد سوار سربلگندنی جان انگان اودن فائدہ خواہند  
مناسب آنست کہ قابو سے وقت باقیست بہ نگاہ مراجعت نمودہ باز بجار قلعہ یاد پرداخت دلیر خان قبول نہ نمود  
آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نہ نمودہ و سعادت و شہادت سرمایہ نجات و ارین دانستہ بر فیلبان با نکت ہیبت  
زد کہ فیل را پیش بران افغانان و بہادران جافشان دیکر شل قراول خان معدود چند بہ تمیہت ولسا خان  
بحکیر گویان در آب زدند بہر کہ گولہ اہل میر سید آب نہ فروردہ باز سر بالائی توانست نمود جبہ کثیر در آب  
فرو رفت سہ چار گولی را چنگلی بر جو شش آغرخان و دلیر خان رسید و کار گذر شد آخر ہر فافت چند  
شیر ولان پکا حصار رسیدند دلیر خان بزد و بازو سے خود و بدو ہمدان جان باز بالاس دیوار کوہ ہمان کوہ  
برآمد و آسیان بمقابلہ درآمد با وجود ہجوم آن قوم شوم و قلت و لیران جان شانان بھربہارا البراچیوین  
و مجبورہ و بفرار آوردند خانانان از وقوع چنین فحشایان بمنق خود و قلعہ آمدہ دلیر خان را آفرین گویان  
در بغل گرفتہ ہمہ ہر امان را تحسین نمودہ و در تحت شکر ادا نمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۴۰۰) و تالیف  
خانانی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈاناکہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔

جب یہ یحسں دلیری اُنکے جانناز بہادروں نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت میں آئی اور انھوں نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر یوشس کی۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ وہ موقع ایسا پر خطر اور میسران قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُردلان روزگار کے قدم ہیبت سے لڑتے تھے اور روئین تنوں کی روئین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھیں دلیر خان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لا بیان ہے خان بہرح کے ہمراہیوں نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسیامیوں نے قابو پا کر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جانت شہید ہوئی تین چار گولیاں راجپنگلی اور پانچ تیر دلیر خان کے لگے مگر چونکہ وہ زرہ چلتے بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوئے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوضہ اوسکا بند ہو گیا دلیر خان اپنے چند پہلوان لیس کر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیر خان کمال قوت اور انتہائے شجاعت سے جست کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے چھ اُنکے بہادر بھی پہونچے

دران موصفاً خصیفاً نے عرصہ قیامت اُتر پردلان روزگار اقدم ہمت از نیب آن میلخیزد و ان تہن روح روئین  
از خون اشوب بر خویش می لرزد باعداے نابکار و ادگیر داند و خستہ عظیم در پیوستہ حربہ صوبہ اوہ صفہ عالمگیر

اور اہل صلاحت سے جدال و قتال کرنے لگے۔

اس معرکہ کو خانی خان جو اکثر دلیر خان کو دیونبر دے کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب میں نہایت قدر افزا الفاظ سے یوں لکھتا ہے کہ اس شب میں دلیر خان سے ایسی کارنامائی ظہور میں آئی جسکی شرح نہیں ہو سکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوئے چند تھرو گویان اونکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جس طرح کہ شہباز جست کر کے شکار پر پہنچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ بہادری کی اور داد تھوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک شمشیر کی اس شجاعت کی دہشتان سے سنتا تو زبان انصاف سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلطہ دران شب از دلیر خان ترددے کہ شہر و بیان است نیا دیہر صہ طور آمد و از مردمان نیز از دست افغانان دلیر خان میج کیرہ ارا جو اریو شندہ سہ چار گو زلفکٹ سنگ بر جوشن دلیر خان سید دلیر خان بزور بازو سے خود و آسمان جان بازو کند جرات و حملہ شجاعت مانند شہباز سے کہ خود را بقصد دنیا زبلا سے دیوار کوہ آسمان شکوہ بر آمد و بعد بر آمد فی نیز خان داد تھوری داد کہ اگر رستم دستان شہر ازان دہشتان می شنید زبان انصاف کشادہ ہم رستم بر غوغی پسندیدہ اگر افزایاب آن جرات و جلاوت اور امتیادہ می نمود انگشت حیرت بدندان سیکرہ از تخت اللباب علی و مطبوہ جنگ اسامہ و قیغ نینسکے برا درختہ و زنج از ننگا کسر انداختہ چنان خواست رزمے زبالا و پست و قنادہ بلان بچو از باد مست ۱۷

اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے  
 اونٹنکی اپنے دانتوں میں دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر تقی  
 اور دوسرے لوگ بھی حصار میں داخل ہوئے اور جو مورچہ نہیں تھے وہ بھی یاوری  
 ہمت سے خندق پھانڈ کر پونچے۔ آسام والے جو محصور تھے رعب کے مارے  
 بہو اس ہو گئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کی طرف ہی  
 اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیہ پر جو شملہ گڈہ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط  
 قلعہ تھا اور اسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہمدیت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے  
 اندر بھی پہونچکے محمود بیگ بخشی فرج لیکر ان مفرورون کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گرو  
 کوتلوار کے گھاٹ اتار دیا اور کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ بہر حرمین مقیم  
 تھی وہ بھی شملہ گڈہ کے فتح ہو جانکی خبر سنکر بھاگ گئی تاہم اخبار محبت و خانی حسان  
 و شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۷۷ میں ہے کہ خانخانان اس  
 فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور  
 دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازاں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا  
 کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے  
 گھر و زمین آباد زمین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوئے تھے انکو جانگیر نگر کو بھیجا کہ باروت  
 کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانوں کے کام کریں۔ کہتے ہیں کہ خانخانان اور دلیر خان  
 اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانوں  
 کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوئے مبتلائے  
 عذاب تھے وہ رہائی پا کر اپنے مکانات کو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

وسعت اور کثرت سامان کو دیکھ کر تعجب و حیرت پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیا بر میں قیام کیا  
 بعد اسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیا بر کا فوجدار مقرر کیا اور سید غزلے  
 سبزواری اور سید تاجا اور کشتن سنگ کو قلعہ جہر کا تھانہ دار مقرر کر کے لشکر شاہی نے  
 کوچ کیا اور دو منزل تک دریائے برہمپتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اس لیے دریا کے  
 کنارے سے گذر نہ ہو سکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہو کر پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا  
 جب لشکر سولہ گدہ میں پہونچا تو راجہ کے مدارالمہام نے جسکو وہاں کی زبان میں بھوکن کہتے تھے  
 ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی  
 میںے گواہی سے جسقدر راجہ وہاں کی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی تو پچانہ لگیا ہے وہ  
 کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی صین بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عقرب شاہی  
 لشکر اسکی راجہ بانی کر گاؤن میں پہونچتا ہے چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیوں کا صرف  
 فریب اور لشکر کے غافل کر سکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اس لیے پہ سالہ  
 نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کر گاؤن کے فتح کے ارادہ سے ۲۲ جون  
 کو لشکر چل کر لکھو گدہ میں ٹھہرایا گیا راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور  
 آجہ ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کی طرف سے ایک پانڈان اور پیالہ طلائی  
 اور دو گھڑے نقرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب حسین زداست کا اظہار اور صلح کی  
 درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی کرو فریب کی تھی خان مظہر نے جواب دیا کہ انھل  
 لشکر بادشاہی کر گاؤن آتا ہے وہاں پہونچ کر جیسا مقتضائے مصلحت ہو گا عمل میں لایا  
 جائیگا۔ کر گاؤن دریائے دکیو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریائے دہنک سے ملا ہوا ہے  
 مگر اوس میں اسقدر پانی نہیں ہے کہ برہمن شتیان چل سکیں اس لیے لکھو گدہ میں جو مجمع

دریاؤں کا ہے وہاں بڑی کشتیاں چھوڑنے کی رائے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیاں بنا کر ہمراہ لی جائیں اور بعض ضروری چیزوں کو اونپر رکھ کر کام میں لایا جاوے چنانچہ ابن حسین جو جنگی بیڑوں کا داروغہ تھا مع منور خان و جمال خان وزیر داران بنگالہ کے بیڑوں کی حفاظت کو چھوٹا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کو جمع کر کے جس جگہ کہ راجہ کے بیڑوں کا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیاں راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئیں جو بادشاہی کارخانہ میں داخل کی گئیں یہاں پر ایک بڑا تجا نہ راجہ نے اپنے ایک برہمن کے لیے بنوایا تھا یہاں بھی تجا نہ بٹھلایا گیا اس جگہ ایک نوشتہ ان مسلمانوں نے کہ جو مالک بادشاہی سے کرگاؤں میں قید کر کے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال و زر و جواہر و نفیس اشیاء کو لیکر کوہستان کا مروپ کی طرف بھاگ گیا ہے جو یہاں سے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل میں چھوڑ گیا ہے اور شہر مع جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سکرہ شعبان کو لشکر موضع کپور میں پہونچا اور وہاں سے فرہاد خان و سید محمد دیوان لشکر مع چند سپاہیوں کے نہایت جلد پشتر سے روانہ ہوئے اور راجہ کے مال و سامان کے ضبط کرنے میں مصروف ہوئے اس روز لشکر موضع ترمہانی میں جس جگہ دریائے دیکھو اور دریائے دہنک ملا ہے جا کر ٹھہرا اس فولج میں ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوئے اور ایک جماعت فوج کی کپور و ترمہانی اور موضع لام ونگ میں انتظام کے لیے مقرر ہوئی اور شعبان سلسلہ جلوس کو شہر کرگاؤں یعنی دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضے میں آگیا۔ کرگاؤں میں عرصے سے جو مسلمان قید ہو کر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی و شادمانی کا اندازہ حد بیان سے



باہر ہے گویا اونھوں نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپیں کہ راجہ نے تالاب میں غرق  
 کر دی تھیں کالی گئیں چنانچہ دو سو اسی توپیں اور ایک سو سے زائد تعداد میں ہاتھی او  
 تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آئے اسکے علاوہ چھ سو پچتر  
 توپیں منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین  
 اور ایک ہزار دو سو رام جنگی یعنی بڑی بدوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بدوقین  
 اور دو ہزار صندوق باروت جس میں ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار  
 انھائیس سپر اور لوہا وسیہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایک ہزار  
 سے زیادہ کشتیاں جنگی اور ایک سو بھرے آراستہ نہایت بڑے اور ایک سو بہتر نہا  
 چانول کے جس میں ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی  
 تھی اگر یہ سدا غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش میں یقینی ہلاک ہو جاتا ان چیزوں  
 کے علاوہ بہت سی چیزیں آسامیوں نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کر ڈالی تھیں  
 غرض کہ ہر شوال سنہ ۱۰۷۱ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق شیخ ہرے کرم واقع  
 میشود بیک سال ۱۰۷۱ ہجری بہار فتح آسام بدیان جو مسلمان قید تھے سپر  
 طرح طرح کے جوہر و ستم ان بیدنیوں نے کیے تھے اور انہیں سے ایک جماعت کثیر کو  
 راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقیماندہ مسلمانوں کو خان مظہر نے کشتیوں پر بھلا کر انکے وطن کو  
 روانہ کر دیا اور ایک سال تک اداے مالکنداری اور دیگر تکلیفات سے معاف کر دیا  
 کر کاؤن کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مرزوعہ موضع سیلہ گڑھ سے  
 کر کاؤن تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے ولہتا تک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے  
 مسلسل لگے ہوئے تھے کہ گویا ایک باغ ہو چکے درمیان رمایا کے مکانات اور ان

بانگات میں رنگین و خوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلوں میں کیلہ کھل کر ترخ لیمو  
 انسان المہ بکثرت تھا باشندے وہاں کے قوت و جرات و نشانہ لگانے میں طاق راجہ  
 کے مکانات کے گرد ایک بانہ او سکے بعد بانس کی دیوار اور او سکے چاروں طرف ایک  
 خندق پر آب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس و نہایت وسیع اور بلند لکڑی  
 و گھاس سے بنائے تھے منجملہ اونکے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایک سو پچاس گز اور عرض  
 چالیس جبکہ چھیاٹھ ستون اور دور ہر ستون کا چار گز جنپر لکڑیاں منبت کار اور تختیاں کئی  
 صیقل کار جنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی و چمک پیدا ہو جاتی تھی اسکی تعمیر میں تین ہزار  
 نجا اور بارہ ہزار مزدور دو سال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل میں آکر  
 بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے دھول و تاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی  
 خواجگاہ کی محافظت میں تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتد میر غصب  
 تھا راجہ کثرت ششم و خدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولو الغرم کو خراج دیتا نہ انکی  
 اطاعت و فرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیرخان مع لشکر کے چند روز  
 آکر گاؤں میں رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھر و زمین آباد رہی انھوں نے وہاں  
 مالگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال و سامان کو ضبط کیا اور کل بند و بست  
 ملکی و مالی سے فرصت حاصل کر کے اطمینان سے بیٹھا و اس فتح کی عرضداشت بادشاہ  
 کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب میں بادشاہ نے ایک فرمان  
 مرحمت عنوان مع خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا میں برسات کا موسم آگیا و مان کی بارش مالک ہندوستان سے مقدار میں  
 زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل دہاڑے سے موردِ حمل کی طرح نکل پڑے اور وہ مقصدِ بیدِ غدہ پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پا کر آتے اور حربے کرتے بار بار مقابلہ ہوا مگر وہ ہر بار مغلوب ہوئے ایجا رجب سرانداز خان اور محمد مراد بیگ کو کچھ پور کی تھانہ داری اور وہاں کے مقصد و کئی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونوں میں باہم نا اتفاقی پیش آئی اور مراد بیگ اپنی خود رانی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیوں کا بیڑا لگیا اور اسے بادشاہی بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور مع اپنے ہمراہیوں کے کشتیوں سے اتر کر کنارہ پہنچا اور وہاں سے ترمہانی چلا گیا اس اثنا میں دلیر خان کے افغان بغیر چپہ کشتیوں کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنوں کی طرف دوڑے اور ان کشتیوں میں جو قبضہ میں کر لی تھیں دشمنوں کے بیڑے سے ٹکراتے ہوئے باہر نکلے اور دیو گاونڈ پوچھے مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے حسین سامان رسہ وغیرہ تھا آسامیوں کے قبضہ میں آگئے اور انھوں نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ لشکر کے قبضہ میں صرف کر گاؤں اور مترا پور کے کچھ فرمایہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا اسکے علاوہ رسہ اور غلہ کے ترہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب جسکو جیدی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکرِ عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل ملک کے باشندوں کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے سرتابی

۱۵ چوں میرنزل چیلنے طرف مسکن اجبر آورد از انتشار این خبر اسایان چون موردِ حملِ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشد  
زیادہ از صد غوزد و دلیر خان چہنہ انماہ پرداختہ ہزار ہا ازان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانانان مقرر نمود  
کہ سر مقتولان را برگردون اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۶ صفحہ ۳۰ تاریخ محمد ہاشم خانی خان۔

۱۷ و بغیر خد کشتی از افغانان دلیر خان کہ مجبور نمود و از قسیم ان پردلان بہ نیردے بازوے جلادت ان سفاین بیان نداد  
مخالفان ز بدو رفتند و بدیول گاؤں رسیدند ۱۸ ریدہ نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کا مروپ سے اوترا اور قصبہ شولا کوری جو کرگاؤں  
سے چار منزل ہے اس میں آکر ٹھہرا اور جو کن بھی نہرونی کے کنارہ جو قریب پتھرا پور کے دریا  
دھنک سے ملتی ہے اور برسات کے موسم میں وہاں ایک دریا عظیم الشان ہو جاتا ہے  
آکر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگوں کو طلب کیا اور وہاں میدان شکر کی طرح مجمع اکٹھا ہوا  
نہایت جلد ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کو س تک بنا کر تیار کی جس کا ایک کنارہ  
پہاڑ سے لگا کر دوسرا دریائے دھنک تک ملا دیا تھا آسیوں نے کئی مرتبہ بڑی بڑی  
جمعیں اکٹھا کیں اور دریائے اتر کر دلیر خان کے لشکر پر شبنون مارنا اور نہایت  
سخت حملہ کرنا شروع کیے لیکن تیرہ دلیر خان خود سوار ہو کر ان ظالموں کے سر پر ہونچا  
اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بجاری جماعت کو تلواریں کے گھاٹ اوتار دیا جس سے  
دوبارہ آسیوں کو دلیر خان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رہی بعض مرتبہ کالی گھٹا  
ابر کی اونٹھ کر اس شدت سے برستیں کہ پانی سواروں کے رکاب تک آ جاتا اور جس طرح  
کہ کثرت اشکباری سے عاشقوں کی آنکھوں کو کھولنے کی فرصت نہیں ہوتی ہے پانی ایک دم

سلاہ دران شب تار دلیر خان کہ بذات نفس زور بان تیرہ دران مقابلہ کا رزار اٹھا ترورستان وسی ہارادہ بطور آدم بد  
آسیان و بفرار اور دلیر خان تاسہ زورہ میان آب مثل بجاق پر دانتہ سیارے راجھل ساند و مراجست نیکو مغیرہ  
طہ مقابیر شقاوت فرہام چدین نوبت جمیعت و جوم تمام از آب گذشتہ بر لشکر دلیر خان شبنون آورد و آویز شہا  
صعب کرد و نئے آن خان شسامت شعار خود سوار شدہ بر آن مخدولان تا تحت و جیسے کثیر اطمہ مصعاص نہت م  
ساخت وہ بگمار بر لشکر او جسارت نہ نمود و مالگیر نامہ صفحہ ۴۴ چوں بختا لشکر شاہی بہ طرف سکین راجہ آورد و دران  
یہ نیاہ آسیان چون برق غم آلودہ تھی نہ بد و نہ نمود دلیر خان بہر ان انقوم قتل و اسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴  
بقوت سپہ سالار چند بارہ نوجی آوردند و نادر دوطرف گشتند و آسیان بعد گشتند و اسیر گردیدند و فرار نمودند و کربس  
نمود حال و درحالی رنجیدہ و بسیار گشتہ گردیدہ و فرادخان و وزعم برداشت و دلیر خان تاسہ کردہ دران لاو گل خاسب  
نمود ۱۷ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۵

ملت نہ دیتا اس عرصہ میں بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لڑزہ اور سہا  
کی وبا پیدا ہو گئی صد ہا آدمی لشکر کے مریض ہو کر مرنے لگے تھے کہ ایک بڑی عجات  
باد شاہی لشکر کی ہلاک ہو گئی اور دو لاکھ تیس ہزار آدمی کے لوگ بھی مر گئے اس  
آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہو جانے  
جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں نہایت معیشت و مشکل کا سامنا  
ہوا ایک سو تہتر انبار غلہ کے تھے منہلہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ میں رہے باقی  
آسامی شیخون مار کر لے گئے اس زمانہ میں اوقات بسر کی کو یہی چاول تھے اور دیگر جنس  
غذا تھی عرصہ تک لشکر کی گائین فوج کر کے گزر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار  
میں لیون و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہیں وہ بھی کھائے گئے۔ اب تک بھوکن صلح کی ابتدا  
کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور دبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسے دیکھی خلعت  
پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھ کر وہاں سے لشکر نے کوچ کیا اور ۳۰ مسم  
شہہ جلوس کو کر گاؤں آیا آسامی اس بات سے اور بھی شرارتیں کرنے لگے اور لشکر کو  
عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے باد شاہی لشکر میں رات بھوکئی  
شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایک مرتبہ آسامیوں نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات  
میں دلیر خاں اور راجہ سجان سنگھ کے مورچوں پر اگر جدال وقت حال کرنے لگے

ملہ فوجے قابیر و تلاء ظلم نمود در مقام شے بور پال دلیر خاں راجہ سجان سنگھ آمد نارہ بہال و قال ہر افروختہ بجے  
کثیر مصام انتقام بارہان فیروزی مال گشتہ خبر غلہ لان و کال حاصلے سید و خند ویر خان را از غیری و جرات آنہا عرق  
فیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمود بتعاقب آن جسارت کیشاں پرداخت و تالانہ کا فرستہ تیغ جلالت  
بخون سیاہ از ملائین و یجن ساخت و پس از وقوع این صحنہ اسامیان ضلالت کیش سزا دہلے شیخون پرختا  
و گرفتہ جسارت بنزدیکی کر گاؤں گذشتہ ۵۰۰ مالگیر نارہ

دلیر خان کو اس وقت شجاعت کا جوش آگیا خود اونسکے تعاقب کو  
 اونٹ کھڑے ہوئے اور نالہ دند کا ملک اسامیون کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے  
 ٹکڑے کرتے ہوئے لے گئے اور ان سرسریوں کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو بچ  
 شخون کی جرات نہ رہی اور کرگاؤں کے نزدیک قدم نہ رکھا جب کرگاؤں میں بھی ہر  
 وہابیہ پیدا ہو گئے تو بجز صبر و شکر کے کوئی چارہ نہ رہا وسط ماہ صفر میں بارشس کم ہوئی  
 اور مخالفین جنگل اور دروہنیں بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان  
 کامروپ میں چھپا لشکر بادشاہی نے راستوں کے کھل جانے سے اسامیون کو چارہ نظر  
 سے نکال دیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا  
 اور مخالفوں کے امید کی کشتی خشکی میں آگئی ۱۴ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کرگاؤں سے  
 نالہ دند کا جو پایاب ہو چکا تھا اور نہرولی سے کہ وہ بھی پایاب تھی او تر کر جمیل بھوکن کے  
 سر پر پونچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوئے پڑا تھا مگر خائف ہو کر بھاگا اور اسکی  
 مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ میں آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی  
 اسکے بعد اسامیون کو مایوسی ہو گئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نہ رہی ہر طرف  
 سے رعایا اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد جمیل بھوکن جو نامی سردار اور  
 اس ملک کے بہادر وں کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہو کر معہ اپنے تین بھائیوں کے  
 بادشاہی لشکر میں آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جس میں دھک بگی و خضر مرصع و  
 گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کی وجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر میں آگئے اب  
 راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سردار وں کا اعتبار نہ رہا اکثر سردار وں کے اہل و عیال  
 آہنی یخون پر کھینچ کر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر بھائی و دستیار ہو

اس عرصہ میں راجہ کے نکالنے کے لیے بادشاہی لشکر کا مروپ کی طرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور اس کا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیج کر عاجزی کرتا تھا مگر اس کی استدعا قبول نہیں ہوتی تھی اب راجہ نے جانا کہ میں غنقریب گرفتار ہو جاؤں گا تو اُسے دلیر خان کا توسل ڈھونڈھا اور اذکادامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ کی اور خانخانان کو راضی کر دیا، اجادی الثانی کو لشکر موضع پتھام میں پہنچا پتھام درہ نامروپ کے برابر ہے وہاں کاراجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہ راجہ آسام کے وکیل سلطانہ کی شرطیں طے کر نیکو آئے بعد گفتگو کے دراپ کے یہ امور قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ پتھام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس باقی بادشاہ کو پیش کرے اور

سلطانہ راجہ ضلالت آمین کہ ہمارا سال سفر اور سیدہ ام القاسم طے و طلب غنوی نمود و بقبول مقرون نمیشد در وقت کہ گرفتاری استیصال نیش فریب اوقع میدید بدلیر خان توسل جست و القاسم معالمت و اظہار عجز و منکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنابر صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۳۰۰۰ مالگیر نامہ

سلطانہ دوس از گفتگو سے بسیار چہن قرار یافت کہ راجہ بالفعل سیدہ خود با دختر راجہ پتھام و بہت ہزار تولے طلا و ایک لک و بہت ہزار تولے نقرہ و بہت زنجیریں برسم پیشکش و پانزدہ زنجیریں برابر خانان و بی زنجیریں بہت دلیر خان بفرستہ و متعاقب در عرض دو آدوہ ماہ سلوک تولے و نوزنجیریں بہ کار بادشاہی و ہل ساز و دھڑا بہت زنجیریں پیشکش فرستادہ باشند و اصول تہ پیشکش کہ اس آئین و رمت و اذکار مقرر شدہ ہو و چاکر اس ائمہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گرد و کان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہ جنگ فرستہ و فرزندان و عیال بہ بی جہو کن باہر سے اذمایا سے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جہاں بمحسوس بود و عہدہ لشکر ظفر اثر رساند و نیز مقرر شد کہ اذمت و ترکول ولایت و رنگ کہ کیچریش گواہی و مرز دیگرش بدیاسے الی ہر اہم کی کا زوالی تہ تہ ہر

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور ایک سال کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی میں داخل کرے اور ہر سال میں ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تا ادا اسے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹوں کو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر میں حاضر رکھیں اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہیں اور بدلے بھوکن کے اہل و عیال اور کچھ رعایائے کامروپ جو ولایت نامروپ میں قید تھی لشکر بادشاہی میں پہونچائی جائے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اتر کول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہنی ہے اور دوسری طرف اسکے دریلے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جہر ہے گزرتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی و ددومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ میں نہ تھی ممالک محروسہ میں داخل کیا وے چنانچہ ان امور کا عہد نامہ راجہ کی طرف سے او قبول کیا خانخانان کی طرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا میر مرتضیٰ کو لکھا گیا کہ تو بچانہ اور دیگر اشیاء جو کر گاؤں میں ہیں اور وہ رعایا جو مسلمان و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکر گاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر ہوا کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کر گاؤں بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل پیشکش معین میں سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ پٹام کی لڑکیاں اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائیں اپنے ہمراہ لائے حاصل

تبعیہ فیما قبل یکن متصل سے از جانب کول ولایت بیل تلی و ددومریہ کہ بنگالہ و صرف بتہ بادشاہی خودہ داخل پیشکش  
نیمہ ممالک محروسہ باشد و متصل میان مملکت بادشاہی و ولایت آسام و راجہ کی ل و دریلے کلنگ و راجہ  
کول و آگنی ہاری قرار یافت و عہد نامہ شمل بر تمدن امور از جانب آسامیان و قول خاصہ از قبل خانخانان  
نوشتمہ شد ۔ ع الملیہ



۱۰ ماہ مذکور سہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھنؤ گئے پہونچا وہاں میر مرتضیٰ نے تمام اشیاء اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آ رہا تھا اور کل اہل شکر وہاں سے قیام سے گھر کر بھاگنے کو تیار تھے اس لیے خانخانان مع لشکر کے پیشتر نکالے گئے اور وہاں سے مع لشکر اور جنگی بیڑوں کے بمبھڑ و صول مشکیش جس میں با تھی وغیرہ رہ گئے تھے پھر گئے خانخانان حد و بادشاہی کو جو ابھی مقرر ہوئے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو دین جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اگر پھر اور بادشاہی فرمان صادر ہو کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جائے چنانچہ سب احکام وہ وہاں مقرر کیے گئے دوسرے روز دلیر خان آٹھ با تھی مشکیش کے لیکر آ گئے اور وہاں سے کل لشکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تفریق کے لیے عسکر خان مقرر ہوئے ۲ رمضان ۱۰۸۵ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان نے انتقال کیا بنگالہ کے وقایع نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

۱۰۸۵ دلیر خان را با اکثر لشکر و فوارہ بانٹھا در سیدن برنے از قیلان چال کہ ہنوز ز سید بود لکھنؤ گئے ۱۰۸۵  
۱۰۸۵ روز دیگر دلیر خان از لکھنؤ گئے رسید ہشت ز بخیر فیل کہ راجہ آسام از جہ فلان مشکیش بجاقب ارسال  
کشتہ بود و سانیہ ۱۰۸۵ عالمگیر نامہ ۸۱۲

۱۰۸۵ اسماعیل پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خانخانان کا نام میر محمد سید اور خطاب میر محمد اعظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالند سردار تھا مضائقہ اردوستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اہل کل الماک پاکر انہی میں باقی سے بادشاہی و بارہون میں رسائی پیدا کی سلطان جہاں شہر شاہ والی کلکتہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر محمد دیا اسنے عرصہ تک کن کاغذ ب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن پر ہم ہوا تو یہ آزدہ خاطر ہو کر اور جنگ زیب کے توسل سے شاہ جہان کے دربار میں

لاہور میں ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگزار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اسکی روح کو ثواب پہنچایا گیا اور

حاشیہ صفحہ ماقبل جلا آیا شاہجان نے اس کے استقبال کو دشنہ خان کو بھیجا اس نے مذ میں ایک  
اناس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی نمبرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجان نے شش ہزار  
سوار کے منصب سے سرفراز کر کے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلعہ ان مرصع وزارت کا  
مرحمت کیا اور اس کے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ میں  
سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے بادشاہ نے راجہ گھنٹا تھ حسین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر  
تھا اور چند بہان جو فاضل خانی تربیت یا منہ تھا سندھ مات وزارت پر مدگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب  
کے ساتھ دکن کی مہم پر یہ مقرر ہوا اور وہاں اس نے کاروائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے  
باپ کی علالت میں اسے مصلحتاً نظر بند کیا تو شاہجان نے اس کے بارہ میں بیٹے کو لکھا کہ از باز پرس  
روز جزا نہ اندیشید) اس بگناہ کو قید کیا جنگ کجہوہ میں عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے چچے  
خامدہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فوج میں ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے  
سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور دہان قیابی حاصل کر کے خطاب خان خانان  
دجاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہاں کی روایات آب و ہوا سے طویل ہوا ۱۸۰۱ ع ۱۱۰۱ھ میں آسام کی وہاں  
دھنک۔ کے پاس آسامیوں کا مورچہ دیکھنے گیا کیا بارگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اتر کر کھینچ لایا  
اور ایک گھنٹہ بیہوش رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت میں فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر  
آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود ہوا جو کر بیان سے بنگالہ چلے جائیے اس دل آزار فرقے سے اور مدانی  
عدم ہوا آخر کار واپسی لشکر میں وہ ۲۰ رمضان بروز چار شنبہ سترہ مہری مطابق سترہ جلوس کو انتقال  
کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار و درائیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دو زون جو ہر اسکے  
دتر میں تھے کوئی امیر قریب الہمہ اسکا مقابل نہ تھا اور کشور کشائی میں نہایت فخر نصیب تھا قصبتہ تلنگانہ  
دکن میں اسکی یادگار ہے جیدر آباد میں اس کے نام کا تالاب دہلغ و دہلی مشہور ہے۔

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہنچا اور وہاں دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہنچا اور وہ طلبہ بنگالہ سے دارالسلطنت کو آئے اس وقت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے مانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوا یا اور انکو اپنے ہمیشوں میں نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان کو انکی جاگیر مہربانہ کی اجازت دگئی اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلامی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتویں سال جلوس وراثت الیسویں برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۵ھ میں ہوا۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ بے سنگہ کے دکن جا کر

سیوا جی مہرٹھ کی مہم فتح کرنا

سیوا جی نے جب ملک دکن میں قزاقی کا پیشہ اختیار کر کے لوٹ مار چھپائی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اس کے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اس نے علانیہ غارتگری کر کے اپنے ملک کے حدود وسیع کر لیے اور بہت سے قلعے چھین کر راجہ بن بیٹا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہو گئی اور چچ کلا سکی ولایت دریا

۱۰۷۵ھ دلیر خان بوجہ بیعت طلب بنگالہ رسید وہاں زمین بوس کا ذکر دیکھتے ہی غمیل و نا اسیپانچن برسم پیکش گذرانیدہ بطلان خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۰۷۵ھ عالمگیر نامہ  
۱۰۷۵ھ دلیر خان بنایت ہسپ با ساز طلامی بھی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۶۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اس لیے بعض بندر جو اسکے قریب اور تصرف میں تھے وہ ان جو جباز  
 لجا تا اسکو موقع پاکر فارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان میں پڑ جا  
 کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمیں جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان  
 تھے سیواجی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذا میں پہنچائیں چنانچہ  
 اسکے ثبوت میں علاوہ فارسی تاریخوں کے مسرودی لا فوز ام اے ہسٹری انڈیا میں  
 جو بزبان انگریزی انٹرنس کو رس میں داخل ہے یوں لکھتے ہیں کہ ۱۷۷۳ء میں شہر  
 سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ پاسلو  
 کی فارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت او  
 زیادہ بڑھ گئی اس لیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد فارتگری  
 شہر سورت کے حاجیوں کے جہازوں کو جو بندر سورت سے روانہ ہو کرتے تھے فارت  
 کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اس لیے اسنے  
 ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی  
 لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر مصلیٰ کی عہد نامے کے یہ شرائط  
 قرار پائے کہ میں قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجا پور کے مقابلہ میں  
 اپنی فوج کے مغلوں کی شرکت کرے اسکے عوض میں چند اضلاع سے اسکو جو حقہ  
 لینے کی اجازت دی گئی اور اسکے لڑکے کو فوج میں پانچزار سواروں کا افسر بنایا گیا  
 انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخوں سے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا بیان پر  
 لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب کمزور و فریب کی تھی کبھی  
 وہ عالمگیر سے لڑ رہا ہے اور کبھی عالمگیر کی طرف سے وہ مادل شاہ کے قلعہ فتح کر رہا

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاک سے نکل گیا عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگڑھ عرف دولت آباد میں رہتا تھا اسکے بیٹے مالو جی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالو جی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کی وجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالو جی ایک چالاک سلسلہ دار تھا جسے سن خدہ سنگزاری سے جادو رے کی ٹیٹھی سے اپنے بیٹے کی شادی کر لی اس بیوی سے شادی کے گھر سیوا جی پیدا ہوا جب سیوا جی کی ماں شاہ جی سے ناراض ہو کر کہہ اسنے دوسری شادی کر لی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیوا جی ساتھ تھا۔ سیوا جی کی پیدائش کا زمانہ معلوم ہے اسوقت میں تین سلاطین کا تخت دکن میں دنگارہ مستی اور مغلوں کے ہاتھ سے اسکی ماں ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہو گئی سیوا جی کو سپاہری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیوا جی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لٹیروں کی محبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کر کے شہر اور قلعوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹوں کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹوں کو بطور ملک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بقاعدہ فوج کے ان سے مدد لیتے تھے جب سیوا جی نے بیجا پور کی سلطنت میں بوہڑی قلعہ تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہوئی وجہ اکثر بچہ قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ میں کیا اور والی بیجا پور نے سیوا جی کے باپ شاہ جی کو قید کر دیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ باز رہا

بنیاد باپ کی رہائی کے بعد اس نے فضل خان میر لشکر بیا پور کو دھوکہ سے مار لیا اور  
 راجہ کو اپنا راجہ بنایا اور وقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اس نے اس کے قلعے  
 اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیوا جی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور ننگ نسیب  
 اس عہد میں دکن کا ناظم تھا سیوا جی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہ جہان کی  
 ملائت سے شاہزادہ نوین باہمی جنک و جدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے  
 دارالسلطنت دہلی چلا آیا تو اس نے مہلت پا کر شاہی حدود میں دست اندازی شروع  
 کی اور رات کے وقت قلعہ حنیہ کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کر کے خوب لوٹا سیوا جی نے  
 اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کی اس کی زور و قوت و قتل و سپاہ کا ٹھیک تخمینہ  
 نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے مامون شایستہ خان امیر الامرا کو سیوا جی کی تہنید کو بھیجا  
 چنانچہ سندھ جہزی میں امیر الامرا نے قصبہ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کر لیا اور سیوا جی  
 امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا امیر الامرا قصبہ پونہ میں اس حویلی میں جو سیوا  
 کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا اگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الامرا  
 پر چھاپہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اس کا فرزند ابوالفتح ہلاک ہوا سیوا جی نے شہر  
 سورت کو جسے اس زمانہ میں باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیوں کے ہماز کو  
 غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اس لیے عالمگیر کے آتش غضب کا  
 شعاع بھڑک اٹھا اور اس نے پیشتر راجہ جسونت کو سیوا جی کے استیصال کو بھیجا  
 جب اس نے خاطر خواہ یہ مهم سر نہ ہو سکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خان  
 کو اس پر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے ان کے پاس  
 پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت میں امیر

[illegible]

حضرت میر خان خلعت ویکت نجیر فیض و برائے اعتقاد خان خلعت مرسل آشت اعد عالمگیر نامہ





کی طرف جد ہر قلعے تھے جنک فزار آمیز کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج کو مارتے اور پکڑتے ہوئے دامن کوہ تک پہنچے بہت سی جماعت دلیر خان نے اور ان کے بہادروں نے قتل کر ڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار میں جا کر پناہ گزین ہوئے اور جو باقی تھے وہ ادھر ادھر بھاگ گئے دلیر خان مع اپنی فوج کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہ ان کے باہمی کہتے تھے اوسمیں آگ لگا دی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دنوں قلعہ میں جو لوگ محصور تھے انہوں نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خداداد ہمت سے اس عتابی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہ ہر کے نزدیک پہنچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر و درویش خان کے لشکر کی طرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونوں بھتیجے غیرت خان و مظفر خان اور دوسرے افغانوں کو لیکر قلعہ و رمال کے پاس مورچال باندھی اور آتش خان میر آتش کو مع توپخانہ کے لیکر دونوں حصاروں کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیٹلہ دوسرے روز جبکہ کہ ٹھہرے تھے وہاں سے کوئی کر کے سا سوراخ اور قلعہ سے دو کمرے کے فاصلہ پر پڑا وڈالا اور سورپے دیکھ کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے ملک کی خبر گیری اور دیگر انتظام میں مصروف ہوئے اس عرصہ میں احتشام خان جو نہایت کار گزار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے و قاتل نکالنے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجائے ان کے قباذ خان پونہ کے مانتھنہ راجہ سے رات دن شاہی لشکر اور مرہٹوں سے لڑائی برپا رہی تھی اور بہت بہادر جنگی اور اور ہست

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اچھا پیش میں ایک بیج قائم رہا مال کالجہ  
برابر گولہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا ولیہ خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر یہ سوال کو  
اس قلعہ کے برج پر پڑھائے گئے جو لوگ اس برج کی محافظت کرنے تھے وہ انکے  
مقابلہ کی تاب نہ لائے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھبراہٹ کے اندر گھس گئے  
ولیہ خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر لگا کر دیا محافظوں نے  
پناہ مانگی اس پر دشمنین چار آدمی ولیہ خان کے زخمی ہوئے اور سات آدمی مخالف  
کے جان سے مار لیئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوئے جب راجہ بے سنگا کو یہ معلوم ہوا  
تو انہوں نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو ایک بڑی جماعت راجپوتوں اور چھانوں کی  
دیکر بھیجا کہ ولیہ خان کے لشکر میں پہنچ کر انکے افغانوں کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر  
میں کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے  
اہل قلعہ بے تنگ کیا جاتا تھا جب محافظوں نے دیکھا کہ ہم میں محافظت اور مقابلہ کی تاب  
نہیں ہے تو انہوں نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر گھر  
ولیہ خان کے پاس حاضر ہوئے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادران  
کے ہتھ آ گیا ولیہ خان نے اس گروہ کے دوسرے داروں کو جو قلعہ  
دار تھے خلعت دیا اور انکو مع دیگر ہراہیوں کے راجہ کے پاس بھیج دیا راجہ  
نے بھی بدھ شخصوں کو خلعت دیکر اور انکے ہتھیار لیکر سکوا انکے وطن چلے جانے کے لیے

رخصت کر دیا اس قلعہ کی فتح میں کل سچاس سوار اور تیس پیادے بادشاہی لشکر کے کام آئے اور تیس سوار اور ستر پیادے زخمی ہوئے اس فتح کے بعد داود خان کو مع چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیکر سیوا جی کے ملک کی تارا جی کے لیے بھیجا گیا قطب الدین خان نے خیر سے اور لودین خان نے تلوکن سے غرض کہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤں کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ سیوا جی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رمایا کہ تمام بھلیں اور بد طریقہ تھی گوشالی پائے۔ بندگان خدا کو براہ سزنی اور غارتگری سے نہ تارے ایک ات بھین نے دوسرے قلعہ سے نکال کر بادشاہی لشکر پر چھاپا مارا کہیرت سنگھ مع اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہاں انکی نہ چلی رسول بیگ مع ہمارا ہیونگے غافل پڑا ہوا تھا مہشون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چوہو شخصوں کو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زیر دست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان ہونچکے اور ان سے لڑنے لگے چار آدمی غارت لے قتل کر ڈالے اور بت سے مرہٹے زخمی کئے باقی اپنی جان بچا کر بھاگے اور قلعہ میں جا کر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولوں کی نعشیں اٹھائیں قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر نظر مورچہ پر دل خان اور سو بہر مندیلہ کا تھا انھوں نے انکو بنگایا اس حقیقت میں آٹھ آدمی مخالفت کے زخمی اور چار آدمی جان سے مار گئے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان دراجہ راے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو لوہی روہرہ اور

۱۵۰ زیر دست خان زبور جال خود و ملازم دلیر خان جیسے ازان خان شامت نشان سید و بھائی راویندہ و بھائی احمد  
مسام اتمام ساخت جیسا کہ مجروح دستہ کو انیدہ فقیر بہت تم ہلے برآوردہ بہ پناہ قلعہ و رفتہ مائے ازمایان ہر گز بار نہ

قلعہ راجندہ کے قریب پہونچنے پر پاس گاؤں اون سوڈیون کے برابر آئیے اور چار موضع  
 بنجے باشندے لڑنیکو آئے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کنواری اور قلعہ لوہ گڈ  
 وغیرہ کی طرف بھی جا کر تاخت و تاراجی کی گئی اور اس نواح کے شہریر رعایا کی گوشمالی  
 کر کے قریب قصبہ پونہ کے جا کر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب  
 اس اطراف کو غراب کر چکے تو ہم ذیقعدہ کو لشکر گاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڈ کی  
 چوٹی پر جمع ہو کر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے دہان پہونچکر خوب نکی سکی  
 کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید میں آئے وہ تعداد میں تین سو  
 مرد و عورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کر کے لائے گئے قلعہ  
 رور مال تو فتح ہو چکا تھا اب قلعہ پورندہ رہا تھی اور اس پر دمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ  
 ۲۴ ذیقعدہ کو دمہ بنکر تیار ہو گیا اور سفید برج کے مقابلہ میں دمہ پر توپخانہ لگایا گیا  
 اور سپرے لڑائی شروع ہوئی اور دھڑ سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دھم کرنے پر آمادہ ہوئے  
 پہلے دلیر خان کی سپاہ مدد اور بہادرون کے مورچال پر پہونچ گئی اور انکے  
 پیچھے زبردست خان برادر دلیر خان اور آتش خان دارو نہ توپخانہ پہونچے اور ہنگام  
 جہال و قتال کا گرم ہوا طریقہ سے مار دباڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ میں دلیر خان  
 کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگ کا ایک عہدہ ملازم بھوبت سنگ جو پانسو آدمیوں کا  
 سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مار گئے اس وقت دلیر خان  
 دمہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کر رہے تھے اور آگے اٹکو

۱۵ دلیر خان شمل دمہ رستادہ تاکید جنگ کا رزار و قیام پیش برد کار میکر دمہ جہات توپخانہ و برج سفید شکست بخیز  
 سیار و ایختہ باران نصر بخش کر یورش کردند و نورجیہ برج رسانیدہ شروع و کاوشان نمودند مالگیر نامہ صفحہ ۹۰

بز بڑے تھے اور قاعدے سے لڑا کرتے تھے تو پچاند کے صدر سے سفید برج  
 نوٹ گیا اور اوہین بہت سے سوراخ پر گئے اُحالت میں بہا درون نے مکر پوزش  
 کی اور برج سفید کے پاس پہنچنے میں مرہون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج  
 کے درمیان میں باروت بچھا دی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پا کر برج سیاہ کی طرف آئیں  
 تو باروت میں آگ لگا کر اوکو اور ادا دین لیکن اُسی آدمی اُہین خود اُنکے اوڑ گئے بادشاہی  
 لشکر چاہتا تھا کہ بڑے سیاہ بھی اسی وقت لے لیں مگر شام ہو گئی اور دونوں برجوں کے  
 درمیان کچھ نشیب تھا وہاں جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچکر سفید برج کے پاس رچ  
 باندھا مخالف برج سفید سے مجبور ہو کر بٹکنے اور برج سیاہ میں چلے گئے اب برج سفید  
 بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آگیا اور توپیں برج سیاہ پر لگائی گئیں اور دونوں برجوں کے  
 درمیان جو نشیب تھا پائنا شروع کیا مٹی اور تھوسے پانچ چھ روز میں وہ نشیب پاٹ دیا  
 گیا اور اوکو بلند کر کے اوپر توپیں لگا دی گئیں اور برابر اوپر کو باری کیجاتی تھی جس سے  
 اس برج میں بھی سوراخ ہو گئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے  
 جو اسکے قریب تھا خالی کر دیا اب یہ دونوں برج بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گئے یہ حال  
 دیکھکر سیواجی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندہ بھی فتح ہو اچا ہتلبانے اور بہت سے عزیز  
 و اقارب اور دیگر آدمی میرے اوہین جو محصور ہیں وہ سب قید ہو جائینگے اور اسکے بعد  
 راجکدہ جیسے میرے اہل و عیال و سامان مال ہے وہ بھی جبر و قہر سے بادشاہی بہادر  
 چھین لینگے اسوجہ سے اُسے راجہ جے سنگھ کے پاس ماجری سے آدمی بھیجا شروع کیے  
 اور آخر میں ایک پنڈت جسکا وہ بہت مقصد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور اُن کا استدھی  
 ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی و ماجری سے بے ہتیار مجرموں کی طرح بیان

تو امان دیجاہنگلی، ذی الحجہ کو سیوا جی معہ چند آدمیوں کے جس طریقہ سے کہ آقا قرار پایا تھا  
 راجگڑھ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہنچ گئی کہ کل سیوا جی آئے ہوا ہے  
 راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصہ کارزار میں قدم اور حصار کے  
 بہت قریب پہنچ گئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلین کر کے آگے بڑھنا چاہیے  
 دلیر خان نے اس وقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوئے آگے بڑھ گئے  
 دشمن یہ حال دیکھ کر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فوج کے ہٹانے کی کوشش  
 کرنے لگے دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے  
 دروازہ کے پاس ہٹا لیا گئے اور ساٹھ آدمی قتلوار سے قتل کیے گئے اور  
 اور بہت سے زخمی ہوئے اس ہنگامہ میں کچھ آدمی دلیر خان کے  
 بھی زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس وقت راجہ کالڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے  
 ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس حال میں کہ ہنگامہ  
 جدال و قتال کا گرم تھا۔ راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کس تاںک پہنچی اتنے  
 میں مخبر خبر لائے کہ سیوا جی موضع سیوا پور میں آگیا ہے وہاں سے سرفراز خان تھانڈا

۱۵ جون سیوا پور جدوجہد و کشاکش و طبعانی کا گذشتہ وقت کہ مقتدیہ یمن پورہ مرکہ کیسیا سے انا قریا و مردم کاری اور ان  
 مصروف و نہ سفر خواہند گشت بر راجہ طرح ہستی انداختہ۔ راجہ بہ دلیر خان کے ان پیش قدمی عرصہ پکارا۔ بوندہ و سیب آنا بھسا  
 بسیار نزدیکی سے وہ پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تہ بیرور شش بر حصار غانید خان مذکور کچھ ہستام  
 بلخ شمرع و پیش برد کار کردہ از شاہدہ ایدخال مقوران جمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ بر ہمہ افست پر خشم  
 بسیار از ان فیروزند بجلد با سے متواتر دلیرانہ آن جبارت نشان و از پیش راندہ بردہ از قلعہ رسانیہ مذکور  
 بروئے مردانہ و سے دادہ قریب شصت تن از انداختہ نیز گنگن لیران و دشمن کچھ سر از ہوا سے ہستی برداختند  
 و بسیار سے مجروح گشتند و چنگ از ان بنیان راجہ دلیر خان د کیرت سنگھ پورہ مردی جگلو نہ زخم آہستہ مدد و کجانی سپردی  
 در راہ مجودیت در باختہ انتخاب ماثر از مراد عالمگیر نامہ ۱۰۴۹

کے ہمراہ جو وہاں تعینات تھے بیان آ رہا ہے راجہ بے سنگھ نے اپنے منشی  
 اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرجک سین کچواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیوا جی  
 کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی امن چاہتے ہو تو کل  
 قلعہ بادشاہی لشکر کے سپرد کر دو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام  
 تمہارا بیان آئینکا نہیں ہے اودیراج کے پیام کے جواب میں سیوا جی نے کہا کہ یہاں  
 تک میں اگیا ہوں جو دولتخواہی اور بندگی کا مقتضا ہو گا وہ ہی عمل میں لاؤ گا۔ اتنے  
 میں وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا  
 کہ تم جا کر اسکو خیمہ میں لاؤ جب وہ خیمہ میں آیا راجہ بے سنگھ نے اوس سے ملاقات  
 کی معافہ کیا سیوا جی نے بہت عاجزی و خوشاد سے کہا کہ میں معافی کی امید پر  
 بہت سے قلعے نذر کرتا ہوں راجہ نے یہ سنکر اسکو جان و مال کی امان دی اور  
 غازی بیگ میرتوزک کو اشارہ کیا کہ سیوا جی کا آدمی لیا کر دلیر خان سے کہو  
 کہ سیوا جی نے اپنی خوشنمیزی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول  
 کر لی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ میں محصور ہیں انکی جان سے بے خبر  
 ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہنچایا اور سیوا جی کے آدمی  
 نے حصار کے دروازہ پر جا کر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کنگے قلعہ سے بچاؤ  
 اوغون نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مملت چاہی سیوا جی چونکہ  
 جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ میں بٹھرایا اور بہت خاطر کی دوسرے  
 روز بموجب امر قرار داد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنہیں چار ہزار جانی  
 آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیوں نے قلعہ میں جا کر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اوسنے قلعہ تین جاگر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتھیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جواد میں موجود تھا ضبط کیا سیوا جی نے پانچ قلعے اور اسی روز موسومہ لود گڈھ۔ ایسا گڈھ۔ پنگی۔ تگونیہ۔ رومیرہ بادشاہی پیشکش میں نذر کیے اور ان قلعوں کے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہیں اٹھایا تھا راجہ جیسنگ نے سیوا جی کو راجہ راے سنگ کے ساتھ کر کے دلیر خان کے پاس بھیجا ان کے پاس جا کر ملاقات کرو جب سیوا جی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اوسنے ملاقات کی اور اُسکے بعد دو گھوڑے عزنی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جہرہ معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نو یار چہ کے جیسین نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے کھتے سیوا جی کو عنایت کئے۔ اس کے بعد دلیر خان سیوا جی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اسکا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے سپرد کیا۔ راجہ نے بھی سیوا جی کو خلعت و گھوڑا عینہ پانچ بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ الندوہ میں جو اور نگ زیب کی بے تعصبی کے بیان میں لکھا ہے اور وہ چھپکر شائع ہو چکا ہو جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیوا جی میں دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگ سربراہ تھے بعد مصاحبت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانے کے متعلق پیام کیا

لہذا چون دلیر خان ہنوز بہاے حصار اقامت داشت را بشواری از درخانہ کور فرستاد و ادب و مروتات دوسرے سپاہی ساز طلا و براق مبارک مرصع و منقوش از خاقانیں نقشہ اور ادوار و رخصت نمود نزد راجہ آوردہ دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت و مسدہ صند دقل بخش از سر و نمود و بجان جان آوردہ اقامت داشت سیوا و نژاد از پختہ کاری سابقہ بشیریت باز کرد و گفت بے براف نہ دست خواہم کرد سو ۴۴ ہم شاہنشاہ نامہ۔



اور سیوا جی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیوا جی کو دو عزنی گھوڑے اور تلوار  
و ہمہ رعایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ میں دیا اور اسکے کہن تلوار اپنے  
ہاتھ سے باندھی مگر اسنے ایک ساعت پختہ کاری سے باند بکھڑا کر خانموصوف کے آگے  
رکھ دی کہ میں بے ہتیار خد متلزاری کرونگا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان میں شمس العلماء مولوی ذکا، اند صاحب دہلوی کا بھی ہے  
القصد جب سیوا جی نے راجہ کی بہت منت و سماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت  
نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت میں اسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اسکے  
لیئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اسکے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا  
فرمان گزر بردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیوا جی کو وہ نہایت  
عنایت کے ساتھ پھنایا، دہلناہ کے یہ شرائط پائے کہ منجملہ پتیس قلعوں کے جو سیوا  
نے ولایت نظام المملکیہ سے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں تیس قلعے بادشاہ کے مذکور  
اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ حاصل ہوا۔ بقدر ملک بھی پڑا  
آدمیوں کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہو اتنی آمدنی کا ملک  
اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہو کر راجہ  
کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مهم اس حدود میں پیش آئے تو اس میں مدد کرے غرض کہ  
سنبھاجی اسکا بیٹا پنجزاری منصب دار و نمین منسوب کیا گیا اسکے بعد راجہ نے سیوا جی کو  
رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرع اور ایک تہنی عنایت کی تفصیل قلعجات منہج  
کی جو سیوا جی نے بادشاہی آدمیوں کو دیے تھے یہ ہے۔ پونہ حرہ و درمال کے لئے  
کھنڈ کلاہ گدہ۔ ایسا گدہ۔ چنگا۔ تلو۔ روہیرہ۔ نار۔ دک۔ ماہولی۔ بھندار۔ ورک

پلس کھول۔ روپ گڈہ۔ بکڈ گڈہ۔ سوئین۔ ہانک گڈہ۔ سروپ گڈہ۔ ساگر گڈہ۔ مرک گڈہ۔ انکول۔ سون گڈہ۔ مان گڈہ۔

اسکے بعد پھر ایک باریو اجی راجگڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آئے راجہ نے تلوار و جہر جمعہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندہ ہر کی فتح اور سیوا جی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے ساعت میں آئی مئی اسوقت فتح کے شادیانے بجائے گئے تھے اور راجہ کو اور عثمہ بھیش دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دوپہ سہ پہہ مقرر کیے گئے اور اسل منصب پنہزاری پنہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دوپہ سہ پہہ مقرر ہوئے اور چند سوار اونکے لیے بھی خلعت اور سال ہوئے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رہنگہ و کیرت سنگہ ہیں۔

شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اس فتح کے صلہ میں دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نایان اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خابنہان و دی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنہزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوئے اور باعث فخر قوم کے ہوئے۔

۱۰۰۰ مہل آج میں سود دلیر خان برصورت خلعت قامت بجا بات فراخت کھنڈا سوار تاجیان دلیر خان دوپہ سہ پہہ مقرر شدہ کہ سنہش از مہل اضافہ پنہزاری پنہزار سوار ہو۔ از انجملہ دو ہزار سوار دوپہ سہ پہہ باشندہ ۷۰۰۰ مالکگیر نامہ دلیر خان ہرمان او اضافہ نایان مطلقہ ہونڈہ بعد از مستعمل خابنہان و دی بطور فراخت از منہر منصب پنہزاری سرفراز ہونڈہ مگر دلیر خان ایسی مراتب فائز گردانندہ و باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ ۷۰۰۰ تاخ عثمہ بھیش خانی

نان بہادر شہرسل اعلیٰ مولوی دکاندہ صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۳  
 حکومت عالمگیر میں لکھتے ہیں کہ کرنل ڈف صاحب تاریخ میرٹھ میں رقمطراز ہیں کہ گود  
 پورندہ ہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ فی سطح سے بلند ہے اس پر دو قلعے  
 تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصور وں نے قلعہ سے باہر آکر  
 حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے  
 لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جا کر اونکے گھر و نکو تارا ج کر دیا اس وقت مرہٹے اپنے  
 سردار کو لیکر مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور اونکو مارا اور بہار سے نیچے اوتارا اس وقت  
 دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوئے اپنے آدمیوں کو دیکھ رہے  
 تھے کہ کس طرح قدم اوٹھاتے ہیں جب اونہوں نے اپنے آدمیوں کو ہتھتے ہوئے  
 دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانوں کو اپنے  
 پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والوں کو لٹکا اور  
 اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہو کر دلیر خان کے آدمیوں کے قریب آ گئے  
 اور سخت کوش افغان بھی اونکی تلوار سے چکرائے مگر دلیر خان نے اونکے  
 سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا سردار کے مرنے  
 ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے  
 کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ اونہوں نے سیوا جی کو اطلاع دی  
 کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

خانی خان لکھتے ہیں کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محارب سے آرام نہ ملی تھا  
 کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا مگر عجز و انکساری کی وجہ سے سیوا جی کو

معافی دی گئی اور سنہ اپنا بیاض خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافہ دہلی میں حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیوا جی دلیر خان سے ملنے گیا جو پورندہ صحر کے محاصرہ میں مصروف تھے چونکہ وہ اس وقت کی صلاح میں شریک نہ تھے اس لیے خان ظفر مند سیوا جی پر خفا ہوئے اور اسکو دھمکایا کہ جب تک میں ایک ایک آدمی مار نہ لوں گا پورندہ صحر کے قلعہ کا چھپانہ چھوڑ دے گا مگر انکو یہ خالی دہلی دینا منظور تھی سیوا جی نے خود کنبیان دلیر خان کے حوالہ کر دیں اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جنگے سپاہیوں سے اور نگ زیب کو فخر ہو لڑنا یہ قوتی ہے مجھے امید ہے کہ میں بادشاہی ملازمین میں داخل ہوں گا۔

تاریخ ہندوستان میں ہے کہ مرہٹوں کی ناگمانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریکیا تو نکلے شیخون سے اور دشوار راستوں کے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلوں کے جلالنے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوئے مگر آخر کار دشمن ہتھیار مارے گئے اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی مرہٹوں نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکو انہ ہتھکنڈے اور ٹھانر کھے گرد دلیر خان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے اور اڈے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھوں نے بڑے بڑے سرداروں کو دھوکہ اور سخت حملوں سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہمت کا اثر تھا کہ او سنے مرہٹوں کو سرنہ اونھانے دیا اس محم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیوا جی بادشاہ اور گنجان کا مطیع رہا اور پورا کے محاصرہ میں بادشاہی لشکر کی طرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی مائت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا حاجیوں کے وٹنے کے بعد پھر اسکی گوشمالی کی منتظر ہوئی تو پھر دلیر خان بادشاہ کی طرف سے بھیجے گئے جسکی سرگزشت بالترتیب شدہ جلوس میں لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ و احوالات لکھنا ہین انگریزی مورخ عالمگیر اول سیوا جی کے معاملات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالمگیر سیوا جی کو تھاڑا موش کو بھی کہا کرتا تھا گردنی بلی چوہے سے کان کتر داتی ہے جس سے اس کو ہی موش کے پکڑنے میں اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسر و سپر شبہ سپہاہوں خود کن جانین سکتا تھا سلطنت کو غضب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن میں شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جائے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالاروں کو روانہ کیا جنہیں ایک راجپوت بے سنگ اور دھڑا افغان دلیر خان تھے یہ دونوں پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیے وہ ابکا پورا اعتبار نہیں کرتا تھا اسنے ان دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا جہاں بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونوں کے واقفکار م تھے اور دلیر خان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخیں شادت نہیں تھیں مگر اسوبہ سے کان معاملات میں یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھنا مناسب سمجھا گیا۔

## نواب دیر خان کا ملک جیپور کو جا کر تسلیم کرنا

جب دیر خان سیوا جی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہنچا کہ مابہ دولت کو والی جیپور کی گوشالی منظور ہے تم جا کر ولایت جیپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی جیپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اس نے حسب معاہدہ ایک کروڑ روپیہ شیکش کا جو اس سے چاہیے تھا نہیں ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں جب اورنگ زیب صوبہ دکن کا ناظم تھا اور ملک جیپور میں طاقت الملوکی سے نہایت بظلمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے جیپور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدرا اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت جیپور بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کر کے ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھ کر اپنا لشکر اس کے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اس کے بعد شاہجہان بادشاہ کے عزالت کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لئے دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مرعیان سلطنت کے ساتھ جنگ حدال کرتا رہا اسوبہ سے والی جیپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع مل گیا اور زرمعاہ کے ادا کرنے میں تساہل دے پر دہلی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکیدہ کا جاتا وہ جیپور میں بنانا جالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اس کے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتوں کے ساتھ جب سیوا جی نے اس کے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جن میں قلعہ نیالہ کہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادل شاہ بہت گھبرایا اور اس نے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامرد

ماجرے سے لکھی اور سابق و حال کے شکیش کے اور اگر نیک وعدہ کیا چاہتا اور نگہ زیب  
 نے سیوا جی کی تنبیہ و تادیب کے لیے فوج فاہرہ بھیجی اور اسکی ایسی گوشمالی کی کہ  
 اُس نے پناہ مانگی اور دالی جی پور اُس کے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ  
 والی جی پور نے مکر و شرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیوا جی کی لڑائی کے وقت جب  
 اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیوا جی کے  
 ایصال میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے جی پور کا لشکر کا قلع و قمع کرے  
 عادل شاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیوا جی کے حدود میں تعین کیا  
 جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن میں وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیوا جی کے فساد  
 کا نفا میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل جی پور  
 کے درمیان میں سیوا جی حائل رہے اس لیے مصلحت کار کے لیے سیوا جی کے  
 پاس دلی موافقت کے نامہ و پیام بھیجے اور اس کے ساتھ ہندوستان ہو کر اسکی مدد  
 الی زرقہ اور رسد اس کے پاس بھیجی اور قطب الملک والی کو لکنئہ حیدر آباد کو اسکی  
 ملک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو غریبان  
 برا بھیمتا رہا اور اپنا رسوخ جتنا رہا جب بادشاہ کو اس کے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا  
 اور سیوا جی کی مہم سے لشکر فراغ ہوا تو راجہ جے شند اور ولیر خان کو حکم بھیجا کہ  
 بعد بند و بست طلبات مفوضہ اور ولایت سیوا جی کے تم بیچارہ جا کر وہاں کا محاصرہ  
 کرو اور خاص جی پور کے پائے قلعہ تک پہنچ کر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور  
 بربادی میں اوٹھانا نہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پا کر خواب  
 غفلت سے بیدار ہو۔

القسم۳ جمادی الاول ۱۰۸۳ھ کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندہر سے کوچ کر کے جیلا پور  
کی طرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیوچی  
بھی بوجہ اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہوگا  
ساتھ ہوا سیوچی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے  
تھے لشکر کے مقدمہ کی پیش دلییر خان تھے دلییر خان کے تاج قریب سات ہزار  
سوار کے تھے جن میں انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانوں میں  
زبردست خان لودیکان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پُردل خان  
جان ثار خان فتح خانک خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان  
وغیرہ اور انکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردار و زمین دہا بھی  
رستم راؤ سید نجابت پور نعل بندیلہ نرسنگہ کورچتر بھوج چوہان آتش خان دارو سنہ  
توپخانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی دلییر خان کی تعریف میں  
ایک لکھتا ہے کہ ہراول فوج دلییر خان تھے جن میں دلییری و شجاعت کا جو ہر حکمتا تھا  
ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ میں دیا گیا اور امین جانب فوج کے سردار  
فتح جنگ خان جو دلییر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

ہی طرح لشکر کے دوسرے حصوں کے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلیں بادشاہی  
لشکر نے طے کی تھیں کہ ابو محمد جو بہلول خان کانیرہ تھا اور عادشاہ والی جیلا پور کا ایک  
نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں چلا آیا راجہ جے سنگھ نے  
اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اسکو خیمہ زاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

۱۰۸۳ھ میں دلییری و شجاعت دلییر خان منوط شدہ ۹۹ مالگیر نامہ



اور خلعت بھیجا، جمادی الاخر کو جب قلعہ ملیٹن جو سرحد بیجا پور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیوا جی کے لشکر کا سردار یتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خانی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تین ہزار سوار تسلیم اوپہیں ہزار سوار موجودی تھے یتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعد قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد یتاجی قلعہ مشکل پسند کی فتح کو بھیجا آیا یہ قلعہ بیجا پور سے سولہ کوس چھا اور سیوا جی کو قلعہ ناتھوہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ ملیٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلیں طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کمان بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ میں آگیا اور قلعہ منگل سید جو نہایت پرانا اور دبان کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پھر چونہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اٹھارے راہ میں مخالفت کے قراول دو سے نمودار ہوئے اور رات کے وقت لشکر کے فریب حسب عادت چند بان چھوڑ کر چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچہ میں مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوئے اور ان کو دفع کر دیا۔ اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہاں سے غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز او جگہ مقام کیا دلیر خان معہ راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان قباد خان کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تہیہ نے

لیے روانہ ہوئے مخالفین انکے آئینکی خبر سکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہاں پہنچا تو میدان خالی پایا مگر انکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑھا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جہین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شہزادہ مدوی و ابوالحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوئے یہ دیکھتے ہی فزاد لیر خان بھٹے اور انکے سرو سپر ہو چکے اور کل شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو انکے خون سے لکیریں کر دیا دشمن انکے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور منہ پھیر کر نوک دم بھگے بعد دو واپسی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈھونڈنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصوں پر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قزاقوں پر حملہ کیا مگر بازی نہ لیگیا اس رد و کوب میں یا قوت حبشی جو ایک نامی سردار ان سید باطنو کا تھا مارا گیا اور سپہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آئے اور تیرہو علم گھوڑے متیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور اس جنگ میں دلیر خان اور دیگر

سلا شہزادہ خان مدوی دو آزدہ ہزار پیادہ کرناگی بشمار بہر فوج سابق جیا پور پوسٹ طرات فوج ہراول فرد گرفتہ و جلوریز تانند سیلاب کوہ۔ یہاں فوج بادشاہی زوند دلیر خان شیر نبرد در مقابل آتنا ہستقا ست در زد پہلہ ہاے پیادے رستمانہ شہزادہ خانرا ہزیت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۳ تاریخ محمد ہاشم و خانی خان۔

سلا بھر دین فوج ادادے دلیر خان و اجرا سنگد کیرت سنگد کہ در بین و یار آن خان شہاست شہار بوند نیر و شجاعت و لیسری جلوریز بر مخالفان تاختند و حصا مہم تقا مہم تہن کین بخون آن مخدولان ادیار آئین را رنگین ساختند مقابلہ تیرہ روز تیرہ و ہشادہ نیر وے باز وے سطوت و جلاوت بہادری شہاست غوے تاب ثبات در خود ندیدہ روے ہزیمت از عرصہ نبرد بر تافتند ۹۹۳ عالمگیر نامہ

سلا دلیر خان و دیگر بہادران کا مطلب پکارا جواہر سوا باز وے جلاوت کشودہ باعداد را و تفتند و حملات ستھرا تر بر آنا پیر و ضرب تیغ آباد و شان آتش را گرد مارا زرد کار شان ایگفتند۔

بادشاہی ببادرون نے ایسے علی دشمنوں پر کیے کہ انکو تلوار و نیز و ہنر رکھ لیا اور ہلاک کر دیا دلیر خان جس طرف اپنی کمال دلیری و دہدہ سے رخ کرتے تھے اوس طرف دم بھر من غلبہ کے جھنڈے کھڑے کر دیتے تھے اور انکی جمیعت کو منتشر کر دیتے تھے غرض کہ ایک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہو گیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کر چکا تو اسکے بعد سرداروں نے دشمنوں کا تعاقب کرنا مناسب سمجھا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوئے تو چاروں طرف سے اکٹھا ہوئے اور جیسا کہ شیوہ دکنوں کا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوئے اور شوخی کہنے لگے پہلے چند بان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اوپر بھی حملہ کیا تو انکا پیر نہ جا بادشاہی ببادرون نے اپنی باگ اس طرف سے موزی جب مخالفین نے نیٹاجی پر هجوم کیا اسوقت کیرت سنگھ دفع جنگ خان اوکی مدد کو پہونچ گئے اور نہایت شایستہ کار نمائی کی اور مخالفوں کو دفع کر دیا اس ہنگامہ میں بادرون کلیانی جو عہدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آئے دوسری بار دشمنوں نے راجہ سنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچ گئے اور وہ بھاگ گئے شام کی وقت دلیر خان معہ اپنی فوج کے لشکر گاہ کو آ گئے اسی تاریخ کو قلعہ دارنگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اوپر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے تھوڑی عیبت

۱۱۱ خصوصاً دلیر خان کو دے مولت و دلیری بہر طرف کہی اور دردم لوئے غلبہ کی سیلابی افراخت و سلک جمیعت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت با بھلا بعد از تردد بسیار و آویزش بیشمار مخالفان مردود رہ کر اسے فراڈشتہ بودہ ۹۹۳ مالمگیر نامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جہانگیر کے اتبہا دی  
 کی انتہا تھی ظاہر کی آخر کار مع اپنے ساتھیوں کے زخمی ہو کر بلاک ہو گئے مگر منہ پھوڑا  
 غرہ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ  
 و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدھ کوں لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی  
 سیاہی نمودار ہوئی ابو الحسنہ بھیرہ پتھر اور شرزہ مہدی اور بھیرہ بھلول اور خواص وغیرہ مع  
 دوسرے سرداروں کے ایک فوج عظیم لے ہوئے آ رہے تھے جب مخالفین تک  
 آئے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہو گئے اور دونوں طرف سے بان چھوڑنا شروع  
 کیے اور بندہ وق کی بارڑ مارنے لگے راجہ جیسنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ مع  
 اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھ کر لشکر بادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہیں انکو دفع  
 کر دیں اور میں غنیم کے قول پر جس طرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہوں غرض کہ راجہ موصوف  
 نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیوا جی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنوں  
 نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور ان کے تعاقب کو ادھر کا سرشکر روانہ ہوا اور  
 دوپلے دونوں لشکر مل گئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے  
 قریب سو آدمیوں کے دشمن کے جانے مار گئے اور بہت سے زخمی ہوئے کچھ راجہ  
 کے راجپوت بھی کام آئے ان بہادروں نے انکو تین کوس بھگا یا داود خان بھی مع  
 اپنے ہمراہیوں کے جو دشمن کے مقابلہ میں تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا  
 اور راجہ سجان سنگھ نے جوانوں کے ہراول تھے خوب کاروائی کی دلیر خان نے داہنے  
 طرف فوج کے دشمنوں پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب بھاگ کر فرار  
 سے لڑائی گذر کر بنزے دتلوار کی فوجت ہوئے مگر دشمنوں کے پیرا دکھ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۱۲ رجب کو بادشاہی لشکر نے جاگیر پور سے پانچ کوس پر پڑاؤ ڈالا اور سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجا پور قلعہ میں محصور ہو گیا بیجا پور کا قلعہ بڑی وسعت و مضبوطی میں مشہور و زگار تھا اور اس میں بڑی کثرت سے فوج و آلات حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی سپہنہیں جمع کیے تھے اور تالاب نور سپور و شا پور کو خالی کر دیا اور کنوئیں اور باویاں خاک، و خاشاک سے پاموش اور تمام عمارتیں و آبادی جو حصہ کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرض کہ جو بادشاہی لشکر اس شہر کی بربادی کرتا اُس نے اپنے ہاتھوں سے خود کر والی اور جسے تھو اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اس میں التیم شمرزہ مہدوی اور سیدی مسعود وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت میں جانور شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو شکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھا ایک روز سدا کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیمہ کی راجہ سنگھ پر لڑائی میں نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پس کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان کی طرف رخ کیا جنہیں دو سولوارین کھینچے ہوئے تھے خانہ مصروف بھی شہادت شہادت سے اُنکے دست کرنے میں مصروف ہوئے اور نہایت مردانہ و شہس کی اور سپہ اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان اور اوڈھان و کیرت سنگھ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکل کر لشکر کے جنگ کے انتظار میں کھڑے ہوئے بادشاہی لشکر سے اشخاص نہ کور دشمن کی طرف جارہے تھے مگر راستہ میں راجہ رانگھ و قطب الدین خان دیگر ادر سپہ نینم کو دفع کر کے فتنہ واپس آ رہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکر گاہ میں داخل ہو گئے چونکہ قلعہ  
 بیجا پور کا محاصرہ لشکر شاہی کے زیر نظر نہ تھا اس لیے کوہخانہ سنگین جو اس مستحکم قلعہ کے  
 لائق ہوا در دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہیں لے گئے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ  
 بیجا پور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے خرابی کا اوتھانہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا  
 نشان اس اطراف میں نہیں باقی چھوڑا تھا اور لشکر میں پانی و غلہ وغیرہ کی رسد کی  
 بھی نہایت قلت تھی اس لیے صلاح وقت اسی میں دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر  
 کی جسے شاہی حدود میں غبار شور و شس کا اوتھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا رجب  
 کو نواح بیجا پور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کی طرف روانہ ہوا اور تانچ  
 کو دریا سے ہمراہ پر قیام کیا اس دن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہنچے اور ابھی فجر صفت  
 بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کی موافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار  
 ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کو لیر خان کی طرف بڑھا دیا لیر خان نے ایسا مردانہ حکم کیا  
 کہ ان کو ہلاک کر دیا ایک گروہ اور دود خان کی طرف بڑھا اور دوسرا گروہ سہان سنگ  
 کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادروں کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفرد ہو گئے  
 اسی زمانہ میں سکندر خان جو قلعہ پر نیدہ سے لشکر شاہی کو آ رہے تھے چھ ہزار دشمنوں  
 لے کر اوپر نرغہ کیا اور خان مذکور نے انتہائے شجاعت سے مقابلہ کر کے جان دی  
 اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں  
 بیان ہو چکا ہے۔

القصبہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے انکے دفع کرنے کے لیے

سلطان فتح بلوچ لیر خان کے ساتھ اور دود خان مذکور باوجود مردانہ کردار اور فوج کا شان برآوردہ (۲۰۰۰۰) عالمگیر نے

چند روز قیام کیا دیانت رائے جو مادشاہ کا بڑا معتمد تھا وہ اسکی طرف سے حسب  
 کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرتب  
 آلات بھی جو اسنے بھیجتے دیے بیان سید عبدالغفر زبیری کو قطعہ منگل بید کی قلم  
 داری اور محافظت پر مقرر کر کے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولا پور اور پریندہ کے  
 درمیان قیام کرے اور وہاں سامان رسد وغیرہ چھوڑ کر چریدہ طور پر دوسری باترقت  
 بیجا پور کو روانہ ہوا اسی ضمن میں سیوا جی کے فوج کا سپہ سالار نیتا جی سیوا جی سے جدا ہو کر  
 مخالفین سے جا کر مل گیا تاہم کو شاہی لشکر موضع لوہری پر گنہ پریندہ میں آیا اور دشمن  
 کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان سب سمول  
 ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے سفین باندھ دین  
 اسوقت لشکر کے واسطے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے  
 اشارہ سے نالہ سے اوتر کر اس طرف کھڑے ہوئے دلیر خان جبکہ تھے وہاں سے  
 استدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہاں پہونچ کر ٹھہر گئے راجہ نے  
 قلب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائنگ کو بائیں جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ  
 لشکر کو نالہ سے اٹار کر پڑاؤ کی محافظت کریں اور خود نہایت جلد نالہ سے اوتر کر دلیر خان  
 اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہو گئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج  
 سے جدا ہو کر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوئے اور باقی دلیر خان کی طرف

۱۵۔ دلیر خان با فوج ہراول برہم سہو پیشتر منزل رسید۔ ستور ہر روز وہ پیش لشکر گاہ منت پہونچا۔ اما ملیر

۱۶۔ دلیر خان از جگہ کہ بودہ پیشتر آمد و بجائے کہ بان اعداے میر سید قرار گرفت

۱۷۔ باقی فوج روہمے دلیر خان نہادند و از جملہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ داؤد خان بودند پیشتر  
 بہست دلیر خان شش تہذیر ہجوم آوردند و کیاس از روز ماندہ متوران با فوج دلیر خان بکارزار آمدند آن خان

مجھے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معاً ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجائے تھوڑی دیر کے بعد بھلان سات ہزار سواروں کے کہ جو راجہ اور دادو خان کے برابر تھے اونہیں سے زیادہ تر دلیر خان کی طرف دوڑے اور اوپر هجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر لڑ گیا ایک پہاڑ پر رہا تھا کہ دشمنوں نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کر نیکو اوٹھے اسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنوں کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈال دیا

غیرت خان اور مظفر خان خانموصوف کے دونوں بھتیجے ساتھ تھے اور انھوں نے بھی اسے حجاز کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادران دکھائیں دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے بھٹکتے تھے اور جس طرف اپنی فوج پر دشمن کا غالبہ پاتے فوراً وہاں پہنچ جاتے اور دشمنوں کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہادت شعاریہ حق تعالیٰ بکار و آمد و بیکار شہادت مردانہ و عطا و لبرانہ ملکیت  
آمار از ارحم بخت و جیسے از روضہ اوابر پڑوہ را بہ تیغ الماس گون پون بجاک معرکہ برآینست غیرت و مظفر  
یاد و زار و ادو گریز میانه این باطنشان و بندہ دین سے خداش نشان دوران فوج بودند و ستبر و پاس نمایان نمودند و در ہر  
طرف کہ بر سپاہ نصرت و جہاد انجیلارہ - و ہر جو منعم کار تنگ میشد ایرخان خود را رسانید و شہنان منکوب را  
منکوب میساخت چون مخالفان نہ بقدر فوج ویرانی طبع نہ بستند خامر و نا کام از ان سمت عمان ہست بر تاخت  
ضرب و تامل را جو دو دو و ان بود و حق نہ نہ نہ نہ - مالگیر نامہ

د. حضرت که برفیق: شاهی علی، گیسوان میشد لیر خان خود را میر سلیم شاه نامیده منتهی ۳۴۰



عمل میں آئی کہ دشمنوں کو سنبھلنے نہ دیا اور ان کی صفیں بے بند ہونے  
 دیں جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہو کر  
 اس طرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داد خان کے مقابلہ میں  
 قتل شامل ہوئے راجہ جے سنگھ نے اس وقت نواب **کلیسر خان** کو اپنے پاس  
 بلایا اور بائیں جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان غیرہ کو اپنے  
 آگے کر کے ان ظالموں سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ میں مخالفوں نے اور بھی  
 شونہی شروع کی شہزادہ سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفوں پر  
 حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا وکیتوں کا جسد  
 مقدس ورتھا انہوں نے کوئی کوشش لڑائی نہیں اٹھانے لگی مگر آخر مجبور ہو کر ناکام و  
 لشکر شاہی نے دس کوس اذکا تعاقب کیا اور فتحمنہ واپس آیا ایک سو نوے بادشاہی  
 بہادر کام آئے اور دو سو پچاس آدمی زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ  
 لوگ قتل و زخمی ہوئے بعض زخمی آدمی دشمنوں کے جو گرفتار ہوئے ان سے معلوم ہوا  
 کہ خواص خان و شہباز خان سردار ان فوج مخالف بھی زخمی ہوئے لشکر شاہی نے تین  
 منزلیں طے کر کے غرہ شعبان کو قلعہ پیندہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام  
 کیا یہاں معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدر آباد نے عادل شاہ سے اتفاق کر لیا  
 ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شہزادہ کے ہمراہ پہلے بھیجے  
 تھے اور اب اپنے خواجہ سہارنشاہی کو جو نیک نام خان مشہور ہے اسکو چھ ہزار سوار  
 پچیس ہزار پیادے دیکر روانی بجا پور کی مدد کو بھیجا۔ ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر  
 نواحی پیندہ سے اس قصد سے کہ عادل شاہ کی ولایت کو دوبارہ جا کر جہانگیر ملک

برباد کرے روانہ ہوا۔ محمد رمضان سے جلوس کو تلجا پور لشکر پہنچ گیا پھر وہاں سے  
 جا کر قلعہ کنوٹی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلندہ فتح کر کے قیام کیا اس عرصہ میں نیتاجی بھی  
 دشمنوں سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے  
 دہلی کو روانہ ہوا۔ سنبھاجی اسکا بیٹا اور پان سو اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ  
 تھے۔ ستنہ جہری کا زمانہ تھاراجہ بے سنگھ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی  
 عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہنچا  
 تو بادشاہ نے رام سنگھ ولد بے سنگھ اور نخاس خان کو اسکے استقبال کو بھیجا۔ اسنے  
 پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے  
 اشارہ سے وہ پنجزاری منصب والوں میں بھلایا گیا سیواجی ہفت ہزار مہی منصب  
 کا متوقع تھا۔ فرودہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت و جالت کا اثر بادشاہ کو محسوس  
 ہوا۔ عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا۔ اسکے لیے  
 خلعت و جواہرات و ہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیاری کا بہانہ لایا اور ایک  
 کونہ میں علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں  
 وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ بے سنگھ کے مکان کے پاس شہر کے باہر  
 ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگھ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول و قرار ہوے  
 ہیں اور وہ مجھ سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مہر کیو برابر حاضر ہوتا رہا۔ فواد خان  
 کو وال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگھ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھے  
 ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کر کے گیا ہے اگر فضل و کرم بادشاہ  
 اسکے جرم سے درگذر کر گنا تو میں احسانمند ہوں گا۔ بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پہرہ اوٹھا دیا سیوا جی موقع پا کر ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیوا جی کے فرار ہو جانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے راجہ جے سنگ کو لکھ بھیجا کہ تینا جی جو سیوا جی کا سرنیز اور اسکی فوج کا افسر ہے اسکو گرفتار کر کے دلیر خان کے ہمراہ بھیج دینا چاہیے اور عملہ تودار کے نام گزر برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیوا جی جسجگہ لجاے اسکو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں روانہ کرنا چاہیے۔

القصد جب سیوا جی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ میں بادشاہی لشکر کے قریب شہزہ مدو می معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکناز خان دو تاجی پر نرغہ کیا بادشاہی بہادر وں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قلت سپاہ سے اوپر میدان تنگ ہوا بہت سے لوگ کام آئے آخر دینین دلیر خان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ خان شہامت نشان فوراً بلا توقت معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوئے جسجگہ لڑائی ہوئی تھی وہاں پہونچنے رات کے وقت وہاں قیام کیا اور فریادیں ادا میوں کے جو کام آئے تھے انکی لاشیں اونٹوں کے حکم دیا کہ لاشیں خاک سے اٹھا کر جو مسلمانوں کی ہن وہ دفن کیا میں اور ہنوں کی جلانی جائیں راجہ رائے سنگ بھی لشکر گاہ سے کوچ کر کے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

سلا اور آخر روز دلیر خان زخمی آگئی۔ اور آن خان شہامت نشان بلا توقت با فوج ہراول روانہ ہو کر شہر و محلیک جنگ واقع شدہ بود و رسید شب آخر توقت گزید و قریب مدو و بجاہ تن از مبارز اسے کہ جان شاد شدہ بود و اشارہ کرد کہ شہامت آہنای از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کرند و ہندو ائمہ اسوقتند و راجہ رائے سنگ نیز با اشارہ راجہ آوا خرب رفتہ باد پیوست خانہ کو روز دیگر بدن اعادے کہ مسافت نہ کرد۔ از جنگ گاہ اقامت ششم روان شد و خانانہ استماع خبر آمدن اور دوبارہ فرار نہادہ ۱۱۰ عالمگیر نامہ

دشمنوں کے دفع کرنے کے لیے جو اس جگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے تھے روانہ ہوئے مخالفوں نے دلیر خان کے آنے کی خبر سنی تو بھاگ گئے ہ شوال کو نینک سے لشکر بادشاہی اوسہ کی طرف پلٹا اور ہ کو مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر جاپور و گلکنڈہ کا سواے ابوالمہد اور رضا قلی کے جو چھ پین تین فوجوں پر تقسیم ہو گیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شہزادہ مدوی اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حبشی اور تیسرے حصہ کا سردار نمیرہ بملول ہے اس خبر کو لشکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کا رزار مہیا تھا اتنے میں سے پہ کو خبر ملی کہ شہزادہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالہ کے سر پہ آ گیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے دور تھے اوسنے لے لیے ہن اور دونوں فوجیں آکر دادو خان و قطب الدین خان سے جو رسد لانیوالہ کی خبر گیری کے لیے مقرر ہوئے تھے مقابل ہوئی ہن اور انھوں نے اونٹوں کو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوئے آ رہے ہن جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو دوسرے وقت دلیر خان معہ اپنی ہراول فوج کے جانتیک جلد ممکن تھا آجگاہ پہنچنے

لشکر دلیر خان با فوج ہراول تھیں ہر چہ تا مگر کہ کات یہ نامہ کہو بیستہ کہ اور نانانی قطب الدین خان با فوج ہراول تھیں روانہ شدہ چون پانچواں دن آتا تھا فوج از آمد اقصا دیکھ از متب فوج دادو خان قطب الدین خان را پیدا از جنود حالت جدا شدہ باین سمت کہ نامہ کہ میرفت آمد ہوا آخان جلالت پرورد بر آن رو باہ صفقان حملہ آور شدہ آنا را تفرق ساخت و از آنجا بہتر رفتہ در مالیکہ دادو خان و قطب الدین خان دو سب کی را سامان تعرض معاندین آنا سکرانہ تر تین ہودہ از رسمیت خاطر با فوج غیش مع کہ آراکے ہزدو ذہنا ہوا ہست و دیخان غیرت بر او نہ دلیر خان کہ تیر سے او ہزدو مذکب جلالت برا کھنڈہ دلیرانہ ہر مخافان تا نقدہ وایت طلبہ استیلا افراتہ بیستہ رابر خاک لڑاک انداختند چون فوج دیگر از ان پس او بار یکبارک رسیدہ دلیر خان از نیل نبت رود آمدہ ہر اسپ سر او شدہ و ہر یزد بر سران سپہ بختان بسید جلدی سر خنڈہ مت و دیہی رودے جہات و جہات شان از عہدہ کار ہر زناخت و بیستہ سے راحمد مصاصم انتقام سامنتہ تا و کردہ و رہے آن ہر بران شقاوت ہزدو تانخت ۱۰۱۲ مالکیر نامہ

دلیر خان جس طرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑھے  
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان اور قطب الدین  
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کریں اپنے لشکر سے جدا ہو کر آ رہی تھی دلیر خان  
نے ان رو باہر صفوں پر حملہ کیا اور اسکو متفرق کر دیا دلیر خان اوجگہ سے فرست  
کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چو پایہ دشمنوں  
سے چھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہیں اور نہایت اطمینان سے دشمنوں کے  
ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہیں دلیر خان اونے جا کر ملے لودین خان اور غیرت خان  
دلیر خان کے بھتیجے جو انکے سامنے تھے انھوں نے اپنے گھوڑے اونٹوں  
اور نہایت شجاعت سے مخالفوں پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسا کر کے خاک  
ڈال دیا جب مخالفوں کی فوج اور ملک کو آگئی دلیر خان پانچھی سے اوتر کر  
گھوڑے پر سوار ہوئے اور جلوہ نواز کے سر پر پہنچ گئے اور اپنی خدا داد  
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھائے کہ مخالفوں کا صف  
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شیریں تیغ بیدریغ کیے  
دو کوس تک دشمنوں کو بھگاتے لے گئے دلیر خان کی روانگی  
کے بعد راجہ نے کچھ بندہ و قبیون اور افسر و نکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور  
غنیم کی نمودار ہونے کی طرف متوجہ ہو گیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح  
جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھ کر خوب لڑے آخر کار دشمن مغلوب ہو کر  
بھاگے راجہ دلیر خان کی طرف جلیکے لیے بڑھے مگر سنا کہ دلیر خان مظفر و منصور ہو کر آ رہے  
ہیں ہر رات گئے کل فوجیں بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آ گئیں اس لڑائی میں دو سو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پینسٹ زخمی ہوئے دشمن کے لوگ اس سے دو چند قتل و زخمی ہوئے اور ایساں مددی معروف بہ شہزادہ خان جو رکن عظم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری میں کامل سردار تھا اس کے ہاتھ میں گولی کا زخم اور مونڈے میں نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اس کو اٹھا لیکے اس کا چھوٹا بھائی بھی زخموں سے چور ہو گیا اس معرکہ میں بائیس ہزار سوار بچا پور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلجا پور سے کوچ کر کے قریب قلعہ تیر کے جو پرگنہ دہو کی متعلقہ جیجا پور کے ہے پہونچا اور پڑاؤ الا ابھی کل لشکر نہیں آنے پایا تھا کہ جیجا پور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا پامال ہے یہ خبر سن کر فوراً دشمن کی طرف روانہ ہوئے اور دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کھلا بھیجا کہ جہاں تک ممکن ہو جلد آئیں دلیر خان

سنت راجہ دلیر خان دیگر سرداران فیروزی نشان پیام دیا کہ خود رازدو تر برسانند و آنا نیز در را دراجہ پوستاند چون بغیر نزدیک رسیدہ دلیر خان پیش رو سے راجہ شد راجہ بکسلند در دست خان مذکور قرار گرفت و از نیم راقبت نیم خواص پیر شہزادہ مدوی و دیگر جیجا پوریان و حیدر آبادیان قطب اسکی با قریب ہشت ہزار رو برو آؤن و قطب الدین خان تحت آراشتند و نیز ببلول با تمام افغانان جیجا پوری و انکوی بھونسل و مانک جی کو اپرہ و دیگر مرہٹوں سے جیجا پور و شہزادہ مدوی کہ فوجے گران بودند بر دلیر خان مقابل شدہ بائے چند انداختند آن خان شامت نشان بھنگ تو بچانہ متیہ با شدہ دلیرانہ عمدہ جلالت برفہ مخالفان برانگیخت و نزدیک بانمارہیدہ و بیج تیر و سندان خوریزیان گردہ باطل ستیزہ راویخت و چون ہشتعال نیزان حرب و قتال شدت پذیرفت اندکے سنگال سطوت و دولت مجاہدان پیش اقبال راتاب نیاوردہ روئے ہمت از مقابلہ بر تافتند و دلیران عمدہ نیرو و شیرانیشہ نوزدان روئے ہمتان شقاوت کیش را پیش افغانہ بتقابل درآمد غیرت و ہمت برادرزادہ ہلے نہ تزلزل کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوشش شامے مردانہ جملے آوردند و میراد برادرزادہ دیگر شہزادہ ہلے کار سے برداشتہ از مرکب فرو افتاد دلیر خان بہر حال علیہ از پاد مخالف مشاہدہ میکرد و پانچوے شہادت و مردانگی خود را سانیہ برفہ انسانی پر داخت ماحہ نیز کہ ہمت از آن خان بسالت آئیں بود مسامی شایان و ملا شمسے نمایان بقدم رسانیدہ سفر ۱۰۵ مالکیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راجہ من راجہ سے مل گئے جب غنیم کے نزدیک پہنچے  
 دلیر خان راجہ کے آگے برستے اور راجہ رانگہ دلیر خان کے ایک طرف ہو گئے  
 دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شہزادہ مدو دی اور دیگو بجا پوری وحید آبادی  
 قریب سات ہزار سوالہ کے قطب الدین خان و داد خان کی طرف بڑھ کر صفت آرا  
 ہوئے اور نہرہ بھلول مہ تمام افغانان بجا پوری اور انکوئی بھونسہ و ناکی کو اپرہ  
 اور دیگر دہ بٹے بجا پوری و شہزادہ حیدر آبادی بٹے کے ساتھ عظیم الشان فوجیں حسین  
 دلیر خان کے مقابل ہوئیں آئے پہلے انھوں نے چند بان حسب عادت چھوڑ  
 ا و سوقت خان شہامت نشان دلیر خان تو پخانہ کی جنگ  
 کے پابند نہ ہوئے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفوں  
 کے سر و نہر ہونچ گئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سان  
 خون ریز سے ان نابکاروں کو خونیں ڈبوں نے لگے نہایت سخت  
 مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہائے حد پر پہونچ کر بھڑک  
 اٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لائے اور اس شیر شجاعت کے  
 سامنے سے مثل رو باہ کے بھاگے اور انھوں نے انکا  
 تعاقب کیا غیرت خان و نعمت خان دلیر خان کے بھیتے  
 جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے انھوں نے بھی خوب  
 بہادری کی اور رحیم داد خان دلیر خان کے تیسرے بھیتے ہوئے

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جو انہر دو جن نے  
 اس جنگ میں کاری زخم کھائے دلیر خان جسبگہ مخالفت کی  
 فوج کا غلبہ مشاہد کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت سے  
 وہاں پر فوراً پہنچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے  
 بھی جو اس وقت دلیر خان کے ہاتھ کیطرت تھے خوب بہادری و مردانگی دکھائی  
 دشمنوں نے موقع پا کر جادون رائے پر جو فوج سے کسی قدر دور تھا ہجوم کیا اس نے  
 بھی مع اپنے ہمراہیوں کے دشمنوں کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا  
 کچھ اسکے ہمراہی کام آئے اور کچھ زخمی ہوئے راجہ رائے سنگھ اسکی مدد کو پہنچ گئے  
 جب مخالفتوں کی کسی طرح کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بجائے سات کوں ساتھ بادشاہی لشکر نے  
 مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب  
 غنیمت کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے راجہ جیسنگہ داود خان  
 و قطب الدین خان کو خواہ اس اور سپہ سرزہ مددوی وغیرہ کے مقابلہ میں چھوڑ کر دلیر خان  
 کی خبر اور ملک کو روانہ ہوئے ایک کوس پہنچے ہوئے دیکھا کہ یہ گروہ غنیمت کا اس  
 قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کریں داود خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

۱۵ داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیرازہ تھے انکے باپ خان جان خان لودی  
 کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ ہولہ پور میں مار گئے شیخ داود شیرازہ داما شکوہ کے ملازم ہوئے اور مترجمان و طبیب  
 میں فوجدار ہے انھیں ایام میں حسب اسد علی شیرازہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سر ملتا اور  
 بعد ہمارے داراشکوہی و مالگیری کے بکری سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوئے عالمگیر نے خلعت پہنکر انکو بلوایا بکالین  
 سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرت سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے



سے منہ پھیر کر آ رہا ہے مگر اس جگہ سے پھر گیا اس حال میں خبر آئی کہ دلیر خان کے  
 ہمراہی دشمنوں کو بھگا کر دور لے گئے ہیں اور ان کے تعاقب میں متفرق ہو گئے  
 ہیں اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہیں راجہ یہ سن کر فوراً ایک پہاڑی  
 جو ان کے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے، دلیر خان کے نزدیک سے  
 کیرت سنگھ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے  
 پاس پہونچنے لکے ہوئے ہیں کہ مخالفت کی بڑی فوجیں گوشمالی پا کر بھاگ چکی تھیں اور دن  
 آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ  
 اپنی باگین لٹنچیلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لیں اور لشکر گاہ کو روانہ ہوں اسی ضمن میں  
 فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اسکو پکڑنا چاہا جس پر فتح جنگ خان  
 و راجہ نے دشمنوں کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں ہم نقل  
 کر چکے ہیں۔ جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو خوشی کے  
 تقاضے بجاتے ہوئے اپنی قیام گاہ کو واپس آئے اس جنگ میں حیدر ترکان  
 جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بجا پور اور گلگندہ  
 کی فوج مار گئی جس میں موسیٰ افغان و دبیرہ بھلول اور مانگونی سپہنایک کمرہ اور دیگر  
 مخالفت کے سردار مار گئے اور قریب ایک ہزار کے غنیمت کے آدمی زخمی ہوئے اور  
 بقیہ صفحہ ماقبل سرفراز ہوئے پنڈے کے صوبہ دار ہے اسکے بعد زمیندار پلان کی گوشمالی کی اور اسکے  
 دار الخلافت میں حاضر ہو کر سیواجی کی گوشمالی کے لیے حسب احکم شاہی دکن کے اسکے بعد غازیوں کے  
 صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ برار کے صوبہ دار ہوئے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہیں  
 اور خوب خوب بہادران کی ہیں بیٹے کا رگزار اور بہادر شخص تھے انکے بیٹے حمید خان تھے بڑا بہادر  
 سید عالمگیری میں ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایک سو پچیس آدمی کام آئے اور سات سو چورانسے زخمی ہوئے  
 بادشاہی لشکر نے تین روز وہاں قیام کیا اور ۱۵ تالیخ کو دو منزلیں کر کے دس  
 کوس پر دریائے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دبار وین پراؤڈ الایہان یہ آکر  
 اسے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیلئے اسلحہ بادشاہی لشکر سالانہ  
 لشکر گاہ میں چھوڑ دے اور سبکبار ہو کر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ یقعدہ  
 کو اسطور پر دریائے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دبار ایسین کی طرف جہان دشمن  
 کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اٹھناے راہ میں یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج  
 نے بادشاہی لشکر کے آئینگی خبر پا کر فرار کیا اور تلجا پور چلی گئی ۲۷ تالیخ کو موضع لحری  
 میں جو پرگنہ پرندہ میں ہے دریائے سین سے گذر کر دریائے ہمرہ کے کنارہ قیام  
 کیا وہاں نیرون سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولا پور کی طرف جمع ہوئی ہے او  
 عادل شاہ نے یہ امر یقین کر کے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں میری فوج کو کامیاب  
 نہیں ہو سکتی بلکہ ایرانی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سردار ابوالمہدیہ بختہ کہ معہ  
 اس لشکر کے بناس خیل مشہور ہے بلایا اور دیگر سردار و کلو ترک جنگ کا حکم بھیج  
 اور یہ بھی لکھ دیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود میں رہے تم شولا پور کی طرف  
 پڑاؤ نہ کھو اسطورح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بجا پور کی کمک کو بھیجا تھا حیدر آباد  
 بلوایا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر  
 ہوا تھا اور اسنے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھانہ رکھا اور تمام محالات بجا پور کو کمزور  
 و تاراج کر ڈالا اور جتنی مرتبہ سخت آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنوں پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جائے اور موسم برسات کا وہیں گزارے اور بعض سردار اپنی جاگیر و نہر جائیں تاکہ وہ وہاں آرام پا کر سودہ حال ہو جائیں۔

تایخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ میں خان بہادر شمس العلماء لکھتے ہیں کہ جب بادشاہی لشکر بجای پور کو بر باد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اٹھا کر کھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت میں دشواری ہو گئی اس لیے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کی واسطے قصبہ دہار کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن میں دکن نوکاریہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا لہذا مین بیکار ہو گئیں تیر و نکے پر اوڑ گئے تلوار و نکی دھارین کند ہو گئیں ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آ گئے دو نون طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوئے اہل بجای پور المفسس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوئے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اسے حکم بھیج دیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جائے اور برسات وہیں گزارے اور بعضے امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائیں اور دلیر خان میرے پاس آئیں۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ قلعہ منگل بیدہ میں شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہاں جا کر تو پناہ اور دیگر جو سامان ہے اسکو لیکر قلعہ خالی کر دیں دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاند رات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگہ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ میں جس قدر باروت و سیسہ تھا بند و قچیوں اور بیلداروں وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکر گاہ کو لیجائیں اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جس قدر موجود تھے انکے بابت لشکر والوں کو حکم دیا کہ جانتیک ممکن ہو خرچ کریں اور جو کچھ بچے آگ لگا دیں اور قلعہ کے انگر و نکلے مگر ان کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جانتیک ممکن ہو سکے منہدم کر دیں غرض کہ بعد فراغت ان کاموں کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ میں تھے سب کو اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکر گاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریائے بھرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرندہ کے نواح میں جا کر قیام کیا اور وہاں سے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر میں آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اس طرف قیام رہا اسی زمانہ میں سیوا جی نے دار الخلافت سے فرار کیا اور راجہ جی سنگھ کے نام شاہی حکم پہنچا کہ نیتابی جو سیوا جی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کر کے دلیر خان کے سپرد کر دو اور خان نہ کو راسکرا اپنے ہمراہ لیکر جاوے حضور میں آئیں راجہ نے نیتابی کو فتح آباد میں تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیج دی اور وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہو کر لشکر شاہی میں آگیا راجہ نے اسکو مع اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کر دیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوئے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کی طرف روانہ ہوئے

۱۵ ربیع الاول میں راجہ جی سنگھ صاغر شدہ کہ نیتوے غویش سیوار دشمن نمودہ دلیر خان سپارد و خانہ کورا ورا ہمراہ گرفتار۔ پنجاب خلافت آوہ راجہ جیے جیے آوہ دن نیو کہ دستخ آباد بو تعین نمودہ آن جامہ اور انجم جادی الاشلے بشکر غفر شرف سانسید نہ و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسینشس بدو سپہر احترام و شرف اندوزی اباد اک شرف اسلام سبق ذکر یافتہ پامرش خا لدلیر خان نمودہ آن خان ببالن نشان روز درگیر پیر زیا راجہ جدا و بدو موجب فرمان طلب و اندوڑ گاہ مملی شدہ صفر ۱۰۲۱ مالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کوراجہ جسنگ و بان سے چلکر جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہنچے جب نیتاجی دہلی میں آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا اور عالمگیر نے اسکو سہ ہزاری ہی ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے محمد قلی خان کا خطاب مرحمت کیا۔

## نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیر خان بیجا پور کی مہم سر کر چکے اور سب لطاف و اسطنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ میں کہ وہ ان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنی اسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا کہ بہانہ تک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال سچلت سے آ رہے تھے اور دریائے نریدہ سے اتر چکے تھے کہ نیرنگی تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہو گیا اس جنگ کے ہونے کی وجہ ایک یہ بھی مورخوں نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانروا سے ایران نے سستہ جلوس عالمگیری میں اپنے سفیر بوداق بیگ کو معینیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت میں مع نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سستہ میں اورنگ زیب

نے اپنے میاں سے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہنچا تو شاہ ایران کچھ کمزور خاطر نکلا اور سفیر کو کہہ کے ساتھ نہایت کج ادائیگی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ ظاہر کیا جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرج آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فرج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان میں متعین کیا اور خود فرج آباد سے اصفہان میں آکر سامان جنگ میں مصروف ہوا جب سفیر کو یہ حال دیکھ کر ہندوستان کے حدود میں پہنچا تو اس نے اس امر کی غرض سے اورنگ زیب کے حضور میں روانہ کی اور رنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ منسگیر ہوئی اور اس نے ایران پر فوج کشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد مظہر کو معہ راجہ جسوٹ سنگھ کے میں ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کر کے کابل کو بھیجا اور کساکہ تھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آنا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہو گیا اس مہم کے لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروں کے نام طلبی کے احکام جاری کیے اس ضمن میں دلیر خان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب حکم منزل مقصود

لے چون دلیر خان تاران ولایت بجز اور پورہ اختہ ماہ شاہیہ انشا پر روانہ ہوئے شاہزادہ شاہ عباس ثانی کو بزم پاکدہشی و زم آنامی، امیر فرزانہ، لشکر سپہ ہندوستان اظہار سیکر و جانب عالمگیر با کفر سواران سپہداران و حکام طلب غنہ و یافت دلیر خان تیرہ سال تمام حسب الطلب بر بنیان سرعت و تعجل روانہ شدت از دیار یلے نزد آئہ شدت ہو کہ از تیرگی تقدیر بیات ستار شاہ ایران میرے گرد و دہر آشوب با ظفر آزمائہ دلیر خان و صول بریلین بمیے از ہرا بادشاہی کہ وہ داشت عفت خان جانب چاندہ دو کو کدہ منوہ ماہر الامہ خان از عالمگیر نامہ

خان شاہیلیا طلب دلیر خان و بہادر خان و داود خان و دیگر سردار سپہداران کو اپنی سریر و دن نشان دور و دور و دورہ یافتہ مکر شہ کہ بر بنیان سرعت و استقبال خود را بسایہ چتر اقبال رسانند، عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہو۔ اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے  
 چلکر ملتان اور قندھار کے زینداروں کی عرضیاں آئیں کہ شہاد ایران جب فرخ آباد  
 سے اصفہان کی طرف چلا تو رادین اسکو خنق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے  
 عرصہ میں مابعدہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور دو ماہ درج الاول میں  
 اس دارمذہور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بودلاق بیگ لشکر  
 ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہنچا اور وہاں امرا و ارکان  
 دولت کے اتفاق سے اونسے سختی مرزا کو جو پڑا بیٹا شہاد ایران کا تھا تخت نشین  
 کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے باکرہ لگایا مالمکہ کو شہاد ایران کے مرزکی  
 خبر سے خوشی نہونی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شہاد زندہ رہتا تو فیما بین  
 میرے اور اسکے صحت آرائی کا مزہ تھا اور اب تھانلے مروت نہیں ہے  
 کہ ایران پر لشکر کشی کیجئے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیج دیا اور اس معرکہ  
 کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیوگڑھ و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہاں  
 راجاؤں سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت پانڈھ اور دیوگڑھ کے راجاؤں نے سرکشی کر کے بغاوت

دیوگڑھ اورنگ آباد کن کے متصل واقع ہے اسکو مہاشاہ افغان نے دہلی اور جاٹ کر آباد کیا تھا اور اس  
 دولت آباد کو کھانا کش اور بابا احمد بھی دہلی سے لیا کر آباد کیے تھے جو دین مومن ہوئے اوسنے وسط ہند میں  
 مقام واقع ہوئیے شہر بابا اور درہ اساطت بنایا تھا

اختیار کی تو اورنگ زیب کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے او سنے دلیر خان کو  
 پہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان بھیجا دلیر خان جاپور کی سرکوبی کر کے  
 حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں آ رہے تھے کہ اسی اثنائیں ایران کی مہم کا  
 معاملہ پیش آ گیا اور اونخون نے حسب احکام او دہر کو رخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے  
 انتقال سے وہ مہم منسل ہو گئی یہ ہنوز دو منزل دریا سے نربہ سے گزرنے پائے  
 تھے کہ وہاں پر بادشاہی فرمان انکو مل گیا او میں لکھا ہوا تھا کہ جبکہ پہونچے سو وہاں  
 سے غور او پس ہو کر چاند اور دیو گڈہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا پاسبیے اور وہاں  
 کے باغی را جاؤں کی واجبی سزا کرنا پاسبیے دلیر خان فرمان کے پونچتے ہی اسطرت  
 کو روانہ ہوئے او وقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانوں کا تھا اور اسکے  
 علاوہ دیگر سردار جنین قادر داد خان و زبردست خان و آتش خان برق انداز خان  
 زند و لہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ را و بباہ سنگہ ہاڈہ را و کرن بھورتیہ راجہ خرسنگہ

۱۵ درین حکام تعین افغان بالکشا است بسر کردگی دلیر خان بر سر زمین پانہ وہ بہ ارگشن و از خواہنات  
 و او ان شیکیش شانت باو لیلے دولت

۱۶ بنا بر تہذیب آن و گو شمال آن نسران مال پیش نہاد بہت نسر و انگشت فرمان قہران بلال بدلیر خان  
 کہ با برنے از حاکم منبر و کن بعد نسران از ماتحت ولایت جاپور بہ پیشکادہ شور طلب شدہ بود و او  
 گشت کہ بہ جاکہ کہ سیدہ ہاڈہ بخیر و درویش و لایع التوزیر گشت تا با بحر ابان بر سر ولایت آن مترو و رو  
 آن خان مذکور و منزل از دیو گڈہ سے نربہ و گڈہ سے و کہ وصول یرایع کرامت نشان مباہی گشت بازند و لڑن  
 و راجہ بران سنگہ بدو و ادساہ سنگہ ہاڈہ را و کرن سنگہ بھورتیہ و راجہ خرسنگہ کو ر جکت سنگہ ہاڈہ و قادر داد  
 خان و زبردست خان و آتش خان و برق انداز خان و کرنہ و گڈہ سے و گڈہ سے و گڈہ سے و گڈہ سے و گڈہ سے و گڈہ سے  
 بجای از خرد زمر متکہ گشت ۱۰۲۳ م غمہ مالگیر



## کورجک سنگه وغیرہ سب انکے تاج و ہمواد تھے آخر جادوی اخیرین دلیر خان منزل

سلطہ واسطہ شعبان دلیر خان بالفوج قاہرہ و ولایت پانہ رسیدہ و باغی ملار زمینہ اربطوت عساکر نظر قدمت  
خوف و عجب بر باطن شہالت مولائش استیلا یافت باکیا نام شخصے کہ ہمارا الممام او بود نزد دلیر خان فرستاد  
اخبار غزو بہتال نہ امت بر سوابق بر ہم نمود و واسطہ ماکر و کہ چون آن زمان مذکور نزدیک نمود باین  
مسکنت و خشونت آمدہ حافی گروہ خانہ کو بہمناس اور اپرایہ انجلیج بخشیدہ و فرستادہ بازار گردنید  
کہ نوید حصول این ممول چہ و سانیہ آن شہالت کیش را بیاورد چون ناکیا از اشکریہ و زمی معاودت  
نمودہ خاطر وحشت زدہ اور از جانب دلیر خان ملین گردانیدہ او این متفر را فونٹ عظیم و نعمتہ ترگ شناختہ  
بلا وقت بفرم ملقات آن خان شہامت کہیں باہر کز نام پسر مین خویش روان شدہ و سبیلہ از رویہم  
سکون بہت پیشکش نہ کار بادشاہی کہ بجایہ آوردن آن میر بود ہمواد برداشت و بہت وسیع  
شعبان کہ دلیر خان موضع ماندہ کہ سرحد ولایت پانہ دست نزول نمودہ زبان نہ کور با شکوفہ اثر پیوستہ  
چون قصہ ملقات آنان مذکور نمودہ باشا کہ آن خان شہامت نشان آتش خان و زخم خان برادر ایرق  
خان رفتہ آن جہالت پروردہ ابابہ شش آیین بجرمان میان بندہ گردون افگندہ بے صلاح و یراق نزد او  
آوردہ و در نہایت صنوع و ہر افگندہ کی ملقات کردہ و قید مر سہ نہ امت اعتدالہ و اطوار مراتب عب و  
انکسار نمودہ ایکہ از شرفی و ہزارہ و پیہ و و سراب و یکہ بظہر قیل بر ہم نیامدہ دلیر خان گد را سب  
و ہفت ہزار اشرفی و پنج لک روپیہ کہ ہمواد آوردہ و بپہنہ جہانہ و شکوہ از امان لبر کار خانہ شہزادہ  
سہر خانہ کور با و الفت کہ اگر سلامتی جان و ناموس و قلب موطن و ولایت خویش میخواہی باید کہ پیشکش  
لایق بر اسے نہ کار بادشاہی بزودے سر انجام بری و من بعد باغوسہ و دیو شل و خریات شتاوت  
و نکال قدم از شاہراہ بندگی و فرمان پذیریری بیرون نہی و از کار آگہی و مایہ شناسی آن دیہ خان  
آویزہ گوش و جوش ساخته سرمایہ ہیوہ کار و سود و زکار خویش دانست و چنین قرار یافت کہ بلایک کر  
روپیہ از نفوذ و نفائس اشیاء مثل جواہر مرصع و آلات و فقرہ فیلان کو پیکر و سواے آن پنج لک روپیہ  
دلیر خان کہ واسطہ اسلحہ کار و ذریعہ غنوبرام در جنت خلافت گشتہ بود نہ بطریق شکر نہ بوجہ سار  
و لک روپیہ پیشکش مقررے بر کار خاصہ شریفیہ مودے سازد و بموجب التماس خانہ کورہ از ان عالیہ شان  
از جناب فسل و احسان شمل بر صفحہ ماثم آن مورہ نکال عصیان و تفویض بانیشینی او بہ رسم سنگ

متمنع و کی طرف روانہ ہوئے اور شاہی حکم سے ایرج خان فوجدار الیچود قتل خان  
 فوجدار پونا و غیرہ لکھنؤ میں مقرر ہوئے وسط ماہ شعبان میں دلیر خان معہ فوج  
 قاہرہ کے ولایت چاہنے کے حدود پر پہونچ گئے باجی ملار دیوان کاراجہ بادشاہی  
 لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرایا اور نالہ و فوف سے اسے اپنے بہادر الماسم کو جبکہ نام  
 نالیا تھا دلیر خان کے پاس بھیجی کہ میرے طرف سے باکر ناجزی کا اظہار کر اور یہ  
 عرض کر کہ میں بلا یہ بغاوت کے اطاعت کو تیار ہوں مجھ کو میرے جان و ملک کی  
 امان دیجئے جب وہ بہادر الماسم دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے  
 ملا اور اسے امان کی استدعا کی دلیر خان نے اس کی عرض قبول کی اور راجہ کی  
 خطا کی عافی کا وعدہ کیا جب بہادر الماسم مذکور نے اس قول و قرار کا معاہدہ کرنا پایا

بقیہ صفحہ ماقبل کہیں پسرش بعد و پرچہ دیر نان حقیقت معاملہ راجہ شیکاہ سلطنت و جہان بانی عرض داشتہ  
 بروقت التماس آن نان بسالت نشان رقم معاملات بدست ذرات مرزبان نہ ہو کر تھیں از موافقت لطف و  
 واسطیاع یر لعل کیتی مطلع جنی بر این معنی بطرف لے نفاذ پیوستہ و باطلت فافرد بخت سر فرازی و اطمینان  
 اواز حضرت خلافت مرسل گشت باطلہ دلیر خان باجی ملار زمیندار از خود بخجہ داشت و کلاے اور از حضرت  
 کرد کہ دست سرانجام پیشکش کہ مقرر شدہ بود یکشند و مداخلت دیوان باجی از حواد پیاہ بہ دم قطعہ  
 مانگ درک تعین نمود و پس از وہاد کہ ہفتاد و ہشت لک روپیہ از وہ پیشکش وصول رسید  
 چون زمیندار مذکور پیش بطل گشتہ احوال ولایتش فتور و اختلال پذیرفتہ لاجرم دلیر خان از وسع  
 سنان اندیشی متروک نمود کہ باجی ملار در دے چند رشت نہایہ مشروطہ اٹکہ نہ لک دگر از جوتہ  
 پیشکش سرکار بہاندار با مبلغ پنج لک روپیہ کہ آئیں و ان آن بجان عمومی ایسے نمودہ بود کہ بھوج  
 ہشت لک روپیہ باشہ در عرض مدت دو ماہ وادائید وین باب چکلہ از گرفت تباہی ہنگام شامت  
 فافرد دلیر خان مسئلہ باونداد و بھوج مرص و برشت دیگر از آلات و یک زنجیر فیل بار وادہ بارام سنگ  
 پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اسکی تسلی کر کے اسکو واپس کر دیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جا کر  
معافی کی خوشخبری سنا دے چنانچہ وہ درالمہام اشکر گاہ سے واپس ہو کر اپنے  
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گجرا با تھا درالمہام نے دلیر خان کی خوشخبری سنا کر  
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچا نا اور پناہ ملانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا  
توقت خان شہامت نشان یعنی دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے  
سہ بکر کے روانہ ہوا اور اس جلد ہی میں کچھ زلفت بھی پیشکش کے لیے جو ممکن ہوا  
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماندرہ میں جو ولایت پانڈہ کی سرحد  
پر ہے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان  
کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اس کے  
بیٹے کے بطور مجرموں کے گردن میں کنبہ ڈال کر بے ہتیاروں کے دلیر خان  
کی خدمت میں حاضر لائے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواہش کیا ہوا  
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک  
ہاتھی دلیر خان کو نذرانہ میں دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ  
لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیوں اور اونٹوں اور کاریوں پر لاد کر ہراد لایا تھا وہ انعامات  
کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ میں سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپرد  
کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک  
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کر کے ادا کر دو  
اور اس کے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمہارا ملک پامال کر کے  
نست و نابود کر دیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ بچھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل  
 کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ ایک کروڑ روپیہ  
 جرمانہ میں راجہ با قساط ذیل ادا کرے جس میں زر نفستہ و جواہرات و مرصع آلات  
 اور دیگر نفیس اشیاء اور باقی بھی ہوں اور دو ماہ کی مدت میں اس رقم کا انتظام  
 کر کے لشکر گاد میں پہنچا دے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے  
 دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور میں معافی جرائم کے  
 واسطے اور اصلاح کے ذریعہ ہوئے ہیں اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ  
 بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافہ کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک  
 ویک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کلبے اوسکو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار  
 کر دے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کر کے اوسکی خطائیں معاف کرا دیں  
 اور اوسکا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اوسکی جانشینی کا فرمان  
 منگو ا دین غرض کہ یہ امورات قلبند ہو کر سلطنامہ مرتب ہو گیا دلیر خان نے  
 کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اوسکی خطاؤں سے درگزر کرنے کے بارے میں  
 سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیر خان کے التماس کے بموجب اوسکی  
 خطائیں معاف کیں اور الطاف شایانہ سے فرمان پر اپنی مہر کر کے معذرت فائز  
 کے خانم صوف کے پاس بھیج دی دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس  
 نظر بند رکھا اور اوسکے وکلا کو رخصت کیا کہ تم جا کر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا  
 سر انجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادہ کی ایک جماعت دیکر قلعہ  
 مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت میں

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کہ گرا کر خاک کے برابر کیا، اوسین بہت بری رقم روپوں کی  
 جو جا بجا ہون تھی بھلی اور قریب پچاس عدد کے توپیں آہنی اور چنگلی اور بہت سی  
 بند و قین اور دیگر سامان تو پخانہ کا کھلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ میں یا اور مستعد  
 جنوبی جو دیو گڑھ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرا بنے کے لیے بھی  
 ایک جماعت مقرر کی گئی بعد دو ماہ کے **ستتر لاکھ** روپیہ شیکش کا وصول  
 ہوا چونکہ راجہ وہاں نہایت مریض تھا اور اس کا ملک نہایت خراب و برباد ہوا  
 تھا اور تمام رعایا اس کی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اس لیے **دلیر خان** نے راجہ کو  
 رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اسکو جائنکی اجازت دی کہ تین  
 لاکھ روپیہ شاہی شیکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان ہومی الیہ کا جو بیضہ شکر گزاری  
 قرار پایا تھا غرض کہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ میں ادا کر دے اور تیس لاکھ  
 روپیہ جو باقی رہا ہے وہ تین سو تین برس کے عرصہ میں ادا کر دے اس بارہ میں  
 راجہ سے مملکت لیا گیا اور اب تک انھیں امور ات کے قرار پائے گی وجہ سے خلعت و  
 فرمان جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اسکو مصلحتاً نہیں دیا گیا تھا اب **دلیر خان** نے  
 ایک جہد ہر مع اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور اسکو  
 راجہ کو مدد اس کے بیٹے **رام سنگ** کے رخصت کیا کہ ولایت پانہ دین جا کر جو اپنے  
 ملک میں خرابیاں پڑ گئی ہیں انکی درستی و انتظام میں مصروف ہووے اور تعزیر  
 شیکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ میں **فتح خان** فوجدار پونا کا انتقال ہو گیا انکی  
 جگہ پر **قادر** واد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے **دلیر خان** نے جو  
 روپیہ کہ شیکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اسکی وصولیابی قادر واد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مہر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں جسکی ادائیگی جلد قرار پائی تھی نظر بند رکھا سکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی پیشکش میں وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار المچوہ اور محمد لطیف دیوان لشکر مع ایک جماعت کے یہ سامان لیجا میں اور کچھ اشیاء رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر المچوہ پہونچائیں اور وہاں سے یہ سامان خانہ میں جلے اور وہاں سے خان زمان خان صوبہ دار خانہ میں اور اوسکا دیوان زمین العابدین برہانپور پہونچائیں اور وہاں سے دار الخلافت لیجا کر بادشاہ کے حضور میں گذرائیں۔

جب دلیر خان ولایت چاندہ کے انتظام بے فرست کر چکے تو ولایت دیوگڑھ کی طرف چوچاندہ کے قریب بے متوجہ ہوئے کیونکہ کوک سنگ والی دیوگڑھ

۱۵۰ چون کوک سنگ زمیندار ولایت دیوگڑھ کہ ولایت چاندہ قریب الجوار است نیز از نا عاقبت اندیشی در ایصال پیشکشان تبادون و اممال در زیر چنانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنہ ۱۰۷۵ ماضیہ بزمند و جمع آمدہ بود بدلیہ خان فرمان شدہ بود کہ بعد از شہادت محمد چاند تبا دیب آن تیرہ ہجرت عذار پردہ از حد و راز گران خواب غفلت بیدار بیازد و آن خان بتا شعاردائیلے اشتغال مہم چاندہ زمیندار مذکور را تحویف و تنہیہ نمود آن ضلالت فجام شخصے کہ مادم سام او بعد فرستادہ تا بہ قہید ماسمند است و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر چاہر کمال خشوع و بتال آن پیشکش باطل سگال را بہ قبول معذرت و تعدد التماس عنوزلات در پیشکاہ خلافت منت پذیر گردانیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنہ ۱۰۷۵ ماضیہ اول لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر ہم جرمانہ عرض متے بسر کار و الارسانہ و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماہ و اسل سازد و من بعد و اسے پیشکش مقررے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود و ماہانہ و مسامہ نونذیہ سراز خط بندگی و فخر داری تہیہ و چون حاضر موصوف بعد و ولایت دیوگڑھ رسیدہ کوک سنگ مرزبان آغا بدم عمر خشوع آمد و آن نان حقیقت آئین ملاقی شد و ہمے از وجہ پیشکش وصول رسانید۔

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے میں سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اس کے  
 تینہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ جیلہ کر کے ادا نہیں کرتا تھا اس لیے  
 دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مسم چاندہ کی فرست کے  
 بعد اس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیر خان  
 نے جبکہ چاندہ ہی کی محرمین مشغول تھے اس کو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا  
 اور راجہ مذکور نے اپنا مدار الماس بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤں کی  
 معافی مانگی تھی دلیر خان نے اس کی معذرت قبول کر کے جواب دیا کہ تیری عاجزی  
 بادشاہ کے حضور میں عرض کر کے عفو جراثم کی اتناں کیجا نیکی تجکو چاہیے کہ مبلغ  
 پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقسط ادا کر جسمین سے  
 چھ لاکھ غنقریب داخل کروے اور باقی دو ماہ کے عرصہ میں اور ایک لاکھ روپیہ  
 جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے میں کسی سال سستی نہ کرنا  
 اور کہنی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیو گدہ نے  
 سنکر دس باقی نہایت جلد پیشکش میں بھیجے جب دلیر خان ولایت چاندہ  
 کے انتظام سے فرست چل کر چکے تو دیو گدہ کے وکیل کو جو لشکرین حاضر تھا  
 رخصت کیا کہ لگے جا کر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۵۱۰ یقینہ سلسلہ جلوس کو دلیر خان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ میں  
 رہ کر مع اپنے لشکر کے دیو گدہ کی طرف روانہ ہوئے اور مانجی ملار والی چاندہ کو بھی  
 طلب کیا کہ وہ بھی مع اپنے متعلقین کے آکر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب  
 دلیر خان ولایت دیو گدہ کے حدود میں پہونچے کوک سنگھ و ہانکارا جہ نہایت

عاجزی سے پیشوا کی کو حاضر ہوا اور خانِ دیشان سے نہایت عقیدت سے  
پیش آیا اور شپکیش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیام گاہ  
کو واپس گیا دلیہر خان نے چند روز اس کے معہ و دین قیام کوہ کے کچھ رقم شپکیش  
کی وصول کی اور بابت بقایہ کے حکم دیا کہ بہت جلد اس کو بھی ادا کرنا چاہیے و ہوا  
تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کر کے نام و نشان بیان کی حکومت کا  
برباد کر دیا جائے گا وہ اسی انتظام میں مصروف تھے کہ اٹنلے حال میں فرمان  
بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیو گڑھ کا معاملہ  
جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہنچا دو بالفضل دوبارہ تہنہ و تادیب عادل شاہ  
اور تاراجی ولایت بیجا پور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً معہ اپنے لشکر کے دکن کو جانا  
چاہیے اور وہاں شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کی خدمت میں تاسدہ و حکم ثانی اس مهم  
کے لیے قیام رکھو۔ اس وجہ سے دلیہر خان نے بمقتضی مصلحت دیو گڑھ کے  
راجہ کو جو تنگ دستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور ملت دی اور اس سے  
وعدہ لیکر میعاد معینہ کا چمکدہ لیا اور اسکی تحصیل قادر واد خان کے سپرد کی اسی عرصہ  
میں باغی ملار والی چانہ نے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت شپکیش کے باقی تھا اور اسکی

سلفہ ورنال این حال شمال کرامت شمال از جانب خلافت جہاندار ی بال خان شہامت پرورد صادر شد  
کہ معاملہ زمیندار دیو گڑھ لہر متوان باشد زود صورت داند و چون تادیب و تہنہ عاری بن و ماتحت ولایت بیجا پور دگر بارہ و مر کو ز  
خاطر و الا وہ بہت چمکدہ آگشت با فوج قاہرہ از آنجا کہ شہاب چون دلیہر خان خاطر از مہات ولایت چانہ دیو گڑھ  
پر و ماتحت بوجہ بر لختی مطاع ہشتم ربیع الثانی با عساکر فروزی روانہ دکن شد و ماتحت بادشاہ ہند ہر وہ  
قدردان آن خان بساتن شش را بنایت خلعت خاص و اسب با ساز طلا و از شہنود کبزار سوار از نابینان  
اور او اس پر اسے مقرر ساخت کہ منصبش از اصل و اسنافہ پنجہزاری پنجہزار سوار از انجملہ سہ ہزار سوار و سہ  
سہ اسب باشد عالمگیر نامہ ۱۳۵



اور ایسی جلد قرار پالی تھی لاکر پہونچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے  
 جب دلیر خان ولایت چاندہ اور مملکت دیوگڑھ سے اطمینان خاطر حاصل  
 کرچکے تو ہر سبب الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوئے بادشاہ نے  
 نہایت قدر دانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ سارے  
 طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا  
 اور انکا منصب پنجہزار می پنجہزار سوار کا تھا منجملہ انکے تین ہزار  
 سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب  
 میں اضافہ پانصدی گز کے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عتایت ہوا  
 اور قادر داد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ انکے چار سو سوار  
 دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔



اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد ولیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر مرتبہ لکھے جائینگے۔ اب تک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے عالمگیر نامہ و انگریز عالمگیر نے فرمائش کہ منشی محمد کاظم بن محمد امین سے لکھا یا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینای کاشی بھی کہتے ہیں جسے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشا پر داری پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے اس ضرورت سے وقائع نگار و نکوہدایت کر دی تھی کہ جب تک مورخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بہ ماہ سال بسال جملہ صوبیات اور دارالسلطنت کے حوالہ کرتے رہیں اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب یلینکے بعد مناسب وقعات خلوت میں ہکود استان استان سنلے جائیں تاکہ اسکی تصحیح و تصفیہ بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہوا اب یام سلطنت کا حال جادی الاول سنلے کے آغاز سے لکھا جائے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب سنلے ہکدس سال کا حال تالیف کیا گیا او پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ میں ظاہر کے حالات کوئی چیز نہیں لہذا اب اس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جائے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہیں انکی کوئی ایسی تاریخ نہیں ہے جیسی کہ عالمگیر کے آباء و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامہ ہے مختصر طور پر واقعات میں اکین کہیں صراحت کر دیتی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خانی خان کی ہر ہکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہوا سنلے

باسپہ قعات سکر کے ہیں جن میں سے عداوت آتی ہے نعمت خان عالی جس کا لقب دشمن  
 خان تھا اس نے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک  
 لکھے ہیں مگر سخت قصہ بادشاہ سے عبارت و قابلیت ضرور اس کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔  
 نانی خان شیعہ جو اس کی تحریر تفتیش آمیز ہو وہ عالمگیری کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک ایسی  
 بات لکھ دیتا ہے جس سے بادشاہ کی نیک نامی خاک میں مل جاتی ہو اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قول  
 بنا کر جاری کیا تو اس کی توصیف لکھ کر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ عمل میں نہیں آیا مثلاً محصول معاف  
 کیا گیا مگر دار الخلافہ کے نواح میں بجز دوسری جگہ اس کی تعمیل نہیں ہوئی جا بجا ظلم و ستم ہو گیا  
 عالمگیری عداوت اچھا تھا لیکن ایران کا دائمی بے رحم بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اس نے دشمنوں سے  
 وہ سلوک کیا جو اس نے بادشاہ نے اپنے باپ یا بیٹوں سے کیا غرض کہ اس کے ہر کام میں مکر و  
 فریب ثابت کرتا ہے اور اس کی خوبی و دینداری کو پورے شتی بات میں چھپایا یا بولچھے کام میں بھی خیر  
 محال اس کی تاریخ لکھنے کی ممانعت بارہ میں بھی یہی رائے نکالی کہ اس کے بعض کام ایسے تھے  
 جو عظیم الشان بادشاہ کو نہیں زیب آتے ڈاکٹر برنیہ فریسی ایک میر کا ملازم وہ بھی ہنسی مانی  
 باتیں زیادہ لکھنے پر پابند ہو غرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیباً حالات عالمگیری میں  
 لکھے گئے ہیں اس طرح دیگر حالات کتب میں نہیں ملتے ولیر خان کے حالات اور کارنامے دس  
 سالہ جس کی تاریخ لکھی گئی اس قدر زیادہ ہوئے تو اس کے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے  
 اس قدر زیادہ ہوئے کہ کیونکہ ولیر خان عالمگیری کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہیں مگر  
 انیسویں صدی کے سترہ سال کی تاریخ ہی تحصیل و انہیں ملتی ہے کچھ مہل واقعات دیگر کتابوں میں ملے گئے وہ لکھ  
 گئے۔ بادشاہ نامہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہ جہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ میں  
 لکھا ہے وہ صرف بیس سال کے واقعات میں جو باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہ جہان

سلطنت کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہیں ہوئیں بادشاہ نامہ جب تصنیف ہوا وہ  
 دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہوا جو اس کے دلیر خان کے حالات تبدیلے انتہا تک  
 فراہم نہیں ہو سکے باوجود ان مجبور پونکھے صرف دس سال کے کارنامے اس قدر حیرت ناک  
 مانگنے والے نامہ غیرہ میں پائے جاتے ہیں کہ دوسرے امرا اور کالج ولت کے نہیں سننے جلتے  
 عالمگیر نامہ میں ایک سو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے  
 ایک ائمہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہوا ہوا وہ  
 شہنشاہ نامہ غیرہ میں درج ہے۔ راجہ امر سنگھ کے والد کا جب انتقال ہو گیا تو اسکے بعد  
 راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت بچے کے مسند نشین ہوئے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ اجمہ سنگھ  
 سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا  
 دستور اور آئین اچوتیہ کے خلاف تھا اس وجہ سے راجہ امر سنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور  
 دربار بادشاہی میں بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایک بار صلابت خان نے  
 از روئے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امر سنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان  
 کی طرف سے ان کے دل میں کینہ پڑ گیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کر نیکی فکر میں ہوئے ایک روز  
 شام کی وقت دیوانخانہ میں شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھ کر عبداللہ خان فیروز  
 کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے میں مشغول تھا مصنف شاہنشاہ نامہ کا بیان ہے  
 کہ میں مکرمت خان اور غلامرات شاہی سے ایک گوشہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ  
 علی حضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے کم تو بھی فرماتے ہیں کہ اتنے میں امر سنگھ چوتھے

یعنی جن نامہ میں کہ شاہزادی جانی راہ گیم سے بلکہ چار پری پونکھ نام میں اورنگ زیب بعض طوار سے شاہجہان بادشاہ کو  
 اورنگ زیب سے کچھ کہہ کر پیدائش شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامہ اور پیرزادہ کواری کی کم تو بھی معلوم ہوئی تو منصب استفادہ کیا  
 ہوتا کہو لکرا شاہ کے پاس بھیج دیے اور کونھینی اختیار کی شاہجہان نے مضبوطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک حالت

ایک جرحہ صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پہنچے ست ہو گیا صلابت خان نے ایک کھنپی اور سیوق مرگے خلیل اللہ خان و راجن سنگہ ولد بھلا اس کو رنے جب ایسی گستاخی و جرات اس اجیوت کی بادشاہ کے حضور میں پہنچی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوئے تھے اُسپر چھپے امر سنگہ نے اس کے وار روکے اور راجن سنگہ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگہ باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ تنہا گریز بردار و دیگر بادشاہی راجن سنگہ کی مدد کو پہنچ گئے اور متواتر زخموں سے امر سنگہ کا کام تمام کیا امر سنگہ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری جرحہ راجن سنگہ کے مارا کہ کانکا جان جڑ سے کٹ گیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک و ملوک چند مستم و لختانہ امر سنگہ کی کشتی بھاگ کر باہر لائے اسعر صدیقین پندرہ خد متکار اور ایک مشعلی راجا کا جو اپنی بہادری و وسوسوار و نکلے برابر تھے گریز بردار و ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیوں پر حملہ آور ہوئے تلوار و بر بھی و جہر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گریز بردار کی جماعت باوجودیکہ نکلے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند مع عزیز اللہ خان یعقوب خان وغیرہ منہ خان تین منہ بیدار و نکلے کام آئے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوئے اور میر خان فخر زہد صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برہا ہوا آتر کار پندہ خد متکار جو امر سنگہ کے ساتھ تھے ہلاک ہوئے احوال کو دیکھ کر امر سنگہ کے دیگر بھائی راجن سنگہ رات میں بھاگ گئے مگر صبح کی وقت ان کے انتقام کے لیے راجن سنگہ کے دروازہ پر چڑھ گئے اور وہاں جو کوئی ان کے سامنے آیا قتل کر دیا شاہ جہان بادشاہ نے ازراہ قتل و قار بادشاہی کے ان نادان اجپو نہر فرج بھیجنا مناسب سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رھلی کو

یہ صفحہ ماقبل قائم رہی لیکن جہان رانیکہ کوشا حاصل ہوئی اور اس صحت کا جشن منانے پر اس کے والد پیر احمد اعلا علیہ السلام صحت تصدیق و اعلا علیہ السلام میں جمع ہوئے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت انعام سے سرفراز ہوئے تو جہان رانیکہ کی سفارش سے اورنگ زیب کی خطاطی معاون ہوئی اور دستور پانزدہ ہزاری منصب و سہ ہزار سوار سے سرلدا کر کے موٹاری احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھا تجربہ کار انکی فمائیش کیلئے بھیجے ان صلاح کاروں نے سمجھا یا کہ امر سنگھ اور  
یو جاعت کہ فساد کی قمرکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہنچائی تلوگ جیٹا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے چھپے پرک  
ہو ان جابل راجپوتوں نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ  
آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اس وقت جلال خان عرف نواب لیر خان کو مع لشکر  
و توپخانہ کے جنہن اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتوں کی گوشمالی کیلئے بھیجا صبح سے شام تک  
بادشاہی لشکر اور راجپوتوں سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ  
کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت  
شمار میں آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام  
آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو نوجوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کام آیا اور سید غلام محمد  
یو شجاعت میں مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوئے بادشاہ نے ان سب کو خلعت  
و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلاحیت خان اور ملوک چند اور دیگر جان شہ  
سردار و مکے فرزند و نکو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ میں نواب لیر خان نے  
توبہ بھادری کے جوہر دکھائے تھے یہ واقعہ ۱۰۹۱ھ مطابق ۱۶۸۰ء کو ظہور میں آیا تھا  
اب تک نواب لیر خان کو دلیرخانی خطاب میں ملا تھا اور وہ جلال خان اہلی نام کے ساتھ موسوم  
تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ میں موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی  
ملازم و منصبدار تھا اسلئے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ میں درج ہیں اسکے چشم دیدہ ہیں اور  
آسام کی جنگ مصنف خود دلیرخان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات کے  
لامور و باکھی خدمت خانسمانی پر اور کبھی داروغہ غسٹانہ شاہجہانی پر معہ خلعت اسپہ قیل  
کے سرفراز ہو کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ واقع نویسی کی خدمت

مقرر ہوا اور کبھی فخر جاگیر کا صدر ہوا اپنا نام ابوالفضل مہموری لکھا ہوا عہد عالمگیری میں دفتر پٹنہ کا دائرہ پڑا تھا  
ماثر الامرا میں ہو کہ عالمگیری کا دسواں سال جلوس تھا کہ دلیر خان سرحد دیو گڑھ سے دکن کو  
روانہ ہوئے اور بادشاہی حکم کے کار بند ہوئے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) میں مرقوم ہے کہ  
۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیو گڑھ کے راجہ کو بدستور سابق  
اسکے ملک پر مستقل حکومت دیکر اورنگ آباد چلے گئے ہر عرصہ میں عید الضحیٰ آئی اور بادشاہ  
نے دلیر خان کو خلعت و جہر مہر صغیر و بزرگوار کے ہاتھ بھیجا۔

پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگ اورنگ آباد  
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبدار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ میں اجبے سنگ کو

۱۷ خانہ کو در سال ہم از سرحد دیو گڑھ روانہ کشتہ کار بند حکمران دیو گڑھ ماثر الامرا ۱۷ ہجرت ۱۱۷۰  
بدستور سابق بر حال زمینداری استقلال دادہ باورنگ آباد شافٹ صفحہ ۱۰۰ ماثر عالمگیری ۱۷  
سلطنت عید الضحیٰ و قربانی تقدیم رسیدہ دلیر خان خلعت و جہر مہر صغیر و بزرگوار اثرات ارسال پذیرفت ۱۷۰۲ ماثر عالمگیری۔  
راجہ جیسنگ راجہ مانسنگ والی جے پور جوہر بارالکیری کے ذریعہ تھے بروقت گئے باپکا نام مانسنگ تھا جو جگت سنگا کھوجک کے بیٹے تھے بعد  
انتقال اپنے چچا صاحب اطلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے اور ۱۲ برس کی عمر میں منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار باقی سے  
سرفراز ہوئے سلطان پرویز کے ہمراہ دکن کے لیے تعینات ہوئے اور متواتر اضافہ مناصب سے سرفراز ہوئے بعد وفات جہانگیر  
کے جب خانہ خانی میں نے طر فداوت ملنے کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوئے مگر محبت اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جہانگیر  
تحت نشین ہوا تو اسکے حضور میں فخر و کرامت اضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب و رفتارہ سے سرفراز ہوئے ہی سال نذر محمد خان الہی  
نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مابت خان خانان یا اسکی کوشاں بھیجے گئے اسکے بعد خانہ خانی ہوئی کہ تواق سلطان  
شجاع کے ہمراہ دکن اور ساہو جوہر سلطنت کی تادیب و سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانگی میں متعدد خدمات انجام دیں  
شاہ جہانی میں منصب پنجاب سے سرفراز پانی جب ملک کن جی اجے خوب خدمتیں کیں تو شاہ جہان نے راجہ کو خلعت خاص عید الضحیٰ  
مالا مہر و اریدی اور باقی و خطاب انی سے شاہ جہان کے حضور میں سرخرو ہوئے شہنشاہ نے جیسے خانہ و ران خان کے دکن کی سولہ ہزاری  
مستقل راجہ کو عطا ہوئی شہنشاہ کی محرم میں درنگ یکے ہمراہ بھیجے گئے اور شہنشاہ جہانی میں ہجرت المملکت شدہ غازی خاں  
کے ہمراہ قلعہ چور کے اندام کو بھیجے گئے شہنشاہ جہان کی علالت میں جب ہمیری سلیمان شکر و محمد شجاع کی محرم کو بھیجے گئے تو  
داراشکوہ کی سفارش سے شاہ جہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچ سو سوار و اسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگ زیب  
عالمگیری ملا اور فتح پور کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالامال ہوئے سیوا جی اور عاود شاہی تہنیک کے بعد حسب اطلب جیسنگ  
سے دارالسلطنت کو آئے تھے یہ پانچوڑ میں شہنشاہ کو انتقال کیا اور راجہ صاحب نہایت عمدہ اور خیرہ زمانہ شناس سرور ۱۲

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور اسے اشوال سننے کو شاہزادہ محمد مظہر کو دکن کی صوبہ داری پر  
 مخلصت کیا اور اس کے ساتھ صف لشکر خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگ کو لکھا  
 کہ جس وقت شاہزادہ وہان پہنچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ جیسنگ حکم اور ننگ باد  
 سے آ رہے تھے اور برہانپور پہنچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ ۱۰۸۱ کو انتقال کر گئے ان کے مرنے  
 بالا گھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ بنے بگڑ گیا راجہ جیسنگ دلیرخان  
 کے بڑے دوست تھے قصہ دلیرخان جب کن پہنچے تو یہاں کی مہم لیلیہ بادشاہ نے  
 خاں بھان بہادر کو کلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمہ بحال دلیرخان تھے دلیرخان  
 کے کارنامے دکن میں ایسے عظیم الشان ہوئے ہیں کہ جو تمام ملک کے باشندوں کی  
 زبان پر چڑھ گئے تھے دریائے ہمرہ کے سپار جو لڑائی کہ جیا پوریوں سے ہوئی تھی اس ستم زمانہ  
 سے وہ وہاں دریاں بطور میں آئی تھیں کہ دوست دشمن سبے محسین کی تھی  
 یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیوں کے سراور ہاتھیوں کی سونڈیں مثل  
 گوبے چوگان کے میدان رزم میں پڑی ہوئی تھیں مصنف لکھتا ہے :-

فگندہ ہمد دشت خرطوم فیل قتادہ تن کشتگان چند میل

ز خرطوم فیل و سر جنگوے ہمد دشت پاشیدہ چوگان گئے

اس لڑائی میں حواس کی درستی اور انتہائے جرات سے چار پانچ روز ہاتھیوں کو گھوڑوں  
 کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوئے جیا پوریوں کے تعاقب میں اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پہ

ملے کا زمانہ ہلے دلیرخان دوا کر کے لہو افروغ و شریعت ایر و سایر است و جنگے کہ خاں بھان بہادر کو کلتاس بہاولی دلیرخان نے خط لکھا کہ  
 جیساکر جیا پور و اتر شد تلا شلے نمایان ثبات ہلے پابرجا کلا زمان رستم زمان بطور یافت موجب تحسین و شرف دشمن گرویدہ چند گرو  
 خرطوم فیل سرآمد گئے چوگان لڑائی بود و پہل زمان کہ عرصہ برفوج بادشاہی تنگ گرویدہ بھار باخونی بہمت و درستی حواس ہلے کہ در  
 ہمارے روز بالے پشت خیال ہسپان جنگ کنان چنال جیا پوریان طغزوہ بود و عرصہ بہتہ برقا و قریب نصرت نمودند از ماثر الامام



میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتونہیں اپنی جگہ پر واپس آئے۔

اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ میں ہوا اور وہ غنیم یعنی مرہٹوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور قلعہ سالیر کو معقوب بے منصب کیا گیا اس زمین میں فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیاء سے قلعہ چھینا جائے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پہلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ میں مشغول ہوئے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آئے مگر اس عرصہ میں ہانجی کی شدت ہوئی اور آب و ہوا نہایت ہی ہو گئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر و ہانسے ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کار بند ہوئے اسی ضمن میں سیوا جی جب ہلی سے بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کر کے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانبھان بہادر اسکے سر پر جا کر اچھی طرح گوشمالی کر دیں خانبھان نے اس خیال سے کہ سیوا جی سے لڑنے کے لیے ابھی سپاہ کافی نہیں جمع ہوئی لڑ نہیں توقت کیا اور جب قلعہ رکھا تھے انکی راہیں بند کیں کہ ان مقاموں سے مرتبہ حملہ نہ کر سکیں اور جابجا درون پر توپخانہ لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سردار و زمین سے زیادہ دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ میں کامیاب ہو چکے تھے انھوں نے جنگ محفوظ کی غلطیوں کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعہ پر حملہ کرنا چاہیے مگر خانبھان اسکو نہ سمجھا مرہٹوں کے سوار جنگی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان درون سے جنگو خانبھان نے روکا تھا آئینکے مکر وہ مختلف گروہوں میں منقسم

قلعہ سالیر قلعہ بگلانہ سے پندرہ گز دور اور قلعہ ارور بے منصب معقوب فرزند درینا فرمان مہرب کر مرہٹوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور قلعہ سالیر کو معقوب بے منصب کیا گیا اس زمین میں فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیاء سے قلعہ چھینا جائے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ پہلے قلعہ آمدہ بمحاصرہ پرداخت و جلالت بجایا اور دو ہزار مردان کشتہ شیعہ کشتہ و جاگیراں بولے متعلق تھیں وہاں مکرہم کشیدہ کلام محاصرہ جوں کشیدہ خبر سے کہ چنانچہ آئینکے مکر وہ مختلف گروہوں میں منقسم

ہو کر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت اہونسے روکا مگر وہ اس ارادہ  
میں کامیاب نہوا دھر سیواجی نے اپنے سواروں کو چوتھ وصول کر نیکے لیے چار و نظرت  
پھیلادیا سٹہء امین دلیر خان نے سیواجی کے ملک پر دست رازی شروع کی جب بمبیرا  
سیواجی کے فوج کا ایک سردار گودادری سے اتر کر اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا تو راہ میں  
دلیر خان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو بچا سکا۔  
جسوقت دلیر خان اور خانجہان دوسری طرف لڑائی میں مصروف تھے تو ہمیرا و مغلون  
کے ملک میں آیا اور خوب لوٹا۔ سٹہء امین جب علی عادل شاہ والی بیجا پور فتح میں مبتلا  
ہو کر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادل شاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال  
کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالحمید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم غفر  
بہلول خان و مظفر خان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطالب تھا اس  
گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اسلئے سیواجی نے بیجا پور کو کمزور سمجھ کر بادشاہی لشکر سے صلح  
کی اور بیجا پور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجا پور کی نازک حالت دیکھ کر  
خانجہان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجا پور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہے گی اور  
اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیاہی جائیگی لیکن عبدالکریم  
اور دیگر امیروں نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کر کے مار ڈالا  
اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجا پور کی طرف آیا تو بیجا پور والے اس سے  
لڑائی لڑائی لڑے جنہیں بیجا پور والوں کا پلہ غالب ہا عہد الکرمیم دلیر خان کا  
ہموطن دوست تھا اسلئے اسکے ذریعہ سے دونوں میں صلح ہو گئی۔

عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالروف عرف دلیر میاں دو ہزار پانصدی کے منصب شاہجہاں کپاں ملازم ہوا

سیوا جی نے خانبھان سے درخواست کی کہ میں بادشاہی ملک میں نونگا مکر اور نگنہ پب  
بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہیں کی دلیر خان نے بادشاہ کو  
یہ تدبیر لکھی کہ والی گو لکنڈہ پر حملہ کیا جائے اور عبدالکریم وزیر بجا پور اور بجا پور کی فوج سے  
اعانت لی جائے بادشاہ نے دلیر خان کی یہ رائے پسند کی اور خانبھان کو  
اپنے پاس بلا لیا اور دلیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کر دیا۔

قطب شاہ والی گو لکنڈہ پر حملہ کر چکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیوا جی سے سازش کر لی تھی عبدالکریم  
وزیر بجا پور نے عین میں مگر گیا تو دلیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر  
مقرر کیا جائے وہ جو ہر سیدی کا داماد تھا دلیر خان کی کوشش سے سلطنت بجا پور کا  
وہ وزیر مقرر ہو گیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیر خان کے قرضہ کی ادائیگی  
اور ملک میں امن اور بادشاہی بی بی کو بادشاہی لشکر میں پہنچا دینے کے اقرار کیے۔  
دلیر خان بجا پور سے ان عہد و پیمان لینے کے بعد ہر گرام میں گئے مگر دلیر خان اور مسعود  
کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیر خان  
کو لکھا کہ بجا پور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کر کے جتنی سپاہ زیادہ ہو سکے  
اپنی طرف کر لینا چاہیے کیونکہ ولایت بجا پور کو بادشاہ اپنے ملک میں شامل کر لینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانبھان دودی کے ہمراہ نظام الملک سے جا ملا اسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جب کا خطاب بہلول خان عبد الرہمن  
تھا بجا پور میں صاحب منصب جو اس خان و بہلول خان کے درمیان میں بی بی ہوئی تھیں کنیوں اور افغانوں کے باہم ملا جلا  
ہوا بعض اہلی حیدر آباد سے رجوع ہوئے نواب دلیر خان اور عبدالکریم بہلول خان سے بوجہ مناسبت محفوی اور میرزا جیسے  
نہایت لطف تھا وہ دونوں سردار اتفاق کر کے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدر آباد پر چڑھے اسے مریدین بہلول خان کا انتقال ہو گیا  
اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہو اسقلمہ جلوس عالمگیری میں بعد فتح بجا پور کے جبکہ نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا  
اور نگنہ پب نے دلیر خانی کا خطاب دیا اور شہزادہ کو رسم خان کے خطاب سے سزا دیا اور ان سے بجا پور  
سرداروں کی کوشش ہزاری منصب سے سزا دیا۔

پاہتا تھا اس لیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بجا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ کرنا چاہیے دلیر خان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل میں آمادہ ہوئے اول بادشاہ بنی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑیکے بادشاہ بنی خود دلیر خان کے لشکر میں چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کی سی طرح بجائے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد بھیج دیا اور بجا پور کا محاصرہ کیا جب بجا پور والے مایوس ہوئے تو وہاں کے وزیر مسعود خان نے سیواجی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کر نیکا وعدہ کیا تا کہ محصورین کا پیچھا چھوڑے اس مطلب کے لیے سیواجی نے نیا دین بہت سوار جمع کئے اور بجا پور کی طرف چلا مگر اس سیلے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو نہیں عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانے کی تاب نہیں ہے اس لیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جا کر کترایا اور بادشاہی علاقہ پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری میں کیتاے روزگار تھے اسوقت اسنے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے بمقام ذی جرات اور بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج نہ ہے بڑا کام دیکھتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا سیواجی نے دہات کو جلا کر خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد میں تھا اسکے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہو کر سنگم نیر کے قریب سیواجی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیری پھاڑی چوہا تھا کسی بل میں ایسا بک کر جا بیٹھا کہ کسی کو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر نے پھر اسے بلایا وہ دلیر خان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھٹھے سے فوج لیکر چلا ہزاروں مرہٹے برچھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان اور اجا تلہ ہے مگر ابھی یہ لشکر بجا پور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک سکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیر خان کے پاس آ گیا

دلیر خان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ میں اتار اسیو اجی نے سنبھاجی کو عیاشی کیو بہ سے ناخوش ہو کر قلعہ مرزا لہ میں قید کر دیا تھا وہ ایک مہین کی بیوی سے ناجائز تعلق کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس آیا دلیر خان نے بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ میں بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب سکے ہتکندوں سے واقف ہے وہ مرہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرض کہ گوشت خور دندان سگ کا تماشہ دکھائیگا بادشاہ نے دلیر خان کے نام حکم بھیجا کہ اسے پابز خیر ہمارے پاس بھیج دو دلیر خان نے یہ وضع داری کے خلاف سمجھا اور اس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپ کے بیٹے کے سب سے پریشانی رہی جب سیو اجی کو دلیر خان کی بدولت اس پریشانی سے نجات ملی تو اسے ہمیراؤ کو بیجا پور کی مدد کو بھیجا وہ اگر دست خان سے لڑا وہ دھڑ خاندیس میں مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادھر ہمیراؤ اپنی فوج لیے ہوئے دلیر خان کے لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیر خان بھی انکو دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی باجبا انکی رسد پر چھاپہ مارے جلتے تھے اور سیطرح رسد انکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی اب برسات آئی اور چھڑ اٹھایا گیا آخر برسات میں وہ میدان ملک کے لوٹ میں مصروف ہوا معلوم نہیں کہ سیو اجی کے دلیں کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خالین مل گئے کہ اسکو بننا چڑھا اور کھایا اسی طبیعت بگڑی کہ مشاعرہ میں ترین برس کی عمر میں سیو اجی دنیا سے انتقال

سیو اجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب میں مندرج ہے کہ جب سیو اجی کے غلو و آزاد رسد زیادہ غلو کی پر غلامی ہو گئے تو غلو مومن کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی سنی کہ لاکھ کی باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمود ہاشم خانی خان کے صفحہ ۳۴ میں یہ ہے کہ سب مستحق مالگیری مطابق مشاعرہ میں

کر گیا اور بجائے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیٹا کا وہ لشکر  
 میں بے انتظامی ہسٹلنگی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ممالک باد ہو گیا تھا  
 کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم میں اپنے باپ سے بڑ گیا تھا سیواجی سوائے غارتگری قافلہ زنی  
 کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیوں کے اہل و عیال و عورات کے متعلق اپنے  
 سپاہیوں اور ملازموں سے تاکید رکھتا تھا بر خلاف اسکے سنبھاجی شراب و عیاش  
 تھا غیر قوم کی عورتیں اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس و آبرو پر دست درازی کرتا تھا  
 اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی و راہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی  
 بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنیٰ ظلموں سے  
 حسرت یہ ایک اقعہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی بیس  
 ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ ہرا کے اطراف کو لوٹتا ہوا بھاڑ پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ  
 قصبہ بہادر پورہ ہر پانچ سو سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور اس میں جوہری صراف و تجارت لکپتی  
 آباد تھے لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان و زر و جواہر  
 رکھتے تھے یہاں تک باشندے غافل و بیخبر تھے کہ کیا بارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آکرے

بھیضہ نما قبل سیواجی محاسب نامہ کوئے خانہ میں آیا اور قصبہ بہارکھانہ کی تجارت کی مندی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جابلہ میں پہنچا  
 اس قصبہ میں سید جان محمد و درویشان و اہل لی اندر و صاحب عوت سے تھے رہا کرتے تھے جو قوت کاس قصبہ میں رہتے ہنسنے آتے  
 مسلمان و دیگر مذہب کے اہل و عیال لیکر حضرت خلیق و معارف آکاہ کے گھر چھپتے اور پناہ ملتے اس سال بھی اکثر شخص اس  
 محلہ اپنے اہل و عیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ گزین ہوئے سیواجی نے سید صاحب کا گھر پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب  
 کے گھر پر چڑھ گیا سب کو مارا اور قید کیا بلکہ مافقت کرنے سے سید صاحب اور اسنے جو لوگ منسوب تھے انکی زجر و توجہ پر بھی زبان  
 و ہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد و مقبولیت دعائیں شہرہ آفاق تھے انھوں نے بدو ملک کے ہاتھ اٹھائے  
 اور انکی توجہ باطنی سے فوراً ہٹا دیا اسکے لاکھ اور سیواجی اسی مینہ میں فوج مرتضیٰ آباد میں مگر گیا یہی مضمون پیشاب ہوتا  
 کے صفحہ ۳۰۰ میں بھی مرقوم ہے۔

سکوا ایسا لو کہ کوئی شخص ایک جہہ از قسم مال اور مال بچو نگو باہر نہ لیجا سکا ان ظالموں نے تمام آبادی میں آگ لگا دی کا کر خان جو ہنصہ دی منصبہ ارتھا اور خانزما ناخان صوبہ دار بریا پور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اور سیکے پاس نہ تھے وہ اس واردات سے اس وقت خبر دار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہنچتے تھے اوسنے دنگال کی طاقت نہ بچھی اور ناچا محصور ہو گیا۔ جسکنج جسکو نور مجسن خان نے آباد کیا تھا اور شاہجہ جیسکو شاہ بدایع خان نے بسایا تھا اور شاہجہان پورہ جسکو بہادر خان نے آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرت شاہجہان نے ایام شاہزادگی میں بسایا تھا غرض کہ یہ میں نامی تھے جو بریا پور کی شہر پناہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قبیلہ میں لاکھوں روپیہ کا مال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاد کر دیے میں ورتاک بازار عظم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی بریا پور کے علما و مشائخ نے غرضت میں مسئلہ توکل مال و ناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور میں بھیجی اور اورنگ زیب نے اسکے جواب میں لکھا کہ مباد و ملت خود ان ظالموں کی تنبیہ کو دکن کے آئین کا غرم رکھتا ہوا اسکے بعد یہ لکھا کہ سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزار پہنچاتا رہا مگر جب ورننگ زیب کن گیا تو سلسلہ مطابق سلسلہ کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگ زیب کے حضور میں قتل ہوا اس واقعہ کی تاریخ ۱۷۰۷ء بازن فرزند سنبھاشد سیر سے نکلتی ہے۔ سیوا جی کا ایک خط اورنگ زیب کے نام راجہ کولا پور کے پاس اب تک موجود ہے۔

ماثر عالمگیری میں ہر کہ سنہا جی کے قلعہات و محلات خابنمان بہادر کو کلتا من لیر خا

۱۱۵  
 شاه جهان بهادر ظفر جنگ کلاش و دیرخان و غازی الدین خان بهادر و فرزند جنگ دیگر امرایان عظام باناموس  
 قلعات و محلات متعلقه آن که از تصرف غیر مسلم خیم تا این حدت با پوشش مرادان و سامعی نمایان برآورده اند غیر قلعه  
 معروفه گردید ۲۵۴۰ مایه عالمگیری -

وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ و بغیر دیکر امر کی کوشش سے مسیح تک  
بادشاہی ملک میں شامل ہو گئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات چھل ہوئے انکے اسباب یہ میا ہو گئے تھے اول یہ کہ بادشاہ  
خود شمالی و مشرقی فوجوں کے ساتھ لڑائیں نہ وہ وقت تھا کہ کن کی طرف وہ ذات خود جانہیں  
تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ اردکن تھا اسکے پاس سیاہ مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے  
کافی تھنی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپ کے مرئیے بعد بادشاہ ہوئیے لے  
اپنی سپاہ و طرفدار و نکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو ملک بھیجنے سے بادشاہ ہکا رہا  
کر بارہا اسکے علاوہ بیجا پور و حیدر آباد کے سلاطین کی کمزوری و نا انصافی سے کبھی ہجی  
ادھر ہو کر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اودھر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہو گیا  
کہ دکن میں کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اسنے اسلئے مہابت خان کو معہ آغرخان کے  
کابل سے بلا کر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم  
کو خیال میں نہیں لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ  
نے راجہ جیسوت سنگھ کو بلالیا مہابت خان نے یہاں اکر سیواجی کے قلعہ نوکو فتح کرنا  
شروع کر دیا ادھی فوج دلیر خان کی ماتحتی میں تھی دلیر خان نے قلعہ چاکتہ پر  
حملہ کیا اور ادھی سپاہ نے سلیک کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور  
اسکے بچا نہیں جانے دل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکتہ میں فی خیرہ اور سامان سکا  
کافی نہ تھا اسکے نواح میں جو عمدہ اور خوب ہزار سوار تھے چانوں نے انکے پرے اڑا دئے  
آغرخان نے پھول تپہ کی تسخیر میں بی بی بہادر فی کھانی آغرخان بھمان بد کو کلتاس کیساتھ ابتدا میں دکن  
اور ترمذ کے آغرخان عبدالعزیز خان بھمان کو کلتاس باز در قراولی دلیر خان شیردل نمودہ اگر مفصل بزم نگار و معمول باغراق یہ سگورد



کی ہراولی میں بڑے بڑے کارنایان کیے دلیہ خان کی مرہٹوں کی فوجوں سے اکثر لڑائیاں ہوتی ہیں مرہٹوں کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا میں وہ ٹھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر چھپے ہوئے جاتے جب لشکر بادی شاہی انکا پیچھا کرتا تو دشمن گداہنگلوں کی طرف سے ہزاروں ہتھیار نکلتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایک روز دلیہ خان کے مقابلہ میں چار پانچ سو سوار پہلے نمودار ہوئے اس وقت آغر خان کے ساتھ ہراول میں بہت کم آدمی تھے مگر وہ ان کے مقابلہ کے لیے دوڑا اول تلہ میں دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پا کر بھاگے اور وہ ان کے تعاقب میں گیا مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف لھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹوں کے نمودار ہوئے اور جوہم کر کے لڑنے لگے آغر خان ان پر ایسا کر ا جیسے کہ بھیڑوں پر شیر گرتا ہر طرف وہ تلوار سے انکا منہ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹوں کے مارے گئے اب مرہٹوں کو شکست عظیم ہوئی دلیہ خان نے آغر خان کے پاس آکر ہسلی تحسین آفرین کی آغر نامہ میں لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل درین میں یہ خان نزد آغر خان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ وہ آغر خان کو ظم آورده ۱۲ شاہنشاہ نامہ ملے آغر خان کا نائب قوم آغر سے قوم آغر و لا دیافت بن فتح علیہ السلام سے تھی لہذا ہی نام سے منتخب ہوا اسکا نام امام علی بیگ تھا اکثر مرہٹوں کو میں آغر خان نے بہادری کے بہرہ رکھنے میں نہایت بڑھڑک اور صاحب جرات شخص تھا لیکن ان کے ساتھ اکثر ہارے نکال میں جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ میں یہ دلیہ خان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان اقدامات میں اسکا تذکرہ آچکا ہے خان خانان اسکی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا سو جسے وہ ناخوش بہانتا دیکر وزیر بلا و ستاک خان خانان کے لکھ آیا اور بددستی اجازت لیکر اس سلطنت چلا بسنے سے شاہی ہوا پھر کال ہوا ملک میان اکابر میں قیادت ہوا وہ خبر میں جب سوز و غصہ سے افغانوں نے شورش کی تھی تو اسے خوب تبلیغ کی تھی اسنے اسعد زمامی پٹھانے سرکلے تھے داسکی بیگماری تھی اسخانام وہاں پہنچے ڈرائین مشہور ہو گیا تھا اس سخت مہم میں بادشاہ نے ہوسانی و توفیق اپنے خطبہ بارکے لکھ کر سکریٹیا اساتجی مالگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا سلسلہ میں نقارہ مسمی ہوا تھا شہت کے بعد فوج اکبر آباد میں جاؤں نے سہاٹایا اور قحط الطریقہ اختیار کی چند گاڑیاں ایک قافلہ کی جانوں سے اسنے چھید کر انکی مدد ہی پر عملہ کیا اتفاق سے ایک بندو ق کی گولی اسکے قتل اور سلسلہ میں آغر خان جان بحق ہوا۔

بہر یک از ایشان ہزار از غنیم	مقابل شدند بیدہ جسم
چنان آشتہ شد از عدد و بحساب	ندیدہ زمین پر تو فتساب
چو دشمن بگردید عاجز جنگ	براہ گریز آمد بے درنگ
ولیر خان رسید از تھا آن زمان	اکبر و آفرین بر جهان سپہ سالار

ولیر خان جس پہلوان بہادر کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب غرور و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آفرنامہ نے ولیر خان کی تحسین آفرخان کی بہادری کی سند یہ ہے اور اسکو نظم میں لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتیریاں مہنوں کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئیں پونہ تکتا جس سیوا جی کا مسکن تھا تاخت لگی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آفرخان کے بیٹے نے جو آفرخان ثانی کے لقب مشہور تھا اپنے باپ کی نمایاں فتح کی یاد گار میں مہنوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا ولیر خان فتوحات کے علاوہ بعض ایساں ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کیند مت میں سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کر دینے کرتے تھے رانا والی او دیپور راجپوتانہ کی جنگ میں جب بادشاہی لشکر سے عاجز آ گیا تو اسے بذریعہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اور رنگے بیٹے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا کو او دیپور، اجادی الثانی کو تالاب اج سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت ولیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں لائے رانا نے پانسوا شرفی اور اٹھارہ گھوڑے مع ساز طلالی و فقری کے پیشکش میں

سلطنت اجادی الثانی رانا کو تالاب سمندر بہ دولت ملازمت شاہزادہ ابرویش کو کم تر سے بھروسے کا خوش آؤ ولیر خان پدیراشہ آور دندا و انجرا رانا بخت شہامت و مار ولیر خان فت خان مذکور اقامت گویا انی طوط خود با ورسا بند باوچہ سے فقور و خوشتر وضع بد کھفتہ بلبل موع و بچی بنت کار و سربہ یک خیرین پیرانا باوچہ فقور و خوشتر وضع و ابرویش موع و بانہ بند موع و دوسرے عجائبات کو

گدڑ لے اور آداب بجالایا دہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور  
جہر مرصع پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا مرصع ساز طلائی اور ایک ہاتھی مرصع ساز نقرئی کے  
خطا ہوا اور خطاب انا بھی بدستور بحال رکھا گیا اور منصب پنجزار سی پنہزار سوار کا مرحمت  
ہوا اور اسکے ہمراہیوں کو ایک خلعت اور دس جہر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوئے  
اور اجازت رخصت ہونکی دی گئی وہاں سے رانا والی اور دیپور دلیہ خان کے گھر آیا  
دلیہ خان نے اسکو ٹھہرنکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پانچہ بیش قیمت اور ایک  
تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع سپر جڑ اور پھول بنے ہوئے تھے اور ایک چھٹی منبت کا  
اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پانچہ کا خلعت جو نسایت لڑا نقد رہا  
اور ایک خنجر مرصع اور ایک بسی مرصع اور ایک جوڑ بازو بند مرصع اور دو گھوڑے  
دلیہ خان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت شتم و خدم پر بڑا اعتبار تھا  
اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت  
نہیں جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجتا تھا یہ رانا  
نے بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد میں پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ پیکار ختم ہوئی نہ شاہ  
اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پر تابانگہ کو فرمانبردار بنائلی غرض  
سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگہ اور دیگر امر کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوج کشی کی  
مگر وہ پورا مطیع نہ ہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہیں  
بجالاتا تھا جب سپر لشکر کشی کیجاتی تو وہ دشوار گزار پھاڑ و نہیں چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا  
رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک و دیسنگہ جس نے او دیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگہ جبکا بیٹا امر سنگہ تھا جسکو کوشمالی شاہجہان نے دی تھی دلیہر خان  
اس رانل کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے دلیہر خان کی عزت و  
وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے  
راجپوتوں نے جب سسلج میں قومی اتفاق کر کے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی  
تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتوں کے مطیع کرینین پوری قوت صرف کر دی تھی  
مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہو جانے سے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا  
تھا لیکن آخر کوشاہزادہ اکبر راجپوتوں کی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح  
کے خواستگار ہوئے اس جنگ میں دلیہر خان کے واسطے سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ  
نادانہ رجستان اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق  
پولیسکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چارم کے ملاحظہ و  
منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے  
یہ تحریر ہے کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیہر خان کی سرکردگی میں مارواڑ سے دہلی  
کی طرف سے شاہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھایا پہاڑی لڑائی راجپوت  
نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کوڑہ میں شکست ہوئی  
اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد عظیم کے وقت  
دہ باڑی میں دلیہر خان اور شاہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ و ٹھنکے کا منظر پیش کیا تھا عمل کیا  
مگر ایک فسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیہر خان کے زیر حکم خدمتگداری کرتا تھا  
ان مشکلات کو آسان کر دیا وہ اپنے وطن کے جانیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا  
جس طرح کہ کوئی شخص سفر میں نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہے رانا کے پاس آیا اور سنے

معاملات جنگ میں گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اجپوت لڑائی کے  
 چھ مہینے مغموم ہیں اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند  
 نہیں کرے گا لیکن اگر کوئی شخص مصاحبت کا خواستگار ہو گا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور  
 کرے گا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میرے نظریے سے شاہنشاہ  
 کو بخند تین پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنیبانی شروع کی اس امر کی تصدیق چھوٹے  
 مانج بھی ظاہر کرتی ہے اور تو انج میں اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان  
 میں آیا تھا راجہ شیام سنگھ ساکن بیکانیر درج ہے رانا جسنگھ نے اورنگ زیب سے  
 عہد و پیمان کیے اور شاہزادہ عظیم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کا مقرر ہوئے  
 دلیر خان ہمیشہ متوقع پر جبکہ صلح نامہ کے بارہ میں گفتگو ہو ا کرتی تھی رانا راج سنگھ کی  
 طرف داری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے  
 ماسوا اسکے بہت سے شخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوئے تھے یہ سب تعداد میں  
 ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد عظیم نے جو رانا کے حسب و نسب و مالی خاندان  
 ہونیسے خوب اہت تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہد نامہ میں جرمانہ  
 برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی  
 و بغاوت میں مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم  
 رکھنے کے لیے عہد نامہ میں درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمز جھنڈا و شامیانہ و چتر  
 آئندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونا طے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد  
 حاصل ہوئے مگر زندان دلیر خان اس مصاحبت کے دوران میں بطور یرغمال  
 و سپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو نصرت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمہارے امیر تو اکثر  
بین اور میرے فرزند بطوریر غمال کے تمہاری حفاظت میں تم خاطر جمع رکھو کہ میں انکی  
جان قربان کر کے تمہارے ملک کو بحال کرادوں گا بدینہ وجہ کہ  
تمہارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان  
اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن وارداتیں ایسی واقع ہوتی تھیں کہ کوشش کچھ کارگر  
نہوتی تھی رانا کو مجبور ہی ملک چھوڑ کر موری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے  
بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورہ بالا سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اول نواب دلیر خان کی مهم راجپوتانہ  
میں موجودگی دوسرے رانے اور پورے دوستی تسیرے امر صلح میں کوشش چوتھے  
بادشاہ کی طرف سے انکے فرزندوں کا ضمانت رانا کے یہاں بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ  
راجپوتانہ میں جو اورنگ زیب بکنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہیں ملی جس سے  
نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندوں کے نام کہ کون کون صاحبزادہ  
یر غمال میں بھیجے گئے تھے معلوم ہو سکتے ناڈ صاحب موصوف نے صرف انکے  
واقعات کو تحریر کیا ہے جس میں مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسویں سال جلوس کے حسب احکم دلیر خان  
دکن کو روانہ ہوئے اور وہاں پر اہل بیجا پور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہیں مگر <sup>۱۶۵۷</sup> ۱۶۵۷  
میں بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی میں بادشاہ کے پاس لے آئے اعرصہ میں

۱۵۷۵ء در سال سیزدہم باستان ہوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از تغیر عابد خان بصدور داری ملتان رخصت یافت ۱۶۵۷

نائب خان کی تبدیلی ہوئی اور بجائے انکے دلیر خان صوبہ ارملتان کیے گئے اور وہاں جا کر یوان صوبہ اری کو انھوں نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام میں مصروف ہوئے۔  
 ۱۹ شیخ عالمگیری میں جب صوبہ ملتان شاہزادہ محمد عظیم کی جاگیر میں دیا گیا تو  
 دلیر خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے  
 انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔

شیخ میں جب خانجہاں بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتبوب ہوا تو دلیر خان

سے عابد خان کاغزی نام قلعہ خان نقایہ باب کی طرف سے شیخ شہاب الدین سرور دی کی اولاد دین ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں  
 ہندوستان میں وارد ہوئے، غازی الدین خان فیروز جنگ کے پیر بزرگ اور نظام الملک اسفہا کے دادا تھے یعنی حضور نظام  
 فرما کر دے دکن کے مورث اعلیٰ میں صوبہ ملتان میں انھیں عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوئے پہلے عابد خان چار ہزاری منصب  
 فائز ہوئے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہنچے صدارت کل کا منصب بھی انھیں حاصل ہوا۔ ۱۰۸۵ھ میں قلعہ گوگٹندہ کے محاصرہ میں  
 توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگا کر کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آئے مجدد الملک سعد خان وزیر عظیم ملی عیادت کو آئے جراح  
 ہدیوں کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھ ہوئے ایک باہر سے آئے جاتے تھے اور حاضرین سے باتیں کرتے جلتے تھے  
 اور پیشانی پر شکن نہیں آتی تھی کہتے تھے کہ بنیہ و درخوب ہاتھ آیا ہے اور حالت میں شرفیہ کو اٹھال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل  
 عظیم سمرقند کے تھے اور وہ میرالدوام صاحب من عبد الرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و ایمر  
 ملتان کی جگہ کے رہے ہیں انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو نواب سعد اللہ خان وزیر عظیم کی بیٹی منسوب تھی  
 ۱۱۰۵ھ و در سال نو ذی قعدہ ۱۱۰۵ھ میں صوبہ بنگالہ شاہزادہ محمد عظیم شاہ قریب خاں مذکور حضور سید و سباق دکن میں غرض گزشتہ  
 ۱۱۰۵ھ جون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتبوب شد خبر دے آئے دیر بان سردار نادار مغض گشت  
 کہ تا تعین صوبہ دار مہمات انجام دے یا بد او تقدیر یا بد۔

۱۱۰۵ھ خانجہاں کی منتوبی کی یہ جہتی کہ اس کے لشکر میں فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعراض  
 پر وہ مشاغل نہیں ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب ہو چکا وہ نے گرفتاری آغا خاں سردار بادشاہ کے کہ کہ یعنی رضاعی  
 بھائی ہونے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی میں بد خیالی کرتا تھا اس کے جلوس مطابق  
 مسئلہ کہ یہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ ۱۱۰۵ھ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیری اسکی عیادت کو گیا  
 ۱۱۰۵ھ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امر علیہاں کی محض نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہتا

اوسکی جگہ پر مقرر ہوئے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجی سپہ سالاری  
دلیہر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا وہاں  
جملہ مالی و فوجی مہمات انکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

اسلمین دلیہر خان اور حیدر آبادیوں سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہفتی  
انکا زخم بان سے ہلاک ہو گیا اور خانہ صوف کی سواری کا جو باقی تھا اسکے ایک  
گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتکار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے  
ہلاک ہو گیا اور بان سے دلیہر خان کے گریبان میں آگ لگ گئی مگر چھال کے  
پانی سے جو ساتھ میں رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اسرورہ بشمار آدمی غنیمت کے قتل  
کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیہر خان کے فوجی بھی کام آئی دلیہر خان اس روز  
لڑتے ہوئے اور اپنے لشکر کی نبرہ لیتے ہوئے شام کی وقت اپنے خیمہ میں پہنچے۔  
اسلمین قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان کے حسن تردد سے سیوا جی کے قبضہ سے  
بھل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری میں ہے کہ جب قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان نے سیوا جی  
سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ما قبل وہاں کرتا تھا اکثر اولیٰ محلہ میں نظم و ضبط تھا اور جو اہل و عیال وہاں تھے وہاں ہی رہتے تھے کاتہ کرہ رہا کرتا تھا  
سے واقعہ لگا و عرضداشت کہ دلیہر خان باہر مازغان ٹکٹہ آئے تھے سخت دست و ادیکہ نیل فرم بان بکا آمد و نیل  
سواری خانہ کو زخم نفاک رسید و نہ دست کاری کہ عقب خان مذکور بریل نشستہ بود زخم بان جان در باخ آتش  
بان در گریبان خان افتاد و آتہ چھال فرو نشاندہ دم و دم بسیارے از مخالفان برخاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان  
بکا آمدند جنگ کنان خبر شکر یافتہ شام بخیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

سہ نم رمضان عرضداشت دلیہر خان رسید کہ قلعہ منگل، موزان صرف سیوا برآمد ماثر عالمگیری۔



۲۲۔ میں جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں رونق افروز تھا اوسنے دلیر خان کو بیجا پور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہنژادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہوئے تم بھی میرے حضور میں رہو اس زمانہ میں دلیر خان سخت علیحدہ تھے۔

## نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت دہلی سے صوبہ اودھ کی طرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد میں سرکار قنوج وکالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ میں سرکار اودھ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی میں رہا کرتے ہیں انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب جانشین مقرر کیا تھا غرض کہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جس جگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگلی کٹرہ کے نام سے بتا تھا اور اس میں ٹھہرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیاں بغالی تھیں ٹھہرونکی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک تہے بعد یہاں کی حکومت برہمنان پور کے قبضہ میں آئی وہ برہمن اس وقت میں پانڈے کہے جاتے تھے جب انھوں نے پیشہ بغاوت وراہزنی کا اختیار کالیا اور خزانہ شاہی جو ملک وودھ دار السلطنت دہلی کو جا رہا لوٹ لیا تب انہر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے ہتھیار کیلئے مقرر ہوئے بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پر گنہ کا ٹھہر خلع شاہجہان پور

میں آئے اور اپنا لشکر والا اور یہاں کے باغیوں کے دریافت حال کے لیے مخبروں کو مقرر کیا مخبروں نے جائز یہ خبر پہنچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑھیوں وغیرہ میں رہا کرتے ہیں ایک روز ان کے نہان کا ہوگا اور سرور موقع حملہ کر نیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایک روز تالاب تہنا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے نھانیکے واسطے جمع ہوئے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان لنگے سر پر پہنچکے اہم مقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کر کے یہاں پہنچ کر کوسن پر لشکر کا پڑاؤ والا تھا اور قصبہ پالی میں قیام کیا تھا جاسوسوں کے خبر دینے سے وہ یہاں آگئے اور انکی گڑھیوں پر جنگلے ڈھیر محلہ ٹیرہ کے قریب پلے جاتے ہیں چڑھائی کر دی اور تالاب تہنے کا محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی گڑھیان چھین لیں اور میلہ پر سبکو پسپا کر کے بہت تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت اسیر کر لیے مشہور ہو کہ بارہ ہزار جرار فوج دلیر خان کے ساتھ تھی اس میں سے بارہ سو بچان بھی قتل ہوئے اور بیشیا پانڈے اور دیگر ہندو مفروہ ہوئے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ میں بیشیاہ سلطانی سے یہ علاقہ مع قصبہ انگئی و میس پور کے جبین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوئے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ اقباب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیر سرکاری میں یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرو کا ٹکٹنا اور ان کے بعد چھتر نو کا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیاں اور بعد ازاں شاہ آباد اور تعلقہ باسطنکر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرو کی آبادی انگئی کھیرہ میں تھی جسکی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔ ان ٹھٹھرو پر فہرست کی گئی کہ چند پانڈے بردار برہمن جو کاشی سے ہر دوار جاتے تھے

سیان بھرے اور ٹھہرونگو کمروں خیال کر کے واپسی کی وقت انکو کال دیا مگر ان پانڈے برادر و بھکا  
 حال نہیں معلوم انکے سردار کا نام انگہ تھا۔ پانڈے برادر انگئی کھیرہ اور اسکے قرب جوار  
 پر اور نائے یب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت میں ان لوگوں نے کراچی  
 خزانہ جو کہ خیر آباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ میں کر دلیر خان افغانکو انگئی  
 سر کو بی کیلئے بھیجا شاہجہانپور پہونچ کر تنہا دلیر خان انگئی کھیرہ کی طرف چلے تاکہ دشمنوں کی قوت  
 دریافت ہو راستہ میں انکو پیاس معلوم ہوئی ایک ٹھہریا سے انھوں نے پانی مانگا دو شیریں  
 کے انعام نے اس عورت کی زبان کو کھول دیا اور دلیر خان نے اس سے تمام حالات پائندہ  
 برادر و بھکا کے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایک دن سب لوگ تین تین تالاب پر نہانے کے لیے  
 جمع ہوتے ہیں یہ سن کر دلیر خان شاہجہانپور واپس گئے اور وہاں ایک ٹی فوج جمع کر کے  
 انگئی کھیرہ پر چڑھائی کر دی اور برہمنوں کو کھیر لیا اور قتل و قمع کر دیا اس چالاک و بہادری  
 کے صلہ میں ان برہمنوں کی کل ریاست انکو جاگیر میں مرحمت ہوئی اور نواب دلیر خان ہلاور  
 پنہزاری کا منصب خطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علی خان کے زمانہ  
 تک قابض رہی یہ سلسلہ عین دلیر خان نے انگئی کھیرہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا  
 اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانوں و رسواروں سے بھر دیا۔ اور انکو قرب جوار کی معافان عطا  
 وسط میں بڑی ڈوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیوں کے نام سے مشہور ہیں  
 کہ پستان گارون نیگ صاحب منع دریا پور کے بابت اپنے فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ ان باون  
 میں باجیل فریب وریا بڑو شیر پونی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ برس کا عرصہ گزرا  
 کہ اسپر مالک ہے بعد ازاں انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اکثر موقع پر  
 قدیم زمینداروں نے چند حصہ نشے مول لیے اور او سپر قابض ہو گئے۔

بموجب تحریرین تھیلر صاحب کے شاہ آباد کی بنائے گئے جو راجپوتوں کا بھانجا تھا ڈالئی تھی اگر  
ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ امجد رسولہ سورس مشیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے  
گزرے اور اورنگزیب کے زمانہ میں نواب لیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔  
اسکے بعد سیکر لیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد  
کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہجہانپور ایک بھائی کی طرح شاہجہان کے عہد میں  
پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہاں اسکے اصلی نام جلال خان کی نسبت ایک  
محلہ جلالنگر اور خطابانی نام دیر خان کی مناسبت سے دیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اس لیے اس  
خیال میں لئی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا کہ  
افغانوں کا ایک ٹکڑا ہندوستان میں آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آرمی  
ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزار ہا چٹان جو انکے ہمراہ فوجیں بصورت  
چھاونی کے جا بجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے  
ان مصلحتوں سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاد آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے  
موضع دیر پور عرف نعمت پور میں قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت  
حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام اہتمغا دہنی ملنے کی غرض سے ایک عہد شدت عالمگیر شاہ  
کے حضور میں گذرانی چنانچہ حسب خواست بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن دہنی متاع کے  
انعام اہتمغا کا فرمان عطا فرمایا جس میں چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصبغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنا  
وطن انعام اہتمغا غرض کہ چلتیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا  
زمانہ ماہ مبارک رمضان ۱۰۸۵ھ لغایت ۱۰۸۶ھ مطابق ماہ اردی بہشت ۱۰۸۵ھ  
ہو سینتیس موضع مع قصبہ لکئی کے جو متعلق شاہ آباد ہیں فرمان میں درج ہیں اوشیش ہیتا

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کی فطر  
توجہ لگائی جامع مسجد بڑی دیوڑھی مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارت  
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ پچھڑا ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے  
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارت تکمیل کو پہنچائیں چھ لاکھ ان ہزار  
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ خرچ ہوا جو فی زمانہ اس مضبوطی و خوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپے میں  
بھی نہیں بن سکتے کیونکہ اس مالکیسی شخصی حکومت پر تیزی کی ارزانی کم مزدوری ہوتی تھی کہ ان  
میسر سکتی جو عمارت کی تفصیل انشا اللہ کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کیا گیا اب ہی  
یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کو کب و کس سن میں فتح اور آباد کیا ہو سکے بھی تاریخ قرآن  
اور تحریری دلائل موجود ہیں بعد فتح بھیر کے دلیر خان دار السلطنت دہلی آئے اور وہاں جلوس  
ثانی میں خلعت انعام وغیرہ پانچے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ ماہ ۹۷۸ھ  
کا تھا انھیں ایام میں دلیر خان بنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہر کیف ۹۷۸ھ سنہ ۱۵۷۱ء  
تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کر لیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر میں پایا جاتا ہے  
اسکے بعد حسب احکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہاں سے اسام وغیرہ جاکر دہلی  
مہمات سر کی ہیں اور کئی سال انکو ان مہمات میں مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے  
کہ نواب صاحب بنگالہ جانیکی پیشتر شاہ آباد فتح کر چکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دے  
چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ بنگالہ  
سے کوچ بہار فتح کرتے ہوئے اسام چلے گئے تھے اور وہاں سے سنہ ۱۵۷۱ء میں جاگیر پر آئے ہیں  
فرمان بادشاہی جو سنہ ۱۵۷۱ء میں تحریر ہوا ہوا وہیں شاہ آباد کا نام تحریر ہوا اور اگر یہ کہا  
جائے کہ فتح اسام اور سہج میں آئے بعد نواب صاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسیا تو اس سے پیشتر شہج میں قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان میں اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہر کیف یہ امر لازمی ہے کہ سٹنٹ شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا اور اسکے بعد کسی مهم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عطا ہوا ہو۔ جب دلیر خان مهم بنگالہ و آسام وغیرہ میں مصروف ہوں تو انکی عدم موجودگی میں انکے لائق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد میں مشغول ہوں گے بعد جب دلیر خان ممات سے یہاں تشریف لائے ہوں تو پھر انھوں نے آبادی میں زیادہ ترقی دی ہو۔

شہج میں دلیر خان کن گئے ہیں ورنہ میں ہاں سیوا جی کی مهم سر کر کے سٹنٹ میں جا پورا قلعہ قمع کیا ہے۔ واجب عرض سرکاری میں جو زمانہ آبادی کا سٹنٹ لکھا اور سٹنٹ لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیونکر معرض التوائ میں ال دی جاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے غالباً بند و بست سرکاری میں باشندگان شاہ آباد نے بلا تحقیق بموجب سن بانی روایت کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنی نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سٹنٹ لکھا یا کیونکہ سٹنٹ میں نواب دلیر خان نے حلت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے مگر سٹنٹ میں شاہ آباد کی آبادی کی سی طرح ثابت نہیں ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہیں انھوں نے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظر تھا پچاس بیگہ ارضی معانی میں مرحمت کی ہے اور انکی سند سٹنٹ میں تحریر کی ہے اگر یہاں کی آبادی موجود نہ ہوتی تو قبل سٹنٹ کے سٹنٹ میں وہ سند کیسے دی جاتی اسکے بعد سٹنٹ میں

پھر ارضی دلیر خان نے اپنے چوہدر فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند میں گرد و نواح کے مکانات کے حدود بھی درج ہیں اگر یہ خیال کیا جائے کہ قبل از فتح آٹمی اور آبادی شاہ آباد کے یا سناد و اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر میں آسکتے اسکے علاوہ ۸۷۰ھ میں دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مہدی صاحب قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جبکہ مکانات محلہ محلہ بناریا میں ہیں اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوئے ہیں تحریر کیا ہے جب شیخ مہدی صاحب کا انتقال ہو گیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کنھ پور انکے صاحبزادوں کو دی ہو اگر قبل از ۸۷۰ھ کے شاہ آباد کی آبادی نہ ہوتی اور شیخ مہدی صاحب یہاں آباد نہ ہوتے تو از روئے سند سابق جو دلیر خان کی طرح شیخ محمد مہدی صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادہ نام کیونکر تحریر کی جاتی اور وہ دیہات کس طرح دیے جاتے غرض کہ ان لائل سے مشابہ ہے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہو اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہیں اور اپر دلیر خانی مہر جو ایک شعر میں بطور سچ کے ہو پڑی ہوئی ہو اور وہ شعر یہ ہے

جلال داشت ز روز ازل چو صدق ضمیر

دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالم گیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانوں کی پشت پر دفتر کے کار پر دازوں کی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہو جاتے جبکہ کثرت آبادی کے قصبہ انگلی کے حدود باشندگان شاہ آباد کے مکانات باغات تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اپر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی میں عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گزارانی چنانچہ خوب استدعا کے جو مواضعات کو میرانی افتادہ تھے علاوہ ان دیہات جو دلیر خان کو پیشتر عطا

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوئے اور اسکا فرمان ۷۱ جمادی الثانی  
 ۸۱۵ھ کو منجانب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرہ کمال الدین خان میں بحسنہ و  
 حسن لکھنے کے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے  
 پچھم و اوتر کی طرف موضع اودھرنپور و بلغ پچاس ہزار احد پور و باغ لکھ پیر امو سومہ بہ پراہن  
 حد کن موضع سرے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرے پختہ ویران آجتا پانی جاتی ہے  
 غرضکہ یہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبیلہ  
 شاہ آباد کا از روئے پیمائش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بجگہ پختہ ہو جو ویرانی  
 و بطلان نہونیکے یہ شہر قبیلہ ہی رہا مگر ملک و وہ میں سب بڑا یہی قبیلہ آبادی غیر مسلسل  
 ہونیکے یہ وجہ واقع ہوئی کہ بطور لشکر کے جا بجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ  
 زمانہ عام بتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ و جدال برپا رہا کرتی  
 تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانوں کے محلہ کو آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر  
 میں بجائے قلعہ منہمدہ کے بڑی دیوڑھی قائم کی گئی اور اندرون قبیلہ کے علما و حکما و فقہرا  
 کا بستہ برہنہ و دیکہ ریشیہ و رعایا کو آباد کیا گیا اور بازار و نکو بسایا گیا اور محلہ کے نام جو قوم  
 کہ اوہیں آباد کی گئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً امند سلیمانی باقر زئی غلزی کہ ہر ایک  
 قبیلہ کی قومیت جو پٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب  
 کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکے وجہ یہ ہے کہ قبیلہ ہذا کی آبادی کی وقت جو فہر و  
 رفیق جہراہ دلیر خان کے باغیوں کے تدارک میں کام آئے انکے ورثا کو ازراہ قدر دانی خفا  
 ویران ارشی و جنگ آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے  
 اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پرولنے











منجانب نواب لیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوئے یہ قبائل تعداد میں  
 باون تھے اراضیات کے بہن و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکوں کے ورثا کو نسلاً بعد نسل  
 آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد میں  
 ان لوگوں کی تختین خریدی تھیں چنانچہ چار بیگہ زمین محلہ اندر پور میں متعلقہ حویلی اختیار خان  
 کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ  
 پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مولیٰ اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر  
 ۱۱۸۷ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہرین ثبت ہیں۔  
 اب یہاں فرمان شاہی جو لیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل سکی صفحہ آئندہ  
 پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔





والاحسان لیرخان التماس دارد کہ بر جمع پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق  
بصوبہ وودہ کہ مبلغ بست و شش لک دام بجا گیر خان مشار الیہ تنخواہ است  
شش لک دام اضافہ شود کہ اصل و اضافہ جملہ سی و دو لک دام باشد  
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام لہتمغاز مواضع پتہ شاہ آباد عرف  
تکئی وغیرہ من اعمال پر گنہ مرقوم بہجت وطن بہ بندہ مرحمت شود نہ  
حکم ہما منطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت کہ دیوانیان عظام  
مبلغ شش لک دام بر جمع پر گنہ مزبور اضافہ نمودہ موازی سی و ہفت موضع  
پتہ مسطورہ وغیرہ را از ابتدا لے فصل ربیع پارس نیل در وجہ نعم  
خان مومی الیہ بہجت وطن بطریق لہتمغاسوامی طلب من حسب الضمن مقرر  
دانستہ تتمہ بست و شش لک دام بجا گیر خان مشار الیہ اعتبار نمایند  
می باید کہ فرزندان کامگار بختیار و امرائے ذی شوکت نامدار و وودہ  
صائب لے کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالی مقدار و ناظران  
علیخاقانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کروڑیان حال  
و استقبال در اہتمام و استقرار این حکم والا کو شید  
موضع مذبورہ را تبصرہ خان مشار الیہ ظہر ابعظہ و نسل ابعظہ و بطناً

بعد طین او باز گذارند و در پنج وقت و زمان تغیر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن اه  
ندهند و از جمیع وجوایات و عوارضات معاف و مرفوع اقلیم شمرند  
و درین باب هر ساله حکم و سند مجد و طلبند بسبیل چو دهریان قانونگویان و  
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهله مسطوره را انعام آنها مقرر  
و نهسته مالوایی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان مومی لیس  
جواب گو و از انجلی خیری قاصر و منکسر نکرده اند و از اصلاح و صواب دید حسابی  
آنها بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتایخ بستم ذی حجه  
سنه پنج از جلوس والا نوشته شد.

## جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تانچ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک شصت و یک جلوس مقدس  
مطابق سلسله موافق اردی بهشت ماه الهی بر ساله نواب سی القاب رحمة خلافت  
ابست نور حدیقه سلطنت دولت فروغ و دومان عز و اقبال چراغ خاندان جاه جلال و الاکرم  
بلند مکان فیج القدر منبع الشان ستوده خصال نجمه شیم و بمعرفت وزارت پناه کفایت  
و ستگاه شایسته اضاف و مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف و لطافات اجه کهاب کی و  
توبت و قه نویسی کترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد علی حسینی قلی میگردد که چون در نیولا  
بعض اشرف اقدس علی رسید که امارت پناه دلیر خان از درگاه فضل و کرم التماس دارد



که در تعلق پرگنه پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده مبلغ شش لک دهم  
بجایگزینان مشاء الیه تنخواه است شش دهم اضافه شود که جمله اهل و ائمه سنی و دو لک  
دهم باشد مبلغ شش لک دهم مذکور بطریق انعام امتیاز مواضع نه شاه آباد و غایت  
و غیره مواضع پرگنه مذکور بموجب سند و فی الزل بحیث و طین مرحمت شود و لکن علم  
جهان مطاع عالم مطیع صدا و رشد که مبلغ شش لک دهم بر حق پرگنه مذکور اضافه نموده  
مواضع نه شاه آباد و غیره و دیات مذکور را من استبداد بیع پارس سل بانعام خان  
مبومی الیه بحیث و طین برسم التماس سوله طلبی نصب حاکم فرمودیم تتمه شش شش  
لک دهم را بجایگزینان مشاء الیه حساب نمایند و مطابق فهرست جات قلمی شده  
شش خط وزارت پناه کفایت دستگاه راجه بکتاب کلمی بر ساله نواب قدسی  
القاب ستوده و خصال خجسته شیخ و معرفت مکتوب بنده گان درگاه و دخل و قعه نمایند

شرح حاشیه بخط واقعه نویسن مطابق واقع است شرح بخط  
وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اوقات مآثره تفقدات  
سزاوار صنوف عواطف و لطافت راجه بکتاب کلمی بخرش مکرر  
نمایند

شرح بنمایاد پناه رفعت و معالی درگاه اشرف نماند  
نهم شهر رمضان هجری جلوس مبارک مکرر بخرش مآثره تفقدات  
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اوقات مآثره تفقدات  
و تفقدات سزاوار صنوف عواطف و لطافت راجه بکتاب کلمی  
فرمان عالی نشان قلمی نمایند

تاریخ مظفری  
در شهر مظفر  
در روز شنبه  
در ماه رمضان  
در سال ۱۲۸۰

تاریخ مظفری  
در شهر مظفر  
در روز شنبه  
در ماه رمضان  
در سال ۱۲۸۰

موضع  
اسلے واسلے  
جمع واسے حسب الحکم

پو تو مقام پر شد ۳۰ رمضان ۱۰۸۰  
داخل و زنا چھ و احوال اب تک  
تاریخ محرم ۱۰۸۰ جو وقت سی تقری

لے لک  
چھ دام

نقل  
تاریخ ۱۲ شہر محرم ۱۰۸۰  
نقل بدھ بنی الملک ۱۰۸۰

ازہ شاد آباد عرف انگلی  
موضع  
اسلے واسلے  
جمع واسے

نقل  
تاریخ ۱۲ شہر محرم ۱۰۸۰  
نقل بدھ بنی الملک ۱۰۸۰  
نقل بدھ بنی الملک ۱۰۸۰  
نقل بدھ بنی الملک ۱۰۸۰

۱۰۸۰

۱۰۸۰

۱۰۸۰

فی تاریخ ۱۰۸۰ جلوس مطالعہ ۱۰۸۰ شہر محرم

مستحکم چاندنیہ	مستحکم بزرگ دام	موضع و درہن پور و غیرہ	لگان
صہ موضع	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	یعنی دولت پور بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام

زیر دیوان	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام

مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام
مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام	مستحکم بزرگ دام

بر سالہ باو شاہزادہ کامکانا دگر امی نسبت علی تبار نور حد قنارہ انت بہت نوریدہ سلسلہ دولت فرخ و درہن و قبا  
 براغ خانہ حاج و جلال والا گہر بند مکان فیج القدر فیج الاشانتو، فخصان خیمہ سیم شاہزادہ محمد عظیم سلطان علی

## نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھین کے نام سے محلہ باقر زئی عرف مہاولہ آباد ہوا ہے  
یہ باقر زئی قوم کے چھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقر زئی مشہور ہوا یہ فوج تین  
نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب  
دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھوں نے اس ارغنی کا فرمان  
بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقر زئی کے اب تک  
شاندار بنا ہوا ہے اسکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیک نام خان کے نامور فرزند  
انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد میں عابد اور با خدا انسان گذرے  
ہیں بعض کاغذات کمنہ میں انکا نام خانزادہ کے لقب لکھا ہوا ہے بعض کاغذوں  
میں عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ با وقعت الفاظ لکھے ہوئے  
راقم کی نظر سے گذرے ہیں سنہ ۱۱۹۶ھ میں خان موصوف نے ایک موضع زناہ  
دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا متول ہی زمانہ سے پایا جاتا ہے  
نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقر زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



چون بعضی مقدس معلی رسید که بموجب سند  
 دلیر خان موازی یکصد و بیست بیکه زمین از پیر گنه پالی  
 سرکار خیر آباد منافع بصوبه آورد و از آنجمله بیست بیکه بجهت باغ در سواد قمیبه  
 شاه آباد و بانی در وجه مدد معاش عظمت الله مقرر است و مشار الیه  
 اراضی مذکوره را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد  
 حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد که موازی مذکور از محل قدیم  
 بدست سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و باغ او حسب اضمن  
 مقرر باشد که حاصلات آنرا فصل بفصل و سال یسال صرف عیشت  
 خود نموده بدو بقالی دولت ابد طر از اشتغال میداشته باشد میباید  
 که حکام و عمال دجا گیر در آن و کرد وریان حال و استقبال این حکم والا  
 را مسترد داشته اراضی مسطوره را بتصرف او باز گذارند اصل او  
 مطلقا تعمیر و تبدیل بدان راه ندهند و بعلت مالوجات و اخراجات مشمل  
 قتلعه و پیشکش و جریبانه و ضابطانه و محصلانه و مهرانه و دار و نخخانه و بیکار و شکا  
 و دهنی و مقدمی و صدوقی و قانوقونی و ضبط هر ساله و تکرار زراعت و کل تکالیف  
 دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در نیاب هر ساله سند مجدد  
 نه طلبند و اگر در محله دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نکنند تا کیه دانند.

بنایخ بست و دوم شهر منغان المبارک  
 سینه بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

## عبارت بجای پست پروانه

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز دوشنبه بفته جم شمس ۲۴ شعبان و الا موافق ۱۲۸۳  
مطابق ۱۲ شمس ماه الهی بر ساله سعادت و نجابت پناه شجاعت و شهامت و سنگاه  
سزاوار عنایت بادشاهی قابل مرحمت خلیفه الهی صدر رفیع القدر قلیچ خان  
نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه نورالدین محمدتاجی میگردد  
که بعضی مقدس معالی رسیده که بموجب سند ولی خان موازی یکصد و بیست و یکمین  
از پیر کشته پالی سرکار خیر آباد مضامین بصوبه او و ده از انجمله بیست و یکمین بجاغ و رسوا و  
شاه آباد و باقی در وجه مدد معاش عظمت الله مقرر است و مشارالیه از انجمله مذکور  
را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد حکم جهان مطاع عالم مشایع صا به  
که موازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش  
و باغ او مرحمت فرمودیم اگر در محله دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نگند  
واقعه بتاریخ شهر جمادی الاولی ۱۲۸۳ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد  
شرح بخط سیادت و نجابت پناه شجاعت و شهامت و سنگاه صدر  
رفیع القدر قلیچ خان آنکه داخل واقعه نمایند

شرح بخط موتمن الدوله العلیه معتمد السلطنه المیه عمده و زراعی رفیع الشان زبده  
تواین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال نایب منافع دولت و اقبال شایسته  
انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان حمده الملک  
مدار الماسم آنکه بعضی مکرر رسانند



دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلیٰ اور نہایت پاکباز و شجاع انسان  
محلہ مہمند میں مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آج تک آباد جو اس سے  
انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے  
فسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔

دیوان رحیم داد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلیٰ اور نہایت دیندار و جباری  
بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل چٹان تھے بدینو جہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد  
کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علی خان میں تحریر کیا گیا ہے راقم کے یہ بزرگ تھے۔  
دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضع داری و بہادری اور دیگر  
نویں یونین ممتاز تھے انکی اولاد نے محکم دولت لے کے خاندان کو غسل سعادت کے مقوم ہونے  
اکثر چک و باغ دیے ہیں جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں میں جنسے انکا حساب  
ثروت ہونا ثابت ہو آپکی اولاد میں بادل خان تھے جنکے فرزند ان ارشا علی خان کمر علی خان  
نگاہ علی خان فضل حسین خان ہوئے ہیں باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال باوقیر  
ہو چند سال ہوئے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علی خان صاحب نے جو آمریری مجسٹریٹ  
تھے انتقال کیا وہ خلیق و متحمل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ میں امتیاز علی خان بھی شریفانہ  
وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عثمانیت خان دیوان رحیم داد خان سلیمانی مذکورہ بالا کے داماد تھے اور  
بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جلتے ہیں اور محلہ کے بانی اور  
سرگروہ ثابت ہوتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی دوسرے چٹان لکے ہمنام ہوں۔  
حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خانہ بھی تھے جو



زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر ہنگال و دکن وغیرہ کی مہمات میں منقول ہیں مگر یہ امر تحقیق نہ ہو سکا کہ یہ بھی حیات خان تھے۔

دیوان سبھ خان و شمشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہیں انھوں نے اپنا محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے منہ می تھے انکی اولاد یہاں سے قبیلہ ملیج آباد میں جا کر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودھ کی نظامت کے مسوئہ و ملیج آباد و سندیلہ وغیرہ کے برکات و دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیج آباد میں بھی رہا کیے جاتے تھے بعض مقام چچان شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں آباد ہوئے شمشیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مولف تاریخ مخزن اخبار دین عہد شاہی میں مقام ملیج آباد رہے ہیں اور سبھ خان کی اولاد میں بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیج آباد میں رہے ہیں جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سبھ خان عبد النبی کے حالات میں لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ان حضرات کی اولاد محلہ بختیارنگر وغیرہ میں گزری اور اب تک امداد علیخان و عبد العلیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہیں۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکوڑی خلیل سیخیل۔ بازید خیل۔ غلزی۔ اپنے بانیوں کے قوم سے منسوب ہیں اور بعض محلے دوسری خصوصیت کی وجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوئے۔

یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ اکثر اراضی محلہ کی آبادی کیلئے بارہ بیگہ بختہ الہی گڑ سے محلہ دھرونگو دہلی تھی مگر بعض اسناد میں چالیس بیگہ بھی دیکھنے میں آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل تحقیق کو دی ہیں وہ زمین سے بعض یہاں پر درج کیجاتی ہیں  
ولیر خان نے اپنی حیات میں اپنے بیٹوں کو بھی مواضع و مکانات تقسیم کیے تھے  
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ ان کے قلممحرور خان کو موضع اوڈھر پور دیا تھا  
جسکی پہلی سند ولیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

## نقل سند نواب لیر خان بنام پتممحرور خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ پالی از تہ شاہ آباد  
سرکار خیر آباد صوبہ اوڈھہ بدانتند۔

جلال شہزاد نازل چو صدق میر  
ولیر خان بہ الطاف شاہ مسگیر

موضع خانپور خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات التعمین  
علیہ پر گنہ مرقوم در وجہ انعام بر خوردار اقبال انعاممحرور خان من  
ابتداءً ضلع فریفت قوی نیل سہ ماہ کیلزار و بہشتا دو ہفت فصلی حسب اضمین  
مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان بر خوردار و آگذازند کہ صلا  
آنرا متصرف بُوَدہ دراز و یاد آبادانی و تکریر زراعت و عمارت جہد بلینج بکار بر بند۔  
درین باب قدغن دانند۔ فی التابیح نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ  
جانب پشت ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی

۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ  
۱۲ شعبان المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ  
۱۲ محرم المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ

مظفر

شرح ضمن دروجہ انعام خان اودہ فتح معمو خان زموضع خانیور تہ شاہ آباد از جلد دیات  
ابتداء علمہ پر گنہ پالی من ابتداء فصلی رفیق قومی سل سکنہ فرحت شد قلمی شد

۱۔ رمضان المبارک ۱۲۸۰  
۲۔ فیضانِ دیوانہ  
۳۔ خواجہ پیدائش  
۴۔ سبب از ابتداء فصلی  
۵۔ قومی سکنہ فرحت  
۶۔ خواجہ پیدائش  
۷۔ سبب از ابتداء فصلی  
۸۔ قومی سکنہ فرحت  
۹۔ خواجہ پیدائش  
۱۰۔ سبب از ابتداء فصلی  
۱۱۔ قومی سکنہ فرحت  
۱۲۔ خواجہ پیدائش  
۱۳۔ سبب از ابتداء فصلی  
۱۴۔ قومی سکنہ فرحت  
۱۵۔ خواجہ پیدائش  
۱۶۔ سبب از ابتداء فصلی  
۱۷۔ قومی سکنہ فرحت  
۱۸۔ خواجہ پیدائش  
۱۹۔ سبب از ابتداء فصلی  
۲۰۔ قومی سکنہ فرحت



ایک موضع محل

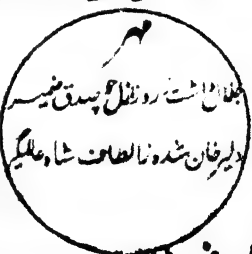
۱۲۸۰ رمضان

شرح و تفصیل از دست پاد

اس کے بعد ایک بلغ جواہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سبند میں داخل  
ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملوں نے اس سے مزاحمت کی مضمعمور خان  
نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے  
عطا کی جسکی نقل مجبوسہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

متصدیان مہات حال و استقبال تہ شاہ آباد محال  
وطن بدائش



کہ موضع خانیور عرف اودہ ہر نمود دروجہ انعام بر خور دار اقبال منہ مضمعمور خان من  
ابتداء فصلی رفیق قومی سل سکنہ فرحت شد قلمی شد

برخورد از مسطور در باب گذر و باغ ولی نعمت مرحوم به عرض رسانیدند که عالمان  
پیر گنه جمت حاصل مزبور مزاحم میشوند لهذا من ابتداءً فیصله نفی یحیی میل شد  
حاصلات گذر راه و باغ حضرت ولی نعمت که در موضع مسطور است حسب اضمین  
محمت نموده شد باید که حاصل گذر و باغ تعلق و تصرف کسان برخورد دار و گذارند  
و از محصول سکنه مزاحم نشوند درین باب قدغن دانند.

تحریری التابیح پنجم شهر رمضان المبارک سال ۱۲۸۵ لیکه از نو دو یکا محاسبی

جانب پشت پروانه

ملاحظه نمایند

شیخ الله ابن  
عبدالمکرم حسینی

شرح ضمن حاصل گذر راه موضع خاپور عرف اود هر نپور و باغ حضرت ولی نعمت جیواز  
محال وطن که در وجه انعام برخورد دار اقبال منتهی معمو خان من ابتداءً فیصله  
مقرر گشته بود عامل محال مرقوم جمت حاصل مذکور مزاحم شده بنا بران حاصل گذر راه  
و باغ مسطور من ابتداءً فیصله نفی یحیی میل شد محمت گشته و از محصول سکنه  
مزاحم نشوند تعلق و تصرف برخورد دار اقبال مند و گذارند ضمن قلی شد

الحاکم  
مضامین  
در ذیل  
مستطورات  
و باغ  
خاپور  
عرف اود  
هر نپور  
موضع خاپور  
عرف اود  
هر نپور

بلاغ مفهوره مرحومه حضرت علی

نعمت که در موضع مسطور است

عرف اود هر نپور

عرف اود هر نپور

ایک پانچ بیگہ نچتہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوہدار و نکو خجکا نام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیر دین عنایت کی یہ اہل سند بھی آجتک موجود ہے۔

مہر نواب (مقصودیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بغایت امیدوار بودہ بداندہ دلیر خان) موازی پنج بیگہ زمین نچتہ برے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز والہ بخش چوہداران مرحمت نمودہ شدہ باید کہ زمین مذکور متصل حویلی ہر اسے پیوودہ بندہ کہ نامہ دیبا محلہ خود علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشندہ و از رعایاے پیرامون حویلی انھا بیج کیے مزاحم نشود و درین باب تا کیہ حسب السطو قبل آرنہ تحریر فی التاریخ غرہ ستم شمسہ مکیزار و ہشتاد ہفت ہجری

سیطرہ ایک سند دلیر خان نے اپنے چوہری میلو کو جو بازار کا منظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی مبع ذیل ہے۔

مہر نواب (مقصودیان مہمات حال استقبال پر گنہ پالی بغایت امیدوار بودہ بداندہ دلیر خان) موازی پنجابہ بیگہ بگزار الی زمین خیر افتادہ خارج جمیع لایق زراعت در وجہ انعام میلو چوہری بازار شاہ آباد من ابتداے فصل نہایت لوی لیل سنگندہ سقر گردیدہ باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب و اند پیوودہ و چاک بستہ و بند کہ مزروع ساختہ حاصلات آثر متصرف شدہ و در سر براہ خدمت مذکور بہ دیانت و اہانت و حسن سلوک بار عایاد سکنہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی شدہ زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفہ ختم اللہ وسیلہ لطفہ شمسہ

غرض کہ اس طرح بیسیون سندین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہیں ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صد باید کہ اراضی دلیر خان صاحب تقسیم کی

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنہر پور حضرت شیخ محمد مدھینا قادری  
کو جاگیر میں دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مدھینا صاحب عوف میں مذکور ہے  
دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان  
جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوئے انھوں نے اہل استحقاق کو تقسیم ارضیات کی تشریح  
دی ہیں جو انکے تذکرہ میں انشاء اللہ درج ہونگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکوں میں شہید ہوئے ہیں انکی لاشیں  
بھی دلیر خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونے کی غرض سے اصلی وطن شاہ آباد میں  
بھجوائی ہیں چنانچہ اسماعیل خان امینہ زری جو ملک دکن میں شہید ہوئے تھے انکے تابوت  
دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہاں سے لا کر یہاں دفن کیے گئے تھے  
اسماعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور بچان گذرے ہیں جنکے بیٹے  
شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولہ کے سرست خان  
اور بخش اللہ خان پیدا ہوئے تھے جب یہ دونوں بھائی دکن جا کر مفقود انجیر ہو گئے  
اور انکی ملکیت اور محلہ پر اسے موہن لال اور ہیر لال کا استعین نے نواب  
اعزاز خان کی طرف سے ایک جعلی سند بنا کر جھگڑا کیلئے تو اسوقت انکی بیوہ کی طرف  
سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اس پر مہرین اور گواہیان  
کثرت سے تحریر کی تھیں اس صورتحال میں یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی  
عبارت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

## نواب دلیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتیں تعمیر کرانا

نواب دلیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری میں جبکہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ اپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت میں داخل تھا جہاں انکے لشکر کی چھاوٹی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہاں آبادی اور مکان وغیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انہیں بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جبکہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کر کے مسلمانوں کی نعشیں دفن کر دیتے اور ہنود کی لاشیں جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر اونکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیر خان جب شاہجہان کے عہد میں دہلی میں قیام فرماتے تھے تو ایک حویلی اور باغ شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیکہ خام ارضی حسب درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کی واسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت ارضی وہاں کے زمینداروں اور مالکوں سے انھوں نے خرید کی تھی بعض حقیقت کا بیعنامہ انکے نام اب تک موجود ہے بیعنامہ موضع نرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے راقم نے حاشیہ میں لکھ دیا ہے

اس قتل بیعنامہ موضع نرولہ زرغیدہ دلیر خان  
اشہر اکبر نخل سجانی صاحبقران ثانی

موضع زرین نوشتہ آلودہ زمین خالی پر گزہ حویلی شاہجہان بادشاہ کا حضرت قہر قدرت سلیمان  
منزلت جمید شوکت سکندر مرحبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان پختہ باغ حویلی مرحمت  
فرمودندہ منکمانوسہ ولد و پختہ و واحد ولد جاوون و مانا ولد گوپی و پختہ ولد منسور آسا ولد خانی سلطان ولد درو  
مالکان موضع مذکور ایم۔ ارضی بست بیکہ زمین پختہ از موضع مذکور کہ در ہشتونکہ می امان بست پہلیغ یکسد و بست و یکسد  
رو بہ نصف شصست و نیم رو بہ میشود برضاد و رغبت خود بادست خان مشاہیر و خیر و ہسلے آفرادہ پیش از ہر فرد

دلیر خان نے دہلی میں اجمیری دروازہ کی طرف قریب جیسنگ پورہ کے جو  
مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوائے تھے اور رعایا  
آباد کر کے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

بقیہ صفحہ ما قبل اور دیم اگر ثانی الحال وارث اراضی مذکور ظاہر شود یا دعوت خود پیش نماید عند الشرح دروغ و نامسوع بود  
ہیں چند کل بطریق سند نوشتہ و ادیم کثانی الحال صحت ہووہ باشد حد و بدین تفصیل

شہر غریب جنور شمال  
حد درواجمہ میں لدراوسر سالہ زمین جو ملی روپ سنگہ و کشتن سنگہ مرغ قلیکال تال فروشا چاہ دیوار باغ اوگر سین  
راغور و چاہ کنتہ کد چال شالایت پختہ در زمین کد حال موی الیہ ات  
آبادہ شہر شہر جہاں محبوب ۲۲ میلوس مبارک

بندہ درگاہ کند و اسجہری تانگوے شاہجانی آباد  
انچہ در متن نوشتہ الیہ ت بیان و اتمہ است

دست نوک  
کنتہ  
شاہجانی آباد

سلطہ و یکو تاج اخبار محبت کے صفحہ ۲۵ کو از چار دیواری خاص شاہجانی آباد چاروسی صد بیگہ اراضی خام در دہلی بنا بریت  
سابق مکان خود بہادر خان نے صد بیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین چاہ درخواست نمودہ و حضرت  
خلافت محبت بموجب درخواست ہر دوسرہ دیکھ کر صدوسی بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی اکثر از مالکان زمیندار  
آبادی ز خرید نمودہ پنا پنجہ بہادر خان در دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پنا تعمیر  
مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہر تہ دادہ بہ زمین دستور بلال خان مخاطب بہ  
دلیر خان صد بیگہ اراضی ز خرید نمودہ قریب بے سنگہ پورہ کہ مقام رسد و دیوار ہیر و ن است مکانات سکونت  
نمود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ نواب قمر الدین خان  
بازیر غلیم بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پنا شاہجانی آباد دلیر پورہ ہشت تبارہ دارد و اکثر در ان برف سازان  
سکونت میدارند و اکثر جاہاں صویحات نواب بہادر خان و نواب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات  
و مساجد و مقابرہ سراسر مسافران و چاہ ہاس و پلہک بنا کردہ آہناست و سرکار کاچی و سرکار قنوج  
مملکہ رودیو آٹخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و سرسے نرول مسافران و درگاہ حاجی شریفیت زندگی  
و مقبرہ ہاسے حضرت بالاہر و حضرت مہدی و چند مکانات بدرگاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مہارود و ضیاء  
الکین پورہ بنا کردہ آہناست و درال آباد و حلی سنی محلہ باناودہ است و در سرکار لکھنؤ بردریکے گومتی عمارات عالی  
کد بکان آن نواب شجاع الد و لوق محلہ تعمیر نمودہ آن حلی نواب دلیر خان است۔



نواب قمر الدین خان وزیر عظم کے وہ مکانات آبادی باقی تھی اور سینکڑوں ہا کرتے تھے اکثر صوبجات میں دلیر خان اور بہادر خان دونوں بھائیوں نے مساجد سرکچا بات پل بنوائے سرکار کاپلی وقنوج کی جاگیر جب انکے متعلق تھی اور وہاں یہ قیام فرماتے تو وہاں بھی انھوں نے محلسہ دیوانخانے و باغات و سرا بنوائے اور درگاہ حاجی زندگی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مدد صاحب تعمیر کرائے مقبرہ بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آج تک لگا ہوا ہے جو آئندہ اسی سلسلہ بیان میں تحریر ہے اور مکن پور میں شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاج مکن پور میں بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ تعمیر کرایا ہے انکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جانے سے خراب ہو گیا پڑھانین جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائیں بائیں دو حجرہ ہیں ایک حجرہ سلخ خانہ کے نام سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ میں صاحبزادگان درگاہ کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی میں اس جگہ حضرت قطب لمدار بھی رونق افروز ہوتے تھے اور اسوجہ سے ہ مقام کو شرف حاصل ہے غرض و نصب فقرائے مداریہ کا بھی اسی مقام پر موتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد بہرہ خواجگان یعنی جواہر آپکے برادر کی ہے انکی جائیشینی کا فخر حاصل ہونا ایسے جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعد جنت آشیانی شاہجہان بادشاہ نور اللہ مقدمہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری تعمیر کنانید کتبہ بر طاق محرابش چسپانیدہ است در خواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

کے موسوم بہ (سلخ خانہ) و دیگرے بہ (توشہ خانہ) و در جمعیت خانہ نشستگاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش در نجاشریف ازانی می فرمودند لہذا باین اعتبار این مقام شرفی دار و عزل و نصب بر گروہ فقہرے خاندان عالیہ مدار یہ از نجاب میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت و جانشینان مے قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و علمی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ ۱۵۶ تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مصنف سید امیر حسن صاحب مدار می مطبوعہ مطبع غزیری واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد میں جب کا قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرا لی تھی اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنؤ میں تھا تو دہلی کے گومتی پر انھوں نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہاں پر پنج محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان وجگہ انھیں کی حکومت میں تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبہ اودھ سلاطین اودھ کے قبضہ میں آیا اسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنؤ کی اراضیات وغیرہ کے بہنلمے و بیغنمے نو کمال الدین خان کے نام اب تک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنؤ کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جس میں شاہان ہلی کی طرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلیٰ سلاطین اودھ کے ہیں صوبہ دار ہو کر دہلی سے اودھ کی طرف آئے ہیں۔

ملج آباد میں عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہاں انھوں نے ایک سرائے اور چند مکانات بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملج آباد میں نالہ بتیا پر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ میں موضع دلیر نگر عرف موضع کندولی بھی دلیر خان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن میں بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کثرے و گنج و صطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زمانہ صوبہ اری میں اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ میں بنوائے تھے لوگوں نے دیکھے ہیں اسی طرح لاہور میں حویلیاں و کثرہ بنوایا اور اکبر آباد میں بھی مکانات و باغات تعمیر کر لے اور دریائے گنگا کے کنارہ میاں دو آب کے ایک قصبہ پوتھہ اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڑھ تھا بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان میں اکثر مکانات و مزار حضرت بھاء الحق ذکر کیا اور حضرت شمس تبریزی کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت میں مرقوم ہوا اور ملک اسام ولایت رخنک میں مقام ستر پور بہت سے مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور مائثر عالمگیری میں ہے کہ

ملحہ در ملج آباد مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر است و قصبہ خرد و حوالی دکن بم آباد ساختہ و دیگر عمارت و سرائے باو دو باوی دچاہ ہا و کثرہ جات و گنہات و صطبل ہا و رنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ در عہد صوبہ اری خود نواب دلیر خان تعمیر فرمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کثرہ و در بخارا ایسیا مکانات است و در اکبر آباد حویلیات و باغشا و کثرہ تعمیر کردہ و در میان دو آب بر لب گنگا قصبہ پوتھہ است و در ان قلعہ تعمیر دریا خان و دو سر کردہ ان قصبہ مذکور بہت مغرب بہادر گڑھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکانات و درگاہ از سر نو حضرت بھاء الحق ذکر کیا و حضرت شمس تبریزی قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نو آباد ہا و خانان است و در ملک اسام ولایت رخنک مقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ و دلیر خان است کہ بھپاؤنی دلیر خان اشتهار دار و صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ اخبار محبت

ملحہ سیوم دی ایچ قلعہ محمد نگر ساختہ دلیر خان مضرب خیام نصرت احشام لڑویہ وغیرہ ۲۳۰ ششمہ جلوس مائثر عالمگیری

آخر کچھ من قلعہ خام دلیر خان نے بنوایا تھا جس میں خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہم نے خیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھیں تاہم اخبار محبت کی عبارت بجا شہ پر تحریر کر دی ہے اس قدر جا بجا عمارت تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہو سکتی جس صوبہ کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہاں مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جس جگہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ بنوایا ہوگا

نواب دلیر خان کا کھیرہ نونرو لوہی کھیرہ کو فتح کر کے اپنے بھائی نواب بہادر خان کی طرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو محل طور پر پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد میں قنوج و کالپی کی جاگیران دونوں بھائیوں کو دی گئی تھی اور یہ ہردو برادر وہاں قیام رکھتے تھے اور وہاں انھوں نے عالیشان عمارتیں بنوائی تھیں چنانچہ قنوج میں درگاہ شیخ کبیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

سلطہ ہنگام آبادی، اور اختلاف شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہا سیداشت و در قنوج بہادر خان و دلیر خان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرے نزول مسافران تعمیر ساختہ و بجائے سکونت متعلقان خود ہا مقرر کردہ بودند روز سبچ نک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کولہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہندو قوم بہت باپھل و کور مرسلہ راہ ہائے انجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب آناخت و تاراج و غارت کردہ بودند و مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمہداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہادر خان رسید بغضب آمدہ خانہ و صوف بھنوا یا دشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برلے آبادی و وطن خود ہا درخواست نمودہ از حضور پر نور بادشاہ عالم نپاہ چاہدہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزل محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برلے قطع شجر حیات مفسدان

دور زمان دولت نواب علی القاب بھادر خان بن یاکان  
فغان غوریہ خیل داؤد زئی عمارت پذیرفت۔

(درخانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری  
در سلطنت ابولمظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی  
شاہجہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تعمیر پذیر شد

سرکار قنوج پر امکا تصرف تو ان جلی عرفون سے ثابت ہو گیا غرضکہ اکی آمد و رفت  
دہلی و قنوج سے اکثر باکرتی تھی ایک پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب  
بھادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگوں کے ہمراہ وہ نہفت و  
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جس مقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہاں  
کثرت سے جنگل خار دار تھا اور تین خود سر لوئیرے راجہ آباد تھے اور انھوں نے اپنے  
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیوں نے اگر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ما قبل راجہ ہائے اندیا دار السلام دلیر خان ہرادر خود مقرر کرد و خدمت فرمودند دلیر خان در آنجا سید  
قریب کھیرہ نوہر مقابلہ کا روز نمود راجہ ہائے باجمیت بشمار پیش آمدہ کارنامہ ہستے بطور آور و بعد زود غور و  
بسیار و جاننازی سپاہیان جان شارق سبحان تعالیٰ نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیر خان وزیر و کھیرہ نوہر و کھیرہ  
لوہی و کھیرہ بخاری کہ انانہ کنی راجہ ہائے عمدہ بودند و دیگر کان توای آن قبائل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہائے  
خیل نشین عمدہ یازہ ہزار و سہ صد زن و مرد ویر تیغ سر دادہ بشار آمدند و کینزار دیکصد افغان با تہور پیشہ شہا عشقان  
قائض سپاہ شہادت آشتند و در خمیچے گولہ فتنک و در پائے و دیگر تیرہ بازو شہباز خان قوت بازو سے و لیکان  
رسیدہ و بفضل الہی زخمی ہائے کا کر نشدہ و چپہ نام زمیندار سلطان پور و بھڑا آورده و دلیر خان افتخ و نصرت و دخل  
خیرہ شدہ و حکم برلے بریدین جنگل کو عظیم ہوندم و پسران قوم راجپوتان با چیل و کور و دیگر قوم ہاک گرفت آند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقابلہ میں اکثر سپاہی و جمہدار نواب بہادر خان کے جان سے مار گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے اونہوں نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سن کر نہایت غصہ میں آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجائے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کروں بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاً فرمائے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

**بقیہ صفحہ ما قبل** بمبوس ساختہ دین فتح سرزمین دیکھتے ہوئے پست و گنج شہیدہ و ظہیرہ قبور افغانان و دیکھتے ہوئے کہ از قلعہ و گروہ بہمت شمال واقع است مدفن اندوہر سال بعد فراغ نماز عیدین بروز دیگر اہل سنت انان بنابر فاتحہ خوانی بزرگان شہداء میروند و ہر سال دوسرے عظیم در آنجا میشود القصہ دیکھتے ہوئے محال افضل نوعی فتح یہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرخان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی نذر مبارکباد دفع مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ پہنچان و دلیر خان و شہباز خان عطا شدہ بودند و نوشتہ بہادر خان مع خلعت حضور مصحوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف و در خدمت معزز و مکرم ساختہ در ان مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سر او نور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلہ کے سکونت قبایل ایجاب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز آبادی شہر شاہجہان پور بجائے مناسب کردہ و خواجہ سرے و معمار مذکورین نمایندہ و سپران راجپوتان وغیرہ را مشرف باسلام در آورده دان سرزمین را از خارج بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ انیسوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیرہ نو نہر کہ جلے صد نشین بود بہمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ و نہر جاری کیے گزارد و مکھنود نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از دوسے پیش قلعہ بہمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد بر آورده فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین برائے نہادن باغ لک پیڑہ حکم کرد و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہورست نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر نامی خود آباد ساختہ و در آنجا شہباز خان جس فتح نصیب بر پا ساختہ بود بران آبادی شہباز نگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را میراجام مقرر فرمودہ و فرما

اور قریب کھیرہ نوہر کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

بیشیہ صفحہ ماقبل عمارات باؤنڈ مار جی راقرار واقعہ نمائندہ کہ احمدی کسے دقتہ فروگذاشت نکند و طفلان راجہ پور  
راجہ پوتان قوم باچمل و کورو دیگر قوم ازل وغیرہ کہ دیندی مقید بودند بشرت دین محمدی در اور وہ آہنا را خطاب  
خاصیخان بخشیدہ خود متوجہ در گاہ سلطانی شدہ چون دلیر خان بھنورند پوجان رسیدند مور و عنایات سلطانیہ کشتہ  
خیست یافتہ در آئینان کہ بہادر خان متعین ہم بدخشان بودند و آنجا رسیدند چون بہادر خان را دیدند ہوشیار  
پوسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان  
و بلخ و نستان وغیرہ لکھو کھا افغان برادر بمقام برادر خان و دلیر خان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ  
بدخشان خوانین مدد و معین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست  
از آہنا آبادی شاہ جہانپور وطن خود کردند چنانچہ ہزار افغانان ہر یک قوم سبزی وغیرہ بنا بر آبادی  
شہر شاہ جہانپور تیار شدہ بہادر خان از افغانان قوم خیل خیل ملحدہ علفندہ کردہ در ہر خیل مدبراہن  
و ہمداری دانستہ بظاہر ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجواہ و و خیل بشمار آمدہ از ملک آہنا فرمودند  
ہر یک خیل ملحدہ علفندہ در شاہ جہانپور آباد شدہ آن محلہ را بنام آن خیل نام زد کنند چنان شد کہ کسے فہان  
خیل خود را گذاشتہ در خیل دیگر آباد شود و گرد آبادی شہر افغانان و در میان رعایا و پیش و چپ  
راست قلعہ خاص خیلان نو مسلم آباد شوند و باین طرہ ہر یک را نمائندہ افغانان مذکورین را ہجرہ نیکنام خان  
و یوسف خان شدہ باز خان برادر خود کردہ ہر اس آبادی شہر شاہ جہان پور رسیدہ بموجب حکم آن آباد  
شہر متبرار وادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بہمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد  
گویند کہ بعد آبادی شہر شاہ جہان پور و تقسیم قلعہ بہادر خان و دلیر خان شریف اور دہ شہر و قلعہ  
را بنظر غور و ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی بہادر گنج و دلیر گنج مندرجہ بعض گویند کہ بہت روز  
و بعض گفت کہ دو از دہ روز بہادر خان استقامت داشتہ بار دیگر بقیہ حمایت خود تشریف  
نہ آورده۔ از اخبار محبت صفحہ (۲۰۹)



کو لائے فریقین میں نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان  
 کو فتح حاصل ہوئی یہ تینوں راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے ماتحت تابع باون  
 زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ داروں کی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار  
 تین سو مرد و عورت کے قتل ہوئے اور ایک ہزار ایک سو پچھان جو نہایت جبری  
 تھے وہ سب شہید ہوئے دو زخم ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے  
 بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتح مند ہو کر خیمہ  
 میں داخل ہوئے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باہل وغیرہ جو گرفتار  
 ہوئے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پچھان کام آئے تھے وہ سب موضع چنور میں  
 دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جائیکا دستور تھا  
 چورفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہو گیا اس فتح کے بعد فصل حالات کا ایک  
 عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان  
 اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوئے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور میں جا کر  
 اس فتح کی مبارکبادی میں نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت  
 بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمادے  
 بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا  
 بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اس میں یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند  
 خواجہ سرا اور انوزممار اس برادر کے پاس پہنچتے ہیں لازم ہے کہ قلعہ کی بناؤں  
 اس میں مکانات و محاسن ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کر کے بنواؤ اور  
 اکل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھاؤ اور



پسران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کر کے انکو بھی وہیں آباد کروا سکے بعد  
 تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیر  
 نوہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے ارد گرد دود، یا گڑ اور لٹنود  
 باری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اتر دروازہ کی طرف قرار دی اور جس جگہ پر  
 دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں پیر لکھنوی پیر اباع لگانیکا حکم دیا اور  
 دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ  
 جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلالنگ آباد کر لیا اور جس جگہ پر شہباز خان نے  
 بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہاں پیر شہباز لکھنوی بسا نا تجویز کیا ان سب تجویزوں کو  
 یور دلیر خان نے خواجہ بلند کو میرا ہتمام مقرر کیا اور کل عمارتوں کے قریب انور مہار  
 کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمشیر بھی اپنی رائے سے  
 عمل نہ کرے اور پسران راجپوت اور دیگر قوم جو رزائل و اجلاف مقید تھے انکو دین  
 اسلام سے مشرف کر کے خاصخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے  
 بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کی طرف متوجہ ہوئے جب دلیر خان شاہجہان  
 بادشاہ کے حضور میں پہونچے مور و عنایت شاہی ہوئے اور  
 رخصت کیے گئے چونکہ اس زمانہ میں نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہو  
 تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے کے جب بہادر خان نے دلیر خان  
 کو دیکھا انکے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیکر فرط محبت لپٹ گئے اور بہت  
 مریاۃ عنایتیں فرمائیں چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندھار و روہ و بدخشان  
 پنج و ملتان وغیرہ میں لاکھوں افغان انکے ہجوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کر چکے تو ان دونوں بھائیوں نے وہاں کے افغانی سردار ونگو جو  
 بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور میں  
 چلکر آباد ہونے کی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سرب وغیرہ ہر ایک خیل کے  
 شاہجہانپور آنکے لیے تیار ہوئے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادر خان نے  
 ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل میں جولائق و مدبر تھا اسکو وفسر کر کے ملک کے  
 خطابتے ممتاز کیا کل خیل بادون شمار میں آئے اور ان گروہوں کے ہر ایک سرگروہ و  
 ملک محلہ سے کہا کہ علیحدہ علیحدہ اپنا خیل شاہجہانپور میں آباد کریں جو خیل کا محلہ جسکی آباد  
 ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کریں اور ایک خیل دوسرے خیل میں نہ  
 آباد ہو اور شہر کے ارد گرد افغانوں کی آبادی اور درمیان میں دیگر دو کا نڈار اور  
 رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نو مسلم بسے جائیں اور اسی طرح ہر بات پٹھاؤ نکو  
 سمجھا دی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے  
 ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو یہ خان موصوف وہ  
 جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرار داد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے  
 اپنے نام کا ایک محلہ اور ترکیطرت نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی  
 شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب علیسر خان  
 دونوں صاحب شہر شریف لائے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور  
 حکم فرمایا کہ بہادر نچ اور دلیر نچ ہمارے نام کے آباد کیے  
 جائیں بعض روایت کرتے ہیں بارہ روز نواب بہادر خان  
 نے شاہجہانپور میں قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی میں

شاہجہانپور میں تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اس کے کسی زبانی روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

حافظ اسماعیل صاحب مراد آبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر بقرہ کاٹھن محمد علی علی گڑھ جب سرسید احمد خان ۱۸۵۷ء میں شاہجہانپور تشریف لائے ہیں شاہجہانپور کی تاریخ پر لکھا تھا اس میں تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے نوداگر باغی راجاؤں کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پونچھ کر بادشاہ کی خدمت میں باغیوں کی گوشمالی اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عہدداشت شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عہد میں محمد بدخشان جاہلکا حکم ان کے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ کیا اور بدخشان کی واپسی میں نواح کابل و پشاور وغیرہ سے پٹھانوں اور کھتر دین کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہنچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے اپنے انتظام میں شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے لکچر کھاتہ گستاخانہ شاہزادہ اور ملک و سب کے تھے اس لیے شاہجہان نے ان کی جاگیر ضبط کر لی اور ان کے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ سب احکام شاہی دلیر خان شاہجہانپور سے قنوج و کاپلی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے کسی قدر امتزاج

راقم کو نواب بہادر خان کا خود اگر شاہجہاں پور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہوا اسی لیے ہمارے دفعہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر نہ کو حافظ اسماعیل صاحب کے پاس راقم لیس کر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر میں جو نواب بہادر خان کا اگر شاہجہاں پور کے باغی راجاؤں کو قتل کر کے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہنچی تھی جنکا نام یاد نہیں ہے مگر جو کچھ اس کہنے کتاب اخبار محبت میں تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کر کے اس بات کا یقین نہ کر لیں کہ راقم نے غلطی سے نواب لیر خان کا باغی راجاؤں کو تاراج و سپا کر کے شاہجہاں پور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہات سے مملت ہی نہیں ملی جو آسکے صرف اہلکار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہیں یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بہائی کی طرف سے ادنیٰ ہدایت کے بموجب شاہجہاں پور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کر دینا مناسب سمجھا گیا۔

اور ہم بدخشان میں انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخوں سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کین ثابت نہیں ہوتا۔

شاہجہاں پور کی آبادی کا زمانہ عرصہ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کالج کی مسجد پر چپاں ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہیں پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کتبہ ہے جسکا مادہ نعر ہے۔

شد مرتب بدور شاہجہان در وطن و لکشاہ سادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند سال و نایخ تغیر شد بہجہان  
مخزن اخبار میں بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتیں تحریر ہیں یہ کتاب  
راہم کی نظر سے ملیج آباد میں گزری ہے مسند پرانی قلمی فارسی زبان میں ہے اسکو  
سعادت خان ولد فتح خان نے چومشیر خان ملیج آبادی کے پوتے تھے  
تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسجب سے  
مُصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ میں کہ دلیر خان صوبہ  
اودھ کے ناظم اور اوٹلی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان  
کے متعلقین ملیج آباد و بیواڑہ میں مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان  
شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں رہے اور بسے ہیں چنانچہ مہملان اشخاص کے  
دیوان محمد خان سرست خان امین زمی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہو کر ملیج آباد  
میں سکونت پذیر ہوئے۔

المختصر کتاب مذکور کے صفحہ (۳۰) میں ہے کہ نواب دلیر خان جو وقت  
سوار ہوتے تھے تو پہنچ اشرفیان اپنے دونوں موزوں ہمین  
دال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ میں واپس آتے تھے تو اونکی  
تمام سپاہ صف بستہ ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی بعدہ انکے امرا و معاصب  
نواب ببالا کے انکے ہمراہ خیمہ میں آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور  
جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتار تا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منہ دیکر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونوں افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریائے گندھار کے ہمراہ موضع گل بیلہ متسل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ میں ایک چچان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھوں نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھائے ہیں اکیلا بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور انھیں طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا نہ پیش کیا اسپر ایک منبر نے اور نگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونے کا حال کہا اور خود انکے لیجا بیکہ بیڑہ اٹھایا اسکے بعد وہ منبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہر چند اسے بادشاہ عالمگیر کو پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور میں نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پر گنہ ملیح آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہجوم چچانوں پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اور انکے اشار و پیر چلتے تھے صفحہ ۳۳ میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھیں انھوں نے سرمست خان کو اپنی سرکار میں روزگار دینا چاہا مگر انھوں نے دلیر خان کے انتقال کی وجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بختیار نگر واقع ملیح آباد

میں خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ میں پیدا کر لیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سر مست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سبخر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر معہ چار سو جوانوں کے شاہجہان پور چلے آئے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ میں انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا اور خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودھ کی نظامت سے سربمذہ کیا مخزن اخبار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد میں احمد خان لد بہرہ نے خان نے اپنے آبا و اجداد عبد البنی خان و سبخر خان کے متعلق نواب دلیر خان کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوس میں دلیر خانی حالات بھی مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہ ہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا جیسا کہ واقعات مذکورہ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد میں چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہو اب تک سندیلہ میں نواب دلیر خان نے جو عافیان اہل تحقیق کو دی ہیں انکے پروانے پائے جاتے ہیں اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے اسجگہ پر دو سندیں جو ہیں نگر میں راجہ دیگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو ایک ذمی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس بین عنایت کی ہیں درج کرتے ہیں جسکے متعلق راجہ صاحب موسیٰ بن احمد کو خط میں تحریر فرماتے ہیں

تحریرات نواب دلیر خان در سند یله بسیار اند نقول دو پروانجات  
روانه خدمت شریف میکنم از انجمله یک پروانه نواب  
جعفر خان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است که در ان ذکر  
سند نواب دلیر خان بوده است موضع کند ولی دیسنگر  
در علاقه راقم است که در ان دلیرنگر آبا ذکرده نواب  
دلیر خان ست پس نمونه اخر وای ارسال دشم و از شنوی  
سنگاسن تبیی نقل ضروری کرده تبلیغ خدمت میکنم ذکر بینی و ذکر  
نواب دلیر خان هم در ان موجود است.

## نقل پروانه نواب دلیر خان ممبر قاضی سند یله

از قرار بتایح چهاردهم شهر محرم الحرام سنه ۱۲۸۷ آنکه  
متصدیان مهات حال و استقبال پرگنه سند یله سرکار لکهنو صوبه آورده بدانند  
که چون بموجب وقوع دولخواهی موضع دلیرنگر عرف کونده ولی در قریات کهاری من  
اعمال پرگنه مذکور از ابتدا فی فضل غریف سنه در و بست در و حب و نکاح  
پیرتاب مل قانونگ پرگنه مذکور نموده باید که موضع مذکور از جملات بر سال حشونها  
بقلم هشتمه به تعلق مشارالیه واکذارند و تکلیف بعیثه و بکار و غیره فرمایند



معاف دارند که متصرف گشته در کفایت سرکار و تقارعا یا سرگرم بوده باشد و بهر حال  
سند مجد و طلب نه دارند و بیتاب تا کید تمام دانسته از فرموده تخلّف و

انحراف نورزند فقط

بجایگاه  
جفت گشته

دیگر

گماشته باس جاگیر داران و کور و میان حال و استقبال پرگنه سند یله سرکار لکنو  
مضاف بصوبه اوده بدانند.

که چون بموجب سند امارت پناه و شجاعت و شهامت و تنگنا  
الائق الغایت والاحسان و لیرخان و تجویر صم سوازی نیجا و بیله  
زمین بگزالی از پرگنه مذکور در وجه مدد معاش شیخ مصطفی و غیره مقرر است از نیولا  
نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان  
خداوند بیکم و مکان ذریعه امن و امان و سیله آرمش عالمیان ظل ظلیل  
ایزد و متعال نائب نبیل و اوار بیسمال مظهر اتم پروردگار رمت اعم آفریدگار بانی  
مبانی جهان بانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناه ظل الله مسطور و تاریخ  
دوازدهم شهر جمادی الاول ساله جلوس و الاموازی مذکور از محل تقدیم  
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فضل خریعت حمی نیسل در وجه مدد  
معاش مشارالیه الیمی و قائم حسب الفمن مقرر گشته می باید که بر طبق فرمان  
والاشان عمل نموده از فی مذکور را تبصرت آنها باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغییر و  
تبدیل بدان راه ندهند و بوجه بین الوجوده طلب و طمع نه نمایند که حاصلات

آزاد فصل و فصل و سال بہ سال صرف معیشت خود پانمودہ بوظائف عالمگونی  
دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ ہشہ  
آزاد اعتبار نکنند درین باب قدغن نمایند بتاریخ ۹ اشہ شوال ۱۲۰۳ جلوس  
مہمت قلمی شد

## نواب لیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر  
اور جن شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ  
تاریخی کتب میں تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہیں گذرا  
جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے  
سے چھوٹ گئے ہیں اسی طرح یہ امر بھی فرو گذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیز بات  
نہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب  
پنجماری و حضور سی پر پہنچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے  
تھے گویا یہ عزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین  
کہ صرف باشندگان شاہ آباد و بدایہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب  
کے خطاب سے انکا نام لیتے ہیں اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم  
ہوتا ہے بلکہ تاریخ خانی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات  
بھی میں وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک میں

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب ہتھمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قلم کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے وہ میں انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب امکان نہ تھا تو بادشاہ کے عہد حکومت میں وہ اس خطاب کے لکھنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا حالانکہ اس عرصہ میں ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اس نے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے اس کی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے بوائے بزرگ بیٹے کے ماتم میں سنی تو بہت رنج ہوا دلیر خان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا اس کے پکڑنے کا قصد کیا ملاخوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر میں پناہ گزین ہوا جب وہاں بھی امن نہ دیکھی تو خانخانان کے ذریعہ سے مسافری کا خواست کیا ہوا اور اپنے ہاتھ رو مال سے باند بکر دلیر خان کے حضور میں حاضر ہوا جب دلیر خان نے اس کا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اس کی خطا معاف کر دی اور اس کو نقدی و خلعت دیکر مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور میں لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اس کا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ فوج میں بلا پیر کا مقبرہ پر پتھر پرانے بجائی بہادر خان نے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہو۔ اگر نواب نہ ہوتے تو شاہجہان کے عہد میں پتھر پر خطاب کندہ کر سکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات مدح کو ضمیمہ نے بھی اپنی تصنیف میں لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگا سن بتیسی جو ۱۷۵۷ء ہجری میں لکھی چنانچہ فوج میں بلا پیر صاحب کے مقبرہ پر پتھر پرانے بجائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے

تصنیف کی ہے اوسین ذاب دلیر خان کی طرح کے متعلق اشعار لکھیں شائق  
 موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کے لائق شاکر و دشمن تھے ۵  
 بود شاہ آباد از مسکنم ازان دم باد صاف او میں غم  
 بخوبی چو او شہر زیبا ترے نباشد ہندوستان و گھرے  
 نباشد چو تو اب مایعجاب دلیر آمدش در جان خوش خطاب  
 پوش نام او در جان شیر مہند ز دشت شرف یافت شمشیر مہند  
 بہر جہانہ از شاہ جہان تیغش بلرزید ہندوستان  
 امیر دکن را بآن رنگ زیب تہ کر دور دور اور رنگ زیب  
 دلیر خان کی شہادت کے متعلق ذاب عبد اللہ خان شاہ جہانپوری  
 نے ایک تاج لکھی ہے اوسین تحریر کیا ہے کہ ذاب دلیر خان بڑے تنگ  
 و توس کے جوان تھے زور و قوت میں یتلمے روزگار تھے تاج انہما البحر  
 کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور  
 تھے جب یورش کر کے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہونچے تو اسکا دروازہ  
 بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہو گیا تھا دلیر خان بذات خاص پھانک کی طرف متوجہ  
 ہوئے اوسکے کو از نہایت مستحکم تھے بے سے جڑے ہوئے تھے مگر انھوں  
 نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد  
 انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے  
 آیا اوسکی گردن پیر کر اوٹھا کے پھینک دیا جسکے گونسہ مارا اوسکا کام تمام ہو گیا  
 جسکا سر دیا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہو کر امان کے خواستگار ہوئے

یہ حکایت بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ میں رہتا تھا اسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اسنے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے اتفاقاً یہ ایک دامیر زادہ اس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا گزشتکار کی تلاش میں اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلما کی طرح چھپتا مگر نہ انے مجھے بچا دیا میں بھاگ کر گھر آیا اور سکا باپ بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ قریب سے اورنگ زیب سے عرض کیا مالمگیر علی الصبح چند نامور سردار لیکر اس آزار خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پا کر پہاڑ کے غار سے نکلا اور سہلنے آکر گھر ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان بھی ضائع ہوئے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہر مین بھی بے ہتیار جاؤں گا یہ لکڑیا کے بڑھے اور اس کے نزدیک پہونچے وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونوں ہاتھ اس کے پکڑ لیے اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اوسین حملہ کی طاقت باقی نہیں رہی ہے اس کے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی چور چور تھی اس کے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آئے اور سکار و زانہ رات ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے جنکا نام خدا داد و قادر داد خان تھا وہ ایسے زور دار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا بڑا شرمیلہ و بد ذات تھا اونھوں نے قادر و اد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوئے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھوں نے ایسا دبا یا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خانہ مصوف نے کنوین پر مٹھکرا اپنے اونھین دونوں شاگردوں سے کہا کہ زور کرو اونھوں نے کہا کہ مباد آپ کنوین میں نہ گرجائیں مگر اونھوں نے اجازت دی شاگردوں نے ایسا زور کیا کہ تھنوں سے خون کل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خدا داد خان کی خدا داد طاقت کا یہ حال تھا کہ نہ بیفی من ایک روز تکیہ لگائے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اب کیا حال ہے کچھ جو اتنی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجائے اور گھوڑے پر میرے ہاتھ میں پرجائیں تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دوں گا اور سب طرح میٹھا رہوں گا ایک شخص انہیں سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتیں ہیں گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خدا داد خان نے اسے پیر کر لیا اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور سینٹرن بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں ایام غدر میں ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن میں ایک مکان تھا جسکی چھت چھری تھی اوسمیں تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس چھت کی چھت میں پیوست ہو گئے تھے وہاں کے لوگ اسکو اک یادگار سمجھ کر بڑے شوق سے جا کر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیروں کا اپنی آنکھوں سے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔

روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایک بار دلیر خان کے سر پر بال بڑا کر  
 کا کلون کی حد تک پہنچ گئے تھے اور ان کے بڑے بھائی عمدة الملک کو اب  
 بہادر خان نے دیکھ کر کہا کہ فوج کے افسر کے لیے اس قدر لمبے بال سر پر ہونا  
 جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیر خان نے کہا کہ یہ بال مجھ کو مجبور  
 نہیں کر سکتے اس وقت وہاں پر ایک میٹھی کھڑی ہوئی تھی اور سپر تھوڑا  
 چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالوں کو کھینچ دو سنے پائے کہ کھینچا شروع کیا  
 دلیر خان اوپر پڑتے چلے گئے اور وہ آدمی پسٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیر کی دس سالہ  
 حکومت کے بعد سلطنت کی مفصل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیر خان  
 کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً قصبہ بلور ضلع کا بیرونین جب کایا ستھون  
 کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر میں ملازم تھے ہانکے چودہ بیرونین نے  
 ستایا تو بادشاہ نے ادن مفسدون کی سرکونی کے لیے دلیر خان کو بھیجا تھا اور  
 دلیر خان نے بلور آکر ان ایہ ادھند و فلی واجبی گوشالی کر دی تھی اس واقعہ کی  
 تصدیق ان کا دستھو نلی اولاد آج تک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہ کا قصبہ بھی  
 قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ میں ایک بڑا سرش راجہ تھا جب اسے بادشاہ  
 سے سرکشی کی تو دلیر خان اس کی تنبیہ کو متوجہ ہوئے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا  
 اس نے دلیر خان کو کہا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونوں  
 مقابلہ کر کے ہارجیت کا فیصلہ کر لین دلیر خان نے اس بات کو بڑی خوشی سے  
 منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونوں سرداروں نے انتہائی شجاعت سے پہ گریے

جو ہر دہکلاے اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران میں راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لکھی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ میں اس حالت میں تیر چلہ کروں تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھ کر انکا بندہ بنگلیا اور اطاعت قبول کر لی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اسکے اندر بھپور کھوادے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا او بھپور نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تو زمین فرق نہ آیا بہ ستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی بزم سے اٹھے اور مکان پر آکر وہ خلعت اوتاڑ ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کی جاتی ہے اور غالباً وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت میں شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی تاریخ میں شاہی وقائع نگار نے انکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہیں کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اس طرح اسکا عجز ہو جائے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان اقاؤن کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے



دھپسی رکھتا ہو۔

دلیر خان کے مزاج میں مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب بخشی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی

عمل بھی نہایت تھمتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹوں کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے اسکے ایک بھتیجے دوست خان تھے جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے اسکے مزاج میں بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار اسکے بازو پر جو تازہ اور کلنگ کو بھی شکار کر لیتا تھا باتو پر بہت ہوسے جاتا تھا اتفاقاً وہ بازو چوکر دست خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا بازو پکڑ لیا بازدار نے غصہ کیا کہ بے رحم نواب صاحب کے میں یہ دے نہیں سکتا دست خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوئے کہ اسکے حواس جاتے رہتے کہ اسی غیب میں اپنے چچا کی مجلس میں چلے گئے اور جا کر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار اگر نواب صاحب کی پشت کی جانب کھڑا ہو گیا دست خان نے اس سے بازو چھین کر چپکے سہلے پردے مارا وہ جانور مر گیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذر گیا کچھ نہ کیا اور مجلس سے اٹھ کر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس میں دست خان سے تلوار چلی اور وہ کتنے شخصوں کو زخمی کر کے دست خان ماریے دلیر خان نے انکی زخمی کو معاف کیا۔ اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

## نواب دلیر خان کی وفات

ماثر الامین لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسواں سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد عظیم کے ساتھ جیابور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں موجود تھا اس عرصہ میں دلیر خان سخت علیل تھے آغاز میں جلوس شاہی مطابق سنہ ۹۴۰ ین دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

۱۵ سال بست و شستم کہ بلد او رنگ آباد طرٹ الویہ عالمگیری بود اور باسراں دیکرہ بیاق چا پور تعین نموده تاریخہ شاد بنور موقوف داشته بودند در ان ایام بیماری شدیہ کشیدہ در سبادی سال بست و شستم سنہ ۹۴۰ بجایہ سرالشتافت اگر یہ مشہور آفت کہ خلد مکان بعضے آثار خود سری و سرکشی اذ و تفرس نموده منسوس فرمود اما انچہ تحقیق پیوست ایخرف پر تو سے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات برہند کہ برادر زادہ اش تبدیل ہے کہ معاد و شت کارش تمام کرد اما عالمگیر بادشاہ آن فرد غیرت و شجاعت کہ سپاہ گری پیچ یکے را بخاطر پی آورد اذ دلیر خان حساب بر میداشت گویند ہیکلک او بادشاہ عالمہ روکن بود شاہزادہ خواست کہ اور با خود ہماستان ساختہ علم خود سری برافرازد دلیر خان سرازان چیدہ سرگرائی طرین بنانوشی آنجا سید دلیر خان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمود و احرام حضور بست متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پرشور و سرمنو است غبار طغیان برانگیزد من باشک اوروانہ شدہ موصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب در گرفت و مکرر بتوضا شتافت ہمعان چون اربسن مبارتربیت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بادشاہ گھٹ کہ انیمہ ندارد چہر حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا نسکر شاہ عالم نیست مشکل آنست کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردار شہر

کچھ انکی طرف سے آثار خود سری کے پائے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوادیا  
تھا مگر مصاصم الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہاننگ تحقیق سے ثابت ہوا  
اس خبر کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویوں کی یہ رائے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا  
کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور جیسے اسکے زہر کی  
گولی نہیں کھلا دی جسے انکا کام تمام کر دیا۔

مؤصفت ماثرا لامر الکتاب ہے کہ امین شاہ نہیں کہ عالمگیر بادشاہ فرط  
غیرت اور شجاعت سے اپنی سب پاگری کے مقابلہ میں کسیکو خیال میں نہیں  
لاتا تھا مگر دلیر خان سے کھلتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہیں تھا  
اسی سلسلہ میں مؤصفت موصوفت لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن میں تھا اور شاہنواز  
نے چاہا کہ انکو ہندوستان کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرے  
دلیر خان نے اسکو نا منظور کیا آخر کار طرغین میں یہ مزگی پیدا ہو کر نا اتفاقی پیش آئی  
دلیر خان فوراً کوچ کر کے ہوئے بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے شاہنواز وہ  
بھی اسکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عرضی پر ہر بات تھا کہ شاہنوازہ خیال باطل تھا  
تھا اسکی ترک رفاقت کر کے میں حضور میں آیا ہوں۔ اسی حالت میں شاہنواز بھی  
اگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پر شور و شر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھائے میں بھی  
اسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہوں بادشاہ کو یہ حالات سنکر غیب نظر اسبوا  
بھیمہ نظر آقبل۔ دلیر خان باسشدہ در مقابل اوغیر از خود دیکرے رانی بنیمیں ہر گاہ مرا بادشاہ کا  
امتد جنگ دوسرے ولد۔ ماثرا لامر الکتاب کہو دلیر خان۔

ہمت خان جو لڑکپن میں بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہیں رکھتی حضرت اس قدر اضطراب کیوں فرماتے ہیں بادشاہ یہ سن کر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو فکر شاہ عالم کی نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونوں باہم ساز نہ کر لیں جس طرح کاسر دار دلیر خان ہو گا بجز اپنے میں کسی کو اس کے مقابلہ کا نہیں دیکھتا اور جس وقت مجھ کو اس سے سروکار پڑیگا اس وقت کے لیے (جنگ دوسر دار د) کا قول مشہور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ میں جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثرا لامر اجیسی مستند کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلماء اپنی تالیخ ہندوستان کے صفحہ (۳۴۰) میں خانی خان کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ دلیر خان جو صاحبان کا طلب اور افتخاران صاحب غیرت سے بے نام و نشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام میں شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ طور پر شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جس کا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اس لیے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔

ماثر عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ میں قمر ہے کہ تیسری سوال کہ حسب حکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ و رنگ آباد سے ملک

۱۵۔ یہ سوال مطابق ریغیہ مطعیہ پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر اور رنگ آباد بارادہ استیصال سمٹ کو کن دراعہ و دیگر مالک غنیمت بآل شادیا نہ نظر قال نو اختہ برآوردہ۔

کو کن کی طرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دلیر خان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے اس دارفانی سے ملک بقا کی طرف راہی ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مینہ ماہ شوال ہوگا۔

اگر دلیر خان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جائے تو ذی الحجہ و محرم میں رحلت کا زمانہ ہو سکتا ہے کیونکہ عالمگیر شہید داراشکوہ پر فتیابی حاصل کر کے غرہ ذیقعدہ ۶۸۰ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغرا آباد میں تخت نشین ہوا ہے مگر یا بھی جنگ و جدال کی وجہ سے جشن و سکھ وغیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ جمیر میں بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۲ رمضان ۶۸۰ھ کو تخت نشین ہوا اور اس کے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر موت نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ میں بھی رحلت کا خیال ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال میں رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کے متعلق جو با اثر مالٹگیری اور اثر الامرا میں دلیر خان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت بحسنہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں پر تحریر کی جاتی ہے اس سے انکی وقعت کا اندازہ

ملے دلیر خان افغان بجاری شدید کشیدہ بجادہ سر شافت و راکھ مار کسب ذات خود مصدقہ و ات نایان شدہ قوی کل دور مند و در غریب قوت و اشتہار مضبوط برالوس و یادوری طالع از ابتدا عمر تا انتہا داشت صفحہ ۲۳۔  
اثر عالمگیری۔ اساتر جمہ غافل بجادہ نفس العلانی نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ بعد از انبیا ہی ماخذ اثر الامرا کا ہے۔  
بعد انتقال کے دلیر خان کے نام شاہی و قریب لفظ سفود کی لکھی گئی اکثر امراء کے نام بغیر خطاب مغفرت کے لکھے گئے ہیں دلیر خان کا ذکر بعد رحلت کے سبھا جی کے بیان میں اثر عالمگیری میں آیا ہے۔ مرتبہ ثانی اور نوز دلیر خان سفود براہ خدروہ اعتبار کرخصتہ ۴

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قومی ہیکل و بسیار زورمند بود و حکایت ہائے سیرت  
از قوت و شہتہائے او شہتار دارد و بر الوس خود بسیار ضابط  
و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از  
ابتدائے عمر تا انتہای اوچ پمائیے دولت و شوکت ماندہ چگاہ  
سیلی زمانہ بخورد و ذلت و خواری نہ شہید۔

یعنی دلیر خان نہایت قومی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور شہتہائی  
حکایتیں عجیب و غریب عالم میں مشہور ہیں وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منظم  
اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری  
مقتدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتداءے عمر سے انتہائے حیات  
تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی  
اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کھائی اور ذلت و رسوائی نہ اوٹھائی  
دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کی جاتی ہے اور نگ آباد کن میں انکا انتقال  
ہوا اور وہاں سے انکا ملبوت لاکر شاہ آباد میں جواؤنکا مقبرہ نزدیک تالاب کے  
کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ میں  
ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھر و سکے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج  
محل سے دی ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے  
تظم کیا یہ ہے۔

## قطعہ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلود شد و نیاز ماتم خان الاشان  
 قتل کردم بتا غیش برآمد از منبر  
 کلد شد ہمہ نام فخل شد بسا دوران  
 دلیری از جهان بردہ شجاعت ملکیت و ستا  
 فقط عم جان بھی دلیر خان کی بات کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض  
 انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہیں جانتے لہذا  
 راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو  
 حساب میں وقت نہو۔

## قطعہ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد از خاکسار مظفر

اہل عالم میں جلیل القدر نجر خان جلال  
 زیب و تیا تھا انھیں بیشک دلیری کا خطاب  
 انکی فطرت دلیری کے تھے وہ جو ہر عیان  
 قوت بازو سے شاہ وقت و رکن سلطنت  
 آبرو سے قوم افغان عزت و غر و وطن  
 قدردان شاہ جهان تھا اور عالمگیری  
 انکی شدہ زوری کے قصے آج تک شہور ہیں  
 ہو گئے دار فنا سے راہی ملک بقا  
 انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا  
 آئے جس میدان جنگ میں تو وہ روشن ہوا  
 تھے بہادر اور پھرا و سپر حسیم و باجیا  
 رشاک ستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا  
 دونوں شاہوں کے انھیں ربار سے غلغلے  
 شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا بڑا

ظلمہ ہیبت تھرتے تھے سب اہل وفا  
 فتح و نصرت سلسلے کے جہان دکھایا  
 اک پانی سلسلے ہو سخت ہو کوئی بلا  
 خود بڑھے تلو الیس کہ ہو گئے شیروفا  
 دیو گدھ چاندھ کو بجا پور کو بھی سر کیا  
 فتح کر کے ملک بچے مفتوح کو واپس دیا  
 حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق لکھا  
 خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا  
 بیسیوں بن یادگارین انکی باقی باصفا  
 ظلم عاجز پر بھی رکھتے نہ تھے ہر گز روا  
 اور بسلے شہراؤں سے صرف کر کے روپا  
 بے رہی ہوئی انکی رحمت باپ دادا کا پتا  
 کہ رہی ہے دیکھ لو انخوام اپنا یہ ہوا  
 بیگانہ بر نقش باشد حیرت و عبرت فرا  
 اپنی حالت کو سنھا لیں جو شہین آئین ذرا  
 حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

لشکر شاہی میں اوکا سا بھادرتھا کمان  
 رعب بھی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر  
 جب اٹھائی باگ گھوڑکی تو پھر رکتے تھے  
 جب کیا دشمن نے حملہ فیل بکر جم گئے  
 صوبہ بنگال و آسام و دکن ملک آدھ  
 تھے وہ ایسے بامروت فلح میدان جنگ  
 معتمد تھے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر  
 رد نہیں ہوتی تھی جو کچھ بات کہہ دیتے تھوڑے  
 نام نامی تا قیامت اٹھائے کانہیں  
 پھر نہ ہوتی کس طرح تا مدح جل انھیں  
 وہ ولایت سے بھادرو لوگ لائی قوم کے  
 انکی نسلوین میں اب تک کچھ شجاعت کے نشان  
 مقبرے مسارہن اب قصر میں سب عمر غ  
 بردر و دیوار کہنے نقشش پارس نہ کر  
 ان سلف کے کارناموں کو سبق لیکر خلف  
 بس نظر ختم کر یہ نظم ہم چاہوں ہے

معمرہ تاریخ ہے یہ فجر سال وفات

شیریں شجاعت نیک اکھونے چھپا



## نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمائش سے انکی زندگی میں لکھی تھی جس میں انکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابوہریرہ آدم علیہ السلام تک پہنچا یا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخیں اس میں علحدہ علحدہ شامل کی تھیں اور وہ کتاب شاہ آباد میں غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور انکو اپنے بزرگوں سے پہنچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانم صوفیا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اس کے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر تبتلا سے ہوئے انکے خاندان کی شاخیں اسکو کیونکر معلوم ہو سکتیں مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضائع ہو گئی اور اسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت میں جو نسب نامہ درج ہے عجب نہیں کہ اسی کتاب سے لیا ہو یا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد میں تھے انھوں نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان      ابن دریا خان      ابن براہیم خان  
 ابن علی سیف خان      ابن پایو      ابن عمر  
 ابن باقر      ابن مومن داؤد      ابن داؤد      ابن ولت غزی جٹل نمبرہ سٹرنی  
 ابن قیس عبدالرشید      ابن عیص      بن سلول      بن نعیم      بن عبس  
 بن مرہ      بن حلدہ      بن اسکندر      بن زمان      بن ہلول  
 بن ہشام      بن صلاح      بن قارود      بن جسم      بن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن متال بن عتیس  
 بن عیم بن سمویل بن ہارون بن قمرود بن ابی  
 بن ظلل بن لوی بن عامیل بن تابخ بن ارہ  
 بن مندول بن سلیم بن افقہ بن ارمیا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 بن قیس بن عقبہ بن عیس بن روئیل بن بلک طالات  
 بن یوہ بن مہتر یعقوب اسرائیل بن مہتر اسحاق بن مہتر یحییٰ بن خلیل  
 بن تابخ کہ اور آؤر میگویند بن ماحور بن سروع بن ساروع  
 بن مہتر علیہ السلام بن عامر بن صالح بن ارفدہ بن شام  
 بن فوح علیہ السلام بن ملک بن سلح بن مہتر ادریس بن برد  
 بن ملائیل بن انوش بن مہتر شیط علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام  
 اکثر نام اس میں مختلف زبانوں کے ہیں اس لیے انکی تصحیح کی ذمہ داری ہر قسم نہیں  
 کر سکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی حقیقت کا دعویٰ ہو سکتا ہے جو نام کتاب مذکور  
 میں درج تھے بحیث نقل کر دیے گئے واللہ اعلم بالصواب  
 اسکے بعد دیر خان کی اولاد کا شمار حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کر کے لکھا  
 ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے  
 بھولنسب ہو گئی اور بعض اب تک شریف النسب موجود ہے۔  
 جہاں تک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال قمر مرین لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیسات  
 یا دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئی ہے اس کے ناموں کی فراہمی میں زیادہ سرفرزی  
 نہیں کی گئی۔

## نواب دلیر خان کے عزیز و اقارب

نواب دلیر خان کے پیار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں تاریخ اخبارِ محبت میں ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہیں تو شیخ رکن الدین بازیہ خیل جو منصبہ ارشادہ تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت میں نہایت عقدا رکھتے تھے انھوں نے اپنی دستہ دریا خان کے عقد میں دی تھی جبکہ بطن سے یارِ دل پیدا ہوئے مگر اس خاندان میں یہ روایت پٹی آتی ہے کہ پہلی ان بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہو چکا ہے نواب بادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوئے تھے جب ان بیوی کا انتقال ہو گیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیوی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور ان کے بھائی یوسف خان پیدا ہوئے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی ان کے چچا عثمان خان کی بیٹی تھیں شاہ آباد میں ان کے یادگار میں بعض چیزیں منسوب ہیں مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے ان کے نام سے منسوب کر کے آباد کیا تھا انکا بل نامی اودہ غور میں منسوب کیا گیا تھا جسکا تذکرہ مجموعہ درخان کی سند میں بیان ہو چکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی میں ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و عظیم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن میں ملکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دار و زمین تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہیں انھوں نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے میں نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ میں انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر باثرالامرا میں ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ میں لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اسوقت اذکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اور صفحہ ۶۸ میں تقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد میں معزز و مشہور رہے دار تھے ستلہ جلوس شاہجہانی میں انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا۔

**نیک نام خان** دیہ خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیک نام چھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھوں نے شاہی مہمات میں خوب خوب بہادریاں کی ہیں جنگ بند لکھنڈ و بدخشان میں داد مردانگی کی دی ہے اولیٰ بلخ و بدخشان میں نیک نام خان کے منصب میں شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ ضمناً بہادر خان کے حالات میں درج ہے اخبار محبت میں انکا منصب ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

**شیر خان** دریا خان کے چچا تھے اسم باسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

۱۔ یازدہم سوال عثمان خان روہیلہ ایچس و انشا فی منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار معزز مباہی گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے  
افسر تھے۔

حیات خان عرف زبر دست خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور  
حضور رس تھے اور رنگ زیب نے انکو زبر دست خانی کا خطاب دیا ہے  
عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھوں نے داراشکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ  
نے انکو خطاب اور پانچ ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ اور دکن میں بھی انھوں نے نہایت بہادری کو حوصلہ دیا ہے  
اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر ہمت میں یہ شریک رہے  
ہیں جا بجا انکے تذکرہ نویسین انکے حالات موجود ہیں عالمگیر نے انکو گوالیار  
و ہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت میں گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنہیں ہزار سوار و اسپہ  
سہ اسپہ تھے شاہ آباد میں مولانج محلہ حیات خان اور شاہ جہانپور میں حیات پورہ  
انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ میں دیکھنا چاہیے  
سلندر خان کا خطاب صلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے  
بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح نامور اور جبری تھے شاہی ہمت میں ماننے  
بہادری ان بھی کثرت سے ظہور میں آئیں ہیں جسکا تذکرہ ہمنامہ عالمگیر نامہ وغیرہ میں  
مندرج ہے محاربہ داراشکوہ میں انکو بھی عالمگیر نے پانچ ہزار نقد و غنیمت  
فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز  
کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت میں ہزاری ذات و ہشتصد سوار کا تحریری  
 یہ دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے مگر باثرالام اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جو دلیر خان  
 کے چچا زاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوس میں فتح خان کے والد کا نام ذکر کیا خان  
 ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہی فتح میں فتح جنگ خان کا خطاب و علم و تقارہ  
 و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا کھتا  
 اور جنگ کچوہ کے سر کرنیکے بعد سہ ہزار و پانصدی ذات اور سہ ہزاری سوار  
 سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد میں ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے  
 فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علیہ در اقم نے لکھا ہے۔

یہ بڑے منصبدار و زمین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان میں  
 کوئی دوسرے عزیز ہوں یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب و خطاب  
 پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہوں  
 واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیوں میں تھے یہ اپنے باپ  
 دریا خان کے ہمراہ خابنجان لودی کے واقعہ میں کام آئے انکا منصب ہزاری  
 ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لالہ جو انرگ جان بحق ہوئے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہیں انکا منصب  
 ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبہ بہادر گڑھ ضلع  
 مراد آباد میں قریب قصبہ حسن پور کے جو انکا ناہال تھا آباد کیا تھا جب  
 نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوئے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہیں تو قصبہ بہادر گدہ میں دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی  
دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی بود و باش دین  
رہی جنگ بلخ و بدخشان میں عنایت خان صاحب اپنے بھائی بہادر خان صاحب  
کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان محرم میں انھوں نے خوب شجاعت کے جوہر  
دکھائے ہیں جسکے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب  
میں اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ میں انکے حالات درج ہیں بہادر خان کے تذکرہ  
میں جنے حالات بھی غمنما درج کیے ہیں۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد لہٹن چھوٹے بھائی تھے انکا  
منصب اخبار محبت میں پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھنا ہے یہ اپنے  
وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت میں دلیر خان کے بعد انھیں کا نمبر تھا  
انکے بارہ میں عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ ۱۰۴ میں بابر الفاظ  
و عبارت انکی تعریف لکھتا ہے یوسف خان برادر دلیسر خان کہ  
افغانان اور ازبیکہ جو انان دلاورد مراتب سپاہگیری ثانی آئین  
مہین برادرش میثم دنداز آب تیغ مجاہدان شہامت پرور  
شربت ہلاک چشید۔

یعنی یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور  
تھے کہ تمام افغانان انکو کیتلے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری  
کے فن میں اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ مہاراجا اشکوہی  
و عالمگیری میں یہ داراشکوہ کی طرف شریک ہو کر جو انحراف کام آئے ہیں۔

اور تمام چھانوئیں انکی قیامت ناک موت کا فسوس و صدمہ لاحق ہوا۔  
تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۵۳۰ میں مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان  
کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر میں میٹھی و کھاکھٹ موپلیا مہر آباد مارہرہ اترولی پھرہ  
پنڈراول و بہادر پور تھے ایکبار نواب محمد خان نگیش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان  
سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکار ربط و ضبط بہت تھا انھوں نے  
دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ میں بھی بود و باش کھنا  
اور شہر بسانا چاہتا ہوں اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور میں عرض کروں  
میر دل خان نے جواب دیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو ہیں چنانچہ نواب محمد خان  
بنگلش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام ہتھا محمد خان کو بنا بر وطن کے  
عطا ہوئے نواب نگیش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد میں آباد کر کے فرخ آباد نام رکھا  
جس نامہ میں کہ دلیر خان کے خاندان کا عروج تھا نواب نگیش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے  
شہا بہادر خان کا منصب پانصدی ذات و پانسو سوار کا تھا دیبا پور و کوہستان جہوں  
وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا تبتہ اور بعض ادوی بہادر خان  
کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملتا بیان کرتے ہیں ایک شہباز خان دلیر خان کے  
بیچا زاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ میں کام آئے

سلط دیوان یوسف خان برادر خرم دلیر خان یا ست مٹی داشت نواب محمد خان نگیش فرخ آبادی لاہور دیوان مدوح القبا اور دکن جو اہم کہ  
و غل حایت آنجناب برلے بود و باش خود شہرے آباد و ساہم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم میر دل خان درجناب  
فرمود کہ زمین بہتر خوب شاقوت بازو سے ملے است ازین جو بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض کردہ و دادہ موضع اتھناست  
محمد خان مرحمت شدہ و دادہ شہرے فرخ آباد و محمد فرخ سیر آباد ساخت ایٹھی و کھاکھٹ موپلیا مہر آباد اترولی و پھرہ و پنڈراول و  
بہادر پور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بود۔ ۵۳۰۔ اخبار محبت۔



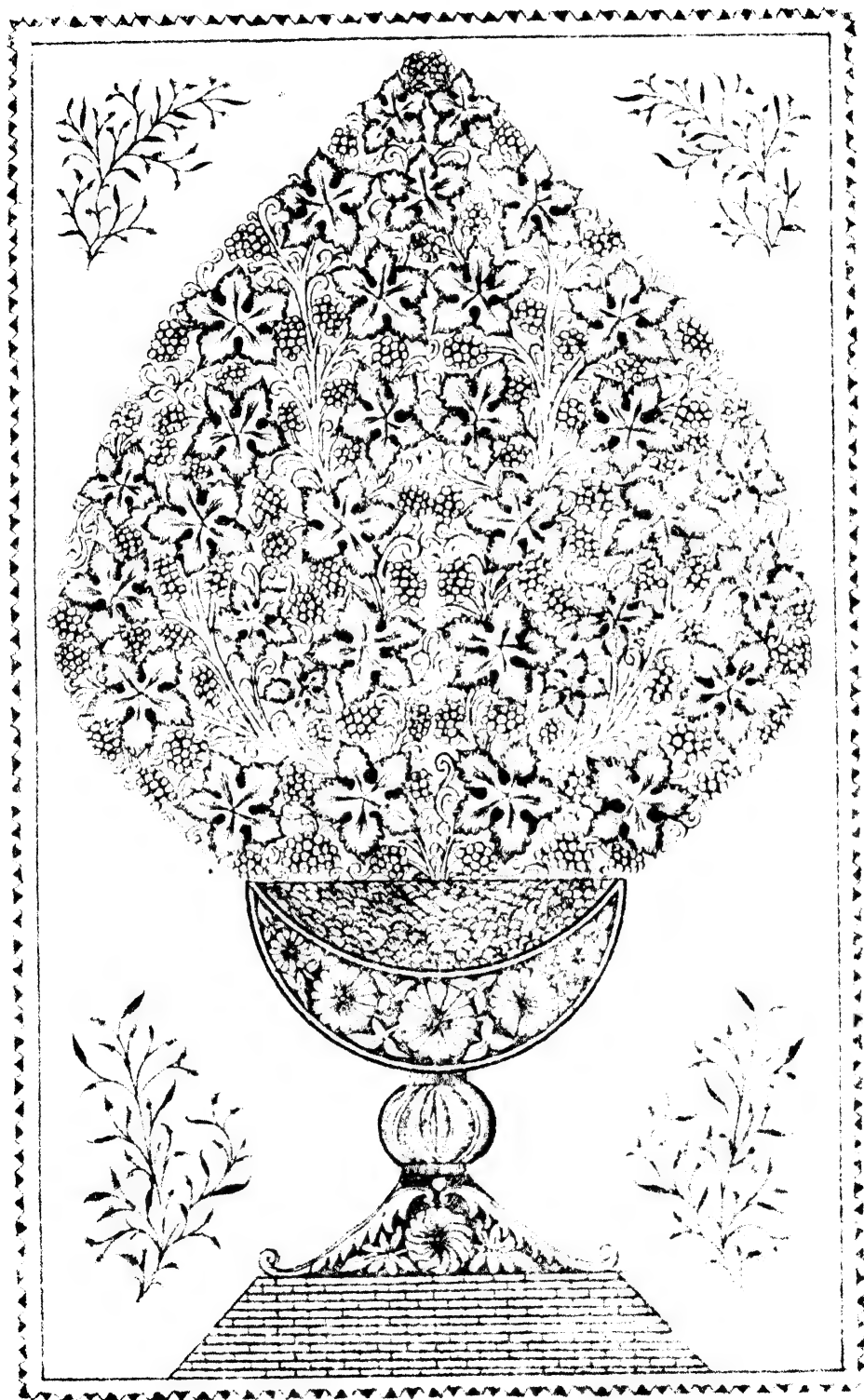
پیر دل خان کا منصب ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی مین کے رہے تھے اعتبار محبت میں دیوان یوسف خان کے فرزند تھری کیے جاتے ہیں مگر مستند دیگر کاندات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنی نواب دلیر خان کے ہوتے ثابت ہوتے ہیں عہد فرخ سیر میں انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان زبردست خان غیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ سبارہ مین مالکینامہ کے صفحہ ۲۷۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ میں یہ عبارت تحریر ہے و جمعے از دلیران عرصہ غاوثا بت قدماں معریہ سیما مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان و وہلہ وغیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانبا زو پیشقدمی کرنیوالے بہادر و نہیں تھے۔

جمال خان لوبانی ہزار و پانصدی ذات و آٹھ سو سوار کا منصب تھا اور نوابیاد خان و نواب دلیر خان کے لشکر میں افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سوار و ان کا افسر تھا نوابیاد خان و دلیر خان کے لشکر میں بہادر شخص تھا اور انہیں کا پرورش یافتہ بھی تھا۔ روشن اسلام خان و پہاڑ خان لوبانی یہ بہر دو افسر مقتصدی ذات اور پانسو سوار و نیکے سردار تھے۔

ستھر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔  
ورخان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔







نواب جمال الدین خان





## نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب لیر خان کے خلع و کبر اور اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی مکمل تحصیل کے ہاتھوں ہوئی مہمات شاہی میں انھوں نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے کار نمایاں کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپ کو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیات میں منصب عطا ہو چکا تھا اور سیوق سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہ دربار میں تقرب و حضور سی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالج متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرگنہ ہندون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت انکو پیش آئی تو وہ وزیر بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا تھا تاریخ ماثر عالمگیری میں انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات سوار کا تحریر ہے اور جب سترہ سالہ میں دوسری کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہندون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھوں نے

۱۷۷۱ کمال الدین خان لد لیر خان باقر خان ہر کرام باضافہ دوسری ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتہ سال بیچیم جلوس شہنشاہ صفحہ ۱۲۷ ماثر عالمگیری

۱۷۷۵ سال سی و ششم جلوس شہنشاہ غرہ شہر راج الاول کمال الدین خان فوجدار ہندون بیانہ درجلوے ہتھیال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمزالت و ہزار سوار سید۔

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔  
 اسی سال آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے بیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے  
 بین اس کے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سر بلند ہو کے چنانچہ صوبہ اودھ کی  
 صوبہ داری پر مامور ہوئے تھے تاہم انہما لہجہ میں نواب محمد خان شاہجہا پوری ان کے  
 متعلق لکھتے ہیں کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت کیتاے  
 زمان بود کا ہے چشم از اعدا پنوشید و ہر بلا نیکہ آمد و نمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی  
 کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسے  
 محمول طلب کیا اس زمانہ میں نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین  
 خان نے بارگاہ شاہی میں اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور لیکن صرف عدم  
 مزاحمت کا حکم صادر نہیں ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے  
 معاف ہوئے اور اسکا فرمان سن ۹۷۱ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا۔ اسکے بعد جب  
 سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی  
 درخواست بھی انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے  
 سنی گئی اور اسکے بارہ میں بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسل بعد نسل و ربطاً بعد  
 بطن باید و لیسے مرحمت فرمائی ہو اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ بواب غلی و خارجیہ  
 انکو عاف کیے گئے ہیں کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر میں اسے مواخذہ نہ کرے  
 عنوان خطاب ان کے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے تحریر ہوا ہے  
 اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لایق المرحمت الاحسان  
 کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال میں لائے گئے ہیں۔



اور دوسرے پروانہ میں کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فخرست غرت بخشی جو کہ جوڑے بڑے امر کو بھی نصیب نہیں ہوئے مثلاً امیش منضد کا طلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر میں تاریخ انہار البحر میں ہے کہ ایک شاہجہان بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ کو گزریجے حملہ آور ہو کمال الدین خان بھی وہاں کھڑے تھے انھوں نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے پسے تلوار ماری کہ سو نہ دو کھڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سلطنت میں جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافت ہلی کو معہ لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا ہے جب تک بادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہیں ملتا تھا اس وقت تک کسی سرکاری کاغذ میں اس کے نام کیسا تھے لفظ خانی کی نہیں لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا سیطرہ نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بجالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا ہے جو نیا دہلی کا یافتہ تھے اس لیے ہمیں صرف محمد سردار لکھا ہوا ہے اگرچہ لفظ خان قبیلہ افغان کا قومی لقب ہے مگر بادشاہ کے یہاں سے نام کیسا تھی قومی نسبت بھی نہیں لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان باقری جو نواب لیر خان کے افغانوں میں بڑے شجاع اور جری شخص تھے اور جب انکو لیر خان کی سند کے بموجب شاہی فرمان حاصل ہوا ہے ہمیں بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نزدیک یہاں سے نوزدیم ذی الحجہ ۱۰۳۳ء ریات عالیات جانب دار الخلافت ارتفاع یافت کمال الدین خان لیر خان

خطاب خانی یافت محفوظ ۱۰۳۳ء ماثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہو گئے ہیں مگر جو شاہی مہمات ماثر  
عالمگیری میں انکے نام سے درج ہیں وہ مختصر طور پر ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں  
سلسلہ جلوس میں جب میوات کے سرکشوں نے بغاوت اختیار کی اور انکی  
تعداد مورخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچ ہزار باغیوں نے قصبہ نارنول کے نواح  
میں لوٹ مچائی اور وہاں کے دیگر قصبات پر گنات پر دست رازی شروع کی طاہر خان  
وہاں کا فوجدار باغیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور  
میں آیا تو بادشاہ عالمگیر نے ان مفسدوں کی سرکوبی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ ۱۰۲۵ھ کو  
کمال الدین خان کو مع لشکر حیرا کے بھیجا اور باغیوں کے بابتہ بادشاہ نے انکو  
حکم دیا تھا کہ انکے قتل و قید میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موزیوں کا نام  
نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جائے جسوقت کمال الدین خان میوات میں

۱۰۲۵ھ مفسدان سرزمین میوات ناکمانی چون دیوچہ از زمین شیدند و مانند طح از آسمان ریختند القصد فتنہ غیب  
تخریب نمیزد کس در نواح نارنول رفت عسکریان مٹی بہن کردہ قدم جرات و جہارت پیش گذاشتہ و دست نیب  
و غارت بر قصبات و پرگنات در از کردند طاہر خان فوجدار تاب مقادست و مجادلت در غنمید و بحضور آمد عزم  
بہزم بادشاہ عدو بندہ کافر کش بر سر اتصال کفار فاجر معہ شہد بکشت و شتم ذیقعدہ کمال الدین خان و ندو لیر خان  
با جمیت سرکار ایشان قہقہل و اسیر بیہیمان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہر گاہ فوج منصور بہان مرزید  
عرسے صعب و رزمے شدید روداد اکثرے از بہادران چہرہ سعادت بگلگونہ شہادت زینین و بیارے  
مجرع شدند و باصطلاح اہل ہند مہاجرات کہ عبارت از کشتہ شدن اخیال در زمکاح باشد درین مسرکہ  
مرو از باظہور آمد عاقبتہ الامر باطل ستیزان رو بگریز آوردند نصرت مندان بتقاب گرختہا پر واختہ فراوان اہل جنگ  
ہلاک انداختند و نظرمیاسن اقبال خدیو دین پرور نصیب ولیک دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان  
غیر وزی زمین بس شدند و بشیدن تحسین آفرین از زبان دربار سراقتار بفلک وارسا نیند جمع خرد و بزنگ  
اکلاش و زان انسان سترگ باضافہ ہلے نمایان و خلائع امتیاز یافتند۔ احتمالہ زماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات میکانیزم وغیرہ کی کمی تھی مگر انھوں نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ اسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہابھارت جو ایک ہندوستانی عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور میں آئی بہت بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت بھاگنے میں قتل ہوئے اور بہت سے قید کیے گئے غرض کہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شرمیروں سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خان و توپخانہ اور شاہزادہ محمد کمالہ والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح حاصل ہو گئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خود بادشاہ عالمگیر اور تنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منتضرب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادروں کو بھی عنایت شایانہ سے سربند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

سلسلہ جلوں عالمگیر کی مطابق سلسلہ احمدیوں ہمارا جہسونت سنگھ کے انتقال کے بعد جو جھگرہ پیش آیا جو اس معرکہ میں بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہو اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارا جہسونت سنگھ والی جو دھورو جو اکثر صوبجات میں صوبہ دار ہے اور اکثر لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے شریک ہوئے جبہ کابل میں ملکی صوبہ دار تھے اور وہاں فوت ہوئے تو

کوئی امکان نہ تھا انکے نوکر و زمین رکھنا تھے اس غیر ہٹے معتقد تھے انھوں نے  
بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جس میں اجہ کے مرنے اور انکی رانیوں کے حاملہ ہونیکا  
حال و سچ تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونوں رانیوں سے دو لڑکے لاہور میں اکبر  
پیدا ہوئے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازموں نے بادشاہ کی خدمت میں پہنچائی  
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو چارے رو برو لاؤ جب سن تیز کو پہنچنے  
اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونے لگے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم  
دہلی آئے اور ان لڑکوں کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک منصب کی لیکر اپنے  
قبضہ میں کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ میں اجہ کا ایک لڑکا مر گیا  
بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجہ تو نکاح و چہور اگر فساد برپا کرنے کا  
ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ اجہ کی دونوں  
رانیاں جو روپ سنگھ راٹھور کی عیولی میں ٹھہری ہیں یہ نوگڈھ میں جا کر ٹھہرن بان  
قولاد خان کو تو ال اور سید حامد خان جا کر چکی پرہ جٹاویں اور کمال الدین خان

سلطان بساج جاہ و ہلال رسید کہ این طاغوت بد سگال بادادہ فاسدہ از دشمنان و ہم جہادی الاخریر لیغ لیتی انقاد  
یافت کہ ہر دو زوجہ ماراجہ را کہ در عیولی روپ سنگھ راٹھوری باشند با سپر آوردہ در نوگڈھ و ازند قولادخان  
کو تو ال و سید حامد خان بانبند باے چوکی خاص و کمال الدین خان سپرد لیر خان و حمید خان سپرداؤد خان  
و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت بلا زمان رسالہ بادشاہ ہزادہ محمد سلطان مرحوم این فرقی ضمال  
را ازین عزم و بال بازداشتہ و اگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ کفر  
کفران نعمت رسانند تعین شد با مہر جب فرمان کار پابند گشتہ بلوازم اندر زوضیعت پر دست کفلا  
نکو سار چشم از بیہود کار خود پوشیدہ و تیر و پیکار کوشیدہ جمع کثیر سر و جیب عدم کشیدہ و مجمعے از  
بند ہاے بادشاہی بکار آمدند۔ مدد انتحاب با اثر عالمگیری

معہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیا کر ان اچوتوں کو اس فساد سے باز رکھیں اور اگر وہ گروہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کریں تو اچھی طرح انکی گوشمالی کی جائے چنانچہ حسب حکم کو تو ال مذکور نے وہاں جا کر پہرہ بٹھا دیا اور نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتوں کے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس راہ اور جہالت باز نہ آئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مار گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آئے جب اچوتوں نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھوں نے دونوں رانیوں کو جو مردانہ لباس پہنے تھیں قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر میں چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہنچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیاں کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھیں اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھوں نے پہچان کر بتلادیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کلہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیوں کے ساتھ پرورش کے لیے شاہزادی زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور اسکا نام

ملکہ یہ شہزادی سلاطین مغلیہ میں باعتبار علم و قابلیت و شاعری کے فخر خاندان ہوئی و زیب النساء بیگم اسوال مسئلہ کو درس باؤتیکر شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے لفظ سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت و تعلیم ہوئی حافظہ و ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن میں قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ میں مالگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النساء کو بیس ہزار اشرفیاں مرحمت فرمائیں ملا جیوں نے ہسم اند کرانی تھی چار برس کے عرصہ میں اسنے علم عربی میں پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی و ہیکل سے بالظن میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی غرض کہ عربی و فارسی علوم میں بہرہ تمام لے تھی شاعری سے طبی و مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام اطوطا جسین مستعلیق نسخ شکستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

محمدی راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگوں کے پاس تھا وہ چھینک پیتا مال کے  
 بقیہ فقہ ماقبل نینل کمال اطراف سے آکر جمع ہو گئے تھے علماء شعر انشی غرض شہنشاہ اسکی  
 سرکار میں وثیقہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت تصنیف ہوئے چنانچہ نیرب لفظ  
 ملا صفی الدین کشمیری اور دہلی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کر کے تصنیف کی ہے اسے کتب  
 جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشینگوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی شاہ  
 ہوگی اسکایہ شعر مشہور ہے اگر دشمن دوتا اگر دو عظمت مشوغافل + کمان چند اکہ نم کرد و خدش  
 کار اگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی + دیوانہ نموشس بقاقل برابرست + دریائے آمیدہ  
 بسا حل برابرست + ایک وزربا لسا چمن میں ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بغل میں تھا ایک  
 بلبل شاخ پر چھپاتی تھی اوسنے یہ فوزا جربستہ کہا ہے اے غنہ لب نادان دم در رہ گلویں  
 نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک سکی خواہ امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ  
 تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا ہے امانی گل شہ آفت  
 میخند + امانی بیگم بولی سے بر بقلے خود و بر غفلت مایخند + ایک ایک آئینہ نقوشین نے شاہجان کو  
 بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اسے رو کر کہا ہے از تھنا آئینہ  
 چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنس کر کہا ہے خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایک بار  
 طرح ہوئی سے در اہلق کسے کم دید موجود + اسنے مصرع لگایا ہے گلر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا  
 یہ بھی قلعہ مشہور ہے + بشکند دستے کہ تم در گردن یار نشد + کوہ بچشمے کہ لذت گردید ار نشد  
 اسد بہار آخر شد + گنہا بفرقے جا گرفت + غنچہ باغ دل مازیب ستار نشد + اسکایہ شعر اسکے دیوان  
 معنی میں اسکی حالت پر شاہ ہے + دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام + زرب زمینت بس مینم  
 نام من زربا لسا است + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورے کر نہیں وہ  
 خرچ کرتی تھی لاہور میں ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال سید مانگی اور عار ہسری سے اذد و لرج کرنا پسند نہیں کیا ایک گوسفند کو دروزہ کی حالت میں  
 دیکھ کر بولی سے اے صدق تشنہ میر دوسے فسان منکر + ہر یک قطرہ آب کہ شکم بٹکا فند

کوٹھے میں داخل کیا گیا دونوں راینون اور تیس راجپوت سرداروں کی لاشیں شمار  
میں آئیں جو نامی راجپوت بھاگ کر ہم جمادی الثانی کو جو دہپور پہنچے وہاں انھوں  
نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد  
برپا کیا۔ طاہر خان جو جو دہپور کا فوجدار تھا وہ وہاں نہ ٹھہر سکا اس جرم میں عہدہ  
اور خطاب معزول کیا گیا اور سر بلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جو دہپور کے  
بقیہ صفحہ ماقبل ایکبار راجہ شیرین و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امور سلطنت میں  
اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال میں خلعت ماتمی اسکے  
ہاتھ جیبا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت میں اسکے نوشتہ اسکے نام پہلے گئے اسلیے جائیداد کی  
ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گدھ میں مکان سکونت کو دیا گیا۔

مسئلہ بمقام دہلی اسے باپ کی زندگی میں قسما کی اورنگ زیب دکن میں تھا و تاج نہیں کے  
ذریعے سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ ستھہ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ  
حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا میں دفن ہوئی  
کابلی دروازہ کے پاس مزار بنام مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ہذا مرقد  
بینت الکبر للعباد المذنب المعاصی وھی للمنفیہ رحمۃ الرحیمہ للکریم الحافظ زیب النساء بیگم  
المجوس عباد اللہ الصالحین یدعوا لہا بالغفران الرضوان تارخ فو قہا قولہ و انجلی حنفی  
اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنائے انبیاء سازند گنبد از طلا و نقرہ پر سرگورنریاں گنبد  
گردون بس است ہ نظم کے علاوہ شعر بھی خوب لکھتی تھیں یہ رقمہ اپنے پیروم شمع کے نام لکھا ہے  
انقطفہ پر کار تدویر و جو ہر غم خط محیط صفحہ فلکات بستم حضرت پیر من ظلم۔

مردان خدا و دوسرے سیدہ زیب النساء فرماتے کہ دار و پایلے نے نہ دار اگر از قبر یہ خودم تغزیر زخم  
رواست منک بصورت گرفتار نہ یعنی خیر دار بالرب مسازنے ہجو گفتیہ گفتے آئندہ روز ہم بانی  
شہد جدا۔ نے نواشد گرچہ دار و صد نوا۔

انتظام کے لیے بھیجا گیا۔ راجہ جسٹکے جو راجہ متونی کا ملازم تھا اسے بشمار فوج فراہم کر کے تھوڑا خان فوجدار جمیہ سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی۔ طرفین سے اس کثرت سے آدمی مار گئے کہ کشتوں کے انبار لگ گئے۔ جسٹکے راجہ جسٹکے مار گیا اور تھوڑا خان فتح مند ہوا اس عرصہ میں رانا والی اودی پور نے بھی سرکشی کر کے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد غفرنگالہ سے عجلت طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی کوشمالی کے لیے بھیجا گیا۔ والی اودی پور نے اودی پور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگھ کے آدمیوں کو ایک ہزار شوارہ گزار پہاڑ و غنیمت چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب باجوٹ مقابلہ سے عاجز ہوئے تو انہوں نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اس کے ذریعہ سے معافی مانگیں یا بغاوت پر اسکو آمادہ کر کے اپنا رفیق بنائیں مگر شاہزادہ متونی نے اتنی باتوں پر کان نہیں لکایا اور نواب بائی اسلی والدہ نے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجہ تو تکی معاہدہ نہ کرنا جب وہ یہاں سے مایوس ہوئے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور غزانہ بشمار موجود ہیں آپ ہمارے بادشاہ بنیں شاہزادہ ناخبر بہ کاری سے راجہ تو تکی دم میں گیا اور باپ سے بغاوت اختیار کی اس زمانہ میں کل شاہی فوج راجہ تو تکی سے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسد خان اول قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرلکھے بلکہ بعض روایت میں سات آٹھ سو سوار تھے یہیں لشکر میں اک لزلہ پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر میں



کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ یکسر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار ایک سو باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹوں کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بُرا بُرا تھا مگر اس کی عقل سلیم باقی تھی ہی کمزور حالت میں کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ کے پاس مدد کو آ گئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی بادشاہ نے امر کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی میں رانائے اودیہ پر کار زیادہ نقصان ہوا چنانچہ اس کی بربادی کی تاریخ لکھنے سے نکالی ہے کہ رانا راندہ شاہزادہ ملک مسکن۔ آخر کار رانائے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعے سے معافی چاہی و لیہ خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جس کا تذکرہ ہم ولیہ خان کے تذکرہ میں کچھ تحریر کرتے ہیں اسکے بعد شلیج میں اورنگ زیب نے اجمیر سے برہانپور کی طرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت پیش بہا ویکر موضع دیورانی سے اجمیر کو رخصت کیا اور جہڑہ الملک سد خان کو خلعت عطا کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے اپنی کار نمائی اور وفاداری کے صلہ میں خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

ملک کمال الدین خان دیکر ان آمدہ بار دوسے محلے پر دستہ صفو... ستلہ جہاں ماثرا عالمگیری۔

ملک کمال الدین خان سپرد لیہ خان اعتقاد خان پیر اسد خان راجہ جیم و پسر شہ ویندرا پسر نامہ ار خان مرہمت خان شد و دیکر ان خلع جواہر اسٹ فیل بہ تعیناتی این فوج کما امتثال بہتند ۲۱ ماثرا عالمگیری

عنایت کر کے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ میں شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت میں کیتلے روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سنا نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بچنے کی ممانعت کی اور نواب حبت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

اس حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و مافقہ تھی کہ بعض اوصاف میں اپنی ماں ممتاز محل اور بھوپچی نور بہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیاں کہ عورات میں ہوتی ہیں اس بیگم میں وہ کل موجود تھیں ۲۱ صفر سنہ ۱۰۲۱ ہجری کو اگرچہ بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی تپلی ہونے سے امور سلطنت میں نسل تھی ساڑھے لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر میں آیا تو اس ناڈی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز میں پچیس لاکھ روپیہ کا زر و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی ماں سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں انتقال کر گئی اور ایک کر دو سے زیادہ زر و جواہر چھوڑا اس میں سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادوں کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امور سلطنت کے اسکو سپرد تھے مگر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی سستی خاتم النساء کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی حسین قیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکی زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادی میں نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی ماں کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفا پور میں وزیر انبالہ میں تھا صاحب آباد عرف اچھول کی جاگیر میں بھی ایک سرابھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خانی الی توران کے اہل و عیال کی خاطر داری بھی اسنے نہایت کی تھی اگرچہ شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ناہر اکبر آبادی نے ایک مثنوی اسکی روح میں الہ عنایت خان آتشکے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعرے بذات اوصاف کردگار است کہ خود پہنان فطیش آشکار است ہر حال تو نہایت محفوظ ہوئی اور پانچ سو روپیہ صلہ میں مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد ۲۷ جلوس مطابق ۹۳ھ ہجری ماہ شوال میں بادشاہ نے شاہزادہ  
بقیہ صفحہ ماقبل جشن شفا میں قدسی نے قسیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوئے بادشاہ ہنسنا  
میں اسکے جس بابیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے ہلکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر  
شاہجہان بادشاہ کو سدہ ہوا اور علاج میں اسقدر اہتمام کیا گیا ہے کہ ۲۷ محرم ۹۳ھ ہجری کو اپنے  
باپ شاہجہان کے پاس سے اوتھکر بخاگاہ کو بارہی تھی کہ ناگاہ شمع سے آہن میں اک لک گئی  
چونکہ لباس نشی و عطر جالگیر و غیرہ سے معطر تھا تمام لباس میں شعلہ بھڑک اٹھا چارو اسین آگ  
بھاتی تھیں مگر آگ نہیں بجھتی تھی دو نون ہاتھ اور دو نون پہلو اور پسلیاں جل گئیں چونکہ خوبی لیاقت  
سے تمام محاصرہ کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلئے شاہجہان و فورختم سے  
ایک دن دو تختان میں باہر اگر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمار داری میں مصروف رہا عبادت  
لذت شب بیدار و نئے دعا میں کرانی گئیں سید جلال سدر الصدوم کے کئے سے جو معافیوں کی تحقیقات  
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہو گئیں۔ حاذق اطباء اور جراح اطراف مالم سے بلائے گئے  
بادشاہ خود عبادت پر بیٹھکر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھوں روپیہ خیرات کیا کیا وہ وہیں  
جلکہ کر گئیں محمد داود خان حکیم مومنا حکیم مسیح الزمان کے علاج و عارف جراح کے  
مجموعہ سے چار ماہ میں روایت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو  
پھر مرض نے غور کیا اور آخر میں بیہوش و رویش کے معالجہ سے غسل صحت ہوا شاہزادی پرست  
جو اہرات شمار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوئے باکیہ میں بند رسورت سات لاکھ سالانہ  
آرمی کا اضافہ ہوا اس شہنشاہ میں بیس لاکھ انعامات میں اور دو لاکھت زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ  
لکھ معظمہ مدنیہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبر آباد میں خود  
جا کر اسکا ماتمی لباس اتروایا اور جملہ ارکان دولت و امر کو حاضری و نذر گزرا سننے کا حکم دیا اور  
حاضر ہوئے اور آداب بجالائے عمر یاد الہی میں بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۶۹ برس کی  
عمر میں ۹۳ھ ہجری کو جہان آرنے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ میں تین کروڑ کا سامان چھوڑ  
سلطان لشاخ نظام الدین علی ولیا محبوب الہی کے روضہ اقدس کے صحن میں جہان فانی کا مزار

محمد عظیم کو خدات و کبریا پور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موسیٰ کے ہمراہ کیا اور اپنی بادشاہ نے ہایت شاہانہ عنایتیں فرمائیں۔

انہیں ایام میں انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوئے محاصرہ بجا پور میں کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادران کی ہین جب شہرہ بجا پوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد عظیم کے لشکر کی طرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوئے آخر کار وہ منہ پھیر کر بجا گال کمال الدین خان نے کمال شجاع ہو کر دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کر دیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجرب خاک مر مر کا نہایت نفیس نوایا تھا انہیں مرقون ہوئی جسے عبارت یہ لکھی ہے جو راقم کی چشم دید ہے ہو اہی القیوم ۵۰ بغیر سبزہ پوشد کسے مزار مراد کہ قبر پوش نمایان ہمیں کیا ہا بس است بد الفقیر افغانیہ جہان آرام بد خواجگان چشت بنت شاہ جہان بادشاہ نازی انار اعدہ ہرمانہ ۵۰ سلطنت اسکی تصنیفات سے کتاب موسس الارواح سوانح عمری خواجہ امیری ہے جو اسنے ماقبل خان خوشنویس شاہ جہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے عبارت بطور نمونہ کے جو اورنگ زیب کو خط میں لکھی تھی درج کی جاتی ہے۔ مناسب آنست کہ آن برادر نامہ ارازیں امور ردیہ و افعال شنیعہ کہ فوج سوے خاتمت و مٹھ و خاتمت عاقبت ست اجتناب لازم نمود و ہر ترسلے خاطر قدسی متاثرہ شاہنشاہ دین پرورد و خاقان معدلت گستر تا ممکن مقہود سنی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت و ایزدین فرا گرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین ۱۰ ماہ رمضان مبارک محترم باشد و احکام مرشدہ ولی نعمت و ولی سلطنت ابجائیل امتثال نماید کہ فی حقیقت بقصد تناسل اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

۱۰ کمال الدین خان و دیگر متعینہ رکاب با شاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۳۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثراً عالمگیری صفحہ ۶۶۲ میں یہ عبارت لکھا ہے کمال الدین خان سپرد لیہ خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم را پیرایہ چہرہ جلالت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتح محمد خان شہید ہوئے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوئے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت زخم آئے تھے کہ بدنیں جنبش کرنے کی قدرت نہیں باقی رہی تھی چالیس زخموں کے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

ستہ جلوس میں کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوئے اور یہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت عالمگیری نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصاے سرا کی مرحمت کیا آخر کار ماہ ذیقعدہ ۹۷۱ ہجری مطابق ستہ جلوس کو قلعہ بجا اور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سکندر گرفت تابی فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیری نے نہایت بخشش ہو کر کمال الدین خان کو خلعت

۱۔ زخمی کمال الدین خان لدیہ خان بہ شد ملازمت نمود بموجبت خلعت و شمشیر و عصاے سرا کی شہزادہ آزاد دیش التیام پذیرفت سال ۹۷۱ ہجری ۲۔ ماثراً عالمگیری ۳۔ سعید فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ دیگر پیش منصب کم منصب یا انعام خلائع و جواہر و آؤیل و اضافہ و خطاب بزل اصناف اعطاف و سرکھن و وارہ و آؤرندہ ۲۸۴ ماثراً عالمگیری۔

و خطاب جو اہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شایانہ عنایتوں سے سر بلند کیا اور دیگر امر ابھی جو اس مہم و اس فوج میں متعین تھے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اسی مہم کے بعد ابو حسن تانا شاہ کی مغزولی کی گئی اور قلعہ گوکنڈہ فتح ہوا اور میر عبد الکریم نے تانچ سے فتح قلعہ گوکنڈہ مبارکباد نکالی اور مورخ حسین ہوا یہ زمانہ سلسلہ جلوس مطابق سن ۹۵۰ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات میں کمال الدین خان نے خوب خوب کار گزاریاں کی ہیں۔ مگر فہوس کہ ماسٹر عالمگیری کے بحر چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ مذہبی جو شرح و بسط سے کار نامے تحریر کیے جاتے۔

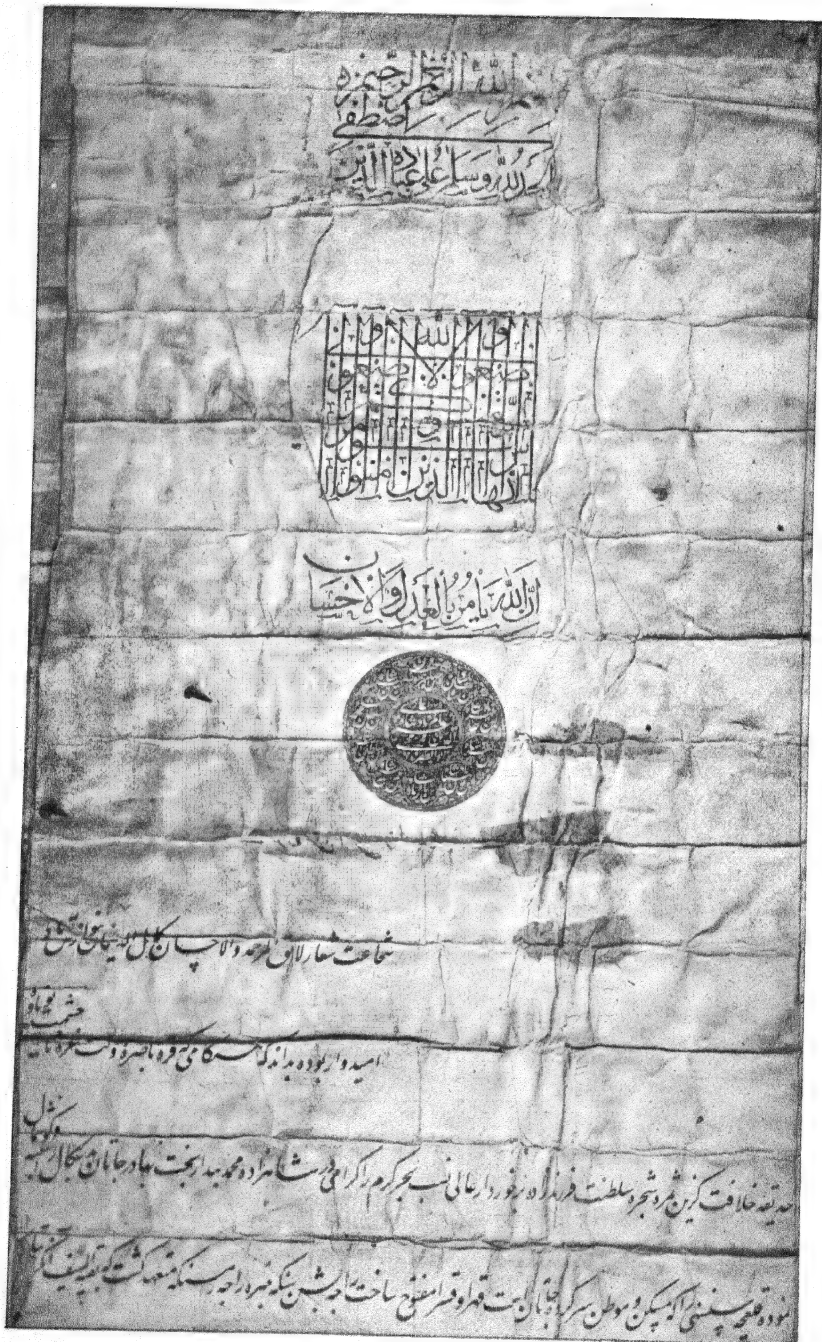
تانچ مخزن اخبار کے صفحہ ۳۱ میں ہے کہ جب فرقہ ست نامی جویراگی فقیروں سے تھا اور اسے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازموں سے مقابلہ کیا جو تو اورنگ زیب کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلئے بھیجا اور انھوں نے وہاں پہونچا انکی تہذیب گوشتالی کر کے ان باغیوں پر فتح حاصل کی اس مہم میں انکے لشکر میں منجہ دیگر چٹانوں کے سرست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد میں اس مہم کے متعلق ہندی زبان میں کبت بنایا گیا تھا جو کتابت کور میں مندرج ہے اور اسکی نقل یہاں درج کیجاتی ہے اورنگ زیب پیرتاب بلے جن کو ب کمال دین بول ہکا رو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو سبھی بارو تھان بھٹا نو بلے سرست خان نصاحب کرو گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امر او سبھی جہان پا نو کٹو تھان پا نو نہ ٹارو۔

سترہ جلدوں مطابق سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں جب جاٹوں نے سروٹھایا اور ہندون بیابان  
 میں جو اکبر آباد کے متصل ہے وہاں اکبر لوٹ مار پائی تو عالمگیر نے شہزادہ  
 بیدار تخت کو مد لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہاں جا کر قلعہ سنسلی کو جو ان  
 سرکشوں کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگ کو اپنی جگہ  
 پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ میں اس گروہ کو قتل و قید کر کے انکی گڈھیاں چھین  
 اور انپر اپنا قبضہ کر لو تاکہ ان موزیوں سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سر زمین پاک  
 ہو جائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو چنانچہ راجہ مذکور اس کام میں مصروف ہوا  
 اور جو کچھ اسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی تو پچانہ حسب  
 التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلعہ واقع کرنے کے لیے بہت کوشش  
 کی بلکہ جاٹوں کا قلعہ سو کر چھین لیا مگر جیسا کہ انصرام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ  
 سے ظور میں نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شور و پست تھی اسلیے اک سخت  
 زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوس میں سرداری کے  
 جملہ صفات موجود ہوں مطلب تھا جب راجہ بشن سنگ نے غالب آسکے تو وہ گروہ  
 اور بھی میابک ہوا اور دست درازی شروع کی پر گنہ ہندون بیابان روپان ہمسائے  
 بسن سنگ کا منصب ہزاری چار سو اور کا تھا جسے باپ کے مرنے بعد اربعہ الاول شعبہ مطابق سنہ ۱۰۰۰  
 اکبر خطاب ہو گیا اور دیگر عنایتیں شاہانہ بھی لکھیں کہ دونوں یہ راہنمور کی کوٹوالی پر بھی رہتے ہیں اور ایک  
 مدت تک سلام آباد عرف تھڑ کے فوج دار رہے اس بعد انکا انتقال ہو گیا انکا بیٹا جسکے تھاجو خطاب راجہ  
 جیسنگ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری دہا سو اور کا تھا بشن سنگ کے باپ کا نام کشن سنگ تھا جو رام سنگ  
 کے بیٹے تھے رام سنگ راجہ جیسنگ کے پوری کے فزندہ تھے کشن سنگ نے اپنے باپ کے عہد میں اچھا مذہب پایا  
 تھا اور کابل میں تعینات رہے تھے یہ اپنے بیٹا کی خانہ جنگی میں زخمی ہو کر اربعہ الاول سنہ ۱۰۰۰ مطابق سنہ ۱۰۰۰  
 میں کام آئے یہ خاندان مہاراجہ مانسنگ نورتن و ربارا کبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے دہانے کے عامل و جاگیردار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لاتے مردانہ سہاوت  
 اگر وہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے سلیے  
 اکمال الدین خان کو انتخاب کیا اور انکے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا  
 کہ تم شجاعت شعار پیش منصب کا رطل خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہندون بیانہ اور اسکے  
 محلات کی جاگیر عنایت کی جاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان میں مذکور ہے اور تم فوجدار  
 دہانے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہاں جا کر مفسدہ انکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ  
 عدول حکمی کرے پھیر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھانہ رکھنا تاکہ وہ ملک ادن  
 شر کشوں سے بالکل صاف ہو جائے اور عامل و گماشتے مطمئن ہو کر وہاں کے محلات  
 میں قیام رکھیں اور رعایا کی دیکھی اور مالگذاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر  
 خواہ ہوتا رہے تمکو وہاں جا کر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے  
 جو عجلت کے یہ فرمان اگر زبرداری کے باعث روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب احکم  
 اکمال الدین خان ہندون بیانہ تشریف لینگے اور اپنی ذاتی لیاقت و شجاعت سے اس  
 گروہ باغی کا قلع و قمع کر ڈالا اور باغیوں کے ہستیصال میں کوئی کسر اوٹھانہ بھی نہ رہیں  
 ہندون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی ہنجلی گئی اور بدستور کاروبار جاری  
 ہو گیا بادشاہ نے انکی کارگذاری و خوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور انکے  
 منصب میں جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ میں اکمال الدین خان کے  
 لشکر کے بہت چھان کام آئے چنانچہ بعض انکے نامور افغانوں کے وارثوں کو بادشاہ  
 نے جاگیریں دیں اور انکے نام پر روانے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیروں کے  
 فرمان جو عالمگیر کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد میں باقی رہے ہیں یہ نو فرمان کا ہے



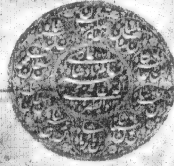




بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي هدانا لهذا  
الذي كنا لنهتدي لاه  
ولا ندر



والله رايم بالدار الآخرة حسنا



شاعت سارا ای طرحه والا پ کابل در میان کابل و

امیدوار بودم بدانکه کاش می فرمود با صبر و استقامت

در قیام پستی که پکن و موطن که از آن است قمر و قمر افق است از پیش نیکو بود و از پس نیکو شد که در قیام پستی





















شکرہ جلوس میں جب صوبہ ملتان میں ایک فرقہ نے جو فیری لباس میں تھا  
افساد اختیار کیا اور بلوچوں نے علیحدہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ  
نعمت خان کو لاہور میں اس مهم کے لیے مامور کیا اور وقت  
کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ  
موصوف کی خدمت میں فوراً حاضر ہو تمہارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی  
وہ شاہزادہ تجویز کر کے سپرد کرے گا اور اس سے مابعد دولت کو مطلع کرے گا شاہزادہ  
نے لاہور میں لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہاں جا بجا سے لشکر جمع  
ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب احکام شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے  
متعلق جو شیرافغان خان کو خدمت دی گئی تھی سپرد ہوئی جب کل امر جمع ہو گئے اور  
لشکر کا انتظام پایا گیا تو ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۸۵ ہجری کو شاہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا  
اور ملتان میں اوسکا بیٹا شاہزادہ معزالدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ  
نے وہاں جا کر بلوچوں سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقابلہ پیش آیا مخالفت کا  
غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی  
کمال الدین خان سرخرو ہوئے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی  
نقل تحریر کی جاتی ہے۔

۱۰ شیرافغان خان شاہ وردی کے بیٹے اور نرود کے فوجدار تھے انکا منصب  
ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ ذیل  
سے علیحدہ کیے گئے اور بجائے انکے کمال الدین خان نہایت تمیز و قدر افزا محاطت  
اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

# تقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام کمال لدین خان



بموجب مسطور عمل نشود مطاع عمل نمایند

مملکت بادشاه خان

خاندان اوشیاء شاعر لایق امر حضرت احسان کمال لدین خان غازی شاه بنی اید  
از آنجا که قبل ازین خدمت متعاضد و بشیرت گن خان مرحمت شده و کلمتی  
معاذ لازم الانقیاد و تقاضای یاب که بعد رسیدن ابطالی خان مذکور باید که آن خانه زاد سبیل  
استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند بر خور دارند و از اعزاز شد کامکار عالی نسب  
و الاتبار منظور نظر حضرت آفرید کار غره ناصیه دین دولت قره باصره ملک و ملت  
مبیط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منبع الشان عظیم المنزله رفیع  
المرکان المحفوظ به حفظ به احاطه الکلام المتمسک پسرین محمد معظم بهادر شاه که بر تن  
و ارسلطنت لاهور مامور شده به شتاب و جمعی که آن قابل الاحسان به آورد نشان  
آستان فلک نشان ملک پاسبان براه بندگی درگاه آسمانها مامور بود آن فرزند عزیز  
شده تجویز مناصب در خور حالت و تربیت آنها خواهد نمود بر طبق آن معروض محکم  
اقدس خواهد گردید. نوزدهم ذی القعدة سال چهارم از جلوس والا تحریری یافت.

بر ساله کترینه دیان



## تاریخ اخبار محبت میں بنے کہ جب اورنگ زیب نے ۹۵ برس فرما کر وفاتی

۹۵ برس کی عمر میں سالار احمد نگر میں عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا سو بیجا پور و گلگند و مہرمت فرمایا اور اپنے روبرو وانگی کا حکم دیا اور محمد اکرم کو صوبہ مالود کی ستوداری عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے دو جائے اور ہر منزل میں دو روز قیام کرے تاکہ دو روزہ جاکر اور لشکر میں نذر نہ پڑ جائے اور پاس رہنے سے شاہجان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے گرفتار نہ کرے اللہ شاہزادی زینت النساء بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد عظم شاہ راستہ سے واپس آیا اور ۱۳ روز ماتم میں رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور ہر روز عظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے مرنے کی خبر سن کر تخت نشین ہوا۔ سلطان عظم کے کئی فرزند تھے حسین و شاہزادے جسے اخیر بھانشا اور فیض القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اسکا محمد معز الدین جانا دار شاہ صوبہ بلتان کا کام تھا اور محمد امینا عظیم الشان بیٹہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان عظم نے محمد عظم کو لکھا کہ تم جو عظیم پوری کی ملک و کن پر قبضہ کرو عالمگیر نے عظم شاہ کے لیے کل پنجوئی و مغربی ملک معہ کن کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اگر وہ دار السلطنت بنے اور سلطان عظم شمالی و مشرقی صوبوں پر قبضہ کر کے اسی کو دار الخلافہ مقرر کرے مگر سلف کا قول دوباہ شاہ اور اعلیٰ بھند مشہور ہے محمد عظم احمد آباد سے گویا رہتا ہوا اگر آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان عظم معہ بیون کے اگر وہ میں داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے لڑائی ہونی شاہزادہ عظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ میں بھائی کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان عظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ سالہ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد و بیعتی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد عظم ۱۲ شعبان ۱۱ سالہ مہری کو دہلیس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحبے بدل کہا کرتا تھا اسکا ماتہ اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کر کے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹوں میں تخت کے لیے خاندانگی ہوئی ایک

تقصیہ ماقبل کام بخش ۱۰ رمضان سنہ ۸۰۷ھ کو ادو پوری بانی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ  
تو شنوئیس تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ و کین میں مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۸۰۷ھ میں نواب بانی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث میں سکودہ و محدثین  
کے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ہسی فصیح و لہذا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت  
دیندار حیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے مدین بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور میں کشوک  
تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر میں سنہ ۸۲۷ھ کو انتقال کیا جو اقطاب صاحب میں مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہ ہزاہ محمد اکبر زیب النساء بہرہ باپ کے حیات میں انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے  
بعد اسکے چار بیٹوں میں تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر عز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق  
انکلا ۱۱ مہینے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیون عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس  
تین مہینے ۱۱ روز حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہ نے مارڈالا اور مقبرہ جلوون میں دفن کیا گیا  
اور اسکی جگہ پر مرزا فرج الدراجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھایا مگر وہ تین ماہ حکومت  
کر کے میں برس کی عمر میں دق کے مرض میں مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین  
رفیع الدولہ تخت نشین کر آیا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کر کے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد شہنشاہ  
عرف محمد شاہ نکلیے جو غجستہ انتر جہان شاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بڑے رفیلے  
سکھ عیش و غفلت میں تخت سلطنت کو کھو دیا نادار شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹنے پر یاد کروالا  
جس سے پھر دہلی و سنہ ۸۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کر کے سادات بارہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی لڑھی  
جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے  
جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹوں کا غلبہ ہوا ۱۱۱ھ شاہ ۸۲۹ء کی محاربے ہوئے چھ سال تین ماہ حکومت  
کر کے احمد شاہ بھی سدھارے بعدہ عزیز الدین عالمگرنانی نے ۵ سال ۸ مہ ماہ حکومت کی اسکے بعد  
سلطان علی گوہر شاہ عالمگرنانی نے ۵۴ سال سلطنت کی لنگے بعد اکبر شاہ ثانی ۳۱ سال یہ تمام قلعہ جگران  
ہوئے کمپنی انگریزی مسلط تھی لنگے بعد ۵۴ سال ۵ مہینے سلج الدین بونظیر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور ۵۴  
میں بالزام بغاوت ۵۴ سال کے رنگوں بھیج دیے گئے اور اسطر چھ سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔



طرف سے شاہزادہ محمد عظیم شاہ عالیجاہ مع اپنے لڑکوں کے اور دوسری طرف سے  
شاہزادہ محمد عظیم شاہ عالم الخطاب بہ بہادر شاہ مع اپنے بیٹوں کے فوجیں لیکر آیا  
اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد عظیم جو ولیعہد اور خلف اکبر تھا اور سبکی  
طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانہ صوفیہ کے ساتھ  
لڑنے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے پیشتر میدان جنگ میں عظیم شاہ کے دونوں بہادر  
والا جاہ اور بیدار بخت گولوں سے کام آئے جس پر عظیم شاہ نے اک آہ پر درد دل  
سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہیں ہے یہ کہہ مرنے پر کمر باندھی اور ایسے  
متواتر حملے کئے کہ برادر مخالف کی صفیں لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پا کر فرستح اُسکو  
حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین جنگ میں ایک مذہبی سیاح  
ایسی اٹھی جس سے تمام عالم میں تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ عظیم شاہ کی فوج کی طرف  
پیدا ہو گیا اس لیے اوس سے جو پتھر پھینکا جاتا تھا وہ خود انھیں کی طرف پھرتا تھا  
سلطان عظیم کی فوج نے یہ غیبی امداد سمجھی اور عظیم شاہ کی فوج کو پتھروں اور گولیوں کی  
بارش پر رکھ لیا مرتضیٰ خان و مصطفیٰ خان پسران فتح موخان یعنی  
ولی خان کے پوتوں نے اور کمال الدین خان کے دیگر بھپانوں نے گھوڑے  
اٹھائے اور عظیم شاہ کی فوج میں گھس گئے اور ایسے پیہم تلے کیے کہ قیامت پا کر دی  
فتح خان جو ولی خان کے عزیز تھے زخم کھا کر سرخرو ہوئے محمد عظیم شاہ  
کو ایڑہ میں گھیر لیا اور تیروں کا ٹنڈہ برسانا شروع کیا عظیم شاہ نے بھی چار تر کش  
تیروں کے خالی کر دیے جس کے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاں پر گر جاتا تھا  
سہالت میں تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس بائیں پر عمارت میں

بیٹا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا عظیم شاہ نے خود اسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ  
 نو نظر سے بچا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ رہی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا عظیم شاہ نے  
 کثرت زخموں سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر  
 شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہیں تنہا شہزادہ کا فیلبان بھی گولی کھا کر گریا  
 محمد عظیم نے خود اشارہ سے ہاتھی بامکا اور بہت نہ بارانا گاہ ایک بے وق کی گولی  
 شاہزادہ محمد عظیم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اسکی مروج پرواز کر گئی اسکے بعد  
 بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیاں بجلے گئے سلطان محمد عظیم نے تخت  
 سلطنت پر جلوس کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا  
 جن سرداروں نے اس معرکہ میں جان بازی کی تھی وہ سب خلعت و ترقی منصب سے  
 سرفراز ہوئے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شہر بیک غالب تھا  
 سرفراز کیے گئے اس معرکہ میں سات اشخاص دلیر خان بہادر خان کی نسل سے  
 شہر بیک تھے کمال الدین خان اور انکے ساتھ عزیز خان مرتضیٰ خان  
 مصطفیٰ خان بہادر خان و حیات خان وغیرہ تھے اور انھوں نے جہانستان

سلاطین گری بنکادہ باؤتہ از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بودیر خاست عرصہ علم  
 تاریک گردید تیر کہ سپاہ عالیجاہ ہی انداختند ہم آئنا میر سید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی  
 را از آد آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فرو گرفتند خصوصاً مرتضیٰ خان مصطفیٰ خان  
 و دیگر افغانان برادران و بنایر دلیر خان اولے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بطور آورده اسپہارا  
 جولان کردہ بقول عالیجاہ رسید حشر و نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادرزادہ دلیر خان زخم  
 سرخروئی برداشت صفحہ ۴۱۹ تاریخ اخبار محبت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملہ کیے تھے بہ ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ  
میں جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم بیان پر نقل کیے  
دیتے ہیں بعد مقتول شدن عظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ  
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر ویاں جانبازی  
نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان  
مثل کمال الدین خان مرتضیٰ خان عزیز خان خان بہادر خان  
وحیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران  
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمد ہر یکے بختاب  
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

## تواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ دلیر خان کے بعد وزیر عدم موجودگی  
میں جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے  
ہوا عمارات کی تعمیر بہ ایک محلہ دار کو اراشی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بادشاہ  
سے عرضداشت یہ سب کام انھیں نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی میں انکی احاطہ  
سے کار سے دیے گئے ہیں انکی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کی جاتی ہے اور بعض  
اسناد جو انکی طرف سے قابل ذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ میں بھی شامل کیے گئے ہیں

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسماعیل خان جوڑ  
بست چہارم شہر رمضان المبارک ۹۷۰ھ مطابق شمس ۱۳۱۰ھ والا

متصدیان حال واستقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار ہوئے بداند۔  
موازی بست ویک بیگہ پختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ طور میں  
ابتداءً فصل خریف سال ۹۷۰ھ کے لئے سکونت آبادی رعایا بنام  
ملک اسماعیل خان قوم افغان من زری از سابق تاحال برفاقت ہمراہی اینجانب  
صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزند ان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ  
ارضی مذکور پرمیودہ و چاک بستہ حد و جد ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ الگذازد  
کہ سکونت و آبادی در زیدہ در شعار تہورانہ سرگرم و ہوشیار باشند بوجہی من لوجہ  
معترض مزاحم نشوند بہر امور مرجوعہ لازمہ غور و حیانہ لازم دارند درین باب تاکید  
فرید دانستہ حسب السطور عمل آرند۔

اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کی طرف سے اہلکاران بڑی دیوڑھی  
کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مردہ و سیدو کرے کارکن کاشی رام  
و پھوپھند اراضی چمپایش کر کے اور چاک باندھ کر کے اسماعیل خان اور اسکے  
فرزندوں کو زمین بنا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکاروں نے  
تعمیل کی حد و دین دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد میں واقع ہے مہرین وغیرہ  
پڑی ہوئی ہیں۔

# نقل سند بنام تلج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بادشاہ عالمگیر <sup>کمال الدین خان</sup> متصدیان مہات حال و مستقبل پر گنتہ شاہ آباد امیدوار ہوئے ہند  
کمال الدین خان <sup>کمال الدین خان</sup> قلعہ خان بازار خان سلطان خان تلج خان قوم افغان مہمند  
در سرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایملے وارشاہ نوہشتا  
قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن در کان  
معمودہ آبادی دایم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر پروانہ مکان آبادی  
خود از سرکار میخواستیم الحال موافق اظہار نامبرودہ موازی چیل بیگہ اراضی بختہ  
مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ  
فرزندان در مکان مذکورہ آباد ہوئے باشند و گاہے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ  
محتاج و معترض نشوند در نیاب تاکید فریدہ نسبتہ حسب لم قوم بعمل آرد۔ للہ کہ بختہ

سرکار غرض بہ بنو بہ شمال

صد ہورہ دیوان پاخان صد ہورہ محلہ قرب خان صد محلہ باقرزی شرقی صد ہورہ محلہ بازیہ خیلان  
تحریر فی التایخ بست و خیمہ شہر صفر  
اسی طرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب لیر خان نے  
میکوچوہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودہ ہریت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین  
خان نے بازار دیر گنج اور رستونکی چودہ ہریت جمال خامخیل کو عنایت کی ہے  
اسکے بعد دیوان مبارک کو دیکھی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی  
کر کے نواب سردار خان کے نائب ہو گئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھری ت اونکے فرزند عظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کی طرف سے انکا گماشتہ  
نہر نجن واس کھوار کام کرتا تھا اور ایک سو پچاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا  
جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے انکے فرزند نواب سردار خان  
اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھری ت عہدیت محمد دلاور محمد نصیر محمد حبیب کو جو  
عظم خان کے ورثا تھے عنایت کی بنے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان  
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اس وقت  
پیش قلم ہیں۔

## نقل سند چودھری ت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و مستقبل شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بداندہ۔  
چون خدمت چودھری ت دلیہ گنج و گذر باز تغیر جمال جھمیل معتمد خدمت مبارک  
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را از حسن سلوک اتی و درستی بتقدیم  
رسانند تا جمہور انام و مہاجران بیوپاریان کاسبان آچنان سلوک بکار بردہ کہ  
روز بروز آبادانی شہر بوقوع آید و تنفس را از خود متفرق مشکلی نگراند و مطابق معمول  
ادخل دستور قابض و متصرف بودہ باشند در نیاب تاکید دانستہ حسب السطو عمل  
آزند شہر بیج الثانی سلسلہ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ ۱۲۸۵ھ

اسی طرح سلسلہ جلوس عالمگیری میں جب درگاہ دین اسلام سے مشرف  
ہوا بنے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے  
علاقہ میں اسکو چودھری قانوگو مقرر کیا ہی پیشتر اسکے میسراے و امرے چودھری تھے

اور پیرل دھرم اس قانونگو تھے مگر وہ کار گزار نہ ثابت ہوئے لہذا بجائے انکے  
راجہ درگا سہلے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع انکے سپرد ہوئے نہیں موضع اور وہ  
چکٹ یورپی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایکوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہلے منجھا

## نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و مستقبل پر گنہ شاد آباد تابع سرکار خیر آباد و منٹن آباد و بدینہ  
چون مہینیں ام و ام اسے چودھرائی پیرل و دھرم اس قانونگویان پر گنہ مذکور  
بغایت مجہول و نا کارہ بودند و در سربراہی کار و امور متعلقہ رسیدن نہ ہوتے  
در عایا و برایا محال نہ کور از دست بد سلوکی آہنا ہمیشہ ناشد و او یل امیکہ در بنام سر  
نظر بر سر آمد کار و رقابیت رعایا داشتہ مشارالیا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی  
در محال مستطوبہ بر طرف ساختہ راجہ درگا سہلے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام  
مشترف شدہ با سہم محمد حسین موسوم گردیدہ اورا چودھری و قانونگوئی پر گنہ  
ہر قوم نمودہ شد باید کہ مشارالیا چودھرائی و قانونگوئی مستقل نہستہ معاملہ منصر  
و تحصیل باستصواب و منمودہ باشند و طرق مومی الیا نیکہ خدمات متعلقہ خود را بر تہی  
و درستی بتقدیم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال افزونی مال و منصبہ  
خلو آید سعی و مجتہد باشند و رعایا و برایا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود رنجی  
و شا کر و از خود ستور عمدہ خود موافق آتمہ را از سوا سے مال سرکار از رعایا متصرف نمودہ

در لوازم سہ ہر اہ کاری و دو لتخواہی کوشد و در نیاب تا کیہ دستہ حسب المستطوع  
بعل آرنہ تحریر فی التاریخ نمبر بیع الثانی سلسلہ جلوس والا۔  
شرح ضمن خدمت چودہ ہر ای وقانونگوئی پر گنہ شاہ آباد سہ کار خیر آباد از تغیر  
میسں ام ورام اسے چودہ ہریان بیرون و دہرید اس قانونگویان اجہر کا سہا ہم  
کہ از سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شد دباسم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از محل در آبادی قبضہ
لکھ موضع ۲ پک	بے موضع ۲ پک	رے	شاہ آباد
جوبلی متعلقہ بے موضع ۲ پک اصلی سے داخل		ایکوان رے اصلی سے داخل	
تھوک داندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی للعمدہ داخلی
آغا پور	پرٹھوان	پور وہ	سرے
تھوک چاند	خان پور	رسول پور	کونیان
کنڈھرو پور	مکیا وان	نصیر پور	چٹھو
ہرولی	بند با	ایکوان	سرے راناک
فتح پور	ہری		
کھلیا اصلی سے داخلی للہ			

کرنامو بھگایوان روپاپور کچہ خواجہ کلان بیجا نریمانو  
بتاریخ و بیع الثانی اللہ تعالیٰ نقل بدفترا سید  
محمد مراد جلال الدین  
کارپردازان دیورھی نواب صاحب



## شاہ آباد کی عمارت

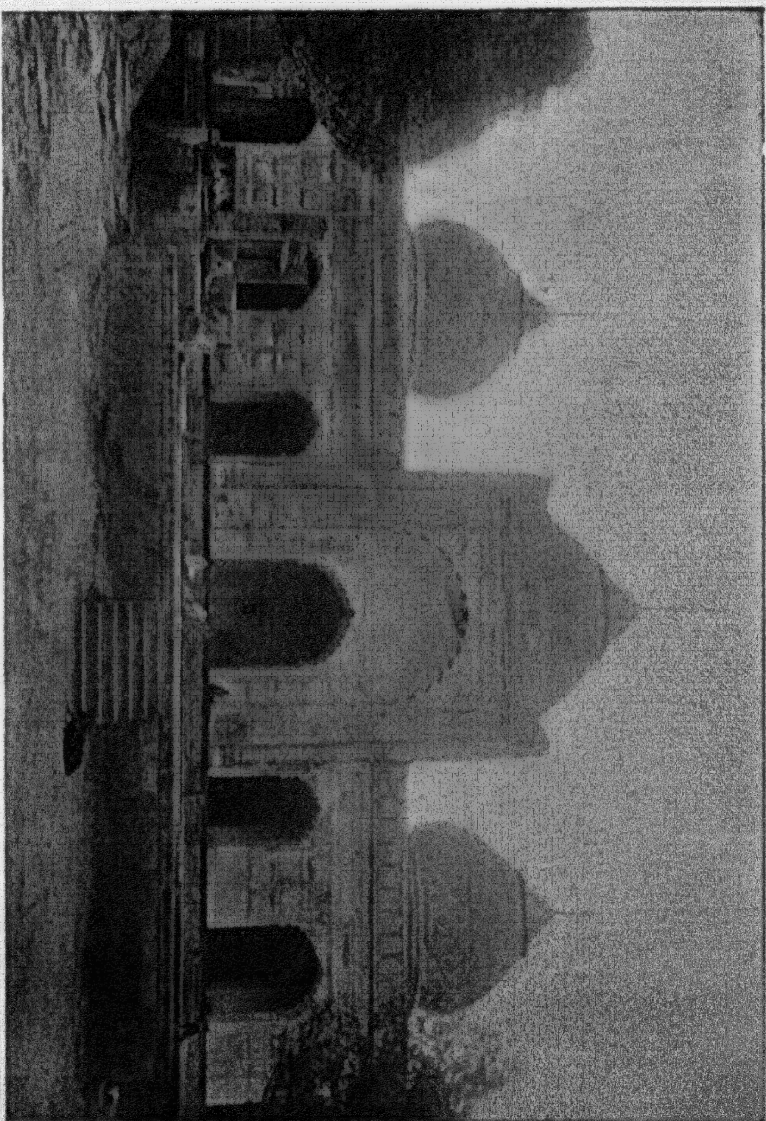
جن عمارتوں کی بنیاد نواب دلیہ خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے تیار کرائیں عمارتیں عالیشان و مستحکم ہیں کہیں پر کوئی بات بقاعدہ نظر نہیں آتی یہاں تک بھی لایت بانیوں کی امارت و نفاست اور معماروں کی دستکاری ثابت کرتی ہے بری ڈیوڑھی اسکی عمارت چھراور اینٹ کی تھی مصاحح کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے کہ آج قریب وصالی تین سو برس کے زمانہ گزرا مگر جو جسے اس کے باقی میں وہ آجتا کہ بدستور بلا مروت کھڑے ہوئے ہیں اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت بنائے گئے تھے بعض مکانات کی بنیاد جو کھود گئی تو پانی کی سطح تک پانی گئی تمام محلات میں پانی جو برجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ اور موتی محل بارہ درمی وغیرہ نہایت نفیس قلعے تیار کر اے گئے تھے صحن مکان میں حوض پانی کے لہریز ہا کرتے تھے زیر پچانک پائین باغ کا بہرہ منظر پیش نظر رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانات کے بالا خانہ کے سطح کے برابر تھی دو پچانک جو جنوبی و شمالی تھے چھروچونہ سے بنائے گئے تھے اور بری اوپنی دیوڑھی سے بری ڈیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کی طرف جو پچانک تھا اس پر سیڑھی سیڑھیان بنائی گئی تھیں بارہ درمی جو باہر اور اندر دونوں جانب کے منظر کی نشاندہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد نے وہ سب عمارتیں کھود ڈالیں اب صرف حمام باقی ہے جس کے اندر کے میل بوئے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک اپنا رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہیں صد بابرس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا اگر اپنے  
 استحکام سے اب تک یہ ستور بنا ہوا ہے کہیں ایک قطرہ نہیں ٹپکتا یہ کل عمارت  
 کمرے کی تختیں اب تھینا لاکھ روپیہ سے کم میں صرف مام جبین تین درجے ہیں  
 تیار نہیں ہو سکتا۔

## نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چونے اور اینٹ اور  
 کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار  
 ہے مضبوطی اور پتھروں کے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لا جواب ہو تمیر  
 حصہ جو سب سے بلند تھا اور جس کے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دوسرے  
 اوسکے اب تک باقی ہیں جب پورا بلند تھا تو شام کی وقت اسپر بنش شخاص چکر  
 شاہ جہان پور کے چرغ دلیکا کرتے تھے چھت جو کمرے کی ہے ابھی مضبوطی کا اندازہ  
 اس بات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزار ہا من کا اسپر گرا ہو مگر وہ ڈر پھر  
 نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ میں جو سنگ سرخ پر پیل ہوئے  
 بنائے ہیں ان کے جال و درخت ایسے دلکش ہیں کہ جنکے دیکھنے سے نظر کوتاہی  
 اور دلکشگئی حاصل ہوتی ہے اس مقبرہ کے متعلق گزٹیر مصنف ایچ ارنول سی  
 آئی سی۔ ایس مین لکھا ہے کہ مقبرہ کا کنبہ اب گر گیا ہے یہ بھی مثل  
 جامع مسجد کے مسطح کنکر ونگے مگر ونگے بنا یا گیا ہے اور بالا خانہ  
 کی دیوار و پیر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نقش کام ہے





جامع مسجد شاہجہان





اب یہ مقبرہ ہمارا قدیمہ میں داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے  
 گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے  
 یہ رقم کیا کام دیکھتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی  
 ہو سکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلئے شاہ عالم بن ورنگت پ  
 نے ایک موضع سراے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا  
 تھا مگر فوس ہو کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیر کے ضبط ہو گیا اسکا پروانہ محمد امین  
 خان صاحب اختیار پوری نے صید شاد بریلوی کی معرفت نواب کلب علیا حقنا  
 والی رامپور کی خدمت میں پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نواب صاحب سو ف  
 کی ریسانہ فیاضی و قدر دانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہو جائیگی اور عیار  
 اپنے اصلی لباس سے جلایا جائیگی لیکن محرومی قسمت کچھ ایسی چپیدگی پیش آئی کہ وہ  
 آرزو پوری نہ ہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برین کو پروانہ ہو گئے اور اتفاق وقت  
 سے اسکا پروانہ بھی وہیں رہ گیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی  
 مگر ریاست کے دفتر میں وہ بے پتہ ہو گیا ہے اور نہ دستیاب ہو سکا۔

## جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاء اللہ بہت اچھی حالت میں ہو کسی امداد کی محتاج نہیں نہایت  
 وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبہات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہر میں  
 بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہیں آتی جامع مسجد بنی کافی  
 در شاہجہانی معاویہ کی بنائی ہوئی ہو اسکے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھریاں

ہیں اور اترکلیف حمام ہے پوربا وردکن کی کوٹھریاں بازار حسین گنج میں شامل ہو گئی ہیں اور اسے آٹھ نو سو روپیہ سالانہ کی آمدنی کرایہ میں حاصل ہوتی جو اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خان صاحب شہ پوری میں جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد میں گذرے ہیں یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا جسہ مستغالی انکو عالم آخرت میں عنایت کرے گا۔

اجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادار حکیم خادم حسین خان رئیس اختیار پور ہوئے ہیں اور وہ اپنی خوش تدبیری و تنظیم و لیاقت سے اس کام میں مستعد و سرگرم رہتے ہیں انشاء اللہ گنج اگر تیار ہو گیا تو انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ اور مسلمان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام مودن مدرسین مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہوں اور مرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جالپور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلئے وقف تھا مگر فسوس کہ وہ بھی بظلمین ہے صلی فرمان ابتک مع جو ہے جسکی نقل و مرج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے مینار نا تمام رہ جانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہو گیا اور یہ عمارت پوری نہیں ہو سکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھ لاکھ ان ہزار عمارت یعنی بڑی دیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان جامع مسجد کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو اس وقت پانچ لاکھ میں بھی تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ پہلی سی اشیاء کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اس وقت میں کماں ہے۔



# نقل فرمان معافی موضع جمالیہ بنابر جامع مسجد شاہ آباد بمبئی

## شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی

شاہ عالم بادشاہ غازی  
امجد خان صدر سید جهان  
سلام

گماشتہ جاگیران کروڑیاں حال استقبال پر گنہ گاری سرکار خیر آباد  
مضافات بصوبہ اودھ بداندند۔

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ زمین و زمان خلیفہ معدن نشان فریہ  
مردمان سبک آتش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال سر بلند دادار بیہاں منظر اتم فرد کا  
رحمت اتم آفرید کار بانی جہان بانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرقوم  
بست و نهم جادی الثانی سکہ جلوس الاموضع جمالیہ بنابر شاہ آباد عملہ پر گنہ گار  
از ملک خریف پارس در وجہ خرج امام و موزن خطیب سادرو وارد و دست  
و غیرہ جامع مسجد بنا کرد و دایر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد عملہ پر گنہ مسطور  
حسب لضمین مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نموده موضع مسطورا تبصرہ  
انہما باز گذارند و از جمیع وجوہ و عوارض معارف اقلیم شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت  
نمودہ و وظائف دعا گوئی مواقبست مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر خیر و شے باشد  
آنرا اعتبار نکنند و دنیا بقیہ عن نیست حسب السطور عمل زند نهم شعبان سکہ قلمی شے

## کیفیت بر پشت

شرح ضمن در وجه خرج امام و موزن و صادر و وارد و مرمت غیر  
 لوازم جامع مسجد بنا کرد و دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جمالیہ کونینہ  
 شاہ آباد پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ اڑلٹ خریف بتاریخ یاد ہم  
 شعبان سنہ نقل بد فتر سید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی

ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور لائق تھے نہایت مدب  
 نازک مزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاع کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے  
 بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہ ہی منصب  
 و صاحب اختیار ہوئے ہیں بادشاہی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال ہی بلکہ انھوں  
 نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کر کے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقلے نسل  
 میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ میں دیا وے چنانچہ اس امر کا فرمان  
 بھی بادشاہ نے منظور کر کے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے  
 پرگنات انکے قبضہ میں تھے جن میں اکثر زر خرید تھے اور بعض از روے جاگیر معافی  
 کے آئے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد میں ساڑھے  
 چودہ سو تھے انکے قبضہ میں تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۲۶۰ میں تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضع کے  
تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پر گنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیح آباد۔ سر دیاون  
برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے و د شیر انداز خان  
نبیہ کمال الدین اور مرتضیٰ خان ابن فتح معمر خان کے قبضہ میں تھے اور نواب  
بہادر خان کی اولاد کے قبضہ میں شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال  
تھے چنانچہ ان کے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر وہیلون سے تنازع رہا ہے  
ہم اس بیان کے ثبوت میں اخبار محبت کی بحسبہ الفاظ و عبارت یہاں درج کرتے ہیں  
یہ چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار زر خرید  
بچندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان  
و پیران و بنایر آندا در سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و  
محال کتھار و دکنہ و سبنا وغیرہ از روئے حصہ لفظیہ و الدین  
خان رسید و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و ملیح آباد  
وسرہ و باون و برور و دریا و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ  
صوبہ اودھ شیر انداز خان و مرتضیٰ خان الخاں صاحب  
فتح معمر خان در قبضہ میںداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد میں بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جائیداد  
نہ تھا تو سولے بڑی دیوڑھی کے میاں کے جملہ دیہات کسکے قبضہ میں جاتے۔

واجب الغرض سرکاری میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تقسیم فیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح محمود خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع اگیوان مع دیگر بارہ مواضع کے دیے تھے۔

نواب چاند خان کو موضع برہی مع بارہ مواضع کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ نواب الہ دیے خان کو موضع نور پور مع بارہ مواضع کے اور اندر قصبہ بر و بازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسٹنگر مع بارہ مواضع کے اور بازار چار شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔

بوجہ اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض ہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کر دی صد ہا آدمی بڑی دیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبہ انگلی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت میں درخواست کی کہ پشگاہ شاہی کے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمتع عنایت ہوئی ہے اور وہاں شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفاہین جنکے آباد اجداد ہمراہ دلیر خان







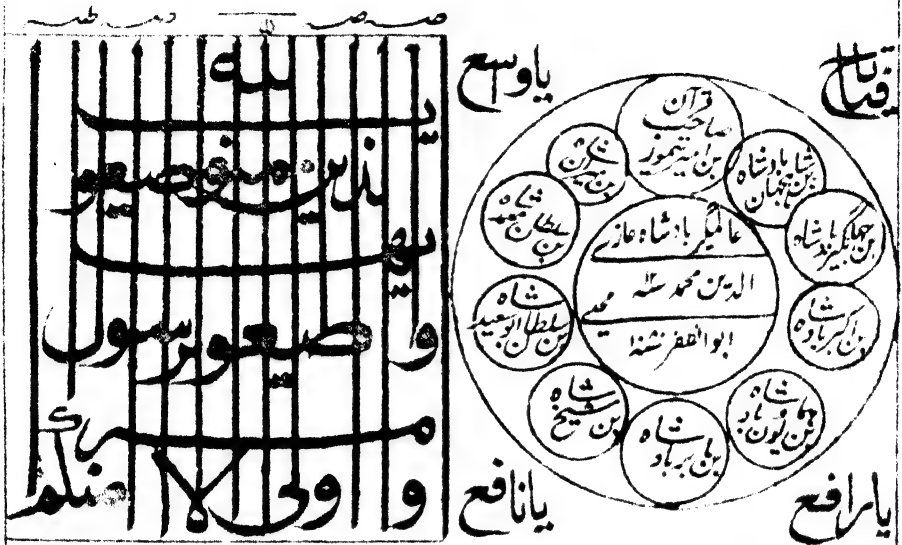




مہمات شاہی میں کام آئے ہیں کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور اقصاد تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود میں آگئے ہیں شہزادہ کا عامل محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ ہمنے دیدہ و نہستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے لیے علاوہ قصبہ اور بنیتیں موانعات کے کمال الدین خان کو دیکر عنایت کیے ہیں کوئی عامل کسی طرح اسے مزاحم نہوا اور اسکا فرمان سلاسنہ کو نواب دلیر خان کے پاس رکھا کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیر آباد نے سائر فرج کا بھگڑا اٹھایا ہے اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اور تگ زیب کے حضور میں کمال الدین خان نے گذرانی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر اونچین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان ہی آج تک بہ سنو رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلک کتاب بذات ہے۔

# نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواکیال الدین خان



پون بغرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحومه والا حسن کمال الدین  
 جهان ولد لیر خان مرحوم التماس دارد که از راه خانه زاد پروری مبلغ شش لک  
 بر پرگنه پالی سرکار خیر آباد متعلق به بویه او دهنده افزوده شده از موضع ته شاها باد عرف اکملی  
 و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التماس بنام پرنیلام دیر خان مرحوم بحسب وطن  
 مرحمت شده بود مطابق آن شهر موسوم بشاه آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی  
 بست و شش موضع قلیل الرقبه مرزعه دیهات ته شاها باد عرف اکملی و غیره غله پرگنه  
 مرقوم که دیران اقتاد بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد شده اند

چنانچه مردم شرفا که آباد و آبادانها همراهِ پیراندام مرحوم در مسمات بادشاهی بجای آمده بودند تا هنوز در آن شهر آبادانه و رینوال محمد طاهر مقصدی تیول و کلاسه شاهزاده عالمیان از اهل حرفه سکنه آنجا و باغات توان آن شهر طلب محصول مینماید درینصورت باعث ویرانی وطن خانه زاد است افزیش و کرم در مادمم مزارحمت فرمان عالیشان مرحمت شود که جمهور سکنه آنجا بحیثیت ناظر آباد باشند لکن احکام جهانمطاع واجب الاتباع شرف سده و رینوال و دیافت که موازی بست و شش موضع ممتعه علمیه پرگنه مذکور دیده و دانسته حسب ائمه من و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاه آباد مرحمت فرمودیم احدی قنات نرساند می بایده که حکام و مال و جاگیر و داران و کور و بیان حال و مستقبل بایه حکم و ال کوشید مواضع ممتعه و تعلق آبادی شاه آباد مرحوم بموجب مذکور الصد و اگر دارند و درین وقت و زمان تغیر و تبدیل بدان را ندانند و از جاگیر و کور مستثنی شناسند و از جمیع وجو بات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب هر سال حکم و سند مجده و انظمنه و از فرموده تحلف و انحراف نورزند بتایید بست و دویم شهر شوال بست و نهم از یلوس میمنت مانوس نوشته شد.

## بجانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه تبایخ روز پنجشنبه بقیعتم شهر جمادی سده جلوس مع  
موافق سده هجری

بر ساله موتمن الدوله العلیه ممتعه سلطنه الیه عمده و زراسه رفیع الشان زبده خوانین بلند  
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ و مناج دولت و اقبال شایسته انوار عنایت نزل

اصناف مرحمت جمرة الملك مدار المہام اسد خان و نوبت واقعه نویس کمترین بندگان  
 درگاه و خلائق پناہ محمد شفیع قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت  
 و الاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعض مقدس معالی سید که مبلغ  
 شش لک دایم بر پرگنه پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودہ افزوده شد از مواضع تہ  
 شاہ آباد و عرف انکئی و غیرہ من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التغبنا نام پیرعت لام  
 دلیر خان مرحوم بحبت وطن مرحمت شدہ بودند مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد  
 آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبہ مرزہ دیہات تہ  
 نہ کور و غیرہ علمہ پرگنه مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات  
 شاہ آباد شدہ اند چنانچہ مردم شرفا کہ آباد و اجداد آنها ہمراہ پر غلام مرحوم در ماتہ پاشاہی  
 بکار آمدہ بودند تا ہنوز در آن شہر آباد اند و رینوالا محمد طاہر متصدی تیول و کلاہ شاہنشاہ  
 عالیہان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محصول طلب مینمایند و رینصوت  
 باعث ویرانی وطن خانہ زاد است ایضاً و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان  
 مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بحسبت خاطر آباد باشند حکم جانمظلع واجب الاتباع  
 صادر شد کہ موازی بست و شش موضع لمتمسہ مرزہ تہ شاہ آباد و عرف انکئی و غیرہ علمہ پرگنه  
 مرقوم دیدہ و دستہ و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد و مرحمت فرمودیم  
 بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ الیہ عمدہ و زراے رفیع الشان زبدہ خوانین  
 بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت نہالہ  
 اصناف مرحمت جمرة الملك مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعه نمایند شرح بخط

واقفہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مومن الدولہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلۃ السیہ عمدہ و وزیر  
رفیع الشان زید و نواین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناج دولت و اقبال شائستہ  
انوار عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمرة الملک مدار المہام اسد خان آنکہ بعض مکرم  
رساند شرح بخط قابل الترتیب و الاحسان شریف خان آنکہ بتایخ بست و ہفتہ شہر  
رمضان المبارک سلسلہ مکرمہ بعض مقدس و مطعہ باین شرح بخط مدار المہام اسد خان  
آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

عہد موضع از اصل تبصیر منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عرف آنکی			عہد موضع از اصل
تھوک اندو	کھانڈی	تودھاک پور	شہباز پور
موضع	موضع	موضع	مومن پور
بہادر پور	محی الدین پور	مہیس پور	چودہری پور
موضع	موضع	موضع	کمال الدین پور
تھوک دھرمکدہ	جالپ پور کھول	جوگی پور	کنہر پور
موضع	موضع	موضع	دیس پور نامہ
جالپ پور ہالس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور اودکیر	ملک پور
موضع	موضع	موضع	موضع
از تہ اگیوان			عہد موضع از اصل
سور پور	جنک پور	کرم اسد پور	



چون بغرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال  
 الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک دام از پیرگنه شاه آباد  
 در بست سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن  
 بجایگزین خان زاد مرحمت شده از وقت آبادی پیر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجدار  
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سرکار و غیره ابواب ممنوعه که معهود بارگاه والا است  
 مزاحمت نرسانده در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند در نصورت  
 باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است اینفضل و کرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش  
 و سایر و غیره و تنخواه پیرگنه مذکور تا بحیات بجایگزین خان زاد و بعد آن تا بقای نسل فرزندان  
 نانا زاد بجایگزین دیگرے تنخواه نشود فرمان عالی شان مرحمت شود لکن حکم جهانبطاع  
 واجب الاتباع شرف صده و ر و غرور و دیافت که پیرگنه شاه آباد مذکور در بست تا بحیات  
 بجایگزین خان مشارالیه و بعد آن تا بقای نسل فرزندان او بجایگزین دیگرے تنخواه نشود  
 و احدے بعلت پیشکش و اخذ سایر و غیره ابواب ممنوعه که معهود بارگاه والا است  
 بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید که فرزندان کامکار و وزراے صاحب راس  
 کفایت شعار و ناظمان و فوجداران حال و استقبال در آتمار و هتھوار انیمه الاکوشید پیرگنه  
 مذکور تا بحیات بجایگزین خان مشارالیه و بعد آن بجایگزین فرزندان او خطه بعد خطه و نسلاً بعد  
 نسل و بطناً بعد بطن مقرب شناسند و در هیچ وقت و زمان تا بقای نسل او بجایگزین دیگرے  
 تنخواه ندهند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقلیم شمنند و از فرموده تخلف  
 و انحراف نورزند بنام پنج ہفتم شہر مع الثانی سال سی و یک از جلوس مینیت مانوس  
 نوشتہ شد۔

## جانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز جمعه بخت و هفتم شهر رمضان المبارک سلسله جلوس  
 مقدس موافق ۹۸۰ مطابق ۱۲۰۱ لوی ماد الهی - بر ساله موتمن الدوله العالیه محمد سلطنته  
 الیه عمده و زراعه رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناجیح  
 دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمده الملک  
 بهار الماس اسد خان و نوبت واقعه نویسی کترین بندگان درگاه خلیق پناه غلام علی  
 قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمه و الاحسان کمال الدین خان  
 ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید که مبلغ شش لک و ام پرگنه شاد آباد  
 در بخت سرکار خیر آباد متعلق بصوبه او ده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن بجای  
 خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پیر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران  
 سرکار خیر آباد بعلت مشکیش و اخذ سائر و غیره ابواب ممنوعه که معنود بارگاه والا است حضرت  
 نرسانده در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند در نیصورت باعث ایرانی  
 محال وطن خانه زاد است افاضل و کرم در ماده عدم مزاحمت مشکیش و سائر و غیره ابواب  
 ممنوعه و تنخواه پرگنه مذکور تا بحیات بجایگیر خانه زاد و بعد آن تا بقلے نسل فرزندان خاندان  
 بجایگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالی شان مرحمت شود حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد  
 که پرگنه شاد آباد مذکور در بخت تا بحیات بجایگیر خان مشارالیه و بعد آن تا بقلے نسل  
 فرزندان و بجایگیر دیگرے تنخواه نشود و احدی بعلت مشکیش و اخذ سائر و غیره که ابواب  
 ممنوعه معنود بارگاه والا است بوجه من الوجود مزاحمت نرسانند بوجه تصدیق یادداشت قلمی محمد

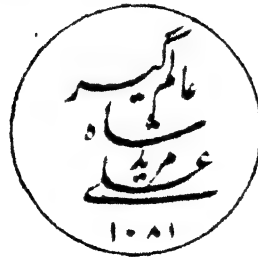


شرح بنظر موتمن الدوله العلیه عتد السلطنه الیه عمدہ و زراسے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند  
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار  
اصناف مرحمت جمدہ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ دہل واقعہ نمایند۔

شرح بنظر واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بنظر موتمن الدوله العلیه عتد السلطنه  
الیه عمدہ و زراسے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ  
مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدہ الملک  
مدار المہام اسد خان بعرض مکرر رسانہ شرح بنظر قابل الترتیب الاحسان شریف خان  
آنکہ بتاریخ بست و ہفتم شہر محرم الحرام سلسلہ جلوس مبارک مکرر بعرض مقدس و معلی  
باین شرح بنظر مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

سے لک ام پر گنہ شاہ آباد و حال وطن در بست

بر سالہ موتمن الدوله العلیه عتد السلطنه الیه عمدہ و زراسے رفیع الشان زبدہ خوانین  
بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار  
اصناف مرحمت جمدہ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی غلام علی۔



سہ کار کا انجمن کمال الدین خان کبہ جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل  
سیانہ تحریر کیا جاتی ہے۔

## نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان



نائب

چودھریاں قاتلوں کی مقتداں ملایا و مزارعان گنہ سدا سرکار کا انجمن سوا  
چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دہام از پرگنہ مذکور از تغیر چاند من ابتدا غریف  
تھا فوی بل مطابق ضمن بجا گیر رفت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر شدہ باید  
کہ مالو اوجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جہان و معمول بخان شارا الیہ  
جواب میگاہتہ باشند و از تیج حسلے و صلاح و صوابید خان مومی الیہ بیرون نروند  
بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۰۷۰ جلوس اقبال مانوس قلمی آشت

## جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پرگنہ سدا سرکار کا انجمن صوبہ الہ آباد از تغیر چاند  
کہ از ثلث ربع بجا فوی سل تابااتی ابتدا فی فصل غریف بجا فوی سل مرحمت شد

## نواب کمال الدین خان کی بیوی

یگم صاحبہ سدرخان کی صاحبزادی تھیں اور نہایت لائق و متکرم بیوی تھیں انھیں کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھیں ان کے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویاں جو دردمند ہوتی تھیں جا کر استغاثہ کرتی تھیں اور یہ انکی دیکھنی کر کے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد مدد بصرہ کی بیوی بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئیں تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آ گئیں تھیں اس عرصہ میں نواب سردار خان ان کے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر نہ تھیں کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست میں انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے دفتر کی نظر سے گذرے ہیں مثلاً تک انکی حیات کا زمانہ ایک بار ان کے بیٹا سے واکھاڑا زخم یہ ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیٹا نام کے کاغذات میں انکی آگاہی کیلئے جمع کرے ہیں

## نقل بیٹا نام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرا معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم و نسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ ظفر الدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النساء و مسماۃ جان بی بی انان و انات و انشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد جمیل و مسماة بنی بنی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بنی بنی حاجی بنت  
شیخ محمد زمان و له شیخ محمد داؤد زوجة له و انشور خان مذکور فی حال بسیج اقرار هم  
شرعاً بدین وجه که منقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیة محمد شاهی جید تمام وزن که نصف آن  
دو صد پنجاه روپیة موصوفه میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ پنجه که موازی آن  
و نیم پنجه زمین پنجه محلیک دهنه چاه مطبخار با مشمره و غیره مشمره و محد و دست بدینحد و  
اربعه متعینه ذیل

این متصل است با پنجه زنگنه آن محل است باغ بخونان آن محل است باغ میران الله آن پیوسته است بشاع عام  
و بعضی بزمین باغ مذکور

بر ذمه مسماة پیار بنی بنی و له سدر خان بن جلال خان و الیه امارت پناه محمد سردار خان  
زوجہ رستم خان طلب دشم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته در تحت و تصرف خود آورده  
من بعد آن هیچ حقه و دعوی و خصوصتی بوجهی من الوجوه و یسبب من الاسباب  
نیست و نمائند بنا بر آن اینچند کلمه بطریق قبض الوصول و به بنای محدوده مذکوره را  
نویسانده دادیم که ثانیاً حال سمد باشد که عندا حاجت بکار آید و کان لکن بخت مسلمان  
تحریری التایخ بست و ششم شهر محرم ساله جلوس و الامطابق ساله

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام محلی الدین ولد انشور خان	قطب الدین ولد انشور خان	آمر الدین بنده درگاه	ظفر الدین بنده درگاه	بنی بنی جونی بنده درگاه
گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد
حصصه ای میلانی عبد الباقی	درویش محمد	خیر الله	شیخ محمد طاهر	

نواب کمال الدین خان کی زر خریدار افسیان دہلی میں اکثر تھیں منجملہ ان حقیقتوں کے موضع نہرولہ جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جس کا بیعنامہ تکمرہ دلیر خان میں منقول ہو چکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

## نقل صورت حال ہوہلی۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان بہر یک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علمائے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و احوالی و موالی موضع نہرولہ معمولہ جو ملی دار الخلافت شاہجہان آباد کہ برہر یک پیشایان روشن و مبہرین است کہ یک قطعہ معلومتہ احمدیہ واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود و اربعہ مسطورہ و مشتمل بر جوہلی پنختہ و خام و چاہ و خانہا، محترفہ

فرستہ شد بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد

آن پور است بدو واقعہ کند آن ملوک بہانہ کارخانہ فرید آن تہنست بہ بعضی بنید ظاہری آن ملوک بہ بعضی جوہلی سیدم بابہ اگرین سرات و بعضی بقرستان مام بن سید مرتضی بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان معزالیہ بموجب خط شہر الی کہ از الملک آنہا خرید بہ بنیدہ بحسور جماعہ شہود و عدول و بمہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بمہر قاضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی اشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان مہیہ نمودند و بسند

در مجلس نقد ہیہ قبول کرد و بموجب آن بر قلم مذکور متصرف گشت بر بہر کس ظاہر و باہر  
 است و بر این معنی اطلای و آگاہی داشتہ باشد اشتنا و سہ خود ذیل آن تصریح نویسد  
 یا بنویسانند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی استیجاب  
 احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الهجرة النبوت و سلمہم  
 گواہ شد گواہ شد

انچہ درین مسطور است بیان واقعات و فیہ درگاہ اکملہ اس ابن موہند اس چودھری و قالونگو  
 یہ اس لہ مکند اس چودھری و قالونگو دارالخلافہ شاہجہان آباد

## نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہیں نظر سے نہیں گذرا  
 لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے کہ یہاں  
 عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں وہ اورنگزیب کی طرف سے شاہزادہ محمد مظہر کی  
 خدمت میں کسی ہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہیں جسکا فرمان آج تک موجود ہے اور  
 وہ اوپر درج ہو چکا ہے اور سنہ ۱۱۰۰ ہجری تک انکی زندگی تانچہ اخبار مجسمہ ثابت ہوتی  
 ہے کیونکہ اس سنہ میں وہ عالمگیری بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزادوں میں  
 تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۰۰ ہجری تک بڑی  
 دیوزخی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں انکی  
 جانب سے محمد دلاور کو خدمت امانت و فوجہاری کی دینی ہے اور یہ طرح سنہ ۱۱۰۰  
 میں بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خاں خلیل کو دینی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ راشن کا پیر محمد کو سر اسے راتک میں عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمانہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرض کہ ان کاغذات سے سلسلہ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا بلکہ سلسلہ ہجری میں اسکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہیں اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سلسلہ ہجری کے آخر زمانہ میں یا سلسلہ ۱۲۵۰ کے شروع زمانہ میں انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حین حیات اپنی مہر میں بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہیں تحریر کرتا ہے ۱۲۴۴ و یقعدہ سلسلہ ۱۲۵۰ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرار نامہ اسونکے صاحبزادہ سید محمد صالح صاحب نے اپنی والدین کے کل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے او میں گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہو گیا کہ وہ سلسلہ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد اسکا انتقال ہو گیا ہے

## نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد میں محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ بالاتفاق ثابت ہیں لیکن بعضوں کو فرزندوں اور انکے ناموں میں اختلاف ہے مثال الدین جلال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ لا ولد فوت ہو گئے اسوجہ سے اسکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ میں نہیں لکھا گیا مگر موضع اترچی پر گنہ پالی کے بیٹا میں جو سلسلہ ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے ان

جمال الدین خان خلعت نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان  
 بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے اسکا نواب صاحب موصوف کی اولاد میں  
 ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خفیل و خانہ زاد کی طرف  
 سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جاتا اعلیٰ میں نہ آتا سیطرح نہال الدین خان کے  
 نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی  
 ظاہر ہوتا ہے جس طرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج  
 نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوئے اس طرح بازار جمال خان جمال الدین خان  
 کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسے گئے ہوں اور یہ بھی  
 ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی میں کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے  
 ہوں واللہ اعلم ایک جمال نام خفیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج و بازار کی ہے  
 کا غذات میں پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ میں جمال الدین ولد حسین خافیل کا نام  
 بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام عسکے ارغی  
 کا معافی نام بھی محمد سردار خان کی طرف سے تحریر ہوا ہے بعض کا غذات میں محمد یار خان  
 بھی کمال الدین خان کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں نواخصاً کسی دوسری دختر کا نام خیر النساء

## نواب کمال الدین خان کی مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جس جگہ پر کہ سرے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے  
 قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا  
 اب یہ مقبرہ شفا خانہ سرکاری کے محاذ میں مجسم کی طرف لب سڑک واقع ہے



چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجائے تعوید کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے  
 اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت  
 خوشنامہ ہے چار دیواری کے وسط میں ایک کرسی دارچوبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد  
 قائم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد ہر آدھے میں اور درمیان والے حصہ میں خاص مزار  
 ہے جسکی دیوار و زمین جالیان اور دروازے لگے ہوئے ہیں کچھ کھیرت اور اسکے  
 مسجد ہے مقبرہ کے اطراف میں باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت  
 بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خان صاحب حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری نے  
 بڑی دیوار صحن سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے  
 از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ میں ہر سال بیج الاول  
 میں مجالس میلاد شریف کی منعقد ہو کر تین تین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر  
 اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت  
 کے گوشہ ٹوٹ چکے ہیں ایک بے تمیز کاشتکار نے اسکے ستونوں سے جانور باندھ کر  
 کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور  
 صاحب رادت کے لیے کل ابجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب  
 خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم تو بھی سے ڈال رکھا جائے نہایت  
 بے ادبی و بد نصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آئینہ شاہ آباد میں یہ قصہ ہے  
 کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مهم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر لکھا تھا  
 کہ جو مالگوں کے وہ پاؤں گے اس موقع پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا  
 کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہوں قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے آیا ہے اسکے پانکی آرزو رکھتا ہوں چنانچہ حسب التماس اسکے وہ انکی متنا پوری گیلگی اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا مال الدین خان یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبرے حاصل کر کے با وضو اپنے سر پر رکھ کر ہاتھی پر سوار ہوئے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لائے یہاں اگر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں اور میری نعش قبر میں دفن ہو تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جائے تاکہ خدا کے روبرو میرے لیے ذرا رحمت نجات ہو۔

اس موقع پر دو باتیں قابل الذکر ہیں اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب صحیحہ میں استاد بھی مرقوم ہیں یا نہیں دوسرے یہ کہ کتب مستند میں روایات صحیحہ ثقہ و ایون سے اگر منقول ہیں تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد میں موجود ہے اصل ہے یا نہیں اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیون نہ برکت حاصل کی جائے امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تو اتر کے ساتھ منسل طور پر بحث کی ہے اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاپے مبارک کے نیچے پھر مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اس بارہ میں مولوی عبدالحکیم صاحب ہلوی نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ المحرمین عربی و اردو میں تصنیف کیا ہے اور اس پر علماء حرمین نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہیں اسکے علاوہ راقم نے اور مستند کتب و ماہرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفا و قاضی میں ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا عند نبینا مثلھا ابوالمصیٰ بلوغ منھا الخ

یعنی کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہیں عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف میں خود خداوند کریم حضرت ابراہیم  
نلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ اسکا نشان سخت چہر پر نگایا تھا ارشاد فرماتا ہے  
تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش چہر پر بنانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات  
آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہیں آپ کو سید المرسلین یا فیصل الخلق و الخلق  
ہیں جملہ خلائق پر تمام صفات میں خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا  
ہو آسمان پر شق القمر کا معجزہ آپ سے ظہور میں آیا ہے تو پھر تمہارے کانرم ہو جانا آپ کے  
پاؤں مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی  
کتاب النموذج اللیب فی خصائص الحبیب میں اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے  
لکھا ہے کہ جب جناب رسالت آپ چہر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے  
اوپر چھاتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اس بارہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ جب  
آنحضرت چہر پر چلتے تھے تو سرور اسرار ہو جاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولانا  
ابن اسامہ کو بایں عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجھ کو نہایت  
شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شانہ منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہیں دیکھا اور محمد عبد الغنی  
خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ چہر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق  
ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات میں ثناء و ایوان سے نقل کیا  
ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ جاہل ہیں اور یہ امر انکی جہالت و  
ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد میں تحریر فرمایا ہے  
کہ آنحضرت سے یہ معجزہ ظاہر ہوئے ہیں کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپ کے رو برو ویا ہے  
 اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور حیووت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپ کا سایہ سہرا  
 نہیں پڑتا تھا اور ریت میں آپ کے پائے مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور سخت پتھر  
 آپ کے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور اونچین مصنف ابن جوزی جو سنی دوسری جگہ  
 کتاب الوفا میں حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں  
 داخل ہوئے اور اپنے اپنے سر مبارک کو پار کی طرف مائل کیا تاکہ آپ کی صورت اس  
 میں چھپ جائے پس نرم کر دیا حقیقتاً نے پہاڑ کو یہاں تک کہ داخل کیا آنحضرت  
 نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا اپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ  
 کے پتھر میں آپ کی کلانی اور کنی مبارک کا چنانچہ حاجی لوگ آج تک اسکی زیارت  
 کرتے ہیں اور ہیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آنے کی طرح ملائم ہو گیا تھا اور وہ جگہ پر  
 شب معراج میں آپ کے براق کو باندھا لیا تھا اور آج تک اس متبرک مقام کو تلاش  
 کر کے زیارت کرتے ہیں۔ انسان العیون میں علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ  
 شب معراج کو صخرہ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا میں معلق ہے اوپر آنحضرت کے قدم  
 کا اثر بن گیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج میں حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کی آواز  
 لی گئی تھی اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر میں سلطان ابی نصر محمود  
 مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے جس میں آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے  
 جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار  
 نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپ کے پائے مبارک  
 کی نرمی کو تکلیف نہ واسلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابو شجاع مالکی لمبی نے تفسیر درکنون

آیت و تحذ ومن مقام ابراہیم مصلیٰ تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدموں کے نیچے بھی تپھر خمیر آٹیک مثل نرم ہو گیا ہے اور اوپر اونکے قدم مبارک بنگلے میں ایجا رجب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے آئے ہوئے تھے اور دوسری بار جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے اپنے آپ کی ہونے آپ کا سر دھلایا ہے اور اس طرح جس وقت آپ لوگوں کو حج کے لیے آواز دی تھی تو آپ کے پاس اقدس کے نیچے تپھر نرم ہو گیا تھا اور اپر نشان منقوش ہو گئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ و صحابہ وسلم کے قدم مبارک کے نقش بار ہا تپھر پر بنگلے میں بعض اوقات دونوں قدموں کے نقش معنعلین شریف کے منقوش ہوئے ہیں اور بعض وقت آپ کے بر بندہ پانی کے نشان بھی بنگلے میں بلکہ آپ کے خچر کے سم کا نشان بھی تپھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مٹا سکے اس طرح وہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مٹا سکے جس وقت کہ شب معراج میں آپ براق پر سوار ہوئے ہیں اور وقت بھی آپ کا قدم تپھر پر بنگیا ہے۔ علماء کالمین نے اپنی اپنی تصنیفات میں برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علماء سے بعض کے نام نامی ہم اس جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراہیم معاویہ بن صالح۔ ثعلبی۔ طوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ امام غزالی کو فی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابو عبد اللہ فاضل نے قصیدہ ہمزہ میں یہ معجزہ لکھا ہے اور عبد الرحمن صفوری نے کتاب ترمذ میں قصیدہ جس کا ایک شعر یہ ہے ہذا الذی ان مشی فی الرمل الاثر + یری له ویری فی الحفر والحبل

یعنی یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت میں تو اسکے پائے اقدس کا اثر نین نظر آتا تھا اور اسکے پائے مبارک کا نقش تھچہ اور پہاڑ پر دکھایا جاتا تھا۔ اسکو حافظ حسن دیار بکر حبیب انجمن نے احوال نفس نفس میں تحریر کیا ہے

یعنیت پر آپ کے قدم مبارک کا نشان نین بنتا تھا اور تھچہ آپ کے قدموں کے نیچے ترم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علما نے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے منجملہ انکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علی انکراثر قدم الرسول میں جو تردید میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل الحکم فی نفی اثر الاقدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب نے قول المستحسن میں اور مولوی عبد الرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہیں جو قدم شریف کہ دہلی میں خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزاد فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر شریف میں بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے اسخضریت سلم کے فعلین کے نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور ان سے فوائد و برکات حاصل کیے ہیں خوشا نصیبان اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اسکو واجب تعظیم سمجھیں اور اس سے عادت حاصل کریں اور جس مقام پر کہ آپ کے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہو

اس سے برکت حاصل کریں اور وہ مقام کہ جس جگہ پر آپ کا قدم مبارک ہو گا ہمیشہ مہبط  
انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُس جگہ پر حبیہ سانی کرتے رہیں گے جس کے متعلق ماظنا  
شیرازی فرماتے ہیں ۵

برزنیکہ نشان کف پائے تو بود بنہ سالما سجدہ صاحب نظر آن خواہد بود  
راقم نے مکہ منظرہ کو جو عرفینہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب  
مہاجر کینچہ مدت میں لکھا تھا اُس کے جواب میں مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری کو  
یہ تحریر فرمایا کہ میں شریفین کی ساری زمین متہ سس قدم رسول ہے وفاق لہی صلعم  
کی ایک مکان کی دیوار میں ایک چھتر شکل زبان کاو کے نصب تھا اس کے حجر متکلم کہتے  
تھے پہلی روایت یوں مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم  
شریف تشریف لے جاتے تھے ایک شخص ملاو سنے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ فسوس  
کی حالت میں کہنی نیک کر کھڑے ہو گئے اور اس حجر میں نشان ہو گیا فقیر نے بھی اس کو  
دیکھا تھا اس چھتر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف میں حضور کے  
نقظ میں مگر وہ چھتر شاد ایران نے شریف مکہ کو جبکا نام سید محمد عون تھا ہزار با شرفیان دیکر  
منگو ایسا۔

اسی طرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو فشی محمد رکن عالم صاحب تحفیلہ دارو مہاجر کینچہ مدت  
میں اس کے متعلق عربیہ بھیجا تھا جس کے جواب میں مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند  
حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ  
یہاں ایک مسجد ہے وہاں آپ کی سواری کا جو چھتر تھا اُس کے سم کا نشان موجود ہے  
اقدام مبارک یہاں تو اب کوئی نر با سلف میں موجود ہونا ممکن ہے کہ جبکہ صاحب قدار

لوگ تبرکاً جا بجائے گئے مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم ہے وہاں حضرت ابراہیم کے  
 قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ میں وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے  
 ہیں اور اب زمزم اوسین پہر کر پتے ہیں اور اپنے ساتھ دو دروازہ مقام کو لیجا تین  
 امام فخر الدین رازی شراجو اہرین تحریر فرماتے ہیں کہ چون برسنگ میرفت نی پخت  
 سنگ اثر قدم مبارک آن سرور اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب  
 مارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ از انجملہ است کہ چون برسنگ میرفت فرد میرفت  
 بہر دوپلے اور دران کتاب المعجزات میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ تھہر چوب  
 چلتے تھے تو آپ کے قدموں کے تحت میں نشان خجائے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا میں جانے کے وقت آپ کے  
 قدم کے نشانات تھہر پر بنگے جسطرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان خجائے ہیں پس  
 نبی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدموں کے نشان پہا نکدہم لوگوں کو  
 دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت  
 سے اوسین محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شاح صحیح بخاری نے فتح الباری میں اور حافظ الزبیری نے خصائص میں  
 لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کر دیا جو آگ سے اور نہ کسی دوسری شے سے نرم ہوتا  
 ہے مصنف فتوۃ المتعال رقمطراز ہیں کہ میں نے اس قبہ میں جو زمزم کے چھپے ہیں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم  
 مبارک کا نقش ہے غرض کہ علے متقدمین و متاخرین سبکی زبانوں سے یہ مشہور معجزہ





حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی میں کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دو تھانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر تھے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو نہیں معلوم آپ خبر دین پس ارشاد کیا آنحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ میں ہے یہ کتاب منجانب العالین کے ہے اسمین نام جنتیوں کے ہیں اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان کو ہم رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب میں دوزخیوں کے نام ہیں اور انکے باپ دادا کے اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہیں فرمائی اور دوسرے کا کچھ حال نہیں ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اس طرح دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہیں اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اور سر مو فرق نہیں اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر میں لکھا ہے کہ آنحضرت زندہ ہیں بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہیں عالم ملکوت اور زمین کے کنار و زمین اور اسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہیں جیسے کہ زندگی میں تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالیٰ کی طرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء احیاء فی قبورہم و صلوات یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نمازین پڑھتے ہیں اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علیہ السلام ان تا کل اجسادہ لکھتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اللہ نے میں  
 پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیاء میں بیعتی نے اور اصہبانی نے ترغیب  
 میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات میں  
 درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات  
 کے بھی اوس طرح ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اخبار مدنیہ اور دلائل النبوة میں ابو نعیم نے  
 سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید میں جب بے حرمتی اہل مدینہ کی  
 لگلی ہے اور کوئی شخص وہاں اس وقت میں نہیں رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ  
 صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح  
 ہمزہ میں لکھا ہے کہ وہم سے ملک ہستی کی طرف آتا ہے وہ حق تعالیٰ آنحضرت کے  
 واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف  
 ہوں یا رزق کی تقسیم ہو جو اہل نظم میں ہے کہ آنحضرت خلیفہ بن اللہ کی طرف سے روئے  
 زمین کے اور آخرت میں شفیع کیے گئے ہیں چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپ کو شفاعت  
 کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالیٰ کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما  
 ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اس بارہ میں ارشاد فرمایا ہے  
 اور فضیلت آپ کی قیامت کے دن مسلم ہے کہ اناسید ولد آدم یوم القیامہ  
 یعنی میں سردار ہوں اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کی  
 شان میں فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فخر و رضی یعنی قیامت کے دن خدا اتنا دیگا  
 کہ تو راضی ہو جاوے گا ولسوف یعطیک ربک مقام محمود یعنی قریمؐ کہ اٹھائے  
 تجھ کو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین

یعنی آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء میں حافظہ عبد اللہ نے صباح الظلام میں لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر ٹھہرین پر آیا اور ایک نئی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پہ ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیلئے اپنی جان پر آپ کے حضور میں آیا ہوں کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر ٹھہریت سے آواز آئی کہ مقرر بخشید یا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ  
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرُوا لِقَمَرِ  
لَا يُمَكِّنُ الشَّيْءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ بَعْدَ زَهْدِ ابْنِ رُكْتَنٍ تَوْنِي قَسْمَةً مُتَقَرَّرَةً۔

غرض کہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہیں جس نبی کے یہ فضائل ہوں اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہوں اور اسکے پائے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔

رہی دوسری بات کہ شاہ آباد میں قدم مبارک اٹلی ہے یا نہیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو پتھر پہنچنے کے قدم مبارک کی زیارت کر گیا اور سکھو صاف روشن ہو جائیگا کہ ہمیں ذرہ بجز قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہیں ہے اگر یہ اصل نہ تو عالمگیر شریعت و عظیم بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیوں رکھتا اور کمال الدین خان سے و آٹھ کربلا اسناد اپنے سر پہ رکھ کر دہلی سے کیوں لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کر نکی وصیت کیوں کر جاتے راقم سے ایک استباز با اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک نئے رگ صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الہی کے انوار پرستے بین اور عالم آخرت میں  
 انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب سہ قد حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا  
 جب زائل قوی سے اس قدم شریعت کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا  
 کیسی محرومی بہت صابران ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل  
 کرنا چاہیے۔ اب اس قبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی  
 دیندار فیاض امیر اپنی مالی مصرتی سے میری ممت کر کے دربار رسول اللہ میں ہر خیر  
 حاصل کرے اگر وہ دنیا میں یہی درستی کرا لے گا تو اسکے صلہ میں خداوند کریم اجر عظیم اسکو  
 عنایت کرے گا۔ ظاہر اس صادق اس دینی حسنت کا حصہ نہ ور حاصل کریں اور اس  
 خدا فی خزانہ سے ابد آباد کے لیے دولت دارین اپنی ملکیت و کوشش کریں۔

## نواب لیر خان نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ طرز  
 ممکن تھا خواجہ سرا و دفتر انشا صیغہ جاگیر صیغہ فوج۔ ہر ایک جداگانہ تھا اونکے اہلکار و  
 نام بعض کاغذات میں پائے جاتے ہیں جو تحریر کیے جاتے ہیں۔ خواجہ سرانساویت  
 خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑیں ہیں چنانچہ چودہ  
 کنوئین سات مسجدیں شاہ آباد میں باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہوں  
 نے بنوائی ہیں ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنہوں نے ایک مسجد لب سڑک  
 بازار چار شنبہ میں معہ نچتہ کنوئین و حجرہ کے تعمیر کرائی ہے جسپر سال تعمیر یہ کندہ ہے  
 ازہر اے خدا مسکنر گاہ \* خواجہ اقبال ساخت مسجد چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھوں نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاد صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

بہ الفت و نودہ خود کرد اساس | براہ خیز مسجد خوب الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اسنے ایک مسجد و کنواں و حجرہ لب شرک بازار سرائے گنج میں بنوائی ہے جو اب قلعہ ارباسطنگر کے قبضہ میں ہے اور اسی علاقہ کے رئیس کی قبریں بھی اس میں موجود ہیں اس پر یہ تاریخ کندہ ہے

در چل ہفت سن جلوس پسند | مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرائے میں ہے ایک مسجد قریب محلہ اندپور کے ہے جو لب شرک باغ میں ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خان شاد اندپوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خان شاد کے مقابر میں ایک مسجد ناتمام بنی بنی تو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی تو نواب دلیر خان کی بہن تھیں اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جکے بیٹے یوسف پور خان نواب صاحب موصوف کی دیوہی میں ایک نیاز نام کے خادم تھے جنھوں نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز بازی لگائی تھی اور اس میں مسجد و مکان کنواں وغیرہ بنا کر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب مقام متداد زما کے خراب و خستہ ہو گیا جو ایک تھپ سال آئیر کا کندہ کیا ہوا رقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یافت این بشارت رضوان | کہ بفضل گذر کند شفیع و جهان  
از بہر نبلے باغ پائین رسول | آورد نیاز از باغ جنان

انہیں میں ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنہیں بعض  
دیکھیں اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبد الحکیم بن شیخ فتح اللہ محمد تقی اور کاشی رام  
دیوان تھے جو آغز میں ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچ گئے تھے عالم چند چودہری  
قانونگو تھے۔ سیو کراے۔ پھونچند۔ حافظ منعم صدیقی کا پرداز تھے دیوی واس عظیم خان  
ڈیوڑھی میں صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گمسی رام  
نور محمد خان۔ اسلام محمد توٹکھانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگہ پسر بے سنگہ اور محمد فرید  
میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جواوکی  
طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہرین  
سید زمان اور کمال الدین خان دونوں کے نام بطور ہیج کے کندہ ہیں۔

نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھیں ایک میں رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ  
دوسری میں کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری میں کمال الدین  
خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔

قاضی صاحب کی مہرین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔  
غالباً چوتھی مہر بھی تھی جس میں خطابی نام رستم خان عطیہ شاہی  
کندہ تھا۔

بڑی ڈیوڑھی کے کارپردازوں میں دیوان محمد مبارک بڑے منظم اور مالدار تھے  
نواب کمال الدین خان کے عہد میں یہ مقصدی تھے اور چودہرایت وغیرہ بھی ان کے  
مستعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ میں نیابت کے



درجہ کو پہنچنے تھے اولیٰ مقدرت کے ثبوت میں اور کا تقسیم جو اونھوں نے سلسلہ  
میں اپنے ہر فرزند ان کو اشیا تقسیم کر کے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اسی  
قاضی صاحب کی مہ بھی ہے آپ کے فرزند محمد دلاور محمد اعظم محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر  
محمد قایم پوتے تھے اشیا منقسمہ میں تین جزاوار و اشرفی۔ دس جزاوار یا نسور و پیہ طلائی  
و نقرنی ظروف مسی ظروف پارچہ جات ریشمی تیس تھان پارچہ جات سفیدہ میں عس  
سہ بند مقیشی پندرہ عدد۔ پیکہ گجراتی سترہ عدد۔ دو شالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم  
و تفصیل تقسیم نامہ میں درج ہے۔ زیور و نیمہ و فرش مع دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے  
توشہ خانہ میں اپنی ذات کے لیے تابہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات  
و باغات اپنے اختیار میں رکھے تھے لیکن احکا کا نڈ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا و نڈ بان  
اور خد متکا بھی اونھیں کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد بہادر کی  
زمیندار کے متعلق تھی یہ ہے۔

بیغنامہ موضع سراے رانک بیغنامہ موضع جہا جو نواب لہ خان کے بیغنامہ موضع سارابا میں پو موضع موہن پو  
نام تمام گاہر ہو چکے اسکا بخشش نام لکھ دیا تھا

۲۰ بسود

۲۰ بسود

۲۰ بسود

۲۰ بسود

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلعت نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان  
نے بصلہ کارگزاری اسکا بخشش نامہ بھی اسکے نام لکھ دیا تھا۔

بیغنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سر و سنگر بیغنامہ موضع کندہ پر گنہ سر و من گمر

۲۰ بسود

۲۰ بسود

بیغنامہ موضع تری پور پور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے



یہ موضع پیر محمد کو ممت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اور وہاں سے اس کے نامہ ان میں آیا تھا

بیٹا سہیلی سرام پور	بیٹا مہ موضع بھوڑا	بخشش نام موضع بہ اسی دو قلعے ایک مہر نواب سرائی
۲۰ سو	۲۰ سو	دودیکر مہر نواب شیراز خان
بیٹا مہ موضع سنگا ویران کچھو	بیٹا مہ موضع روپا پور	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا بیٹا مہ موضع دیولی واما یا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو
بیٹا مہ موضع ناٹور	بیٹا مہ موضع سنگا ویران کچھو	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو
بیٹا مہ موضع سہلی واما یا	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو
بیٹا مہ موضع سہلی واما یا	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا	بیٹا مہ موضع سہلی واما یا
۲۰ سو	۲ سو	۲ سو

ایک رہنما مہ موضع گنگا موہو سے اسے شیخ صلح کا منجانب چودھری بہرہ سہلی جو چین سنگہ کالز کا اور چودھری جہنا تھہر کن پالی کا پوتا تھا مہو جو دستہ یہ بہرہ موضع دیوان مبارک کے قبضہ میں تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد ان کے پوتے نامہ ازخان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونوں موضع ۱۵ ارباب کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیٹا مہ تصدیق کیا گیا۔ پیر محمد بڑی دیوبند کے خدام میں تھا اور وہ محمد حسین خاں کا لڑکا تھا جس کا بیٹا سہلی سرائی کا بیٹا سہلی نواب کمال الدین خان نے دارمضان سال ۱۱۰۰ کو ممت کی تھی جس کی معافی اور بخشش کا حکم نامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سہا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب حکم قاضی خان پیر داس گماشتہ نے انکی تمیس کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

اسکے بعد سلسلہ ہجری کو چودھری ہر ساسے نے گنگا بٹن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور میں کیے۔ اسکے بعد سلسلہ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا وشیو کشن وغیرہ جو اس خاندان میں حقدار تھے اور پالی میں رہتے تھے انھوں نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونوں موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کر وہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے میان آگئے اسکا کائنہ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان سلسلہ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہیہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بادر کو تحریر کیا ہے اس میں ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور میں واقع تھا ہیہ کیا تھا پیشتر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی بادی پور پر گنہ پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمد خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پر گنہ پالی کے جو ذاتی زر خرید تھے اور ایک بسوہ سرے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرض کہ اس قدر حقیقت ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۱۰ھ میں اس ہیہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر میں لائی گئی ہے اور اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونوں قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر میں محمد مبارک بندہ درگاہ سلسلہ کندہ میں۔

اور ایک سند محمد مبارک کی طرف سے محمد بادر کے نام دوسری حقیقت کی تحریر ہوئی ہے جس میں محمد پور پر گنہ پالی میں بسوہ اور کچھ ارضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درنا ہے اسپر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائیدادیں انھوں نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھیں اور خود زر خرید جائیداد بھی بہت کچھ پسیدہ کی تھی مرد و دشمنہ کار گذار تھے اکثر موقعوں پر اپنی سرکار کو خوش کر کے خلعت و جائیدادیں حاصل کیں۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ میں مالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نواب وہ مواضع باقی ہیں نہ مکانات ہیں بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہیں انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد و حقیقت کا کچھ نام و نشان باقی نہیں۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کریں کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہیں ایک کاغذ جس میں انکو نواب دار خان نے ایک معافی نامہ میں مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بحث نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہیں اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ انکے خاندان میں یہ جائیداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہیں تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات میں محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت با اختیار ہونیکے نواب صاحب کی طرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۱۲۵۸ھ کی صورت حال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اسے پیرا قوم حایک سے کحل کر لیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی بھوپھی مسماۃ حیونی نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا سے نیکارا میرا بیٹا ہے اور اسکے باپ سرور نے

مجھے بخشا تھا اود مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس میں  
 دیکھی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گزری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہاں  
 موجود نہ تھے پالی میں تھے لہذا انکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً  
 محافل کو سپرد کیا گیا اونہیں ایام میں مرزا محمد قاسم متصدی بالکیرات کے آمد کی خبر  
 گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام میں مصروف ہوئے وہ لڑکا کوئی چور الگ کیا جب  
 یہ خبر معلوم ہوئی تو سورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے اسکے اختیارات کا پتہ چلتا۔

## نقل سند معافی منجانب نواب سردار خاں حسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

دعوت محمد فرخ سیر  
 بادشاہ خانہ زاد  
 سردار سندھ

شجاعت و عقیدت نشان محمد مبارک بغایت ستائیدہ و اربودہ ہند  
 بطور پیوست کہ چند بیگہ اراضی در وجہ مدد معاش الہیہ جمال الدین  
 ولد حسین خاتخیل در سواد موضع خانپور علم پر گنہ شاہ آباد بموجب پوانہ  
 خانصاحب مرحوم مقرر است بنا بران قلمی میگردد کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سند  
 بہرنا نصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول تبصرات الہیہ مرقوم و اگذا زند  
 و مزاحمت نرسانند کہ بفرارغ خاطر شتمکار نمودہ بدعلے ترقی و دولت اینجانب مظلومت  
 دارد درین باب تاکید اکید دانستہ حسب السطور عمل آزند بتایخ دم رجب المرجب ۱۲۸۵  
 جلوس و الامطابق ۲۵ الہجری قلمی رفت۔

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۶ صفر ۱۲۸۵ھ کو تحریر کیا ہے

لے چکے ہیں بلکہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چاکہ بنا کر دینا چاہتے  
 اسی طرح پیر محمد ولد حسین خانیصل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی  
 طرف سے ۲۵ رمضان سلسلہ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اس کے حکمنامہ کا حکم لکھی  
 محمد مبارک اور سبجا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بلکہ اراضی پیمائش  
 کر کے چاک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب احکم محمد مبارک نے موضع سرلے رتاک  
 میں ودار ارضی کھاسی رام چودھری وقانوگو اور نور محمد دامیر خان جریب کش سے پیمائش  
 کر کے دی ہے اور اس حکمنامہ میں ان کے نام کو رفعت پناہ امانت دستہ گاہ  
 با وقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار  
 ہونا ثابت ہوتا ہے کچھ عرصہ کے بعد اس چاک کا دیوان مبارک کے قبضہ میں آ جانا  
 کا نذات سے ثابت ہوتا ہے۔

## نقل بخشش نامہ موضع بجد ہی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نمبر۶ دیوان محمد مبارک

متصدیان مہمات مال و استقبال سرکار اینجانبیہ اند

چون موازی بست بسود زمینداری موضع بجد ہی متعلقہ شاہ آباد  
 پر گنہ پالی سرکار خیر آباد صوبہ اختر نگر اودہ زر خرید و مویشی سکر  
 اینجانب بطوع و رغبت خود کججمع حدود و حقوق و منافق و منافع آن اشجار و اثمار و ابار و  
 انہار و حیاض و ارتکاب و خاکدان جداول از قلیل و کثیر و ایضات و نیب ایما



خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقات بہ محمد جعفر ولد محمد عظیم ابن محمد مبارک بخشیدم  
و تملیک بلا عوض نمودم باید کہ بست بسوہ زمینداری موضع مذکور قبض و تصرف بشا الیھا  
و اگر اندکہ حاصلات آخر از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود  
نمودہ بہ سائے ترقی عمود دولت مشغول باشد در نیاب تا کید مزید نیستہ حسب السطو عمل آید

شہنشاہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ شہزادہ

دعویہ موضع برائی دعویہ موضع چبا دعویہ موضع رمان پور برائی دعویہ مکان پور مبارکی

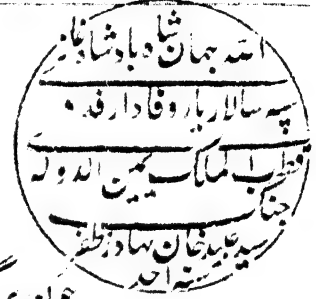
بتاریخ ہفتہ ہم شہر جادی الاول ۱۰۸۵ھ تحریر یافت۔

## نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر  
بڑی دیوارچی اور ریاست کے مالک ہوئے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ  
۱۰۸۵ھ جو برجی بدیعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا  
نواب صاحب بادشاہ برس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھیں بھی  
حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیئے گئے ہیں انسے  
یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش میں اور اخلاقی خوبیوں میں اپنے اسلاف کے  
ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھوں نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہیں  
بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔ انکی رحلت کا زمانہ ۱۲۵۵ھ  
ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال  
ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا ہے

وہ آج تک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

## نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان



باشند  
نواب محمد سردار خان

رحمت پناہ وزارت کفایت

چون پرگنہ شاہ در بستی من اعمال سرکار خیر آباد مناسبت  
نوبہ اودہ بجمع مبلغ ہفت لک دام بجائے محمد سردار ولد کمال الدین خان  
مردم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذکور در بستی  
بجمعہ ام مذکور حسب انصاف بجائے مومی الیہ بحال دانستہ بزمندانان آنجا قدغن  
نمایند کہ مالو واجب را بعمال مشار الیہ جواب میبخشد باشند بتلخ ۲ شعبان سنہ ۱۲۸۱ قمری شد  
مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مردم پرگنہ شاد آباد سرکار خیر آباد نوشتہ  
اودہ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است محمد لک ام در بستی

## نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی دیوث سی کی  
مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا وضعاری اور لیاقت میں اپنے  
کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیوں کی سندیں جو انھوں نے مستحقین

کو دی بین خاکسار کی چشم دیدہ بین سہ سالہ مطابق سہ جلوس محمد شاہی میں بیٹیس ہوئے اور سہ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے ۶۲ سالہ میں انھوں نے خود ہر ایت اپنی جاگیر کی محمد قادر کو عنایت کی بنے سہ سالہ سے سہ سالہ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲ برس انکا بڑی دیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

## نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض رئیس گذرے ہیں خوبصورت انسان تھے بیسیوں معافیوں کی سندیں انکی طرف سے دی ہوئیں دیکھنے میں آئی ہیں جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکندہ کو جاتے تو شاہ آباد میں قیام کیا کرتے تھے اور اسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کی وجہ سے نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن انکی کوئی نہیں تھی اسلیے انکی چچا زاد بہن یعنی بنت محمد اعزاز خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماتون کہا کرتے تھے ایک مرتبہ دو روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنؤ سے مقرر تھے۔ بعض کاغذات میں بھڑا اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ دلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی الٰہ فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان میں شاہجہانپور



کی صاحبزادی سے کی تھی ان میں کیا نام محمد جہان شہ محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین ہر  
دو لاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہ ہوئی اور چھپتہ  
سال کے بعد کچھ نامواختہ پیش آئی تو انھوں نے اپنا دوسرا نکاح مستاتا  
عمدہ بیگم بنت نواب قالم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان میں  
کبیڑہ کی پروتی تھیں کرنا چاہا مگر قیثانی نے یکجہی ہوئی سے رضا مندی ظاہر کی جب  
بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی  
اونکے بھائی مرتضیٰ خان ڈیرہ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور یہی  
ڈیوڑھی کے پھانک اور دیوانخانہ میں اپنا بندہ بست کر کے محمد اعزاز خان کو دیوڑخانہ  
میں زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خان سب  
نے چارنا چار اپنی جان بچا کر اسوقت تملیک نامہ لکھدیا اسکے بعد نواب اعزاز خان  
نے نواب بندہ علیخان میں چھوٹی ڈیوڑھی کو کھلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی اگر مجھ کو  
کریں اور زبردستی مجھے کاغذ پر مہر کروالیں پھر اور نہ غیرت بھی نہیں آتی اس پر بندہ علیخان  
نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیج دیا اور  
آدمیوں نے مرتضیٰ خان کے آدمیوں کو بڑی ڈیوڑھی سے نکال دیا اور کمال اہل اسلام  
کے مذہب میں چار حقہ تاج نہیں تم کس سبب سے مانع ہو تے ہو آخر کار مرتضیٰ خان  
مجبور ہوئے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضا اللہ خان نے سرست خانہ لیغائی  
لکی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب کی شہادت نواب  
اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور تیس ہزار اثرفی شاہجہانی کا دین مقرر  
پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضیٰ خان سے اپنی تملیک واپس لینے پر

آباد ہوئے مرنے خان یہ سنگر جلدی سے روانہ ہوئے اور راجہ بلاس رائے کے بھائی رائے منسارام کے مکانات میں جا کر پناہ گزین ہوئے مرنے خان کی والدہ جو محل میں تھیں اونسے اعزاز خان نے جا کر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہاں پور نہیں جاسکتیں اس پر رائے منسارام درمیان میں آئے کہ اپنی واپسی سناؤ کایم ذمہ دار ہوتا ہوں آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کر دیں چنانچہ رائے صاحب کے کندے کے بموجب نواب صاحب نے مرنے خان کی ان کو رخصت کر دیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے ہر گز لو کو نکلوا بغ نصب کرادیے مکانات بنوا دیے چاک صاف کر دیے انکی مالیاتی بھی و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع رائے موہن لال کو معافی تین دیدیے تھے انکے دم تک آبائی شان و شوکت بھی باقی تھی انکی سرکار میں ہزار بارہ سو آدمی بھی ملائے تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو مکمل اور بھی غریب شرفاکی ابر کیوں سے کیے جن میں ایک منکبہ ہوئی سے اعزاز خان صاحب کی لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونوں بیویاں اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھیں انچھ بیگم عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہاں پور سے لا کر متنبہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاد آباد کی مالگڈاری پانسو روپیہ نہ کاراودہ کو بنا کرتے تھے دیہات جو انکے زرغریہ اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگڈاری سے اسکو کچھ بحث نہیں۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ سال ۱۱۰۰ ہجری تک کا فادات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہو گیا اور انکی زوجہ اولے یعنی بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کر کے اپنے بھتیجے کو سب یا سٹینا چاہی

تو اس پر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اہل اس  
 میں مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونوں کو نصف نصف تک  
 تقسیم کر دیا اور اپنے ماملوں کے ذریعہ سے دونوں تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی  
 کر دیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی دیوڑھی میں تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ و شکوہ  
 باقی نہیں رہا اور انکی دونوں بیگموں سے کوئی اولاد نہ رہی تھی نہیں پیدا ہوئی نہ صرف  
 ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمر بیگم کی  
 رضامندی سے کہ انکی وہ پردیش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضیٰ خان  
 کو بیاہ دی تھی جسے غلام غوث خان عرف نواب رعدہ انداز خان پیدا ہوئے تھے  
 محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علی خان کی دختر بتلانی جاتی ہیں اسے نواب  
 امیر حسین خان پیدا ہوئے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات  
 پر کی ہوئیں راقم کے پاس موجود ہیں محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۷ھ کو درگاہ  
 کے مرض میں شاہ آباد میں انتقال کیا نواب محمد خان کی مہرین ۱۲۵۷ھ کاندہ بن  
 اور ایک مہرین انھوں نے اپنی ولایت نواب اعزاز خان کی طرف بوجہ تہنہ ہونیکے  
 منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۵۷ھ سے کاغذات پر  
 مہرین کا شروع کیا تھا محمد اعزاز خان بہادر نواب اعزاز خان کی ایک مہرین کاندہ تھا  
 اور ۱۲۵۷ھ ہجری بھی او میں مرقوم ہیں ۱۲۵۷ھ میں نواب اعزاز خان نے گھوڑا شاہ  
 تکیہ دار کو موضع لکھراہی میں ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب رعدہ انداز خان  
 ۱۲۵۷ھ کے غدر میں بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے  
 ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لاولد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواضعاً  
 میں نہ مکانات میں صرف چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ نواب اعزاز خان کی حکومت  
 اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس  
 پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہر میں نواب اعزاز خان کی فرزند کی کنہ ہے

## نواب فتح محمد خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک  
 کی ڈیوڑھی انھیں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہ ہی مورث  
 علی بن فتح محمد خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکوں میں رہے ہیں اور بعد اپنے  
 والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالائے ہیں انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت اور  
 موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنامے کیا ہیں یہ اسم باسم نعمت تھے پیشتر  
 انکا منصب ششدری تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار  
 سوار کا ہوا دکن کی مہمات میں انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب ۱۷۵۷ء  
 جلوس مطابق ۱۲۹۳ھ ہجری میں بجا پور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے  
 بخشی الملک روح اللہ خان اور فتح محمد خان اور شہاب الدین خان اور  
 خاص اپنے جلو کے امرا کو تعینات کیا ہے اور انھوں نے وہاں جا کر ایسی  
 جانا بازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کر دیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

۱۷۵۷ء روح اللہ خان تاخت جیسا پور میں شہاب الدین خان و بندہ جلوس محمد خان لدیر خان

باوقین گردیند۔ ماثر مالگیری

مہات میں مصروف رہے جب آخری محاصرہ بجا پور کا شروع ہوا اور اسکے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی بالک میں شامل ہو گیا ہے قویہ معرکہ ماہ رمضان ۱۰۹۱ھ میں ایسا سخت واقعہ ہوا کہ فتح معمور خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ یہ واقعہ باثر مالگیری کے صفحہ (۲۶۲) میں بیان عبادت درج ہے در جنگ مورچال بجا پور فتح معمور خان سپرد لیر خان و امان اللہ خان سپر الہ وردی خان مردانہ شہرت پائیں نوشیدہ باثر الامرا میں بھی دلیر خان کے تذکرہ میں جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوس میں بھی فتح معمور خان کا مورچال بجا پور میں کام آنا تحریر ہے۔

فتح معمور خان کی ڈیوڑھی میں بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھرنپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات میں انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم میں بارہ موضع انکے قبضہ میں جدا گانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا تھی۔ زر خرید جائیداد بھی بہت تھی۔

فتح معمور خان دو صاحبزادے تھے مرخص خان مصطفیٰ خان مرخص خان انکا پیشہ منصب پانصدی تھا اسکے بعد سب ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہنچے اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمور خان حاصل ہوا ان دونوں بھائیوں نے عالمگیر کے بعد اسکے دونوں شہزادوں محمد عظم اور محمد عظیم میں جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اوس میں بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ میں انہی مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول میں گھس گئے اور قلب لشکر میں پہنچ کر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اساف

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بیٹے معز الدین کو جہاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چارم کو جہان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اس وقت مرتضیٰ خان کو فتح معمر خان اور نیکے آبائی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کس قدر یہاں سے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

اسکے بعد جب سلطان معز الدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ میر سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعز الدین کو ایک فوج جبارہ دیکر روانہ کیا اس وقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضیٰ خان مصطفیٰ کو بھی جنگی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جس وقت فرخ میر اور شاہزادہ اعز الدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تلخوری سی چپقلش پیش آئی تھی اس دار و گیر میں مصطفیٰ خان نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خالیف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضیٰ خان

۱۔ سلطان محمد مظہر بادشاہ بدیع تہ کلان خود معز الدین را بختاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشار عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چارم را جہان شاہ سرفراز فرمود و مرتضیٰ خان نیر و دلیر خان را بختاب فتح معمر خان امتیاز بخشید۔ اخبار محبت ۳۲۲

۲۔ معز الدین خبر قریب رسیدن فرخ میر شنیدہ پسر مہین خود اعز الدین را با فوج جبارہ بمقابلہ فرستاد و بوالی کورہ تلافی افواج و نمود سلطان فرخ میر بمقابلہ شاہزادہ اعز الدین و محمد مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان و برادرش محمد مصطفیٰ خان ہر دو پسران فواج فتح معمر خان کلان ابن دلیر خان نہ کورہ شدہ آئین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوار غروری و شجاعت مشہور بودند میدانے ستیز و زد و خورد و میان آمد و مصطفیٰ خان زخم سہل تیر برداشت بیج ملاحظہ نکرد و شاہزادہ اعز الدین بدون تخریکہ آفات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان فتح و ظفر را بحت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۳۵۱)

کمال دلاوری و اطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضیٰ خان کی وفات احمد شاہ کے عہد میں ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی جو عملہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت میں مارتضیٰ خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد میں لکھا ہے  
نائبہ کاتب کی غلطی ہے وہ بجائے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف  
کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ ۱۱۷۱ھ ہجری میں بعد اپنے باپ محمد شاہ  
کے تخت نشین ہوا ہے اور مارتضیٰ خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو  
قدیمی معافی کی بجالی کا پر دانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ ۱۱۷۱ھ ہجری میں لکھا  
گیا ہے اس میں مارتضیٰ خان کے خطاب نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے  
الغرض عہد احمد شاہ میں انتقال کرتے تو قبل ۱۱۷۱ھ ہجری کے وہ ۱۱۷۱ھ ہجری  
میں مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مارتضیٰ خان کے انتقال کی صورت حال فارسی میں  
موجود ہے جس پر عائدین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہیں اور ان کے دفن ہونیکے  
وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال میں لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان ۱۱۷۱ھ  
کو مارتضیٰ خان نے قصبہ بسولی میں جو سرکار لکنؤ کے متعلق تھا قضاے الٰہی سے  
انتقال کیا چند روز کے بعد ان کی لاشیں کاتابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان  
وطن جمع ہوئے اور سوقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی  
ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ  
اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رستم کہ  
واجب الادا ہے اور عندا طلب و سکی ادائی لازمی قرار دی گئی ہے لہذا پہلے انکے

ورثا میرا دین مراد اگر دین اوسکے بعد انکی لاش قبر میں دفن کریں جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سنا تو ابراہیم خان جو مرتضیٰ خان کے چچا زاد بھائی تھے اونٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان گلیانی اور سمندر خان ممند ہر دو ممتاز شاہ آباد کے تھے مجلس کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روئے شرع شریف دین تمہارا مرتضیٰ خان عرف فقہ مورخان مرحوم کے ترکہ سے چلب سے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمہارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہیں حاضر ہیں یہ بھی تمہارے لڑکے ہیں ہم سب باشندگان شاہ آباد تمہارے دین مہر کے ذمہ دار ہیں اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو انھیں کچھ اطمینان ہوا غرض کہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضیٰ خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہیں اور جائداد کا انتظام بھی انھیں کی رہے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکوں کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہیں اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو سالہ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور انیس سال آٹھ ماہ سلطنت کر کے سالہ ہجری میں رحلت فرما ہوا ہے اوسیکے عہد حکومت میں مرتضیٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

خان

فتح مہمور خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین



نیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوئے تو پانسو آدمی انکے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر ٹھہرے مسافر باغ شاہ بیگم کو کسی بہانہ سے بلا کر کٹار انکے پیٹ پر رکھ دی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دو گی تمہاری رہائی نہو گی بعد بڑی قیل و قال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرافیان نقد دیکر جان بچانی اور زین الدین کی رقم لیکر چلتے ہوئے۔

مرتضیٰ خان نے اپنی حیات میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۳ھ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کا بیٹوں کے نام لکھا ہے اور اوس پر مہرین اور دستخط قاضی فیض شاہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور وزیر دست خان و نور علیہ از الدولہ نظربنگالہ و نواب بندہ علیخان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہیں اور اسکا مضمون یہ ہے کہ میں نے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان معہ زر عجا و موضع انکپور و موضع کرسیلی و سین پور و کچور و ہدیت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و جنس و امالی بہت

۱۵ نواب زین الدین خان باپا نصیر سوار پادہ برفاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسید و راجا بھدست بادشاہ بیگم زونچھو خان ابی امیر عظام دلیہ خان کہ در شہر چچی زین الدین خان شد بنا بر ملاقات رفتہ و بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود و قییکہ یکم صبحہ موصوفہ تنہا شد زین الدین خان کٹارہ کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد کشتن او شدہ و در بالی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد بعد قیل و قال بسیار بیرون لک روپیہ و اشرافی ہائے نقد و گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد بنگالہ ہجرت سپاہ جاری نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت .

محمد روشن خان کے حصہ میں دیا ہے اور باقی کل علاقہ بھٹہ مساوی بہرہ مندرخان و ہدایت خان و غردمند خان و صلح محمد خان اور والد محمد روشن خان کو چھ حصوں تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصخیلون کو دیا ہے۔

دوسرے قسمت نامہ دار محمد سید الہ چیری کو مرتضیٰ خان عرف قنیمور خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جس پر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک ویدی داس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی بین اس میں مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوان خانہ مشرق رو یہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دوسہ دری مع پانچ کوٹھڑیوں کے اور ایک مکان مغرب رو یہ جو دیوان خانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیڑنی مشرقی جسکی مغربی حد مدرسہ سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے مابقی مکانات دیگر بیٹوں کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضیٰ خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوئے ہیں جنکے منصباء ناموں کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات ہدایت خان۔ بہرہ مندرخان  
غردمند خان۔ صلح محمد خان ہر چار فرزندان ہزاری ذات اور چار سوار  
کا منصب رکھتے تھے تربیت علیخان ولد محمد روشن خان پانصدی تھے  
محمد روشن خان کا اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا اور وہ ہونا اس پر واسطہ  
بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر عظم  
دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضیٰ خان کے انکی معافی کا دیا ہے اس میں  
رفعت پناہ شجاعت و ستگاہ بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر انہیں اپنے بزرگوں کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے  
انکی مہر کا یہ بھی تھا۔

## از محمد قسنے روشن خدایار

اسمین بڑی رعایت یہ پنهان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدایار خان تھا غرض کہ  
بیٹے پوتے تین کا نام شامل ہے۔

## نقل پروانہ

رفعت و شجاعت و سنگاہ یعقوب ملیخان محفوظ تہ

رفعت پناہ محمد روشن خان و قلممبور خان مرحوم نمود کہ

در باب معانی باغات و بازار و کسره مشار الیہ واقع

شاد آباد شجاعت و سنگاہ نوشتہ شود لہذا نگارش میرود

کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعین نشوند ببت و چارم شہر شعبان

سلسلہ جلوس والا مطابق ۱۲۵۰ھ

مصطفیٰ خان قلممبور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے

یہ بھی اپنے بھائی مرتضیٰ خان کے ہمراہ شاہی مہمات میں شریک رہے

چنانچہ فرزند ان اور ملک زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری میں موجود تھے جنگا

تہ کرہ کمال الدین خان اور مرتضیٰ خان کے حالات میں انکے نام کے ساتھ

اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ شجاعت و وضع داری میں اپنے باپ بھائی کے قدم

بہم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتوں تک باقی رہی اوسکے بعد یہ شلخ لاؤ لہو



منقطع ہو گئی مصطفیٰ خا نصاحب کا انتقال سالہ ہجری میں کاغذ اسٹکنا بیٹے۔  
 بعد اتمقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادوں کے ترتیب علیخان  
 وسعد اللہ خان و خدایار خان زندہ تھے۔ تربیت علیخان وسعد اللہ خان سے اور  
 بہرہ مند خان و محمد ایت خان و صلح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا  
 رہا ہے اور ان چچا بھتیجوں کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد میں قاضی  
 تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہاں آنیکے  
 بعد پھر جھگڑا اٹھا اور ماہ صفر سالہ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد میں وہ مقدمہ  
 پہونچا اور وہاں قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو  
 یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور  
 بہرہ مند خان و محمد ایت خان و خرد مند خان و صلح محمد خان ہر چار بھائیوں کا  
 قبضہ مثل تصرف مصطفیٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹہرہ پر عہدہ آمد بموجب  
 فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور تربیت علیخان اور سعد اللہ خان کا عمل درآمد  
 مرتضیٰ خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہیں تحقیقات  
 کر کے حسب عمل درآمد مصطفیٰ خان و مرتضیٰ خان کے دخل دلا دیں۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مرشدہ راقم کی نظر سے گذرا  
 ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی  
 چنانچہ سالہ ہجری میں یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع اگیوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمر خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد میں شامل ہونی سے شیر انداز خان کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی میں بڑی ڈیوڑھی والوں کے نام تھے اس پر ایک فریق دوسرے فریق سے جھگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دارالقضا تک پہنچا اور وہاں ۹ رمضان ۱۱۵۵ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پرول خان قسندارون کی رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استماری لکھنؤ اور مبلغ ایک لاکھ دو سو روپیہ بڑی ڈیوڑھی والوں کو جنگی جاگیر میں پرگنہ شاہ آباد میں ادا کرتے رہیں اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھیں اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی ڈیوڑھی والوں سے پٹ لکھالین چنانچہ ابتداء فیصلہ سے یہ کاغذات فریقین کی طرف سے لکھ کر مرتب ہو گئے بہرہ مند خان ہدایت خان خرمند خان صلح محمد خان جو فرزند ان مرتضیٰ خان رئیس چوک کی طرف سے ان کے گماشتہ محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کی طرف سے ان کے گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھ دی کہ ہم چاہتے ہیں کہ گماشتے جو مستاجر موضع ایگوان وغیرہ کے ہیں اور یہ دیہات خانصاحب شیر انداز خان و محمد یار خان پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیر انداز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی پڑی ہوئی میں موندھات پٹے

بھگت سنگھ  
اولنا پور

بسولی  
نہشت پور

محمد پور  
مصری پور

ایگوان  
بنسی پور

اور باغات وغیرہ بھی ہیں جو مشترکہ ملاقاتین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونوں ڈیوڑھیوں میں  
برابر قایم رہا اور یہ پُرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد بدایت  
سے سلسلہ ہجری میں از سر نو اوکھڑا ہے اور لکھنؤ تک پہنچا نواب اعزاز خان  
اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اوہد سے نہایت مراسم تھے اس لیے اعزاز خان  
نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس میں مقدمہ  
دا کر کیا وہاں سے دو شہسوار رسالہ جہاؤ لال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان  
کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھو گئے اور ان کے  
بعد اعزاز خان بھی لکھنؤ روانہ ہوئے جناب عالی یعنی نواب آصف الدولہ سے  
عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر ہیں جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جماؤ لال کے  
سپر د کیا کہ وہ فیصل کریں اور مہاراجہ نہ کور نے رائے بالکرشن رائے بالکر  
کے ذمہ کیا کہ یہ دونوں صاحبان یہ جگہ فیصل کریں چند روز تک اسے صاحبان  
کے اجلاس میں شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کی طرف سے  
وکیل حاضر ہوتا تھا اور رو بکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچھ ہی نہیں جلتے  
تھے۔ رائے بالکر رام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہیں آتے ہیں لہذا ہمیں  
یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے  
پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس میں شرعی فیصلہ کے  
لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوئے اور تین چار روز تک مقدمہ  
پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس میں بھی نہ گئے اور انکی طرف  
سے غلام محمد صاحب وکیل سوال و جواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اور ان کاغذات کی رو سے دعوے اپنے  
جدا مجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اس لیے مقتی حساب  
نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلوں سے کچھ جواب  
نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق میں وہ کاغذات کچھ نقصان سان  
نہ ہوئے اس عرصہ میں نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنؤ سے  
کوئچ کر کے جنگل کی طرف رخ کیا اور مہاراجہ جھاؤل لال اور دیگر اُمرا بھی  
اونکے ہمراہ روانہ ہوئے اور یہ معاملہ مذہب یون ہی پڑا رہا اور اسکے  
بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سالہ ہجری میں جب کہ شاہزادہ عالی گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوئے  
تو پہلے مراد آباد ویریلی آئے اور وہاں سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلم  
نے اپنے علاقہ میں نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ  
موصوف شاہجہان پور آئے اور یہاں نواب زین الدین خان عرف  
عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہاں سے شاہزادہ بہاؤ

شاہزادہ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر وہاں رفیقان زراہ ماؤا  
ویریلی غازیہ گر وید در عرض راہ سعد اللہ خان خلت علی محمد خان روہلم دریافت در غور استعداد اہل  
آورد و از انجا شاہجہان پور نزول اجلال فرمود و نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان  
آہ شرف ملازمت حاصل نمود وہ خلت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتالی نہ فراہمی یافت  
و بہت سام ساندھی نواب صلح محمد خان بحضور رسید و بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب  
ولیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۴۳، ۴۴۔

ساندھی تشریف لے گئے وہاں صلح محمد خان ابن مرتضیٰ خان حاضر ہوئے  
اور وقت شاہزادہ نے محمد صلح خان کو خلعت و خطاب  
دلیر خان مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کی اولاد میں چوک والوں کو وہ خطاب خاندان شاہی سے دستیاب  
ہو چکا ہے بعد شاہزادہ صاحب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوئے  
الہ آباد گئے اور وہاں سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں اپنے  
باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنا کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی  
آکر مستقل طور پر دار السلطنت میں شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کر کے  
حکمرانی میں مصروف ہوئے۔

خاندان فتح محمود خان میں شجاعت اور تیغ زنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند  
اکرم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور  
صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گدڑے میں انکی والدہ زمینگیر  
نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بی بی تھیں  
جن سے یہ اور ان کے بھائی نواب مردان علی خان پیدا ہوئے تھے نواب محبت خان  
کا عقد نواب متاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب  
محبت خان اپنے نانہالی و سرالی رشتہ کی وجہ سے شاہ آباد سے جا کر اکثر  
شاہجہان پور کے قلعہ میں رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھیں کی تصنیفات  
سے ہے جس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور  
صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابوں میں ایسے ذی علم و لایق شخص



کہ ہوئے ہیں بہت سے مستند خاندانی واقعات انھوں نے لکھے ہیں اور  
 تاریخی کتابیں بھی بہت سی فراہم کی تھیں اکثر اپنے بزرگوں اور خاندان کے  
 قابل ذکر لوگوں کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ میں ترتیب وار لکھے  
 ہیں اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھوں نے  
 اخبار محبت میں تحریر کیے ہیں وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ  
 راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہیں نواب صاحب  
 نے جن کتابوں کے نام اپنی کتاب میں لکھے ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا  
 ذخیرہ انکے پیش نظر تھا اور بری معلومات کے انسان تھے بعض رسائل  
 قلمی نایاب و ذکر انکے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کین نام و نشان نہیں ملتا  
 مثلاً سالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات میں معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً  
 دلیر خان کا لکھایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے  
 متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے ہیں ہندوستان  
 جو نام معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے خود لکھے ہونگے مابقی کتب مندرجہ  
 جسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہیں۔ اکبر نامہ ابوالفضل۔ تاریخ سلطان ناصر الدین  
 بکتگیر و سلطان محمود مصطفیٰ عسری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ  
 علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنف مولانا اعجاز الدین۔ تاریخ افغانیہ ہسلول لودھی  
 و شیر شاہ مصنف حسین افغان۔ ظفر نامہ تیمور صاحبقران مصنف مولانا شرف الدین یزدی  
 تیمور نامہ منظوم مصنف مولانا لے حاجی برادر زادہ مولانا لے بامی و واقعات  
 بابری  مترجمہ خانخانان عبد الرحیم بربان فارسی۔ تاریخ اکبری

مُصَنَّفِ عَطابیگ قزوینی اکبر شاہی مُصَنَّفِ شیخ الہدادمشی مرتبہ خانی طبقات  
اکبری مُصَنَّفِ خواجہ نظام الدین احمد بخش اکبری۔ اقبال جہانگیری مُصَنَّفِ معتز خان  
عرف مہر لہف خان ترک جہانگیری مُصَنَّفِ جہانگیری بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مُصَنَّفِ  
محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیری نامہ تاریخ  
بہادر شاہی مُصَنَّفِ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہا بھارت ورامائن برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت  
یوگ بھمت گل افشان عرف سنگھاسن تپسی حال راجہ بکر راجیت پدماوت  
وغیرہ کا حوالہ ہے۔



## نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہیں محلہ چوک کے مورث اعلیٰ تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوئے چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال عجز دس سال کے مسلسل نہیں ملتا اسوجہ سے انکے عمدہ کی تفصیل نہیں مل سکی انکے فرزند پر دل خان عرف داؤد خان دوہزار می ذات اور دوہزار سوار کے منصبدار تھے پر دل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سماع بھی اونہوں نے اپنی مہرین کندہ کرایا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ داؤد یافت پر دل خان

انکی دیورھی میں بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داؤد شش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمعیل شاہ تھا سلسلہ ہجری میں ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آج تک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

متصدیان مہات حال استقبال تعلق سرکار امتنا میدار بود بداند  
فرخ سیر خدیو جہان  
چون رسوم وجہ معیشت شاہ آیسل ولد شاہ بانی  
نور و پر دستان  
فقیران بموجب سند سابق از فقیر اسم وجہ شاد محمد فقیر

ساکن موضع پریر از روشش و رسم چراغ وغیرہ عرس در گاہ مقہ سہر کہ  
حضرت شہاب شاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سر کار این جانب من ابتدا سے تاریخ  
بست و یکم شہر رمضان ۱۰۱۱ ہجری مقرر نمودہ شد می باید کہ وجہ مسطور  
سال بسال در تصرف مومی الیہ والگزارند کہ بفرار خاطر متصرف شدہ وقابض  
بودہ بدعا، ذکر خیر و عبادت و ریاضت مشغول شدہ باید کہ بوجہ من الوجہ  
مراحت بحال فترا مرقوم نرساتند در بنیاب حساب لم قوم تن قدغن دانستہ  
بعل آرند۔ فی التاريخ بست و دویم شہر رمضان ۱۰۱۱ سہ از جلوس والا تحری یافت  
پہر دل خان کے بیٹے قائم علیخان و بہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ ادا کے  
نامور اور شجاعت و رئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد میں رجب علیخان صاحب بھی معزز و ذی قدرت  
شخص گزے حکام اور برادری میں اذکا کاظ کیا جاتا تھا عہد نوانی میں شاہ اوڈ  
کی طرف سے جو چکلیہ ار شاہ آباد آتا تھا اور اس کے پاس زیرالگزار می کسی کے  
پاس پہنچنے میں تامل ہوتا اور اس کی جانب سے مالگزار شخص پر تشدد کیا جاتا  
تو جسکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا تھا  
رئیسانہ فیاضی سے انھوں نے اکثر اہل استحقاق کو معافان دی ہیں جنکی  
سندین راقم کی نظر سے گزری ہیں اور بعض سند موجود بھی ہے مگر وجہ  
طلوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ میں  
تھے تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ انکا شاندار مکان و پچائیک کھاہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز انکے خاندان کے کاغذات نہیں

دستیاب ہوئے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔  
 بعض شاخیں انکی اولاد کی صحیح النسب ہیں اولاد کے نام شجرہ دیر خانی میں  
 دیکھنا چاہیے۔

## نواب السداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دیر خان کے تھے محلہ نالہ میں انکی دیوڑھی تھی میسرانہ  
 اوصاف میں اپنے باپ و بھائیوں کے ہم و ش تھے نور پور کا علاقہ انکے  
 قبضہ میں تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقر زئی کی دختر انکو منسوب تھیں یہ اولاد  
 رہنے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئیں اور انھوں نے  
 اپنے حین حیات کل الماک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علی خان کے نام تحریر  
 کر دی اور اوس پر عمائدین شہر کی مہرین کرا دین سہاک پور علاقہ نور پور و پورٹون  
 و بڑا باغ اور ایک جوئی جو کمال الدین خان کے محلسہ اکیطرف بڑی دیوڑھی میں  
 تھی غرض کہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوس میں شامل کر دین اور یہ ملکیت نامہ  
 ۲۶- جمادی الاول ۱۲۷۰ھ ہجری میں تحریر ہوا ہے۔ محمد علی خان جو قطب خان کے  
 فرزند تھے انکے ورثا میں آخری شخص افضل خان تارین ہیں جو اولاد تھے جسپر اس  
 خاندان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

## نقل تملیک نامہ بہ خانہ اللہ دیے خان بنام محمد علی خان

بہر قاضی فیض اللہ و قاضی نادر الزمان و قاضی ناصر الزمان و مواہیر خانزادہ

سعادت خان ولد دلدار خان و محمد روشن خان و متمم خان و خردمند خان بنی تمبوچا  
 مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان  
 و عالم خان و قاسم خان و یادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم  
 و بہر خواجہ جواہر و بہر سید تمید و بہر سید فتح محمد و دیگر تمنداران شاہ آباد  
 از قرار بتایخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۳۰۰ھ  
 آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح کثری نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان  
 ولد یوسف خان قوم افغان باقر زئی زوجہ خانزادہ اللہ دیے خان لدنواب  
 دلیر خان مرحوم ساکن قصبہ شاہ آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اتر گڑھ  
 فی الحال بصیحت اقرار ہا شرعاً بر این جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ  
 زمینداری در و بست موضع جٹ پورہ ساحت غلہ پر گنہ پالی سرکار و صوبہ سٹوڈ  
 و دو قلعہ باغ نو دہا و باغ متصل مصیندہ تالاب سواد قصبہ شاہ آباد مذکور  
 کہ موسوم بہ باغ چوبے پران نا تھہ است و یک منزل حویلی تعمیر نخت  
 واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھہ بران چوبے است منسب محمد علی خان ولد  
 قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلا عیوض کردہ و ادم غلام  
 چل بسوہ در و بست موضع نور و ز پور و موضع سُھاگ پور غلہ پر گنہ پالی مذکورہ و  
 یک محلہ روشن بازار عرف برو بازار و یک منزل حویلی تعمیر نختہ داخل اندرون  
 قلعہ واقع شاہ آباد و یک قلعہ باغ کلان معہ تالاب واقع سواد قصبہ شاہ آباد  
 مرحوم کہ بمثلہ عیوض زر مہر خود از تر کہ خانزادہ اللہ دیے خان مرحوم کہ زوج  
 من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدہم

برین حدود اربعه معروفه مذکور کما فصلت -

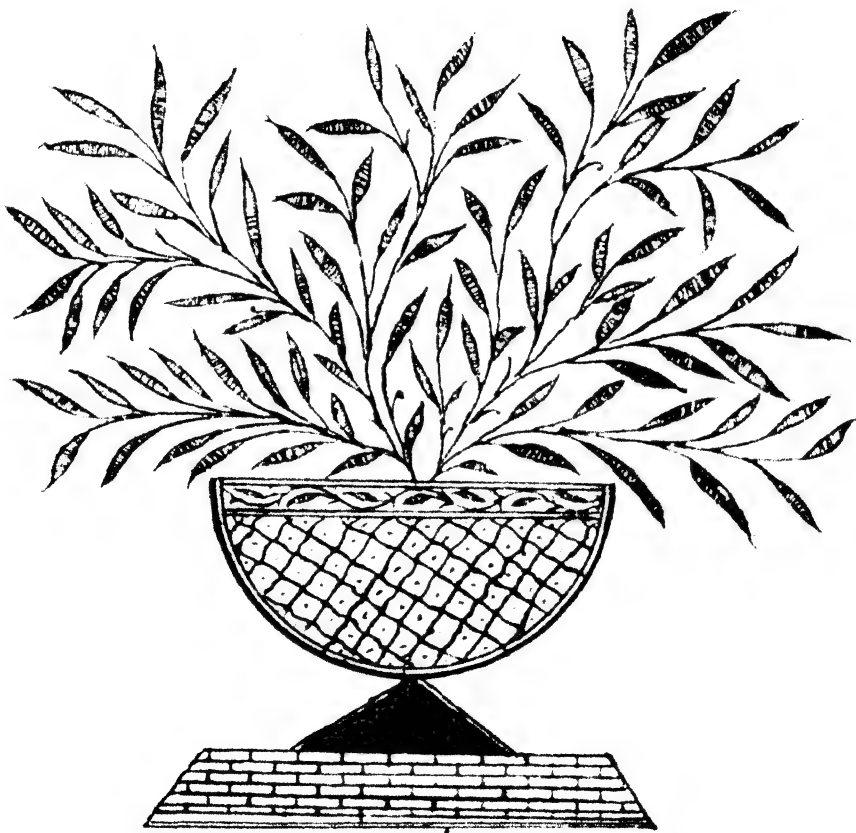
بسوه یا موضع نور و زپور ۴۰ بسوه

نور و زپور مسطور المثنی بست بسوه در بست - سو باگ پور مسطور المثنی بست بسوه در بست  
محل روشن بازار عرف بر و بازار مع اربعه حدود معروفه و مطابق مقبوضه مستقیم  
معد ارضی آن یک خطه باغ کلان مع تالاب و زمین و اشجار واقع شاه آباد مذکور -

حد شرقی	حد غربی	حد شمالی
پنی محمد حیات، حویلی تعمیر حد باغچه علاول جخیل محل خضر خان لازاک تالاب غیره و باغ نواب دخل اندرون قلعه واقع و محاذی یک قطعه مذکور و مساحت این حد خیل حد شرقی کمال الدین خان مرحوم شاه آباد حد جنوبی کوچه بدین حدود اربعه دروازه مجلسه حد جنوبی محله مجلسه خاص اندرون دروازه یک منزل حویلی کمال الدین خان مرحوم نواب لیر خان مرحوم مجلسه نواب دلیر خان مرحوم حد شمالی شارع عام		

بمجموع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص از امکان  
و خاکدان و غله حویلی مذکور مع عمده داخل و کل قلیل و کثیر و بها و فیها و  
مایضات و بسبب ایها خارج از مساجد و مقابر و طرق عامه و اوقاف مسی  
محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدرا از تملیک بلا عیوض کرده دادیم که  
که قابض و متصرف باشد چنانچه عقد تملیک بلا عیوض در میان مملکه و  
مملک له مرقومین واقع شد و تملیک له مذکوره ملک را در قبض و تصرف

مملکه بر آورده در قبض و تصرف خود آور و تملیکاً میبایست شرعیاً جائز انافاذ پس نماز  
 بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکه مذکور در او من مقدم مقام مادر ملک مرقوم هست  
 و در عیوض و دستخط تملیک بلا عیوض با قرابست مملکه مذکور بقصد بی گواهی اشراف  
 و قطب خان برادران علاقی مستأمة مذکور و مستحسن عالم خان و مستانم خان  
 و هادی داد خان و خاتران برادران علاقی مستأمة مرقوم نوشته شد  
 و کان ذلک تحریر مرقوم الصد شد





## نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے  
یہی مورث اعلیٰ تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہیں جب دس برس  
کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آج تک موجود ہے اس سے امارت کے آثار  
پائے جاتے ہیں۔

انصار البحر میں ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان  
تھے اور انکے پسہ بند علیخان تھے یہ دونوں باپ بیٹے نہایت زوردار اور  
گذرے ہیں شاہ آباد میں لیسکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون و چرا کر سکتا  
بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوئے کہ شیر کے  
بچے پھیر دیے اور اسکی کلائیان بیکار کر دی تھیں اسکا یہ قتلہ مشہور ہے کہ  
نواب احمد علیخان کو راجہ منظر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھیں  
یہ نانپارہ گئے ہوئے تھے وہاں خیمہ میں ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل  
کی طرف نکلے شہیر کا سامنا ہو گیا اسنے حملہ کیا اونھوں نے اسکی دونوں  
کلائیان تمام لین آخر کار دونوں شیر وں کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوئے  
مگر وہ جنگلی شیر اپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہیں کہ اسکے اور انکے فیما بین  
ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر اپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے  
دوسری طرف تھے اسنے کلائیان بڑھا کر انکو دو بچنا چاہا مگر انھوں نے  
اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اسکا جھکڑ ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔

جلد میں جو خراش اوسکے پنجن سے آگیا تھا وہ لوندی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اوسکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ بلاس رائے کے بیان لکھنؤ میں نواب احمد علیخان بیٹھے ہوئے تھے اس اثنا میں شاہ اود کے کوئی عزیز آئے انھوں نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھوں نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا دعوہ انکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال برہا احمد علیخان نے اودھ کر سر مجا بس تپا پنچ مارا حاضرین جلسہ نے رفہ شہر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانوں تک پہونچا مگر راجہ بلاس رائے نے رفہ فساد کرادیا۔

اپنے بھائی بندوں میں بجز دو تین صاحبوں کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہیں لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل میں جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہیں مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زیر دست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہیں کر سکتا تھا ہمیشہ زیر دست کے شریک ہو کر اوس موذی کی مزاج پر سی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام طہان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہنام نواب احمد علیخان اور شجاعت و بہادری میں نہایت مشہور شخص تھے جب اوسکے لوگوں میں

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت میں پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک  
 قادر داد خان نے حقیقت کے جھکڑے پر اوٹکودبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی  
 بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور ان سے  
 سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ  
 سلیمانی کو آئے یہاں ملک لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ اگر تم نے اس لڑکے کو جو ہمارا  
 دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمہارے حق میں بہت رنجوگا  
 ہم اس کے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوئے کسی جرات ہو سکتی ہے  
 کہ اسے مجبور کر سکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگوں کو لڑائی کی جہت پٹری  
 نواب احمد علیخان نے اپنی حیات میں اپنے پس ماندگان کے نام بیہ نامہ لکھ کر  
 ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ بیہ نامہ مادہ واقعیہ  
 مسلولہ جبری میں تحریر کیا ہے اوپر مہرین رجب علیخان و امافی خان سید غلام  
 مصطفیٰ وغیرہ کی پٹری ہوئی ہیں۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور ~~۱۰۰۰~~  
 اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ~~۱۰۰۰~~  
 اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ٹھکری وغیرہ سے اور حقوق  
 زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی  
 اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ~~۱۰۰۰~~ نقد اور ~~۱۰۰۰~~  
 یعنی مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ~~۱۰۰۰~~ اراضی پنجتہ او  
 اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھانج زوجہ  
 لطف علیخان کو ~~۱۰۰۰~~ اراضی سیر کی دیات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔

نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لا ولہ تھیں اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آئے اور اونکے ایشیا، مقبوضہ کا حساب لگا کر فرد بنائی کہ جب تک سرکار اودہ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقل و محفوظ رکھا رہے۔

اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲ جمادی الثانی ۱۲۸۵ء کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ میں تحریر کی گئی ہے اور ملا زمان سرکاری سے مرزا محمد ممدی صاحب تحصیلدار اور ہر پر شاد صاحب پیشکار دیہی سہلے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیہی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک والاں میں ۶۰ عدد اور دوسرے کوٹھ میں ایک سو ۵۰ عدد سامان کے نکلے جس میں پانچ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے جینا تھ دستہ دار پٹن دگلہ پوشش کی مہر بی پڑی ہوئی ہیں۔

اسکے بعد نواب دوست علیخان نے قلعہ داری باسطننگر کی حاصل کنٹری کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جو انکی سوتیلی بہن تھیں انھوں نے اور انکے لڑکوں نے دعوے کیا بڑا بھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو در خواست سرکار اودہ میں گذرانی تھی اسکے پیروکار و سفارشی فقیر محمد خان صاحب سالدار

طبع آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اس لیے دوسرے حقداروں کے مقابلہ  
 میں انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پائے انکی درخواست  
 پر جو حکم شاہ اود دکی رو بجاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل  
 حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کر کے ترجمہ اسکا بیان پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔  
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمہاری عرضداشت  
 ۱۹ ذیقعد سنہ جلوس معلیٰ کو نظر اقدس سے گذری اوسین مہینے خاندانی  
 قدامت اور شایان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیر داری  
 کا جس میں ۴۵ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ میں ہونا اور  
 پانچزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور اسبب  
 نقل فرمان والا شان و بہ شاهی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلیٰ۔ صادر خاص حضور والا  
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نذر ہم  
 ماہ ذیقعد متضمن حال قدامت و سرفرازی بمذمت سرگ آباد و اجداد و حضرات سلاطین پیشین  
 انمار اللہ بر بانعم و جاگیر داری و تقیر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسط نگر چل و پی  
 و بیات قبضہ احمد علیخان متوفی مع قبضہ شاہ آباد و زر و اجبالا داسے سرکاری ادا نمود و ماندن بعد  
 مجرائی پنجہزار روپیہ نانکار و سقیم الاحوال خود بسبب نبودن طلاوت از سنگینی جمع مشغول  
 و اجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار و پیادہ و چار ضرب توپ و اجازت عطایے تنخواہ  
 ملازمان از خسروانہ عامہ و خواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس و اطاعت گذشت  
 و انشاء اللہ اسریر عنقریب بعد سنت یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی اواج نھنہ  
 امواج روانہ آن طرف خواہد گشت و بندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجائش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سوا سو پانچوں کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہیں امور مند رجبہ معلوم ہوئے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسط طرف جائیگی وہ بند و بست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کر دیگی تمکو بالفعل اتنے سوار کہ رعایا کی حفاظت اور کاشت کاری وغیرہ کی ضرورت پوری کر سکیں ملازم رکھنا کچھ مضائقہ نہیں تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ میں ادائے مالگذاری و تنخواہ ملازمین کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور میں بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان کھو اس خیر خواہی کی صورت میں منصب موروثی و خدمات خاص تکموشگاہ سلطانی سے عنایت کیے جائیں گے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہو گے۔

زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار باسطنگر کے ہوئے اور اپنی لیاقت و مکرمت رؤیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا بر خائنات نفوس و خلق اللہ و اجر کے کشنکار و افزونی زراعت آبادی رعیت بقدر ضرورت ملازم دہشتن سوار و برات تنخواہ آسانہ آمدنی ہان محال مضائقہ نہ اور تادرا عانت آسانہ چشمہ تحصیل جاری کرد و وقت وصول حاصل بعد ادائے تنخواہ ملازمان و عین ہمال سرکار و ولتہ ارمہ حساب بمعرفی البلاغ حضور پر نور باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در صورت محصور اینگوئے خبر اندیشی با سرفرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیشگاہ ملا خواہ شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہ گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و سلوۃ اور خوش  
آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی  
حمیت بھی مزاج میں تھی عشرہ محرم میں امام عالی مقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت  
خلوص و شان و شوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے  
اس لیے فقرا و علما کی خاطر و عزت بھی تہ دل سے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین  
میا نصاحب جبکاتلمہ میں مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے انکی ہر سال  
اپنے مکان پر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد  
انکے خلیفہ سید شمشیر علی صاحب سے بھی وہ ہی برتاؤ رکھا سیطرح پیر زادگان  
بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن و سلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورت حال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے  
کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گدھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنؤ میں اس  
امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ  
سے انکے نام منراول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہاں اس مضمون کی  
صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علی خان خانزادہ وکس  
شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خریدا تھا اور  
وہ بیستیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھے اتہام لگا کر  
دور دولت پر استغاثہ کیا ہے میں نے اس باغ کو ذاتی سمجھ کر کٹوایا ہے کاغذ اس  
باغ کا بھی تھا لیکن جس طرح کہ دیگر کاغذات رہنماے بیعناے فرامین شاہی  
ہو رانی صاحبہ کے قبضہ میں تھے اور انکا انتقال ہو گیا میں اس زمانہ میں لکھنؤ میں تھا

جیون خان حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکی سے اوڑالیے اور وہ کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق کر کے دستخط کر دیں تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ رد بکاری حضور میں ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا صحیح مہر میں کندہ کرایا تھا جس میں سلسلہ جمہری کندہ تھے بھٹیل احمد است دوست علی نواب دوست علیخان کے فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسٹنگر تھے انکی اولاد نرنیہ کوئی تھی ایک دختر مسماۃ لطیف النسایکیم تھیں جو ولیعہد ریاست قرار پائی تھیں پہلے امکا عہد نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اسے اتفاقاً پیش آئی اسلئے اونھوں نے اپنا عہد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جادہ بلی سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

سلسلہ شاہزادہ مرزا ثریا جادہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت مشین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا سلسلہ عین پیدا ہوئے اور سلسلہ عین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گو برمنڈ نے مدت دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنیٰ کیا تھا شہر دہلی کے آپ آمریری مجسریا ورنیو پل کشنر اور جامع مسجد اور مسجد فقہوری اور مدرسہ عربیہ کی منتظم کمیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار نوے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی وراثت میں پہنچی تھی سلسلہ عین جناب موصوف نے شاہزادوں کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے کرتے رہے اور دس گاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کر ایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لکھن پٹنہ



مگر نواب امانت قاضی بیگم مادر لطیف النسا بیگم اور شاہزادہ صاحب سے  
بقیہ صفحہ ماقبل جو نواب کلب علیخان بہادر فرمانروا سے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت  
کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کئی قسطوں کے صدر نشین ہو چکی وہ سے آپ ہی کے زیرِ تہام  
سرف ہو اگر نمٹ عالیہ نے اسلئے میں آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس  
عورتوں اور پانچ مردوں اور پچھتر سٹہ میں باسٹھ عورت اور چالیس اشخاص کی پیش  
پہرہ ویش کے لیے مقرر کر دی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی  
شاہزادہ مرزا بدایت افراعت مرزا الہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نواحیۃ الزانی لہنا  
بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھیں شاہزادہ صاحب موصوف کی بہو بھی نعل ملک  
مرزا افرو و بیس کو بیابا بی تھیں شاہی محل میں آپ کے والد ماجد کا برا اثر تھا کیونکہ زینت محل  
یعنی سراج الدین ابو ظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھیں ایامِ غدر  
میں مرزا الہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور میں آئی جسکے صلہ میں یکم سٹہ  
کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ سٹہ بعد نسل پیش  
عطا فرمائی اور سٹہ کو گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی دو امی پیش اس معاہدہ  
جو ضلع رہتک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت  
کی اور سٹہ کو اضلاع دہلی و میرٹھ میں دو ہزار دو سو پچیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند  
مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایامِ غدر میں جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی میں  
ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو پچتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سٹہ عین منتیں ہزار  
روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمیں سے نصف رقم عاف کر دی اور جب  
سٹہ عین مکہ مظہر نے قیصر بہ خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی میں کیا تو قیوت

مواہقت نہیں ہوئی شاہزادہ صاحب برہم دیوڑھی میں جا کر مقیم ہوئے کچھ  
 بقیہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا آغا  
 سید احمد بن رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ  
 انکے قائم مقام ہوئے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر سنہ ۱۱۹۷ھ کو انتقال کر گئے  
 جس کے بعد آپ با اختیار و اکبر خاندان ہوئے۔ شاہزادہ ٹریا جاہ بہادر نے کئی شادیان  
 لیں پہلا عقد ہزبانس نواب محمد علی خان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا  
 عقد اپنے حقیقی مامون مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے  
 پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النساء بیگم ولیمہ تعلقہ باسط مگر بنت نواب  
 امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دارور میہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب  
 شاہ آباد تشریف لائے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تالیف شاہ آباد میں موقع ملا  
 بعد عقد جس زمانہ میں کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لائے ہیں آپکی شان شوکت اور  
 خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عمدہ وضع  
 کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے۔ آپکی اولاد میں ایک فرزند نہا  
 تھے جو ۱۸ برس کی عمر میں ۶ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جان نجم رحلت کر گئے  
 اب دو شاہزادیاں یعنی نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد میں موجود اور  
 کل املاک کی وارث ہیں اور یہ تین اولادیں آپکی ان بیگم صاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی  
 دختر ہیں پیدا ہوئیں اور یہی بیگم صاحبہ منشا گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئیں بیگم صاحبہ  
 ٹونک بھی زندہ اور گدار پاتی میں مگر لا ولد ہیں افسوس کہ کئی سال ہوئے شاہزادہ صاحب  
 نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تا دسے قرضہ انتظام کورٹ کا فرما دیا ہے۔

عرصہ تک اذکایہاں قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک اس کے ملازم اور سامان جو کثرت ہر قسم کا تھا یہیں رہا اور پھر دہلی واپس گیا اسکے بعد نواب لطیف النساء بیگم کا جو انگریز انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد نواب لیرخان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسطنگر کی سربراہ کار اور لطیف النساء بیگم کی ولیہ قرار پائی تھیں تعلقہ کی مالک و منتظم رہیں بیکسا جبہ موضع مگر نیہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھیں انھوں نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھیں کو علاقہ بھی دیا سنہ ۱۹۰۷ء میں بیکسا جبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب ان کے بعد نواب محمد عبدالکریم خان صاحب تعلقہ دار باسطنگر مالک علاقہ ہوئے ہیں نواب صاحب موصوف فی نفسہ بامروت مستقل مزاج رئیس ہیں راقم کے گھنے سے کئی تصویریں اس تاریخ کے متعلق اپنے فراہم کر دیں۔



# صوبہ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی تھی کہ اس کے حدود نہایت وسیع ہو گئے۔ اس پُرانے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اسکی آبادی میں شامل ہو گئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے شاہ آباد میں بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیر ضلع ہردوئی میں سربراہیج ارنیول صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں فی فن شہر صاحب بیان آئے تھے اونہوں نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اسکی ویرانی کا زمانہ شروع ۱۸۵۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹیٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور شبہ ہیر نے ۱۸۵۷ء میں اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور بیان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ اودھ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات میں شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اذکار انتقال ہو گیا اور اس صوبہ کی حکومت اور  
افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضع کا مستقل علاقہ اپنے  
خاندان میں چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا  
اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود  
حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک  
صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودھ بھی ان کے ملکیت میں آگیا اسکے بعد  
شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی  
برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ  
نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آگیا جب برہان  
الملک کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد ان کے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب نصیر علی خان  
صفدر جنگ صوبہ اودھ کے صوبہ دار ہوئے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے  
عہد میں دہلی کے وزیر اعظم بھی ہو گئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار ان کو ملے  
د مالی حاصل تھے اور ان کی حکومت زیادہ مضبوط ہو گئی وزیر الممالک کا خلیفہ  
اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب  
کے پیدا ہو جانے سے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی ان کی اولاد کے قبضہ سے  
نکل کر صوبہ اودھ میں شامل ہو گئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرکنے جن کا تعلق اودھ  
سے تھا اور وہ ان سے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے بھیجے گئے تھے  
تھے مگر اسکے ساتھ زر بھیجے برابر حسب اقرار داد کرتے تھے کہ ان کے

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی اس کے علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک کی کوئی مدد الکی سننے میں نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ داراودھ اور وزیر اعظم دہلی کے ہوئے اور مرتضیٰ خان عرف نواب قمعور خان جو زوردار اور اولیٰ شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ میں لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے اور زرا جا رہ نہ دیا اور ملک اودہ میں شامل کر کے مگر جاگیر محال وطن و معانی انعام اتمت جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بجال و برقرار رہی۔

یہ سب شرح کتاب اخبار محبت میں درج ہے چند سطریں اس حال کے متعلق الکی درج کی جاتی ہیں۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضیٰ خان کہ عالی حوصلہ بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان زرتھد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۳۵۷ فصلی سے ۳۵۸ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار  
میں داخل ہو گیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران  
فتح مورخان کے باہمی اقرار نامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والوں کی طرف سے  
محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان سننے یہ تحریر لکھی ہے  
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہو جانے سے حسب احکام نواب سردار خان  
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھ کر سرکار اودھ میں داخل کی ہے مگر نذر  
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ  
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقو میں فتح مورخان کا بھی تعلق ہے اس لیے خان صاحب  
مرحوم کے فرزندوں سے بھی دستخط و مہرین کر لینا چاہیے۔

بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیوں نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ  
سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح مورخان بھی اپنے دستخط کر دیں اور جب  
اسکے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و غرہ مند خان سے  
کہا گیا تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے  
یہ کچھ انتظام نہیں ہو سکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والوں کو اندیشہ یہ پیدا ہوا  
کہ ہم سے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہو جائے اس وجہ سے  
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکاروں نے چوک والوں کے کارندوں سے اقرار لیا کہ  
اس امر کی دستاویز کرائی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جرچک والوں سے  
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک میں پہنچاتے رہیں گے اور ہم  
زیر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہیں گے یہ تحریر ماہ صفر ۱۲۸۷ھ ہجری مطابق

سلسلہ جلوس میں تحریر ہوئی ہے۔

بڑی دیوڑھی اور چوک والوں سے اکثر معاملات رہے ہیں چنانچہ ۳۳ سالہ عجمی  
میں مصطفیٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے بی  
خواہش کی تھی کہ موضع جمالپور آپ کا زر خرید ہے اس کے چار طرف ہمارے دیہات  
ہیں لہذا اس کی قیمت لیکر وہ موضع ہکو دیدیکھے چنانچہ انھوں نے حسب خواہش  
نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیغنامہ لکھ دیا اور انکار نہیں کیا اس بیغنامہ  
پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہر تھی ہوئی تھی  
واجب العرض سرکاری میں ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ  
تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اس کے بعد جائداد میں روز بروز زوال  
ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب  
آصف الدولہ جب شاہ آباد ہو کر صوبہ کٹھ کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے  
نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علی خان صوبہ اودھ پر  
حکمران ہوئے تو انھوں نے جبر سی سے تمام معافیان ضبط کیں اور اپنی عادت  
کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اس وجہ سے سعادت علی خان کو  
لوگ غارت علی خان کہنے لگے تھے بڑی دیوڑھی اور چوک اور کیمڑہ کی جائداد  
کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہو گیا جب نوایی کا عہد  
جاسا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جبر جائداد ہر ایک خاندان میں باقی تھی  
وہ بھی برباد ہو گئی۔

اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

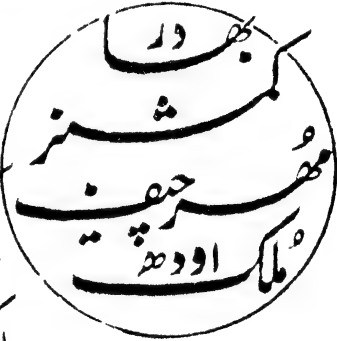


چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائیداد نہیں ہی ہے۔  
انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چڑیا اور  
موضع پرپائین سپران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ فضل النساء بیگم اور میر حسین  
خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۶۷ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ

بنام نواب میر حسین خان وغیرہ

از انجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا  
کہ افضل النساء بیگم اور میر حسین خان ع  
شاہی سے اکتیس ایکڑ اراضی موضع چڑیا اور  
اکتیس ایکڑ موضع پرپائین سو چالیس ایکڑ



چکات شاہ آباد ضلع ہردوئی پر قابض رہے ہیں۔

جناب چیف کمشنر بہار حسب منظور می بندگان نواب تطاب معل  
اقاب نائب سلطنت و میراے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل  
کے اوس نصف اراضی کو نسلا بعد نسل سپران رعد انداز خان کے تین باپن  
شرائط مرحمت فرماتے ہیں۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہوں وہ سرکار میں داخل کر چکے ہوں۔

دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہو اگر قتی ہیں اسکو بخوبی  
ایجا لائن اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی و ملکی میں جو اعانت سرکار  
کو مطلوب ہو اسکی بخوبی تعمیل کیا کریں۔

تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا  
شبہہ انکے ذمہ نہ مائد ہو۔

در صورت انحراف ہونے کسی شہر طامند رہنے والا کے فضل النساء یکم و ہیر حسینیان  
سے ار اشی مذکور فوراً ضبط کر لیجا ئیگی۔

جواہر سنگھ محافظہ فتر محکمہ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء  
نولکشور پریس میں چھپا۔

عہد شاہی میں قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبداللہ صاحب اور  
امانی خان مسند وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۸۶۱ء فضل سے مسند و بست  
انگریزی میں باسٹشائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ  
کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات و چکات پر مالگزار ہی شخص  
کری گئی۔

اب اولاد نواب دلیر خان میں باعتبار مقدرت اور لیاقت کے شاہ آباد  
میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جسکے حالات میں خامہ سرسائی  
اکی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹر سرکاری نے خوب  
لکھنچا ہے۔

نقل ترجمہ گزیر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعہ  
گورنمنٹ پریس نیننی تال مورخہ ۱۹۰۴ء مرتبہ و مصنفہ

## مسٹر ایچ اینول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عدم کی توقع کے  
زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی  
حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے  
زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ سیکولر عین فی فن شہر صاحب  
ایک انگریز یہاں آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر  
شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط میں ایک محل اینٹوں سے بنایا گیا تھا  
جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجوں کے تو پچانہ سے کی گئی تھی اس  
مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے یہاں  
ایک پرانا مشہور قصبہ انگد پور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے  
ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو نواب ولیم خان  
شاہ جہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد  
کیا تھا جو شاہ جہان پور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا  
اس شخص نے انگلی کھیڑہ کے پانڈہ پروار کو شکست دی تھی

اور غالباً میٹن سٹریٹ نے اسی مقام سے انکد پور کی مراد لی۔  
 نواب دلیر خان کو شاہ آبا اور پرگنہ سر امین جاگیر دی گئی تھی جہاں  
 کہ انھوں نے ۱۷۷۷ء میں شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان  
 نے اپنے افغانی رشتہ داروں اور فوج سے معلون کو بھروسہ دیا  
 اور ایک محل موسومہ بڑی دیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھانک  
 اب تک موجود ہیں اوسنے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ  
 بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا نسبہ گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے  
 مسلح کسکر کے مکڑوں سے بنایا گیا ہے اور بالا خانہ کی دیواروں  
 پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا  
 ہے۔ اس قصبہ میں باون محلے ہیں جس میں اکثر کے نام اسکے بانی کے  
 نام پر رکھے گئے ہیں اس مقام کی بربادی ۱۹۷۷ء میں بہت  
 سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا  
 اور شب ہیر نے ۱۹۷۷ء میں اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ قصبہ  
 قریب ایک شہر کے آباد تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری  
 کے نشان باقی ہیں۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان  
 ولد ار خان۔ فتح معمر خان۔ سب سے بڑی اولاد دیوڑھی والی مشہور  
 ہے۔ چاند خان کی اولاد کسیرہ والی کہی جاتی ہے اور ولد ار خان کی  
 اولاد تعلقہ دار باسٹ نگر ہے۔ بڑی دیوڑھی والے بالکل آوارہ ہو گئے ہیں

اور اب ادنیٰ حالت بہت اتر رہے پہلے اوکو شاہی فوج میں ملازمت ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو ۱۹۷۱ء میں ہوئی تھی اوس میں بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس میں دس ہزار مرد اور نو ہزار نو سے اوناسی عورتیں تھیں۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آریہ تھے۔

اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات میں چوتھے نمبر کا قصبہ ہے لیکن اب ترقی بالکل بند ہے یہاں کوئی مشہور تجارت نہیں ہوتی سردار گنج دلیسر گنج۔ سعادت گنج۔ یا کٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک مولانا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج میں بازار لگتے ہیں۔ سب سے حال کا بازار محمود گنج ہے جس میں روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہیں آم انار ترکاری اور آلو بر دوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ میں یہ قصبہ ایک قسم کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہیں لیکن اب اسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکری کی ہوتی ہے شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے سرولیم سلیمین نے ایک جگہ راجو کہ شاہ عین محمد کے موقع پر ہوا تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ ۱۸۶۸ء میں ہوا تھا۔

پبلک عمارتوں میں تحصیل منیفی ٹاون ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ کانجی ہوس





نواب بہادر خان بانی شاہ جہانپور







## عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سر ابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتال سے ملقب تھے دریا خان کے فرزند اور نواب ولید خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب میر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے لے کر بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈھنگا بجا دیا تھا انکے کارناموں سے سیکڑوں صفحے تاریخ کے مملو ہیں۔ فتح بند ملکنندہ قلعہ ساراگندھ و لے و بدخشان وغیرہ انسے بطور میں آئیں صوبہ اری و سپہ سالاری دونوں جلیل القدر خدمتیں انھوں نے انجام دین اسلام آباد۔ صوبہ ملتان۔ لے و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکاری جاکیر میں تھی اور پنہار اری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قیدی رفیق و مصاحب تھے یا اپنے والد کے حیات ہی میں شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر خان پنہارہ برسی غم سے شاہجہان کی مصاحبت میں آئے باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجان کے جھکڑے میں شاہزادہ سے جدا ہو گئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے اور برابر حضر و سفر میں موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی لے و خوشی میں شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ میں انکا نام قیدی جان نثار و نکی فرست میں لکھا یا ہے اس بارہ میں کتاب عمل صالح مصنف محمد سلیمان کے صفحہ ۳۸۶ میں یہ عبارت مرقوم ہے

چونکہ ان تین بزرگ شاہجہان شاہ بہادر خان و نورجان و ابدال خان نے لکھا یا ہے و الا بالظفر یا لکھا یا ہے

بہادر خان نے دریا خان کہ برعکس پر خلاف منش برگزیدہ آئینہ عقیدت ماسا را دانش  
بہر صورت سخانی اخلاص و نقش و فاد و فاق مستور شد۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی  
بی مرتبہ بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات  
اور دو ہزار سوار و علم واسپ خاصہ معہ زرین طلائی و باکھی اور پچاس  
ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے مبنی نہ تھی  
بلکہ امراد و صدی پانصدی کے درجہ ترقی پانچ ہزاری و پچہتر ہزاری منصب کے پہنچنے  
جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے  
سرکشوں کی گوشمالی بھی ان کے سپرد کی گئی۔ سب سے جلوس شاہجہانی میں جہاںگیر  
نے بند لیکن میں بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوڈھچھین وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر  
ہر طرف سے اس کی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

میں بہادر خان و بلالعلی و خنجر مرصع و خنجر مرصع اتار دیا اور علم واسپ خاصہ معہ زرین طلائی و باکھی اور پچاس  
ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔ بہادر خان اور ذی ست در زندگی پر پورے سیکڑے کو پرستاری بدولت و شہنشاہی شاہزادہ شاہجہان چہرہ امتیاز افروخت و  
پر شہادت ہو فانی ہو وہ از شاہزادہ جدا گشت بہادر خان سے توسل مضراک عنایت بادشاہی حکمران ساز کا قبضہ سال  
انھماک نمود پس جلوس منصب چار ہزاری و دو ہزار سوار اور سوار فرزند تیرہ سالہ سرکار کالپی بالمش سرکاران مریوم و ستوری یافت  
۱۶۵۷ء میں غنیمتیں سال جلوس جہاںگیر روز بانی روزید و بادشاہی منصب گشت افواج قاہرہ از ہر جانب بکام آئے و عبداللہ خان  
فیروز جنگ اتفاق بہادر خان و جہاںگیر کی مشرق روئے آن سرزمین سے برآمد ہر جہاںگیر کہ ہر جہاںگیر لالہ رتھل سے بھاگ کر فرار  
سر ساری ویرش نمود مخالف بہادر خان جو ہم تمام آوردہ ہنگامہ بند و گرم کرد اند خانہ کو رہا بنایا ان خود پانچویں صف میں برآست  
بادشاہ و از ہر دو بیادری آنی ہرمن نہاد و ہم کشتہ قطرہ زنان بقلعہ آمد و ہندو آن سیغام راتنی سون نائی نالہ لالہ و خان  
نشاہدہ گلشن فتح برچہرہ و لاوری کشیدہ در جائزہ این ترد و نمایان دفعہ شایان نوازش تقارہ بلند گشت۔ از ہر طرف  
۱۶۵۷ء قلعہ اوڈھچھین جہاد سے ۱۱ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوڈھچھین پندرہ سولہ کوس تھا۔



محمد صلح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا۔ مظہر ازبیر، خصوصاً بہادر خان کہ  
بہرے دیر سے ذاتی و بہادری جلی چون کو دیا بر جاقہ مہنات قرار استوار ساختہ بزد و خود  
در آمد چند انکہ چندین تن را بہرے ساختہ جمع کثیر را از خمدار از پلے در انداخت و خود نیز دوزخ می چکے  
بر و و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پر تو زخم ر و ہماروے تازہ یافت۔

جب ایک ختم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کا ہی لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہ نامہ میں  
صرف اس قدر ہی لکھا ہوا ہے کہ مخالفوں نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھوں  
نے کہا کہ میں یادگار و سپہ دریا خان کا ہوں شاہجہان نے یہ سن کر آدمیوں کو منع کیا اس عرصہ میں  
بادشاہی لشکر کے جوان بھی آئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی  
اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی سے بہادر خان  
کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری  
ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا  
معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

صبح شاہجہانی میں قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن میں جبے گئے بھالکی وچت کو بہ  
کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریائے ماہجرہ کے کنارہ جا کر ٹپا ہے تو اس وقت  
زندہ خان عادل شاہی سردار نے شاہجہانی لشکر میں یہ مکرر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

۱۔ شہنشاہ بن آگاہ از قدرانی جوہر شناسی بجلدے۔ این فتح نمایان بہادر خان اعلیٰ خنجر مرصع مع محبت فروزہ باضافہ ہزار  
سوار منصب چار ہزاری سے ہزار سوار و عطلے اسپ با زمین مظاہر و فیل عزافہ بخشید صفحہ ۳۶۲ بادشاہ نامہ  
۲۔ بادشاہ نامہ میں بہادر خان کا دو تیردن سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہیں تحریر ہے مگر باثر الامرا میں  
یہ گرنا اور نکلے سر کلنے کا ارادہ تحریر ہے۔

۳۔ یہ قلعہ قندھار ملک کننگانہ میں واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسام کا دکن میں ہے اس قندھار  
کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے پڑھائی کی تھی۔

والی بجا پور کی خطا معاف کر دے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر غلام خان نے  
 شاہجہان لشکر کے جملہ افسر و فتنے مشورہ کر کے یہ رے قائم کی کہ برسات سر سر آگئی ہے  
 بالفعل پر گنت چت کو بین جو صوبہ بدر کے متعلق ہو تو قوت کرنا چاہیے اگر نہ ورنہ خان کی قول سچا  
 ہو تو شاہجہان سے عرض کر کے عادل شاہ کی خطا معاف کر دینگے ورنہ یہ محال تاراج و برباد  
 کر دینسکے اور اسکے عہد شکنی کا بدلہ لجانے کا چنانچہ یہ خیال کر کے لشکر لگے بڑھا اور دریائے  
 کنارہ ٹھہر نکیو وقت یہ بات سنے پانی کی جبتک لشکر کے خیمہ نصہ بمعن تب تک فوج کا اگلا اور  
 دایان و ربایان حصہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے اسکے بعد ہر روز ایک سرور اپنی فوج لیکر ایک کس  
 کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جا کر گھاس چارہ وغیرہ طینا  
 سے لائیں چنانچہ سیطرح عملہ رآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسی بکھرا نشان نہ تھا دوسرے  
 روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خان موصوف معہ شہباز خان رشید خان نصا  
 یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھوں نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور  
 تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہاں جا کر اطمینان سے بیٹھ گئے لشکر کے آدمی گھاس  
 وغیرہ کیلئے چارہ و نظر پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھ کر ایک کاؤن  
 لوٹ مار مچانے لگے گاؤن والے ایک یوار کی آڑ میں آکر اپنے مال و آدمیوں کی حفاظت  
 اور راجپوتوں کے ہٹانے میں مستعد ہوئے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوئے تو  
 راجپوتوں کی مدد کو پہنچے اور جو لوگ ان کے ہمراہی تھے وہ گانوں سے غلہ اور گھاس لیکر  
 پڑاؤ چلے آئے اب ان کے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے اس عرصہ میں کچھ اہل و کن  
 جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے اوہر آنکھ تھے جب  
 وہ اس موضع کے قریب پہنچے ورنہ بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

اوتھون نے اپنا ایک سوار اپنے سردار ونے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملکیت اسکے  
 بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور انکے ہمراہیوں کو اپنی طرف مشغول کیا  
 بادشاہی بہادروں نے اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دو گراں پیر حملہ  
 کر دیا انھوں نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ وکوس  
 ناک اپنے پیچھے آدمیوں کو بھگا لیکے تنہا میں رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان اور دیگر  
 فہران عادل شاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگے بہادر خان اور  
 انکے ہمراہیوں کو دشمنوں نے حلقہ میں لیلیا سوقت بہادر خان اور انکے ہمراہی گھوڑوں سے  
 اوتر کر سیدہ ہوئے اور انتہائے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور دلاور کو  
 دخل دیا کہ بڑی جماعت و کینوں کی قتل کر ڈالی اس حالت میں شہباز خان جو سہ ہزاری  
 منصب کے میر تھے مع اپنے فرزند کے شہید ہوئے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت  
 زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوئے مگر انکے بھائی بند کل شہید ہوئے  
 اس قیامت ناک معرکہ میں بہادر خان کے اعزہ اور بچان ماتحت آدمی کام آئے دشمنوں  
 نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخموں سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھا کر  
 اپنے ہمراہ لے گئے اور قلعہ بیجا پور میں پہونچا دیار رشید خان زخمی ہو کر لشکر گاہ کو واپس آئے  
 جب عظیم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیر سے میدان جنگ کو روانہ  
 ہوئے مگر جت بان پہونچے تو مخالف دریلے مانجرہ سے پار تیر چکے تھے اور رات ہو چکی تھی  
 تعاقب بیکار سمجھنا چاہا بادل یریاں وریا چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا  
 جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخموں سے بیہوش ہو کر زمین پر  
 گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجا پور لے گئے تو اسنے ہمیں الہ ولہ آصف خان کو ایک جڑا

شکر دیکر روانہ کیا کہ سادشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور نظام شاہی  
 ممالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کردے ورنہ قلعہ بجا پور جبر سے اکھیر کر پھینک دینا چاہیے  
 چنانچہ مہینہ دولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر سی  
 مصلوٹ سے واپس کوئی کر کے دریلے بہیرہ کے کنارہ قیام کیا اور واپس بجا پور  
 جا کر مالایہ رسید اور شاہ پور کے قریب خمیرہ زن ہوا اور بجا پور کا محاصرہ کیا چند روز  
 صفت آرائی ہی آخر بجا پور یوں نے مجبور ہو کر نیاہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ عین ہمت  
 مرصع آلات دیکر نفیس شیا تحقین شکش دخل کرنے پر فیصلہ کر لیا اور عہد نامہ تحریر ہو گیا  
 بہادر خان یوسف محمد خان کو خیریت خان جشی اور مصطفیٰ خان مین الدولہ  
 اصف خان کے پاس پہنچا گئے اور شیخ عبد الرحیم خیر آبادی جو مین الدولہ کے معتمد  
 تھے وہ عہد نامہ پر عادی شاہ سے مہر کرالے اس زمانہ میں شاہ جہان بادشاہ برہانپور  
 سے اکبر آباد آ رہا تھا اٹلے راہ میں بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہ جہان  
 کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی  
 سے ہر دو کو خلعت تلوار و سپر اور کھوڑے ہاتھی سے مع ساز طلائی  
 کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کر کے  
 چار ہزاری ذات اور ساٹھ تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

۱۵ جون میں لاہور میں ملک شاہی کو گشتہ پولی بجا پور رسید عادی شاہ ہر دو راہ نامہ بہادر خان بستانم عہد قتلہ بجا پور گشتہ  
 باضافہ منصب فروغی اعتبار ہوئے عواطف شاہانہ کرید بتاؤنگی جاگیر داری کا پٹی قبضہ ہنگامی مال سر ملدی نہ مانگ لیا کہ بہادر خان  
 ۱۷ روز دیگر بہادر خان و ہلا یوسف محمد خان شکندی کی کیفیت مردانگی و گرفتاری ایمان نکاش یافتہ از شکرت آمد وہ و ان میں ہوا  
 رسید بادشاہ مہربانی قدروان برادر بادشاہانہ کہ ہوا وہ دربارہ بندگان فاکوین عقیدت آمین مبذول ست تارک گشتہ نہ ہوئے  
 ہر کام را بر صحت خلعت و شمشیر و سپر ابراق طلائی مینا کار و سپر نعل سریرا فرخندہ خستین باضافہ پانصد سوار منصب چار ہزاری  
 ذات و سہ ہزار و پانصد سوار با نعام بست و پنج ہزار و پانصد سبائی گردانید ۳۴ بادشاہنامہ



روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منہب کے ساتھ جاگیر قنوج وکاپلی کے متصل چنہ محال بھی اور عنایت کیے گئے لکچر حافظ اسمیس صاحب میں لکھا ہے کہ جس وقت بہادر خان دشمنوں سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ ان سے بغلیہ ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اس لیے انھوں نے یہ شعر تصنیف کر کے اپنی مہر میں کندہ کرایا ہے

شد و بجنگ دکن جانفشانی بہادر خان

حیات یافت دوباره ز لطف شاه جهان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکپورہ کے سرکشوں کی گوشمالی کو بھیجے گئے وہاں کی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتھیار نہ رہتا تھا کہ ہل والا بھی جب ہل جوتے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کر کے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام میں مشغول ہوتا اس عہد میں تمام ہندوستان کے مردوں سے وہاں کے باشندے سرکشی میں زیادہ مشہور تھے انھیں جو بات سے وہ مشل دوسری رعایا کے اطاعت نہیں کرتے تھے ان یامین جملہ باغی سیرکانہ و میرج وہاں کے مقامات میں محفوظ مقام تھا اگر جمع ہوے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔

یہاں درخان انکے پیرپہونچ گئے اور انھوں نے تائید الہی پر بھروسہ کر کے ان موزیوں پر  
یکبارگی حملہ کر دیا طرغین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بُرا معرکہ پیش آیا دشمنوں نے

سپه سالار خانان اید ایزی همت گماشته فتنه بر سر آن بد عاقبتان ترکمان عموه غایب کار ایامی قیامین در پوست بنادر خان سپه سالار  
ای بر سر کشیده در ایلست رسید مقرر پات کی نیا و در دست از جلالت و تهور بر نداشت انجام کار درست و بر کربان شده بهیم در آگاهی  
و مع غنایر به سهر در آن نه بانه بقدر هیبت و بفرز دل داشتند بهاء خان بخریب آن مکان پر و اختد مقرر بایست  
و ازین گونه رخ گردان سر زمین مستعد نیز نصیب هیچ کس نشده بود نقش خاطر ظفر قرین بر وفق و خواه درست  
نشین گردید - ما اثر الامرات کرده بهادر خان

کوئی بات اٹھانیں کبھی نوبت دست گریبان کی پہونچائی اور دونوں طرف کی فوجیں  
ملکین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو ہتھیار  
تاب نہ لائے آخر کار بھاگے خانہ صوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود  
کر دیا اور اپنے قیام گاہ کو واپس آئے یہی فتح اس سرزمین میں کبیر بہادر خان کے  
کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی تھی انکی فتمندی کا سکہ وہاں بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن میں ۳ شوال سنہ ۱۱۵۷ ہجری کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان  
اپنی جاگیر سے حاضر ہوئے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو  
خلعت اور پانصدی اضافہ کر کے چار ہزاری ذات و چار ہزار سوار  
کے منصب سے سرفراز فرمایا اور جاگیر پر جاںکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ چھار سنگہ نے بعد معاف ہو جانے نخل کے چیم نران والی گدھ کو دھوکا  
دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چور گدھ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر  
ہو کر فریاد دی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان  
فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان  
ہراول و مقدمہ کبیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گدھ کنک اور ملا نچی سے مکمل  
ملک چاندین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خانہ  
کامزاج علیل تھا اس لیے بہادر خان نے اپنے چچا نیک نام خان کو جو منصبدار

بہادر خان کا قلعہ خود آمد و تفریل اسان سلاطین تھا خود با عطا خلوت باغات و پانصد ہزاری چار ہزار سوار  
ساتھ باقاعدہ رخصت فرمودہ صفو بادشاہ ۱۱۵۷ ہجری تک ہر سنگہ دھوکا ہوا اسکا پشچا افضل کا قاتل تھا جاکیر  
سلاطین سنگہ دیو کو بہت کچھ ملکہ جاگیر سے مال کیا تھا جب جہاں سنگہ سلاطین ہو اتو یہ کثرت مال و سامان پر غرور  
ہو کر باغی ہو گیا تھا جہاں سنگہ کا بیٹا کمر حاجیت مخاطب ہو چکا تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ سہ اپنی  
طرف مشغول کہیں جہاں سنگ نے تھوڑی جماعت دیکھ کر جرات کر کے نیک نام خان کو حلقہ  
میں لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیوں کے گر گئے اس اثنائے بہادر خان  
اور خانہ وران بھی چھپے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ سکا  
گر وہ پریشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھر اور ایک جنگل میں  
گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکرماجیت کے مارا گیا اور اُن کے سر بادشاہ کے پاس سپرد  
میں بھیجے گئے اور قریب ایک کروڑ کے روپیہ نقد جنگل میں کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور  
پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور ستر  
زینے دیا یہ جہانسی اور دتہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان  
کے حضور میں آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تہیاق سے معہ  
زمین مطلق کے سرفراز ہوئے

بعد ازاں جب ساہوچی کی کوشالی اور عادل شاہ والی ججا پور اور قطب الملک فالی گولکنڈہ  
کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کی گئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر  
چندا ولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور  
والی ججا پور نے بادشاہی فرمان کا استقبالیہ کیا اور اسطرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت  
سے پانچ کوس چل کر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرض کہ یہاں بادشاہی لشکر سے جنگ

۱۷۰۰ء اور دافوقی قاہرہ سزمین فتنہ آگے جانے لال آن بہ مال و معرض تلح افتاد و ارجلہ فاین نقود کے باوجود گرفتہ ہو کر جرات  
قریب یک کروڑ روپیہ خزانہ عامہ رسید و ولایت کے نزدیک پناہ لگت و پیدہ حال دار و تصرف و آمد ۱۷۰۰ء بادشاہ شاہ  
۱۷۰۰ء بہادر خان و سید محمد مرصع و خنجر مرصع و اسپ تہیاق و زمین مطلقہ سرفراز گردید ۱۷۰۳ء بادشاہ شاہ  
۱۷۰۳ء رمضان کو بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع و اسپ خاصہ و قیل خاصہ معہ ساز و ظرائف کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہیں آئی اور مصاحبت ہو گئی مگر ساہوچی سے مقابلہ ہوا اور اس کے اکثر قلعہ جات  
 بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوچی بھاگ کر اور پارگانہ سے ہٹ کر چورہستہ کو پہنچا  
 وہاں کے پہاڑ جنگل کے درمیان میں تھا تو ان قطع کی محافظت بھی بہادر خان کے  
 ذمہ مقرر تھی جیسو قوت خان زمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر میں زیادہ تھا وہ  
 بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کو لاہور نے جمع کر کے بادشاہی لشکر کو  
 مغلوب کرنا چاہا اس وقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انہوں نے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی تلوار  
 جو ہر دھلے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مویشی ان کے ہاتھ آئے  
 ساہوچی مقابلہ میں آیا تین دن تک بان اندازی اور معرکہ آرائی رہی آخر کار مغلوب ہو کر  
 بھاگا جس وقت بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اس وقت غنیمت نے موقع پا کر بہادر خان  
 کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادر سے مقابلہ کیا کہ سب کو بھگا دیا  
 اس شان میں عادل شاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اس وقت قلعہ  
 جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان مع کار طلب خان کے متعین ہوئے مگر آخر کار  
 ساہوچی نے عاجز ہو کر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور بادشاہی ملازمت  
 کی درخواست کی اور مختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر و منصور ہو کر بہت سے قلعہ جات  
 لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضور سے مشرف ہوئے  
 ۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و سپ  
 عری خاص طویلہ کامع زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انجی  
 جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بست و خیم شہان بہادر خان پر حرمت خلعت اس عری از طویلہ نامہ ازین طلا بند پائی یافتہ بستم قنوج خدش بادشاہ شہان

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے اگر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب حکم گمر بستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہاں نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو مع چند امراء کے بھیجا بعد ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے مع چند امراء و برق انداز و سواران پلخ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کی طرف روانہ کیا جب قندہار میں صف آرائی ہوئی تو وہاں ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہاں بدشاہ کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دار الخلافت کو واپس آ رہا تھا جس نے باغ حسن بدل میں رونق افروز ہوا تو شہزادہ داراشکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمراہ کاب تھے یہ بھی بادشاہی حضور ی سے مشرف ہوئے۔

بعد ازاں شہزادہ مطابق تلخ شاہجہانی میں جب عبداللہ فیروز جنگ چنپٹ شہ  
بندیلہ کی گوشالی نہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

۱۵۰ و از آنجا کہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ چنپٹ سالہ قندہار کیان بدیلہ چنانچہ بایہ تو نہت نمود و بہادر خان مع و خشنونک  
مہم این خدمت بہ بندہ مفتون گرد و سہ ہزار سوار و منصب و کہ چارہ ہزاری چاہ ہزار سوار بود و اسہ سہ ہزار قندہار قلعہ فتح بندیلہ بعدہ او  
یا ز گزشتہ بادشاہ نامہ مخدومہ ۱۹۰ چنپٹ سنگہ ہمار سنگہ کے لہو نہیں تھا اسنے ایک لڑکا ہمار سنگہ کا سہی پر تیراج کو اسکا وارث  
فرار و کمر کلاہ و جہانسی من فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردہ زمین پر تیراج گرفتار ہو کر قلعہ کو الیا میں مقید ہوا اور  
چنپٹ سنگہ مع ہمار ہیونک مفروہ ہوا ۱۹۱ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ یہ جہاد کا واقعہ پیش آیا تھا۔

۱۵۱ سلطانہ رضائی زمر خدائست بہادر خان کا زہنگاہ خلافت بہ تنبیہ چنپٹ و دیگر مفسدان بدیلہ میں آشتہ بود و وقایع نکای  
کہ باد بود بسان حقایق جامع رسید کہ خان مذکور جنگ بری نمودہ گریہ انہوہ الا ان مقام ہیر قنصل رسانید و چنپٹ سبجانی  
ہائے ہر امان او بارہ ہر فرار شہزادہ بادشاہ نامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کی جائے چنانچہ حسب  
 خواہش ان کے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی ان کے ذمہ مقرر فرمائی اس وقت منجملہ  
 چار ہزار سواروں کے تین ہزار سوار دو سپہ سپہ کیے خانہ صوف بند لیکن  
 پہونچے انہوں نے وہاں جنگل کٹوایا اور ہزاروں دشمنوں کو قتل کیا اس امر کی اطلاع  
 شاہجہان کے دربار میں بھی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان میں پہونچی اور واقعہ کمال  
 نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی جمع ہوئے اور چنیت سنگا اور بجانی سنگا وغیرہ ایسے مفور ہوئے  
 ۴ شعبان سنہ ۱۰۷۵ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد  
 سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں جاؤ اور جگت سنگہ کی گوشمالی میں شریک  
 بادشاہ نامہ میں صرف ہندو مضمون ہو مگر باثر الامر میں اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ  
 لکھا ہوا ہے کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یہ بات شاہجہان  
 بادشاہ کے ذہن میں جانی کہ بندہ لیکنڈ کو روہیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت  
 کے خلاف ہے اسلیئے یہ وہاں سے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم میں  
 بہادر خان حسب حکم اسلام آباد عرف بند لیکنڈ سے روانہ ہوئے اور بمقام پٹھان  
 شاہزادہ کی خدمت میں پہونچے اس وقت ان کے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے  
 قلعہ منو اور نور پور جو کوہستان میں نہایت مستحکم بنے تھے اور وہاں کا راجہ جگت سنگہ جس نے  
 یہ کئی چند والی چنید کے باپ کو قتل کر کے مضامات چنید پر قبضہ کیا تھا بہادر خان  
 اسکے قلعہ کو بڑھے وہاں کے مفسدوں نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان  
 ۱۵ دھرم بہادر خان تیلواری اسلام آباد قلعہ واقع آن شقاوت گراخت یافت اما بغرض ملک شہر  
 وبادشاہ خاطر نشان کر دے کہ بند لیکنڈ دار و ملکندہ کردن ملاح ملکی نیست باثر الامر

دیو این گراتے جنگل کٹاتے ہوئے قلعہ مٹو کے قریب پہونچکے جگت سنگھ اپنی  
 پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر اباہادر خان نے اس محکم میں  
 انتہائے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے  
 اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کر دی پانچ روز تک  
 قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے پٹھانوں نے  
 فرط دلادری سے لاشوں کے پشتے لگا دیے اور انکی سیرمیاں  
 بنا کر مورچوں پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ میں  
 سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آئے آخر کار بہادر خان  
 نے قلعہ فتح کر لیا اور اسکے اندر گھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین  
 قلعہ ہمارا گدھ میں جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیج دیے تھے جب سنے یہ حال دیکھا  
 تو خود بھی وہ وہیں بھاگ گیا اسکے بعد نور پور کا قلعہ بھی خالی ہو گیا۔ جب  
 شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال  
 سنا تو چار ہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادر خان کو سر بلند کیا

۱۷۰۰ء میں جلتا و غیر ملو و شجاعت جلالت دادہ تر و نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت جہاں مذکور بجار فانی حصار اگشتہ  
 نرو باختہ بیور چال مقام میرید مندوران و ذہن قصہ افغان زما بنیان و بجار آمدن ماثر الامراسہ نورد جم محرم بہادر خان قلع  
 وقع کوہستانی میں شدہ بود و بادشاہ سلام سدہ سدہ رفت سستہ گشتند بادشاہانامہ ۲۹۱۔

۱۷۰۰ء میں باہر اسامع بشایر مجاہد رسید خاقان مالک شان بر منصب بہادر خان ہزاری ذات افزودہ و ہزار سواران  
 اود و اسپہ سپہ مقرہ فرمود اور بر منصب پنجہزاری چار ہزار سوار و سپہ سپہ نوازش فرمود ہر کارین محرم  
 بدستش بجار رسیدہ بود و ادرا بنوازشے خاص و غلیظے مخصوص سر بلند گردانید ۲۷۳ بادشاہانامہ

اور ایک ہزار سوار ان کے دو اسپہ سپہ کے گئے  
غزنک اب پنجزاری ذات اور چہار ہزار سوار دو اسپہ سپہ سے ممتاز کیے گئے  
اس فتح کے بعد شہزادہ مراد بخش اور بہادر خان حسب الحکم بادشاہ کی خدمت میں روانہ  
ہوئے اور وہاں سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ  
اسالت خان خانجہان کے تارہ گدھ کی فتح کو آئے یہ قلعہ پہاڑ پر حصہ کے قریب واقع  
تھا اسکے قلعہ میں کرنہیں صرف ہوئے نہایت سخت لڑائی ہوئی جلت سنگہ عاجز ہوا  
اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے  
سفارش کر کے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعہ تارہ گدھ کے مسما کر دینے کا حکم  
داد کیا چنانچہ حسب الحکم قلعہ مو اور نور پور کا حصار گرا دیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان  
تھا وہ کاٹ کر صاف کر دیا گیا یہ محرم سن ۸۵۷ کو بہادر خان معہ اسالت خان کے قلعہ  
کوہستان کی فتح سے فرصت کر کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

سن ۸۵۷ میں جبکہ شاہ ایران نے صوبہ قندہار پر لشکر کشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار  
رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجا کو نیشاپور میں  
بٹھنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو  
بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ  
پچاس ہزار سوار اور بیسار سامان لیکر محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان  
کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت خاصہ اور ایک  
لکھوڑا جو خاصہ کے طویلہ کا تھا معہ زرین طلائی کے مرحمت کیا

سلطہ بہادر خان راجہ خلعت خاصہ واسپ از طویلہ خاصہ بازرین مطلقا سزاوی بخشید بادشاہ نامہ ۲۵۴



بادشاہی لشکر بھی دریائے نیلاب کے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی زبیر شاہ عباس نے اکثر شراب اٹھا رہے روز بیمار پڑ کر ۱۲ صفر ۱۰۵۷ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان کو پہونچی تو اسے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلالیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو آخر دو سال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال میں تخت نشین کیا جو اس کے مقابلہ میں سلطنت پر چڑھائی کر ناموت سے بعید ہو غرض کہ یہ مہم اس طرح پر ختم ہو گئی ۲۱ رجب کو بہادر خان قندہار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے سلطنت میں بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوئے چونکہ اس وقت فصل بیج کی تیاری تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متفقہ حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہوا اسکا حساب کر کے انکی تنخواہ میں محسوب کر دیا جاوے ۱۰۵۷ھ میں امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلائے جائیں اور ملک کے لیے مقر کیے جائیں نذر محمد خان والی توران سے مستابلہ اور بلخ و بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین ہوا اس زمانہ میں نذر محمد خان نے موقع پا کر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی سے واپس گئے تھے شاہجہان کو ان سے اسکا عیوض بھی لینا مناسب تھا اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا سمرقند پای تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طریق کچھ ایسا ناقص تھا کہ ملک میں بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

بہادر خان و امالت خان و غیر ایتان از قندہار آمدہ دولت ملازمت از وقتند (۱۰۶۰) بادشاہ مظہر

بر مظلوم مسلمانوں کی اعانت و حمایت لازم آئی تو ران میں فتنہ اور فساد کے یہ اسباب  
 پیش آئے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے ہٹ گئے  
 ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجائے اپنے بھائی کے تو ران میں تخت نشین  
 ہوئے انھوں نے بخارا کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور حکمرانی میں مصروف ہوئے  
 اس زمانہ میں اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹوں نے نذر محمد خان کی اطاعت  
 کا خطبہ پڑھا مگر انھوں نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست درازی شروع  
 کی اسی قسم کی حرکتیں اسے سرزد ہوئیں اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہر چند کہ نذر محمد خان نے  
 اپنے بڑے بیٹے عبدالغفری خان کو متحدہ و غیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکند اور اسکے  
 محلات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظریے جو امام قلیخان کا تالیق اور با اثر سردار تھا  
 اسکو اپنے کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے رعہی ظہور میں آئی کہ رعایا  
 انکے قابو میں نہ آئی اندجان میں فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیاں شروع کیں نذر محمد خان  
 نے وہاں کی رعایا سے کھلا بھیجا کہ تم خود اپنی رائے سے کوئی حاکم انتخاب کر لو انھیں ایام میں  
 جہانگیر قراق نے لکھا کہ مجھے لشکر قلاق نے چڑھائی کی غرض کہ ہر طرف سے یورش کا بادل  
 اٹھ رہا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بنی اس لیے عمان حکومت انکے قبضہ اختیار سے  
 محکوم اور ملک میں ظالموں نے بدظمی برپا کر دی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی  
 پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے  
 ہاتھوں سے تنگ ہو کر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت میں بھیجا تھا  
 اس لیے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر  
 اس مهم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اچھا انتظام لشکر کا سابق میں بھی شاید نہوا ہو گا چار سو اشخاص صرف امر اور منصبدار تھے  
 تمام مسلمان سرداروں کی انہری جنہیں بڑے بڑے نامی حوا و میر  
 تھے بہادر خان کو عطا کیا گئی اور ہندو سرداروں کی سرگروہی ہمتہ قوم ہونیکو جو  
 راجہ تھلہ اس کے متعلق لگئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ چائیکا  
 حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۸۷ مطابق ۱۰ صبح میں شہزادہ روانہ  
 ہو گیا بہادر خان پشاور پہنچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت  
 خاصہ اور جہدھر مرصع معہ پھولکٹارہ اور ایک گھوڑا و ہاتھی خاصہ کا  
 اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دیکوی سے  
 مطمئن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ لاہور سے کابل کو  
 روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہنچ گیا اسی درمیان میں بہادر خان  
 بھی معہ اپنے لشکر کے مقام پنجگش سے کوچ کرتے ہوئے  
 کابل میں شہزادہ سے ملے جب شہزادہ پائے کتل کو پہنچا اور وہاں سے  
 بد نشان تک ایک تنگ و ناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار  
 امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کر کے اصالت خان کو بھیجے  
 تھے کہ سرازیر سے سرابا لاک جو برف کہ راستہ میں پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر  
 او دھر دین اور راستہ اتنا بنا دیں کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جائے اور باقی  
 برف کو کوٹ کر ایسا برابر کر دیں کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے میں وقت نہو مگر یہ کام

ملکہ و سرداری سلطان بہادر خان پشوالی رچونان راجہ تھلہ اس قدر کردیہ بادشاہناہ صفر ۱۰۸۷ و فری ہراول بہ چار صد ہفتاد کس  
 از امر و منصبداران کہ نہ بجز بہادر خانست راجہ تھلہ اس بادشاہ نامہ ۱۰۸۷ بہادر خان کا کہ پشاور و دولت خانہ و میر  
 مریم باجو لکٹارہ اس پشاور خانہ باہر قلعہ و قلعہ خاصہ و صوبہ اصالت خان فرشاوہ سرحد گردانید بادشاہ نامہ صفر ۱۰۸۷ بہ

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنانے کھٹنا مشکل تھی  
 دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام  
 اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے  
 لگا دیے اور کل لشکر اٹکا جس جگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے  
 اٹھا کر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس  
 تک دو گز چوڑا راستہ جہاں کہ جمید برف پڑا ہوا تھا بن سکا  
 مجاہدی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچایا اور مجاہدی الاول کو خسر و پسر نذر محمد خان  
 فرزند ان متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب میں مل گیا حسب حکم بادشاہ کے خسر  
 خلعت فاخرہ سبین باقی و گھوڑے و چپاس ہزار روپیہ نقد تھے سر فراز کیا گیا پھر وہاں  
 خسر و کابل پر چکر شاہ جہاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ جہاں نے شاہانیت  
 و الطاف سے شاد کام کر کے شش ہزاری منصب و چپاس ہزار روپیہ اور مرحمت کیا  
 اور خانہ دران بہادر نصرت جنگ کی حویلی میں اسکو بٹھرایا اور نہایت پر کھات سامان  
 معافی کی اسی اثنا میں شاہ جہاں نے نذر محمد خان کی توران کے نام میں مضمون کا نام رکھا  
 کہ آپ کے ملک میں باغیوں نے جو بد منی پھیلانی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر مع  
 شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپنی اعانت کرے اور نابینا یا باغیوں کو بد کردار کی نرا پہونچائے  
 شاہ جہاں کل بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلج و بارہ ویدیا جلائے اور ایک جبار لشکر  
 بدخشان میں رکھا جائے کہ ظالم باغیوں کی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

سلجوقی کارا زایا متشی نشو و بہان سپہر و تہذیب بہادر خان با اتفاق اصالت خان قاضی حارہ سپاہ خانہ و پسر شہنشاہ بن و کشتن  
 راہ و شہر لشکر باہر دست فرزند کے کو باقتدرہ برن راکندہ برن دست برکشاہزادہ میر فتحیدہ بدخشان سے بہادر خان تا ایک کروہ کہ  
 برف بسیار بود بعض دو گز راہ پیدا شد باثر ادر الخلس بادشاہ نامہ۔

یاد شاہی لشکر نے قلعہ کھرو حصار غوری قندز فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچ کر  
 نذر محمد خان الی تو ان نے چند ارکان دولت و سب جان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزند  
 شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں بھیجا اسے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سب کو  
 خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا  
 اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ  
 کرنے کا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہو کر حصار کے دروازہ کے قریب جا کر ٹھہر گیا  
 اور نذر محمد خان کو کمال بھیجا کہ آپ کی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف  
 لائیں تاکہ بعد میں حاضر ہوں نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ  
 اس بات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکا نہیں آئے اسوجہ سے وہ آزرہ خاطر فرار  
 کی طرف متوجہ ہوئے۔ ظہر کی وقت ایک ٹپکے جسمین چند لعل ٹپکے ہوئے تھے کمر سے باندھا اور ہاتھ  
 زرد اور جامہ پینا کچھ اشرفیان جو اہرات غیر اٹھلے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان و موقتلی محمد  
 اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کر کے بلخ مراد کو چلے گئے اور وہاں سے مفرور  
 ہو گئے تاکہ جان بلی کسیکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہی بلخ کی چار دیواری بلخ کو اس کے گرد  
 میں ہی لوگ دہراؤ بہر مسرورت تھے پشیر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے میرالام  
 کو مطلع کیا اور امیرالام نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خان کو نذر محمد خان

۱۔ شاہزادہ بہادر خان واصل خان و غیرہ راجات نذر محمد خان بخت نمودند اور ان شب تاریک قندز فتح و سیدہ کردہ زمین سر  
 رتکے کردہ و گردہ انڈیا قباب و ہزار چار دیواری قندز خبر رسید کہ وہ ہزار اربک باندہ نذر محمد خان فراہم آمدہ بود و بخت  
 دارا کر شہر طے مسافت نمایند بہادر خان از شنیدن این خبر باطلے کہ دشت حوت جانی نمود اسب ناخستہ تعاقب آن خصم پر بخت  
 از کجی بہت یافتند تاکہ نذر محمد خان مد غلامانی و قریب ہزار بارادہ ایران بغرض امداد عنان مطون دشت فرج یاد شاہی و دریاں  
 قندز و نذر یک باختر و زور سوآبادی سید اسب و شتر و گوسفند و خروارہ از بکان تاراج نمود و گویہ خداشت بہادر شاہ  
 بخت نمود و شہر و آفرین شہر نامو بہر بخت نمود و گویہ خانی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان و رائے لشکر کے شدت گزری میں پہر دن پہے سوار ہوئے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک جہان تک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تار میں سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ و غیرہ کی طے کی اٹلے راہ میں راستہ بھول گئے جب ان نکلا تو راستہ ملا شیرخان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر میں اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیک نام خان و رحیات خان تارین علاء خان جمال خان لوبانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتوں و سیدوں و امین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو مع اپنے ساتھیوں تکے بائیں جانب قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اور بک و لمان جو قریب بس ہزار کے شہر خان میں جمع ہوئے تھے اکثر بہادر خان کے آئین کی خبر سنکر اندوہ کی طرف بھاگ گئے نذر محمد خان شہر خان سے نکل کر اپنی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے لڑائی پر آمادہ ہوئے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑ کر نذر محمد خان کے پاس جونا تھر بہ کا بھیر جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شو بھی نہیں سنا تھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اندوہ بھاگ کئے اور انکے بہت سے لوگ قتل و قید ہوئے سجان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کی طرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بند و بست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نہ کرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب میں قصداً اغماض کیا یا ہمہ ہون  
کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر  
متوجہ نہ ہوئے اور اس فتح کی عرضداشت بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ  
کے حضور میں بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو  
خلعت خاصہ اور ایک ہزار سواروں کا اضافہ کر کے پنجہزاری ہی ذات  
اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد  
خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اسالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان عنایت  
خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوئے حیات خان لد علی تارین خان کو خلعت  
و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاوہ خان تارین کو خلعت منصب  
ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہاں و بخارا و نہ بلخ شاہجہان نے  
انکو بلوچی کا نام لکھا مگر وہ کچھ ایسے دہم مین مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہجہانی عنایت و  
تلخ بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دولہ کے عبدالرحمن بہرام اور تین  
لڑکیاں اور تین بیویاں تھیں یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ  
عادل رحیم مزاج ان سب کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق  
یہ شعر مشہور ہے: شدہ زنج و بدخشان نذر محمد خان پھر زرقبیلہ و الماک گذشتہ دران

۱۰۰۰ روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفر ۱۰۰۰ ہا و شاہنامہ  
۱۰۰۰ روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفر ۱۰۰۰ ہا و شاہنامہ  
۱۰۰۰ روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفر ۱۰۰۰ ہا و شاہنامہ





نے کیا کرنا و بدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم پر خوردار کو دیا جائیگا اب کہ  
خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایا نے  
مظلوم و شکستہ کی نسلی ظہور میں تنگی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہیں نہ جا بجا تھانہ بٹھلائی گئی  
ہیں ایسی حالتیں اس راہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دشمنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے  
ہماری قوم چغتائی جسکی عرصہ راز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم میں  
آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آئیے نہایت رنجیدہ ہو جلیکے مناسب ہے  
کہ کچھ دنوں بانٹش کا میا بی کیسا تھو قیام کر کے ملک کی آبادی اور رعایا سے تم دیدہ  
کی دجوئی کی طرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز فہمائش  
کے کچھ مرا بخش کے دلیر اثر نہوا اور وہ کیبارگی سب نظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر  
وہاں سے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روبرو  
آئیے منع کر دیا اور منصب جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و خطات  
بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ میں خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے  
روزنامہ پید بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۵ میں یہ فقرہ لکھایا ہے بہادر خان کہ بجا ست و  
حمیت اقصاف دار دوسر دار جمعیت دار است۔

غزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کی گئی  
گویا دیوانی کی خدمت لنگے زیر انتظام مقرر کی گئی اور ان جملہ احکام کے جاری کرنے کے لیے

ملک واد بخش پھر جہادیر و کمر جائیگی مانت کی گئی اور شہر میں آنا بند کیا گیا اور پشاو میں بینکی اجازت دی گئی ایک مدت تک  
یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شہر کے جب آوا سنے بھائی کی خطا باپ سے معاف کر دی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پشاو سے مرا بخش آیا  
اور شاہجہان کے حضور میں ایک ہزار مہر گز رانی اور ۱۴۰۰ قعدہ چھ بولے وہ آدھ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر مقرر ہوا

علامہ سعد اللہ خان زیر عظمیٰ کو بلج بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ  
ایک تلواریں مع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان  
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لایق بادشاہ کی زبان  
سے جس امر کے حق میں نکلے سائیکل و مایہ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور  
خانی خان وغیرہ سے بیان نقل کیا جاتا ہے و خدیو دو وین بہ مدار المہام  
علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ بلج را بہ بہادر خان  
و استیصال ہل و فساد بہ بہادر خان کنہ کماست و حمیت  
اتصاف و ارد و سردار جمیعت و اہست مقرر ساز و صفحہ (۵۶۰) بادشاہ  
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اسرار کے ساتھ بہادر خان  
سے کتنا کہ تم اور اصالت خان بہ دوسرے صاحب اثر شہر و شکر کے اتفاق لھنا  
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایا کے مظلوم کی نبر گیری کرتے رہنا۔  
غرض کہ حسب حکم سعد اللہ خان گیارہ روز میں بلج پہنچے اور وہاں جا کر کل انتظامات  
حسب ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری بلج کی بہادر خان  
کے سپرد کی اور بالیس و زنجین رہ کرہ شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۱۔ و بہادر خان را بار سال ششمر مع محبوب علّامی عز افتخار خشیہ صفحہ ۵۶۴ بادشاہنامہ

۲۔ و بہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری بلج فرمودہ و اتفاق ایقان شروع در آنگان مہات و حارسان قلاع و  
تعمادہ اراکین اعجاز مقاصد آستانہ و بادشاہنامہ صفحہ مذکورہ بالا۔

۳۔ و سعد اللہ خان شاہجہان ایمان و کربہا و خان اودزی را بر فاقہ ہر کہ مناسبانہ تادیب سرکشان خواست مالکدارانی اصالت لھنا  
را پر دست نہایت بلج مستقل ساختہ کیا لھذا بان مارشاد نماید کہ نظر فرما ہم آوردن بل و جمیعت فراغ خاطر غنودہ ہر دوسرے صاحب اثر  
باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمود و را با و ساختن ملک یران و گرد آو ری رعایا کے سوختہ مالکدار و ہر دست حال تجارت  
و دیگر اہل حرفہ و تمام کشتہا کو شیعہ و از انجان غارت پر دازد و بادشاہان مردم آزار دہ و پرنیز ایا رفت جانی و مالی قربان ہوسد

پچاس لاکھ روپیہ بہادر خان کو ملکی ضرورتوں کے لیے شاہجہان بادشاہ نے بائیں تفصیل میں بھیجا کہ سید فیروزہ خانبہان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ تحشیر کی راہ سن پھونچا آیا اور بعد ازاں پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیان جنگی تعداد پچیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۲ رجب کو خاص سبیل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سیب کے ہاتھ بادشاہ نے بہادر خان کو بھیجا اسکے بعد ۶ شعبان کو ایک وگھوڑا طویلہ خاصہ محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادر خان کو بیچ بھیجوا یا ۱۸ شعبان کو مبلغ دس لاکھ روپیہ بہادر خان کو اور بادشاہ نے بھیجوائے اور وہ اس انتظام سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور ہوشدار پیر روپیہ کابل لیجا کر میر الامرا کے سپرد کرین اور امیر الامرا اپنے آدمیوں کے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعہ انغوری کو پہونچالے اور وہ بہادر خان کو روانہ کرے اور بہادر خان جس طرح مناسب خرچ کریں۔

۱۵۰۰ ماقول ابعایت اس پر ہر افراتہ حکم فرمودہ کہ مبلغ پانزدہ لاکھ بیڑہ تیار فرمائی کہ مجموعہ بست و پنج لاکھ بیڑہ بادشاہ بیگ خان قلعہ انغوری رسائیہ برگردہ بہادر خان و اصالت خان فرمان شد کہ آئرا مصوب جسے برلج طلبیہ بابست و پنج لاکھ روپیہ کہ سابقا سید فیروز بردہ بود و ہمہ پنجاہ لک روپیہ میشود و وجہ علوفہ لشکر و دیگر ضروریات صرف نمایند صفحہ ۱۰۰۰ بادشاہنامہ

۱۵۰۰ بست و پنج رجب تہ سبیل طویلہ خاصہ یاقوتی بہادر خان رستم خان اصالت خان مصوب شیر مرد خواجہ سید انائی بلخ معین شد ہوا سال ۹۷۰ ہ بادشاہنامہ ۱۵۰۰ مصوب محمد محسن بہادر خان اصالت خان و اسب طویلہ خاصہ باسب طولا ارسال شد ۱۵۰۰ دین تاریخ خزانہ کہ از دار السلطنت لاہور طلب شدہ بود و از انجملہ آن مبلغ دہ لک روپیہ مصوب میر خلیل سال ۱۰۰۰ قری سار تا بہادر خان اصالت خان جمیع افرستادہ از غوری برلج طلب نمایند بادشاہنامہ ۱۰۰۰

## حالات محاربات بلخ بزمانہ صوبہ اری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریائے جیون سے اتر کر کلیفت کے راستہ میں جمع ہوئے ہیں و فساد پر آمادہ ہیں تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہنچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر لائے تھے وہ بھی پھین لیے اور انکے دریافت حال و ستیصال کی فکر میں تین دن مومن آباد میں قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا میں دوسری خبر یہ آئی کہ دس ہزار باغی قبادیان کی راہ سے اگر نواح بلخ میں لوٹ مار کر رہے ہیں بہادر خان سینکر یکبارگی انکے سرو پیر پہنچے مگر وہ باغی انکے آئنی و ہتھیار بھاگ گئے اسکے بعد ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطفان و رقاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی تھوڑی فوج لیکر چار و نظرت پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی بہادر خان کے پاس آ رہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اس بات کا حکم دیا کہ چند اپنے رفقا مثل راجہ جیرام و گوپال سنگھ و راسے تلو کچند و جگر رام و خوشحال بیگ قاضی نظاما بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریائے جیون تک گئے باغی کو شمر سے نکلے اسوقت نیکلام خان ہراول فوج تھے وہ مع اپنے بھتیجے عنایت خان کے نہایت تیزی سے بڑھ کر مقابل ہوئے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلواری لڑائی ہوئی بہت باغی قتل و قید ہوئے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ میں کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آ رہے تھے اثناے راہ

میں معلوم ہوا کہ امان بیگ مال بوٹے ہوئے موضع خلم میں گئے ہیں اور وہاں خزانہ کے لوٹنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بحیریت پہنچ گیا مگر چند روزانہ ڈاکوؤں کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس فلاح میں ٹھہر گئے اور پھر ۱۱ رمضان کو بلخ میں داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ و آتش قلاق کچھ روسا نواح چکچکو اور مہمینہ کے لائے اور بلخ میں انھوں نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفدار سی ظاہر کی بہادر خان نے ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کی طرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کے ساتھ ہزار شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلاق کو تیس ہزار شاہی انعام میں دیے اور امان بیگ جو مرد فہیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتائے سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصد سی سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلاق جو استقلال و وضعدار سی میں معمولی شخص تھا اسکے لیے ہشتصد سی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ کو حسب التماس محالات مہمینہ اور قلعہ چکچکو و غرجستان فار یا ب خیراب جاگیر میں دیے آتش قلاق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے قبیلوں کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ مہمینہ و شیرخان اسکے متعلقین کے رہنے کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیر خواہی دیکھ کر بہادر خان اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر امان بیگ کو خطاب قبا قحانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانوں کا پھیلی رات کو اگر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے یہ سن کر دو ہزار سوار اپنے چچا نیکانام خان کو دیکر معہ چند سرداروں کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہاں پہونچکر ان مفسدون کو بھٹکا دیا۔

۲۵ محرم کو المان کی جاعت نیلگون کے راستہ سے شیرخان کے قریب ہوتی ہوئی پل کی طرف گئی بہادر خان کو جیت خبر پہونچی تو انھوں نے اپنے چا نیکنام خان کو دو ہزار سوار دیے اور معہ چند سرداروں کے روانہ کیا ڈاکو نواح شہرم و سرپل کو غارت کر کے اونٹ لگھوڑے گلے بکریاں بہت سی لیے ہوئے دریائے جیون کی طرف جا رہے تھے آدھی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جو انہر دوڑ کر ان کے سر پر پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھلے کے انکا چھپا آخر دن تک کیا گیا اور جو انکے پاس مویشی تھے سب جھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہیں قیام کیا پہر رات کئے پانچ چھ ہزار سوار ناگانی طور پر آگئے اور انھوں نے حملہ کیا اور ہر ایک بھی مقابلہ کیا گیا مار ڈھاڑ کی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ میں بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوئے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت سے جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی میں بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنوں کے مقتولین کچھ سرے سے اوزباک سرداروں کے مثل نظرینک وغیرہ کے بھی نکلے آخر کار بادشاہی لشکر فہمیدہ۔ ایک بار جب ازبکوں نے بہت بڑا هجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ سوار لگھوڑوں کی زمین سے نہ اتر سکے اور دونوں طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوئے

۱۵ تاسہ روز تیر ہزار گرم بود کا از پشت زین وزین زاسپ جدا کر دند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدند و قریب بود کہ ابہ او کر سین کچھ ابہ بدست سواران صفائی بعد لغز خان ستگیر کرد و زمین ضمن فوج بہادر خان ہر گناک سید المانان و بفرار آوردند و تاجریافتن بہادر خان خود بحوالی لچرسانیدہ دو شتر و گوسفند بیٹھا بدست آورد کارزار صوبہ روم و دار المانان رو بفرار آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنائم بسیار بدست آورد۔ خانی خان

قریب تھا کہ راجہ اوگر سین کو ابہ عبد الغفر خان کے المان سواروں کے ہاتھ گرفتار ہو جاتا مگر اس عرصہ میں بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچائی اور المان بھاگ گئے بلج کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۲۔ بیج الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک حق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبد الغفر خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کی طرف گئے ہیں اور انکا قصد ہے کہ درہ کڑ اور شادیان کے چرگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لیں بہادر خان یہ خبر سن کر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوئے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ ابکی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایک بار بجوان موزیوں کی تنبیہ کی اجابت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ پارسنگہ و راجہ جیرام و محمد خان جمال خان لوہانی اور محمد حسن لد حاجی منصور اور دیگر جو انمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدوں کے سر و پیر پہونچے ڈاکو ان حدود کے مویشی ہونے ہوئے جلتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا پھین لیا آخر کار باغی بھلگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب ات ہو کئی تو دودھ و کتر سے اترے تمام دن درہ چلتے بکتر وغیرہ پہنے پہنے سے لباس و بدن تر ہو گیا تھا اسوقت انھوں نے نماز مغرب عشا کے وضو کیلئے اپنا چلتہ اتارا اور برہنہ ہو گئے سرد ہوا بدن میں لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے وہابی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سواروں کے خیرالمان و فولاوسراے و مراد قرغوزخیر  
عبدالغفرخان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پیشتر ایک ہزار سواروں کا ہر ہوئے  
باقی چھپکارا دھراو دھرمیج رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے  
ان ایکنز کا مقابلہ کیا وہ ہتھ گئے اور یہ پیچھے بڑھتے گئے ناگاہ گھائی سے وہ  
مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ  
کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سید سادات  
پسر سید صدر خان بخاری دہلول خان براؤ شمشیر خان و چند منصبدار دیکر معہ اپنی  
جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوئے جب ان آخر ہو گیا اور  
تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اس لیے باقی جو افراد وین نے لڑتے اور ہتھ ہوئے تھانہ  
تک اپنے آپکو پیونچایا اور تھانہ کے آس پاس بند و قیو کو ٹھجلا یا مخالفین نے تھانہ کو حالت  
مین لیلیا و روز تک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والوں نے بسر کیے۔

۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہونچی انھوں نے اسی لیے اصالت خان کو درہ کرب سے  
اصالت خان کا اصلی نام میر عبدالمادی ہے مستبد جگوش شاہ جہان نے انکو اصالت خان کی حالت بنات کیا تھا  
یہ میریان یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جٹیاہ عباس صفوی فرمانرواے ایران کا مدد منگھو ہوا تو وہ اپنی بیٹا  
لیکھنڈہ و شان بھلے کے دیورنگ بڑے بمائی غلیل اللہ خان ملاقین رہ گئے جب یہ میریان بادشاہ جہانگیر کے حضور میں  
حاضر ہوئے تو مستبد جگوش میں جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکو کو شاہ ایران سے ملا کیا اور شاہ ایران نے  
اکمال و مستکان ہرد کو ہندوستان و اندکرو بادشاہ میں جب میں لدو کے ساتھ اصالت خان ماہ لٹا کی کہ شمالی ہند  
ہیں تو وہ ان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ نہ کا اور ایک ہاتھ جلا گیا تھا  
اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مابرت خان سپہ سالار جو کج خلقی میں مشہور تھا اسنے اپنا نائب  
بھین کیا ایسے بزمراں شخص کے ساتھ نہایت خوشنوی سے نباہ کرنا بھین کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صوبہ  
مقرر ہوئے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان و بہادر شاہ کا تہذیب و راجہ چاہا



نہایت کر کے بلایا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کر کے خود معہ بہادر و نکلے اُدھر کارخ  
کیا غنیمت نہ بہادر خان کے آئینکی خبر سنکر یہ جو اسی سے فرار کیا خان موصوف نے خان آباد  
کے تھانہ میں ان مفرورون کے دریافت حال کے لئے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ  
کلیف کی طرف چلے گئے اور کچھ بگستان چل گیا نہایت اور ایک جماعت علی غفل کے  
پیشہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اس طرف کل مجمع معہ نوشی لب چاک اور حق نظر  
مینا کے دوبارہ جا کر درہ کر کے حدود کو ٹوٹیں بہادر خان نے بارود و بان و دیگر  
سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیگر خان آباد کے تھانہ سے کوچ کیا اور قریب درہ کر  
اور کوہ مال و مول کے جا کر خمیہ زن ہوئے دشمن بہادر خان کے آئینکی خبر سنکر بھاگ  
گئے اسکے بعد بہادر خان نے سرل اور امام بکری میں قیام کیا اور ہر طرف خبر و نگر  
دوڑایا اس اثنائیں خبر آئی کہ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ کو اصالت خان نے ہتھیال  
کیا اس حادثہ کو سنکر بہادر خان نے رام سنگھ راٹھور اور عجب سنگھ کو ابھار کر بھیجا  
کہ وہ جا کر معہ محکم سنگھ کے قلعہ بلنج کی حفاظت کریں اور سرحد کی فکرائی

بقیہ فیہ ما قبل ولی ہوا و قلعہ مارا گئے کی بیاد ہی انھوں نے ساتھ ساتھ کی جو عشتانہ میں چائے پانی سے انکو باریا اور سی  
مضرب ہفتہ عیار کرکین جنہیں پالیس جس کی عمر میں ۲۲ صفر کو اصالت خان نے ہتھیال کیا شاہ جہان و شاہ نے انکے مرنکی  
خبر سن کر توبہ و س کر کے کمال گریہ و اندوہ و زندقہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا۔ بہت کچھ عہدہ میں ترقی پانہایت دی مروت  
صاحب عیا انسان تھے عیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کفر فحش کسی کو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہنچے  
تھے اس مہم فیہ میں ہزاری منصب کا شاہ جہان نے اضافہ کر کے پنجہزاری ذات چار ہزار سو کر فرمایا تھا۔ وہ بادشاہ  
شجاعت و تدبیر و دونوں جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میٹھوی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جانگاہ کی خبر  
آئی تو اس نے ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اور گائے یب خود لکے ٹھہر پریم قزیت کیا اور بہت  
کچھ فہمائش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہ ہوئے۔ اصالت خان کے بیٹوں میں سلطان حسین و مختار خان۔  
ملک خان بہادر الدین محمد ابراہیم نہایت لایق شخص ہوئے تھے۔

شیخ فرید الدولہ ولد تپال دین خان کو کہہ کے متعلق کی۔ اس دوران میں مخبروں نے خبر پہنچائی کہ باغی المان دریائے جیون سے اتر آئے ہیں اور عبدالعزیز خان الی تو ان قزاقی سے روانہ ہو کر اس طرف معہ فوج کے آ رہے ہیں اور بیگ و غلی کو ہٹے اور بکٹ المان و کراہہ پہنچ دیا ہے بہادر خان نے یہ سن کر اس طرف سے باگ پھیری اور لُج سے ایک کوس کے فاصلہ پر جا کر گزر کلیف کی طرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ او غلی معاہدے بڑے ہنگامہ کے دریائے جیون سے اتر کر اس طرف آئے تو اُس کے ساتھ میں ایک ایسا معرکہ کروں جس کا کہ آئندہ زمانہ بھی ذکر باقی رہے اور قدیم و قنوں کی لڑائیاں بھول جائیں بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۶۵۷ میں تحریر کیے ہیں اسکی نقل بیان پر خالی از ہجسی نہیں (و بہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ او غلی یا گران حشرے کہ با او نشان میدہند از آب گذشتہ باین صوبہ بیاہ نبردے کہ در قرون آئندہ باز گویند و عروب گذشتہ را فراموش کنند بروے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبدالعزیز خان ابن نذر محمد خان کے لشکر کشی کی عرضداشت شاہجان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجان نے یہ کیفیت سنی تو اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا ہوا تھا کہ  
 کو شہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۱۵ صفر کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام  
 کر کے سہ ماہی پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۸ مئی  
 کو کابل میں داخل ہوا اور یہاں بھی تین روز قیام کیا بعد بلخ و بدخشان کی طرف  
 رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک کوس  
 کے فاصلہ پر بلخ سے لڑانی کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے کہ شہزادہ اور ننگ زب  
 سلج بنادی الثانی کو نواح بلخ میں پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھ کر نذر محمد خان  
 کے محل کے کنارہ شہزادہ اور ننگ زب سے ملازمت حاصل  
 کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان  
 کی اسی زمانہ میں نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے واپس ہو کر توران کے خد  
 ین آچکے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر میں تھے مگر جب ان سے قلعہ کشانی  
 نہو کی بوسیہ پھر اغ میں جا کر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ میں بہادر خان  
 نہیں ہیں دار السلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہیں تو ان کے مشیروں نے مشورہ دیا  
 کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کالینا ہی مشکل ہے اور  
 اس سے زیادہ اسکا ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سن کر غرہ جمادی الاول کو بلخ میں پہونچا مگر شہر میں نہ آیا شہزادہ  
 اور ننگ زب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے  
 روز شہر میں گیا خواجہ عبدالغفار ابن خواجہ صلح اور خواجہ عبدالولی جو خواجہ محمد پارس  
 کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبدالعزیز خان انھیں خواجہ عبدالغفار کا

میرہ تھا انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ میں مشغول رہا اسکے بعد لشکر آہستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کر کے اونکو تمام لشکر کا مفت مدتہ بحیش کیا اور امیر الامرا کو اپنے واسطے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائیں طرف مقرر کر کے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۱۔ بہادری الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تھوڑا آباد و فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے هجوم کیا مگر وہ آگے نہیں بڑھتی تھی جو اس کی طرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان مع اپنے رفقاء کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوئے اور غنجان کی طرف سے امیر الامرا نے هجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سنا کہ امیر الامرا کی طرف دشمن کا بہت لشکر چمک پڑا تو اُس نے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشاہ وغیرہ میں ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں سرگرم ہے کہ اوزبکوں نے اطراف لشکر کو حلقہ بن لیا پسند رہ ہزار سواروں نے قلب لشکر کی طرف جا کر پیچہ شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی دس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہر چند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

۲۔ بعد ازیں اندیشاں چنین مقرر شد کہ فوج قول بوم و نصیب آموہا و شاہزادہ کامگار و ہتھکرا و بابہ و بہادر خان با تمام

سپاہی کہ ہمراہ اور بلخ کو ویرا ول باشد باد شاہنامہ ۶۸۷

۳۔ امیر الامرا و بہادر خان براہ افتادہ ہر طرف فوج از کبیہ نمودار و تاہر و ارشدین بہادر خان امیر الامرا جو حق نظر لشکر تاختہ حلقہ واریان گرفتہ القصدہ پانزہ ہزار سوار و یک سو بارہ و خاصان ساندہ شوخی از مد گندہ اندید و بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستمہ بہادری کی کہ تمام لشکرین شہرت ہو گئی جس وقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے تو بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھوں نے اتنا سے عجب سے اپنے روبرو جو غنیم کا لشکر تھا اسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک کو پہنچے اور پھر اسکو مدد دیکر ازبکوں کو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جس پر تمام سادات و راجپوتوں نے بہادر خان کی لاجواب بہادری تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ میں ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ میں چار پڑے تھے شہزادہ بنے چاہا کہ انکو بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہائی ہوا فردی سے پڑے رہنے پر راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آئے تھے انکی طرف سے بھی تو پچانہ لگایا گیا تھا ہر بار دو تین ہزار سوار اور بکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے اور ہر

بقیہ صفحہ ۳۰ گرم کارزار گشت از بکان پیش از نو بہار شہرستان مغلہ شوق قیامت عیان بگردون نامہ فرغانہ چسپا ہی و شہر جو شان بھنگ چہرہ گز بائید او جنگ چہ جنگ تنگ بستہ سیان بگردون در گرد و گران چہرہ چلی مروان خان دوران روز و اور موافقی داد لاکن بہادر خان با دست فرو رفتن دوران شیخون نور احمد علی مروان خان رسانیدہ اذان میں خانی داد کہ ہمہ سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند شاہنشاہ نارقہ صفحہ ۳۱

بہادر خان بہادر امیر الامرا بر افغان و سعید خان راجرا افغانوہ توجہ مقابلت العیرمان گردید بہادر خان با انکوہ ہر عظیم و پکار غریب و نوہر چہ کہ علی مروان خان ان دوران مروافقی داد و با وہ فرو زلفرا انظر بہادر خان نور ابرق کردار رساندہ ہران گرد و زہ باعث اسیدان بہادر خان گردید و افغان پھا دل شیر برد و در ستار نمودہ پیش منہ بر لے فوج از بکان استقامت و در زید صفحہ ۳۲ خانی خان -

بادشاہی لشکر کے ہوا تو وہ بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غیہ مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاک سے آکر مقابلہ کرتے جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنوں کو ایک گے رکھ لیا اور توپ و بندوق کی بارڈھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور بہت سے زخمی کیے امیر الامرا نے بھی کمک والوں کی مدد سے دشمنوں کو متفرق کیا ہر ایک حملہ میں دشمن ناکامی سے منہ پھرتے تھے بادشاہی لشکر قتل و قتل کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہونچ گیا اور اسکا سامان و چوپاے پھینک کر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آ گیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف کے مابین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نوے تھے انہوں نے اپنے بخشی صادق بیگ اور جان خان ملازم کو چار سو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمہارے پاس آجائیں تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک ان جواہر کے پاس آئے اور یہ اس فمائش کو فراموش کر کے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ اکر سے انکو ہٹا لیا اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہو گئے تو ازبک گھائی سے کلکر اپنر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے لطف اللہ خان و خانہ زاد خان اپنے بیٹوں کو کچھ فوج دیکر ان احمقوں کی مدد کو بھیجا ان ہردو بھائیوں نے پہونچ کر خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفوں کی جماعت کو متفرق کر دیا مگر وہ ظالم ایک بولار کی پناہ میں آکر تیر و کامینہ برساتے لگے اور یہاں پہونچ کر بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر ملج کا موجود تھا اور تو پناہ بھی اُنکے پاس تھا

مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہو کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنوں نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منہ پھیر کر سعید خان کی طرف رخ کیا جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جو انہر دون نے بھی غوب جان توڑے حملے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتیٰ کہ بہت سے اشخاص کام آئے سعید خان نے جب حال دیکھا تو باوجود علالت و ناتوانی کے خود سوار ہوئے اور اپنی جماعت لیکر شیر کی طرح اُن رو بہاہ خصما کو نہر چھٹے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بہت ناس چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنوں کا کام تمام کیا آخر کار نوزخم کہا کر گئے اور انکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھی میں جانا رہا اور سعید خان بہادر زین سے زین پر گر پڑے لطف اللہ خان انکے فرزند

۱۵۔ سعید خان از شہید نمی گردیدن پسران جان چشم او تاریک نمود با کمال شہادت چون شیر غران خود را بہ در پیران کرکباک پر آمدہ بودند با ہر سیدہ استمداد از ہر نمودند رسیدہ مقابلہ از بجان پرداخت و چون اطراف پسران آن داشتند چند نفر بہرست خود از ضرب شمشیر جانستان از پا در آورد و در خیال پلے اسب سعید خان سکنہ ری خورد و از زین جدا شدت در ان حال زخمی ہوا پیادہ بہ رسیدند و با وصفت رسیدن زخمی ہوا سے کاری وضعت عارضہ جسمانی باز برخاستہ کا پیرانہ جرح کہ جسمانی کاری وضعت بدو رسانیدہ بودند با تمام رسانیدند شاہنشاہ نامہ ۲۵۱۔

۱۶۔ سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمد بیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور کے عہد سے امراتے تھے جنکی دس پشتیں گزری تھیں یہ جماعت اور من تدبیر و لون باتوں میں یتلے دفنگا تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے خاجان بودی کے اغوا سے جب کمال خان رو بہلے افغانستان میں شورش برپا کی تو انہوں اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور نہ تیغ کر کے پلے کو س بھگتے لیکے۔ اور جب وقت میں کابل کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلہ ساز کا بھی ٹھنڈا کیا اور سرگروہ افغانوں کو لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر ہزاری منصب اور نوادش شاہاد سے سرفراز ہوئے سندھ میں صوبہ دار لاہور اور سندھ میں صوبہ دار قندہار کیے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منظم کیا گیا ستہرین انہوں نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کر کے ملتان میں شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوا اور جہی منصب ہفت ہزاری پر پہنچے۔ جنگ ہفت روزہ ازبک میں اور رنگ زیب کے ہمراہ ہمسکا قندہار پر گریز کیا گیا ہے زخمی ہوئے اور اچھے ہو کر حسب حکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بہت کچھ تسلی اور احسانانہ فرمودہ

نہایت جو انفرادی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر اگھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچائی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کی طرف بڑھے اس عرصہ میں بہادر خان اپنے دشمنوں کو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آ رہے تھے انہوں نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھریا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال و قتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فہمندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھا موضع پشالی جو آقچہ کے متصل ہے وہاں ازبکوں نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادروں نے او دھرتو تہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائیں بائیں حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھیجی تاکہ بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل شاد کام فرمائے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک کھروہ سو کے بیٹے کے ہاتھ لگا دیا گیا اسلئے کہ وہاں کے متعلقین کیساتھ کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر ملنا سنا تھا اور وہاں سے حضرت جناب ناسی میں لائی انکے بانیس بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا باوجود ناسیست دولتمند رہے انکے فرزندوں میں عبداللہ خان فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنہیں پھن دو ہزاری منصب تک پہونچے۔



بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیوں کے نہایت بہادری سے  
 اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوئے آخر کار مخالف  
 میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا میں بیگلا و علی بادشاہی لشکر کے  
 برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوئے لوگوں کو واپس لایا اور اوکو ہراول فوج کے  
 مقابلہ میں رو برو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا  
 اور اسکے ہمراہیوں نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی ملک کو آگیا جب  
 اس مرتبہ بھی ازبکوں نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ میں لیکر چاروں طرف  
 سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمین میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ قلی محمد اور بیگلا علی  
 معہ دیگر ازبکوں کے علی آباد کی طرف گئے اور سجان قلی معروف بہ قلغان معالیک لشکر کے  
 آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ میں فساد برپا کرے اسلئے شاہزادہ نے اس طرف سے  
 بلخ کی جانب رخ کیا علی آباد میں پہلے ازبکوں نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے  
 جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنوں نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر  
 بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤں کے سر پر  
 پہنچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال  
 و قتال کا بازار گرم رہا شام کی وقت لشکر نے پڑاؤ کی طرف رخ کیا اسیدن سجان قلی بڑے  
 ہجوم سے اگر اپنی فوج میں شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبدالعزیز خان والی توران جو اپنے والد  
 نذر محمد خان کی طرف سے پشتہ حکومت پاچکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے  
 ساتھ آیا اور پلنگنوش سے مل گیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چند اول کیا یعنی فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت سرداری ان کے متعلق کی اور تھکا  
زور شور کے ساتھ مقابلہ و مجاہدہ کیا۔

۱۴۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے  
جنبش کی اس روز تین فوجیں غنیم کی مقابلہ میں آئیں۔ عبدالغفر خان و سجان قلی بیگ  
اوغلی نے اپنی اپنی فوجوں سے حملہ کیا امیر الامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیر الامرا  
نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبدالغفر خان کی فوج کے سپرد کھڑے گئے۔

۱۵۔ جمادی الاول روز چار شنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اس روز نیک نام خان اور  
ان کے دیگر ساتھیوں نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶۔ جمادی الاول روز پچھلے کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالغفر خان  
والی توران کی طرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اور نگ زیب سے عرض کرنا  
ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کی جانب سے  
میرک شاہ جو امام قلی خان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالغفر خان کہتے ہیں کہ ہم نے سنا  
ہے کہ علحضرت شاہجان بادشاہ کا ارادہ ہے کہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کر لیا جائے  
اگر یہ خیال صحیح ہے تو انکا فرزند سجان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اس کے جواب میں  
کہلا بھیجا کہ میں یہ امر لکھ کر دریافت کروں گا جو کچھ علحضرت حکم دینگے اس پر عمل کیا جائیگا  
اب اس کے بعد پلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۷۔ جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح میں آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی  
نہیں ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ مگر جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ چھ ہزار غنیمت کے لوگ سپین مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر کے بھی کام آئے اس جنگ میں قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا اس جنگ میں کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھیں اول یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا بلا بند و بست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خان کو تعاقب کر کے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جا کر ٹھہرنا اگر شہر کے قریب رہ کر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آئینی ضرورت نہ پڑتی اور سامان غیر ضروری شہر میں چھوڑ کر عبد العزیز خان کے مفروز ہونے کے بعد چہریدہ طور پر تعاقب کرنے میں آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا انظرابی میں ریائے گئے کے وقت دُوب جاتے اور تمام ملک ماوراء النہر کا فتح ہو جاتا چار کرور روپے اس مہم میں صرف ہوئے اور کچھ حاصل نہیں ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ میں وہاں کا خرچ زیادہ تھا سلیبے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے کیا جب نذر محمد خان بلخ کی طرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کی طرف سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اس وقت نذر محمد خان نے بجائے اپنے بھتیجے قائم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلہ جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خان کو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان بادشاہ کے حکم سے انکو بخش دیا اور وہاں سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا دوران حکومت میں شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ نہایت عدالت و فیاضی سے برتاؤ کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے ہمان رکھا اور خلعت عنایت کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ اور بک قہر لباس کو گون کی نہ ہی مخالفت سے امیر الامرا کو وہاں کی صورت داری نہ دی اور بجائے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا اور امیر الامرا کو علیحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر بلخ سے کوچ کیا تو تمام شکر کی

۱۵ امیر الامرا کا نام علی مروان خان تھا یہ گنج یلخان کرو کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصب دار وین تھے جہانگیر کے زمانہ میں قلعہ قندھار ۳۵ روز میں جب بہادر خان سے لیلیا گیا تو وہاں سے حکم کیے گئے تھے مگر وہاں کے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مروان خان قلعہ قندھار ہوئے جب یہ شاہ ایران سے ناصت ہو کر ہندوستان کے اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب حکم سعید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور میں یہ شاہجہان بادشاہ کی حضور سے مشرف ہوئے۔ چچ ہزاری ذات و چچ ہزار سوار و علم و فنکار اور حلی ہتھیار و در کی نہیں بچا ہوئی اور اس شخص اسکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور نامواخت ابہو اکھیا سے علی مروان خان کو ہمہ کیشمیر کی حکومت دی گئی۔ مگر چند عین جب یہ دار الخلافہ میں حاضر ہوئے تو بہت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب خلعت سے سرفراز ہوئے اور بعد تبدیلی سعید خان کے کابل کی صوبہ داری پر فہرہ کیے گئے۔ سلسلہ میں انکو بمقام اکبر آباد امیر الامرا کا خطاب و رایک کرو دام اور عہدہ دار خان کی حویلی کہ اس سے عالی شان کوئی عمارت امر کی نہ تھی مگر محنت کی گئی بعد ازاں کابل کو رخصت کیے گئے۔ سلسلہ میں بلخ و بدخشان کی ہمہ میں بین و اب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں بڑی بڑی کارنامیاں کیں بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان میں آچکی ہے۔ سلسلہ میں کابل سے اگر شاہجہان کی حضور سے مشرف ہوئے اس وقت چلوس مطابق سترہ ماہ کو سال کے مرض میں علی مروان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور میں انکے والد کے مقبرہ میں دفن کی گئی ایک کروڑ و پیر کا ترکہ چھوڑا جنہیں نقد و منس و نوون خیرین عین شاہجہان کے مزاج میں کل امر سے زیادہ انھوں نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطب میں انکو یار و فادار کہا کرتا تھا لاہور میں شاہ نیر انھوں نے دوسرے گنا انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنھوں نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبدالغنیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج علی خان کا خطاب دیا تھا امیر ان مرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان کو بھیج دیا تھا علی مروان خان نے شاہجہان شاہ کی دعوت میں تلو لنگری طرانی اور تین تہہ انگریز نقدی دوسرے دوش کے مجلس میں کئی تھیں۔

چند اولی و نگهبانی بہادر خان کے سپرد کی گئی بہادر خان ان  
 دشوار راہوں سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر  
 کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہنچے اول تو وہاں  
 تھیب فراز ایسا دشوار گزار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طریقہ ہو کہ وہاں برفباری  
 شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف پرستار ہا نہایت  
 مصیبت سے اونہوں نے لشکر کو نکالا انکی جانکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے  
 ہو سکتا ہے کہ اوس شدت برفباری میں ایک شبانہ روز بہادر خان  
 کھڑے رہے۔

ایک خانی خان شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اٹلے راہ میں شمشیر خان رسد لانکے لیے  
 گئے تھے چند اوزبک اگر آپر ٹوٹ پڑے اور مار ڈھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے  
 اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگوں کو زخمی کیا جب بہادر خان نے  
 یہ خبر سنی تو جا کر اُنکو اس بلا سے نجات دلائی اور وہاں یہ انتظام  
 کیا کہ جب تک غور بند تک لشکر نہ پہنچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر  
 بادشاہی تھلے قائم رہیں جسوقت درہ غور میں لشکر پہنچا اور وہاں خزانہ شاہی  
 لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان و المان  
 ہر طرف سے جمع ہو گئے اور لشکر کے آگے اگر سدا رہ ہو گئے۔ براگیزد بہر جا  
 کہ لشکر نکیر و گرد روے راہ صرصرہ اونکے حائل ہو نیسآ وقت بالکل بند ہو گئی اور  
 اونہوں نے جان توڑ حملہ کر کے بہت سا مال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر ٹوٹ پڑے  
 نذر العار خان و نور حسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہو گئے جب بہادر خان

نے سنا تو وہ آئے اور انکو مدد کیا غور بند تک تین بار نہایت سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل بند کوش پر پہونچا اسقدر خونین برفت گرا وند ہیر ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کھرا اسقدر چھایا کہ آدمی نہیں دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اور نگ زیب نے یہ حال دیکھ کر لشکر کو چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب و خزانہ و بھیڑ وغیرہ سپرد کی اور لشکر کی خبر داری اونکے ذمہ کر کے خود کابل پہونچا ایک روز شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ بھول گئے اور سروز بہت سی بھیڑ اور بار برداری کے جانور تباہ ہو گئے بہادر خان چند کوس چل کر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آئینکا انتظار کرنے لگے کہ تسنہ میں پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام سردار پیادہ ہو کر خزانہ کے پاس آ گئے اور رستمانہ تو اترا چلے گئے آخر ایک بڑی لڑائی کے بعد لوٹے سپاہی ہوئے اور جان بچا کر بھاگے اور خزانہ بھلیا مگر چار پانچ ہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑالے گئے بہادر خان کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان چھپے آتے ہیں اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں بہادر خان کے سپاہیوں نے ہزارہ کے بھاگ جانے کی خبر سنی تو وہ اسباب اٹھا لے جب بہادر خان لشکر سے مل گئے تو انکی فرج نہایت تباہ حالی و پریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے تھے ڈاکورات و دن آتے تھے اور جو کچھ پلتے تھے لیجاتے تھے بار برداری آجیایا زور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے اونہیں خزانہ لیجائیں بالکل طاقت

نہیں رہی تھی اس لیے بہادر خان نے خزانہ کے منہ و قونکو توڑا اور انہیں سے تحلیل نکالیں اور روپیہ شمار کر کے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہنچاؤ اور باقی اسباب کو وہیں چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آئے مگر خزانہ نہیں پاتے تھے ان ڈاکوؤں سے اگرچہ تین چار بار جدال و قتال ہوا مگر ہر بار وہ ہسپا ہوئے۔

ماثر الامرا میں ہے کہ ذوالفقار خان جنکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ بار بار کے ساقط ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جس قدر کہ باقی رہ گئے تھے ان پر سے اسباب تروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ دڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوئے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل میں داخل ہوئے اور شرف حضوری سے مشرف ہو کر مورد تحسین و آفرین کے ہوئے شدت برف و شوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار حسین قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب و ف کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ میں کہ وہ مورد تلخ سے تعداد میں زیادہ تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کار نمایاں کیے کہ جنگی چار سمیت عالم میں شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین حاسدین نے شاہجان بادشاہ کے دل میں خللا واقعہ باتیں جمائیں۔ نذر محمد خان کے تعاقب میں انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پھنچا قصداً انکی بے پرواہی پر معمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ میں انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کی گئی باوجود اس مشقت شاقہ کے انکو آرزوہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ و جاگیر سب بحال کر دی گئی اور جو روپیہ کہ متصدیوں نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کی وجہ سے انکے خاندان میں تو اتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بلخ و بدخشان کی مہم میں بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہہ دیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آئندہ کسی امیر کو شاہزادہ کی شان میں گستاخی کی جرات نہ رہے۔

سلطنت شاہجہانی میں سب سے پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہاں پہونچ کر انہوں نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کر کے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹۔ رجب سنہ ہجری کو ضیق النفس کے مرض میں بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت میں آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پشیہ اور پیشقمان کا رطلب سے تھے قندھار سے طبعی سے راہی آخرت ہوئے یہ فقرہ مجسہ تاریخ خانی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کر کے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔

وازا واقعہ فوج قندھار بعض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پشیہ و پیشقمان کا رطلب بود باجل طبعی رحلت پیا کے سفر آخرت گردید۔



شاہزادہ اور ننگے پیادہ سعد اللہ خان وزیر عظمیٰ نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کا رگزار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب انکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تخت پٹھانوں کو دیگر امرانے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے برے فرزند دلاور خان کو جو اس وقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندوں کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سوائے ہاتھیوں کے جملہ مال و سامان انکے بیٹوں کو مرحمت کیا ماثلاً امرا میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کاموں میں اس قدر جانفشانی و غیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے ولین انکے باپ دریا خان کی طرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا فسوس رہا کہ سینے اپنا اقامت جی پوریوں سے نہ لیا کیونکہ جی پور سردو بارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل میں بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور انکی مہربانی دریا خان کے منہ سے نکلی تو اس وقت شاہجہان نے کمال مکر سے فرمایا کہ بہادر خان تمہارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو دریا بطن کے قریب میں اکرام کیا لیکن اب میں تیرا باپ ہوں بہادر خان آکھو نہیں آنسو بھر لاسے اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت میں لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بقیہ صور ہے ان سبکی

پرویش کا میں نہیں ہوا ہوں میری خاطر سے اہحضرت ان سبکی جان بخشی منسرا میں  
 چنانچہ حسب التماس سبکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چنتا سے جو خاص خاندان تھوڑے  
 کا لقب تھا اور اس وقت تک کسی کو دیا گیا بھی نہ تھا اب بہادر خان کو سر فرزند  
 کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چنتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی  
 بھی بہادر خان کے نکاح میں دی گئی۔  
 بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی  
 اور اس کے متعلق انکو قنوج و کاپلی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔  
 ہر ایک پنہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد میں یہی تنخواہ ہوتی تھی  
 چنانچہ اسبارہ میں بادشاہنامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں یہ عبارت درج ہے۔  
 و اللہ الحمد کہ درین دولت خدا داد ابد مدت ازل بنیاد بند ہائے  
 کہ منصب پنہزاری ذات و پنہزار سوار دو اسپہ سپہ سر فرزند  
 ہر کدام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔  
 اور مواضع محال و طن جو انعام امتغایں شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے  
 انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان مواضع  
 سے بھی حاصل ہو کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے و تقاوت ماعلہ مال مال  
 ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی میں رحلت کی جو صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت  
 قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج میں دفن کی گئی راقم بھی  
 اسے اقبائے نعش اور بطونش سازند شاہنشاہنامہ صفحہ ۴۱۳

مقبرہ میں فاتحہ خوانی کی غرض سے گیا ہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے غدر میں توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹوں کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہے۔  
گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدائش کا زمانہ سن ۱۷۸۵ء بتلایا جاتا ہے سن ۱۸۵۷ء میں جب کہ انیس برس کے تھے منصب ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے بائیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت ہنسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایہ فخر خان سرابدال	ہمد و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات  
گفت عالی ہم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف درج ذیل کی جاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم میں قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ میں خوب چمکایا ہے۔

تیرک سرگردون بمیدان شیوہ زندان بود	مشکل ہست ایرک لیکن مش مرد آسان بود
یریز گردنم ز دشمن دے در میدان جنگ	میکنم جنگ و جدل گھر رستم و ستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہفت روز	ہر کہ از کفار روز جنگ روگردان بود
قوت بازو شود اندر مصاف از خم تیر	پیر برآمد بر تنم سد تیر اگر پیران بود

اے برادر در جهان ہر باغ دارد میوہ  
میوہ در باغ بہادر خب رو پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان میں اخلاقی خوبیاں بھی  
مثلاً شجاعت سخاوت طاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلیٰ درجہ  
کی تھیں جو صفتیں کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہیں وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود  
نہ ہوتیں شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی تمام عمر مجاہدست و مصاحبت میں بسر ہے تھے  
اس لیے شاہانہ آداب تہذیب کے رنگ میں ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار میں اکثر  
عمار تیں جا بجا موجود ہیں جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی میں آچکا ہوتا ہے  
حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر چلی عرف سے سنگین کتبہ اس کتبہ عالی در  
زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان بن دریا خان افغان  
غوریہ خیل داود زری عمارت پذیرفت تحریر ہو۔ اگر ناموری میں باپ ریاست تھاتو  
لیاقت شہر میں بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو اصلی ہو اور وہ مصور کے  
ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آج تک موجود ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت  
متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی  
مہذب وضع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد میں صاحب ماثرا الامرانے سات فرزند لکھے ہیں غالباً انکو  
تین چھوٹے بچوں کا نام نہ معلوم ہو سکا اور خانی خان شاہنشاہ منار میں انکے

چار خرو سال بچوں کا یومیہ بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت میں جو اس خاندان کے محقق رئیس مصنف تھے ذاتی و تحقیق سے دس فرزند لکھے ہیں اور ہر ایک کے علاوہ علاوہ نام تحریر کیے ہیں جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندوں کے اسماء یہ ہیں۔

اولاد اور خان - غیرت خان - بختیار خان - اختیار خان - مظفر خان - دلیر بہت خان - نست خان - حسین خان - فتح خان - عزیز خان - انجمن لاہور خان نے جو انگریز انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی اسکا تذکرہ علاوہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ بیٹے تھے، مولوی ذکا، استاد صاحب تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے کہ فتح خان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ میں موجود تھے دلیر بہت خان نست خان عزیز خان وغیرہ اپنے عم نامہ اردلیر خان کے ہمراہ مہات بنگالہ و دکن وغیرہ میں موجود ہیں اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے راقم نے غمنما جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان ان ہر دو پسران کو نواب لیر خان کی لڑکیاں منسوب تھیں۔ نواب لیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرثیے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجے پر حصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنہیں بعض خاندان شاہی کے اعزہ اور بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امراتھے دو شخص پنجہزاری منصب کی انکی حیات میں انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی میں کوئی ہمیر منصب از نہیں ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولاد الغری و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھوں نے اپنے عہد حکومت میں جا بجا عمارات بنوائیں جن میں وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ  
 اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور میں جو نواب صاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ  
 کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور میں بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے  
 والان تہ خانہ نمبر ۱۱۱۱ یہ عمارت پتھر کی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی ہے نواب  
 بہادر خان شاہجہانپوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدوں سے تھے بنوائی ہے  
 کتبہ میں یہ قطعہ کندہ ہے ۵ بر آستانہ مہر سپہین نقین بہ مدار عالم و علم و عمل بیج الدین  
 بعد شاہجہان بادشاہ دین پرور ہے کہ شذر لطف ہمیشہاں بر آئین ہے باعقاد دلشیت  
 بہادر خان بہ کشید سر بظاکر اس عمارت سنگین ہے بمشہد اہل نقین اس مقام محمود است  
 کہ گفت حضرت عیسیٰ فلک بجبل متین۔ اس والان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ  
 کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہیں کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کمرہ  
 ہو جائیے حروف پڑھنے نہیں جلتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرہ اہل نقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور میں مضمون درج ہے کہ وہ  
 ہزاری منصب کے امیر تھے اور نواب صاحب مدوح کی اولاد بھی اس بات پر زور دیتی ہے  
 کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذریں ان میں انکا منصب  
 پنجہزاری تحریر ہے ممکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری  
 منصب پر پہنچے ہوں اور بطرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ میں درج ہوئی ہے چھوٹ گیا  
 اس طرح باثر الامرا وغیرہ میں ہفت ہزاری منصب تک پہنچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل  
 شاہجہانی سلطنت کا روزنامہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہیں ہوئی اور اسوجہ سے  
 علم نہ ہو۔ واللہ اعلم۔ نواب غمیر حسن خان نصاب تحصیلہ ار جو نواب بہادر خان صاحب کی

اولاد میں ہیں وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت میں یہ عبارت تاریخ مکن پور کی پیش کرتے ہیں۔ نواب احمد خان شاہجہاں پوری اپنی تاریخ انخار البحر میں انکا منصب شش ہزاری لکھتے ہیں۔ نواب بہادر خان کہ بعد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ الہ آباد کا پٹی و قنوج و بھادر گڑھ و شاہجہاں پور و قنوج و ملتان صوبہ اودھ وغیرہ وغیرہ بود منصب ایشان ہفت ہزاری و خطاب عمدة الملک چغتیا خان بہادر بود نام اصلی کے سرابہ ال خان لد دریا خان سکونت بنوچ پیشاور میداشت روسا شاہجہاں پور افغانان از نواح کابل و پیشاور اندر بعد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان در شاہجہاں پور آباد شدند الخ۔ و یکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت سید بیچ الدن صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیز کی کانپور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم بنوری کے مورید اور نہایت خدا پرست و مہربان و خوش اعتقاد تھے۔

سہ خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ حضرت شیخ احمد مجدی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہیں آپ کی پیدائش حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم کی عنایت سے ہوئی والد آپ کے سید اور والدہ قوم کی چھانی تھیں مادر زاد لمبی قد و خوبی فیض سے آپ کو قرآن شریف حفظ ہو گیا تھا اور جامع کمالات شریعت و طریقت کے تھے ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہ سے صاحب لایت ہو گئے ایک ہزار سے زیادہ طلباء و مرید آپ کے مکتب سے نکلے تھے ان میں سے ایک لاکھ تیرہ سو تیراویں اور تو ہزاروں افغان و سادات آپ کے ہمراہ تھے خاندان نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سید اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور لکھنؤ و اطراف کے چائیکہاں پیام دیا آپ نوراً و قہراً بنور کہ جو سرہند کے متعلق ہے وہاں گئے اور پھر حرمین علیہ گئے بہت سی کراہتیں آپ کو بریں تھیں ایک لاکھ مریدوں میں سونو علیہ کے پہلے و سادات تھے نیزہ منور میں جب روضہ نبوی کے دروازہ کھلے تو دروازہ روضہ مقدس کا کھل گیا تھا اور ہر دوست مبارک جگہ رسالت مبارک مسلم کے مقدس سر آمد ہو کر مصافحہ کثرت کیا جو اصل حاضرین کے چلے گا یہ کیا تھا اس سوال سے اللہ تعالیٰ میں مقام نیزہ منورہ آپ نے وفات فرمائی اور جنس بطریق حرمین زیر سایہ حضرت شہ فی النورین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یاد حق نوح آدم مادہ رحلت ہے

# فتح جنگ خان

یہ ذکر یا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچا زاد بھائی تھے ذکر یا خان صاحب عیسا  
 اور دیگر اوصاف میں نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوئے فتح جنگ خان نے اپنی  
 کوشش و پامردی سے شاہجان بادشاہ کے عہد میں ہزاری ذات اور  
 ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا  
 حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونوں سے بڑھ گئے  
 سب شاہجہانی میں یہ تونڈپور میں جو خاندیس کے متعلق اور بالالکھا کے قریب ہر  
 فوجدار مقرر ہوئے اسکے بعد چوڑھ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے  
 متعلق ہے سرفراز ہوئے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان  
 تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا  
 ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و دہش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہنرمند  
 تھے مگر نرمی و تواضع مزاج میں اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنیٰ شخص سے بھی انکا کوئی کام  
 پڑتا تو اسکے گھر جا کر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان میں  
 کنبہ پروری کی صفت میں تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور مندرامی و ہنرمندی کی قابلیت میں  
 شہرہ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھوں نے  
 انکی ہر ایک امر کی خبر گیری کا بار اپنے بازوئے ہمت پر اٹھالیا تھا۔  
 اور رنگ زیب ایام شاہزادگی میں جبکہ ملک و گن کا ناظم تھا انھوں نے  
 اسکی خدمت میں بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیر خواہ و معتمد جانتا تھا۔



جس زمانہ میں کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس مہم کے لیے  
 انکو اور میر ملک حسین کو کہ کو تعینات کیا جب یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ نیکہ پر  
 متعین ہوئے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لیلیا  
 اسکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلئے وکن سے  
 دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت فتح جنگ خان بھی مع اپنے بھائی بندو نے  
 شاہزادہ کے ہمراہ تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خط  
 سے سر بلند کیا اور جب ہمارا جہ جسونت شک کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور  
 پہلے مع کردار اشکوہی میں انھوں نے نہایت کارنامے کیا تو عالمگیر نے بجائے فتح خان کے  
 فتح جنگ خان کا خطاب کیا اور علم و تقارہ اور دو ہزار روپا نقدی  
 ذات اور دو ہزار روپا نقد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا  
 اسکے بعد جب اورنگ زیب و در اشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ میں انھوں نے  
 نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔  
 اسکے صلہ میں پانصد سی ذات اور پانصد سوار کا اضافہ کر کے سہ  
 ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سر بلند کیا اور  
 اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔  
 ہمیشہ عیان سلطنت کے محاربہ میں یہ عالمگیر کے شریک ہے چنانچہ جب جنگ

۱۷۰۰ء فتح و بلخ خطاب فتح جنگ خان کو مت تقارہ و علم و اضافہ پانصدی منصب ہزار پانصد سوار سر بلند گشتہ صفہ ۷۷  
 عالمگیر نامہ جنگ جسونت شک از طرف دار اشکوہ۔

۱۷۰۰ء فتح جنگ خان و اضافہ پانصدی پانصدی منصب ہزار سوار بھی گشتہ عالمگیر نامہ صفہ ۱۱۱ جنگ دار اشکوہ ہی  
 فتح جنگ خان ابست ہزار و پیر وزیر دست خان و سکندر خان پنج ہزار روپیہ عطا شد صفہ ۱۲۰ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ دار اشکوہ

الکجہ میں سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانن خانان کو بھیجا گیا تو اسکی فوج کے مقدمتہ آبیش فتح جنگ خان مقرر ہوئے اس شکر کی ہراولی میں خانموصوف نے بڑی کارگزاری وجوانمردی دکھلائی۔ سب سے جلوس عالمگیری میں خانخانان اکبر نگر سے سوئی کی طرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادر و نکو انتخاب کر کے کشیدہ نہیں بٹھلا کر دریا کے دوسرے کنارہ کی طرف جدہر مخالفہ کا مورچہ تھا بھجھوایا مینہ چند اشخاص کشتی سے اترنے پائے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیمت کے جنگی سیرے نے انکو اکبر لکھیر لیا اکثر نا تجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ ایک کشتی میں سوار تھے اگر مخالف سے مقابل ہوئے اور سخت حملہ کیا فرق مخالف کے بہت سے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک نم کو لی اور دو زخمیہ کے کھلمے مگر لڑتے اور بڑھتے ہوئے دشمنوں میں گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنوں کو پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لایق بھائی تھے اور رستم خان و رسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ و تابعین جو دوسری کشتی میں سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہیں پائے تھے کہ دشمن کی فوج نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جو انمردوں نے شیر کی طرح ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ پہونچا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور رستم خان و رسول خان بھی دشمنوں کی جماعت سے لڑ کر کام آئے اسلے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوئے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہو کر بیکار ہو گئے تھے دشمنوں نے انکو گرفتار کر لیا۔

بعد ازاں جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کر کے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کی گئی اسوقت پٹھانوں کے دو ہزار سوار تھے جنہیں فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان دلاور خان نیکنام خان۔ بدین خان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانوں نے دیر سے اوتر کر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور جب نالہ پر لشکر پہنچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سرسنگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان مع فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلا تحقیق روانہ ہو گئے اور اسلام خان بھی معاونی فوج کے دفعہ پہنچ گئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے نہ ملنے جب نالہ دو کا جی تک پہنچے تو وہاں مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی فتح جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑوں کی باگین کھینچ کر کھڑے ہو گئے تھے کسیکو مجال کے جانیکی نہ تھی اس عرصہ میں خانخانان مع ذوالفقار خان و رفدائی خان کے آگیا اور بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبر نگر کے مقرر کیے گئے ہیں اسوقت فتح جنگ خان و زبردست خان بھی مع ہزار سواروں کے انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہو گئی اور فتح جنگ خان بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے تو ہنگامہ شاہی سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ میں جو امر کہ ہم بنگالہ سے بعد قیابی کے حاضر حضور ہوئے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے تفصیل نہیں کی ہے اسلیے محل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ پکن کی تعیناتی

پیر ولد ادوہ تھے اسلئے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو ازراہ دجلوی ملکی فوج میں مقرر کر کے بھیجا اسکے بعد جب بجا پور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگہ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یہ تعینات کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ دلیر خان میں تحریر کر آئے ہیں اور مختصر طور پر بعض محاربے یہاں پر لکھے دیتے ہیں جسوقت بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان جیسے فتح جنگ خان کی ماتحتی میں دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب والی بجا پور میں یہ خبر آئی کہ باجی کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت فتح جنگ خان مع چند سرداروں کے اہلی گو شمائی کو روانہ ہو گئے مگر جب وہاں پہونچے تو مخالفت وہاں سے مفور ہو چکے تھے ناگاہ ہر حصہ میں دھوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت بہادر سے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کر کے دشمنوں کو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔ جب بادشاہی لشکر اطراف بجا پور میں پہونچا تو ایک نئے قیامت ناک واقعہ پیش آگیا کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب صلابت خان راجہ جیسنگہ کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پر نیدہ کی طرف سے آ رہے تھے چار کوس قلعہ سے آگے بڑھے ہونکے کہ شہزادہ خان مدوی کو انکے آئینکی خبر مخبروں سے معلوم ہو گئی تو اسنے کہلا بھیجا کہ یہاں اگر ہمسے ملاقات کریں سکندر خان نے بمقتضائے راستبازی یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ میں ہے شہزادہ خان یہ جواب سنکر معہ چھ ہزار سواروں کے انکے سر پر آگیا سکندر خان بچارہ کے ساتھ کل ایک سو سوار تھے جن میں چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت میں

پر نبرد سے آئے تھے جب دشمن ان کے نزدیک آ گئے تو وہ ساٹھ سوار جو ان کے ساتھ آئے  
 تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگرمی کی غیرت دہن لگی ہوئی اور بھون  
 نے دشمن کے گروہ سے منہ پھیرنا گوارا نہ کیا اور کہاں دلاور مہی و مردانگی سے مع اپنے  
 سپاہیوں سواروں کے جو سپاہیکدل تھے گھوڑوں سے اتر پڑے اور نہایت جان بازی سے  
 مقابلہ کیا اور بہت سے ان نامور و نکو تلواریں کے گھاسے اتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی  
 نثار کر دیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصوں کے زخمی ہو کر  
 میدان جنگ میں گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لی گئے اور شولا پور کے قلعہ میں بھیج دیا۔  
 جنگ بجا پور میں لکڑ و ز شام کی وقت نواب لیر خان راجہ جیسنگہ دشمنوں کو سپاہ کر کے پڑا  
 کی طرف آ رہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی عدم بان سے زخمی ہو کر بھیجے گیا تھا  
 اور پریشان پھر ہاتھا شہر زد خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پاکر اس ہاتھی کو  
 پہاڑ سے باندھ دیا جب صاحب موصوف کو اس بات آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی  
 کھوڑی جماعت پہاڑی پر پہونچ گئے جب مخالفوں نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے  
 ہیں تو باہمی چھوڑ کر وہ انکی طرف مخاطب ہوئے اور راجہ صاحب لڑنا چاہا مگر مصدق  
 فتح خان اور کیرت سنگھ بھی پہونچ گئے اور اس گروہ پر بجلی کی طرح گرے اور بہت سے  
 نامور و نکو مار کر خاک پر ڈال دیا اور انکی جمیعت کو منتشر کر دیا جب غنیم بھلے کے تو ایک  
 کوں انکا تعاقب کیا اس جنگ میں راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے  
 چار و نظرت اپنے اہل لشکر کے پاس پہونچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھاتے رہے  
 مگر بالآخر اسے لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت اور بہادری  
 میں منبیل اور ذی عزت تھا پر گنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی









جاگیر میں تھا اور اس طرف کے اکثر موانعات انکی زمینداری میں تھے موضع پیری  
 جو فروپور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اٹلے راد میں واقع ہے خانم صوبے اسپاوطن  
 قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اسی جگہ آباد تھی تاج خان انکے فرزند  
 جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد  
 جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت میں بے انتظامی پیدا  
 ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندانکے اعزاز میں انکی کے آثار شروع  
 ہو گئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو  
 فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدر الدین میں سکونت گزین تھے اور اپنی  
 عیالی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جنہیں انکی اولاد آباد تھی۔

## نواب عزیز خان بہادر ختم ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب لیر خان بانی شاہ آباد کے داماد  
 و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت میں پیشہ ہوئے نواب بہادر خان کی اولاد میں  
 جسقدر انکو عروج ہوا اسیکو نصیب نہواں ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار و آہ  
 سپہ کے منصب کو پہنچے اور صوبہ داری اکبر آباد پر سر بلند ہوئے انھوں نے بڑے بڑے  
 سر کیے عالیشان عمارتیں بنوائیں چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھیں کی تعمیر کرائی  
 ہوئی جو قدرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالے

نواب عزیز خان داماد لیر خان امیر عالمگیری بعد محمد شاہ براتب ہفت ہزاری و بہ صوبہ داری اکبر آباد مقرر ہوئے  
 و بعد ازاں عزیز خان رکن رکن سلطنت و رفیق سلطان معز الدین ہوئے۔

چنانچہ انکے بھتیجے نوابین الدین خان جو حقیقتاً یا نجوف لکے آوارہ اور دیوانہ بن گئے تھے اور جا بجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے جلد نسے یہ ناخوش ہو گئے تو اس وقت دو لاکھ روپیہ صرف کر کے اور بادشاہی وقایع نگار و نکو ہوا کر کے تاریخ فرخ سیری انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان شوکت امارت کے آثار پائے جاتے ہیں قسم سے دنیاوی جاہ و چشم پلنیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازلیست زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اور نگین عالمگیر محمد عظیم شاہ عالم الخاطی بجا و رشاد معز الدین جہاندار شاہ سلطان فرخ سیر محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کو ہمارا باور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو منصب مامور سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب صوف شاہجہان بادشاہ کے سلطنت میں بمقام دہلی پیدا ہوئے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی ماں خاندان شاہی کی لڑکی تھیں جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چنتا مرحمت فرمائیے وقت کاح میں ہی تھی۔ کتاب نہار البحر میں انکا نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہے۔ اس خاندانکے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہیں مگر بعض لوگ یہیں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی ماں قوم کی چٹانی تھیں بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہیں انکا علم بہر کیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری میں اپنے شباب کو

۱۰ عزیز خان ازبک عداوت ازبکین الدین خان داشت و لک روپیہ خرچ نموده وہی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہموار ساختہ انابتہ نام و نشان غیر خواہی و جانفشانی زین الدین خان دیگر سپہان او خارج کنانیدہ لہذا نام آہنہا در تاریخ فرخ سیری مندرج نیست۔ اخبار صبت۔







نواب عزیز خان



یہو بچے اور شجاعیت جو ہر دکھلائے جب قلعہ و انکڑہ انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ  
جا کر فتح کیا ہو تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی  
محرمت کیا تھا چنانچہ مصام الدولہ شاہنواز خان پنی کتاب اثرا لامر ابن لکھتے ہیں کہ  
کے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر است کہ بسال چل ہوسم  
عالمگیری در محاصرہ و انکڑہ مصدر تردد شدہ و بحر حمت افزایش لفظ  
چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ  
جب تک خانی یا بہادری کا خطاب نہیں ملتا تھا نام کیسا تھو کوئی شاہی مورخ یہ الفاظ نہیں لکھ سکتا  
تھا۔ اس خطاب کے متعلق مائر عالمگیری کے صفحہ ۱۵۸ میں محمد ساقی مخاطب بہ سعد خان شاہی  
منشی قیصرانہ کہ عزیز خان بہادر وہ بلد بکیر مرت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیرایہ  
سر افزای بہادر خان پدرش بود زیب و اذین بخت و دولت افزود۔  
اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ بالا میں تحریر ہے کہ اسوقت عزیز خان کا منصب ہزار و  
پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کر کے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز  
کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی  
اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد تدریج یہ ترقی پاتے رہے اور محمد شاہ کے عہد میں ہفت ہزاری منصب کو پہونچ گئے  
قلعہ و انکڑہ جسکی فتح میں انکو اپنے ہمچشمونین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی اُنکا  
منعصر حال یہ ہو کہ یہ قلعہ بمقام سکر ایک گروہ کے دہن میں واقع تھا اسکے زمینداریم ناکانے  
جب عالمگیر کے خلاف تانا شاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کر کے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے سے پر کیا اور دیدیا سے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ ہزار تیر انداز  
اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کر کے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا اور بادشاہ سے باغی ہو کر  
اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور سارے سات مہینے سہ طرف قیام  
رہا تو اس باغی کے فساد اور قہر دی کی روزخبریں آتی تھیں اس لیے اورنگ زیب قلعہ  
والنکر کی تسخیر کا ارادہ کر دیا اور وہاں مدد لشکر کے پہونچ کر ایک کوس کے فاصلہ پر خمیہ  
لگایا اور فوج لیکر قلعہ کشانی پر مصروف ہوئے ایک روز صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان  
فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطریق طلائیہ کے سیر کرتے ہوئے ایک پشتہ پر جو  
لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہاں کچھ قلعہ جہا بھی ہوا تھا پہونچے اور جگہ یعنی  
مخالفت کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچہ چال قائم کر تین مہرے  
اس عرصہ میں دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا لی طرح پستی و بلندی پر پہونچ کر  
اور محوم کر کے بادشاہی بہادر و پیر نرغہ کیا ان جو انہر دون نے بہادری کی شہرہ کو خوب

ملے سرکاب پونا قلعہ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر و بلال پشتہ کے لال ٹیکری کو نینہ ڈال کر قلعہ  
کو نشیوان پس ستوہ متصرف شہر پر مشروران غیر باختمہ جو م آور دند و پشتہ کے اعزاز سنگ بنیان آفت محال اقامت لایا اور  
بائنا خان و پیادہ بندی کر دے وہاں شہر لٹا کر مگر مگر و ہر محاربات عظیم میان آمد و ازہر و طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی  
میکر دینہ تا آنکہ روت وقت طلوع نہ عظم محمد امین خان و قلیچ خان بہادر و عزیز خان و رولہ و اخلاص خان میان کربت  
مقاہو جوان بطریق طلائیہ و ہر طرف مگر پشتہ کے لال ٹیکری شہرت داشت و پیادہ سہ کوب حصار آن سموہ و بدو جہوڑ  
سیہ تیغ ازہر تہذیب آن اگر کتبہ بیان آن مکان بدندہ شہر شہر و تیر کو ہر فرستادہ از پیش برداشت بقہ مورچہ چال قائم کر  
ترد و رستمانہ و بدو آور دندہ تاریخ خانی خان قلی صفحہ ۴۳۰ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان و رولہ و تہذیب  
خان وغیرہ حملہ آور و نہ جنگ سب واقع شد زمانہ شوہر شہر گردید مجمعے ازہر و طرف کشت و شہید شہر و بہادران  
بہر ہلے متواتر تہذیب پشتہ کے بالے آن باز آور دندہ بدست آور دندہ مورچہ چال قائم نمودند و آن بدکیشان رو بفرار آور دندہ  
و کھہ نور دان زیادہ از یک کردہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار عات تیغ کشتند و زخمی کشتند و لاواران بر فراز کوہ برآم  
نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند شاہنشاہ نانیہ علی صفحہ ۴۳۱۔



اد کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانتان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت نک  
 لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا میں محمد امین خان کے گھوڑے دو دنوں پانوں و قلع خان  
 کے گھوڑے کا اگلا پیر اور گیاہ دونوں امیر پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجالائے کہ ہماری جان  
 تو بچ گئی۔ اس مہم میں بڑی بڑی مصیبتیں پیش آئی تھیں بادشاہ دشمن کی بد عہدی سے  
 وہو کا کھاکر گھر گیا تھا اکیروز گولہ رس مقام پر قصد جا کر اسے قیام کیا تھا کیونکہ وہاں  
 کے دلمین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں مگر مارنے اپنے  
 سینوں کو سپر بنا کر دشمنوں کا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کر دی تھی اس جنگ  
 میں یاد شاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھ کر بخشی الملک و الفقار خان نصرت جنگ  
 کے پاس اس دشمنوں کا کالے یار می دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا  
 اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجائے انکے قلعہ کا نام رحمن بخش کھا گیا  
 اس معرکہ میں نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے  
 صلہ میں خطاب و ترقی منصب و عزت و نیلنامی سے سربلندی پائی تھی۔

سایح اخبار محبت میں ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک و دردیہ

سلطہ در وقتیکہ وہ حال بہ عجز و فرج میر نوشتہ و جب سرداران پاسے تخت پر ارمین و پیر و شامندی نو داشت نمود  
 مگر و کس کے ازان نواب تمام المائے دیکھتے نواب عزیز خان نے خود ہانکد و عزیز خان جواب دیات دادہ و بر و مسید عبداللہ خان  
 و سید حسین علیخان بر ملا گفت کہ اسے حاضرین مجلس کا ہوا شہید کہ من ملازم ساطعی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک دست  
 مدبر بزرگام چند ہر دین مرا تب حیات یافتہ و ما خود از عمد شاہجہان بادشاہ تاسلطان فرخ سیر پنج ہاتھ لال حضرت تیمور دیدہ رنگ  
 خودم و از رویکہ انقلاب خان جہان بودی و دریاخان افغان غریبا خیل معہ ہزار کس کیو می و ہمارا بات قبل رسیدہ کس  
 از انداد و سپہا فغان خان سپہ چند نامدار دریاخان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا ام و از این پنج کار  
 قصورے در کار بادشاہی از ملک حرامی و یا و رجاہ ہاری و یا کاسے پشت و ہمارا بات ندادہ کہ اہمیت کہ دروغت ہو جیات  
 از من کہندیکہ خود ہمارا بیان خود ہماران موجود ہاے سخت را در ملک ملک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ  
 بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت است این سہا ہے تابع امر و است ہر چہ او ملک نماید ہمارا دم و دیگر کلام بزبان گفت و بر سخت  
 در دل عبداللہ خان اندیشہ گذشت ہر یکے غیر خواہان بہ ہانہ باطراف مملکت ہر اندہ ساخت ۱۲ اخبار محبت

اور صاف گوئے سر دربار بھی حلقوں سے نہیں رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ ہوا مورات سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گربشہور تھے جب انھوں نے فرخ سیر بادشاہ کی معزولی کی صورت حال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محض ہر تمام اراکین ملت سے دستخط کر لے مگر صرف دو شخصوں نے اس صورت حال پر اپنی مہینہ گین ایکسٹینٹ نواب تمام المملکت منجانبہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جب ان صاحب موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سرکار حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ میں ملازم سلطانی تاج تخت و تاج کا ہوں مدت دراز سے میرے بزرگوں نے امارت پائی زمانہ نور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار میں حاضر ہوئے اور خود میں شاہجہان بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے اور انکا نمک کھایا انقلاب ماندہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریاخان ایک نیر لکھنوی افغان کیسا قتل ہوئے اور صرف پانچ شخص انہیں سے بچے تھے جنہیں دو سپر خانجہان خان کے اور تین سپر میرے جد نامہ ارد دریاخان کے تھے جنگی جان بخشی شاہجہان بادشاہ نے کی تھی اور جبروز سے انھوں نے شاہجہان بادشاہ سے جوت کی اسروز سے آج تک کوئی تھوڑا نسے بارگاہ شاہی میں سرزد نہیں ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکین پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھے کوئی بیجا درخواست پیش کرے نا جائز مطلب حاصل کر سکتا ہو خود اور نیز پائے تخت کے دوسرے سردار و نکلونک حرامونکے ذمہ زمین ملک کرنایہ نہایت نامناسب بات ہے معاذ اللہ جتیک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجا لایگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نواب صاحب مدوح زبان پر لائے اور طول طویل تقریر کر کے دوبار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جب تک سلطان معز الدین تخت نشین با اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور نیکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر قہدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اسکے خلاف کارروائی و سازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلمین اسی دن اسکے خاندان کی طرقت سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اس وجہ سے انھوں نے جتنے خیر خواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سب کو پائے تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیج دیا کسیکو کسی سو قہر تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالیں چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ دار جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد میں تھے وہ در دولت پر رہ گئے تھے جسے روز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معز الدین کے جوان کے ماتحت تھے لڑتے ہوئے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوئے نثار خاد بادشاہی تک پہنچ گئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزاروں آدمی تھے وہ اپر لوٹ پڑے اور یہ آخر میں لڑ کر قتل ہو گئے مگر جب تک تنہا دم رہا انکی مفسدہ پروازی میں شریک نہوے

مجاہد غلام شاہ اور شاہ عالم میں بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب غلام شاہ قتل ہو گیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امرا کے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ میں منہ نہیں پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایک مرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بہستور اپنی جگہ پر ٹھہر رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہو گئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس وقت کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو شکار بڑا بیٹا معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کیند متین انکو بڑا اقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا حتیٰ کہ یہ محسود امرا ہوئے انکے بھتیجے نواب بن الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ ان سے نہایت عداوت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معز الدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے اسلیے انکی کچھ نہیں جلتی تھی لیکن نواب بن الدین خان تحساد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معز الدین کو بادشاہ نہیں جانتے ہیں ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھوں نے شاہجہانپور میں عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا وہ پانسو سوار و پیادہ و نکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے ان زمانہ میں فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب بن الدین خان بنگالہ میں فرخ سیر کے حضور میں پہنچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جب تک پیش خمیہ حضور کا سلطان معز الدین سے جنگ کا قصد ہے باہر نہ کلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولیکا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اسبارہ میں چندے توقف تھا مگر ان غلاموں کو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خدا واد سمجھکر سجدہ شکر بجالایا اور اسی وقت نواب بن الدین خان کی خاطر سے اپنی راوی باہر نکلوئی اور نواب بن الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند لکھنڈ کی جاگیر مقرر کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھ دی چنانچہ انھوں نے اسی سند کی بنا پر سلطان معز الدین کے

عامل کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصبہ فرخ سیر سلطان معز الدین کے ساتھ  
 جنگ کر نیکے قصد سے بنگالہ سے دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا اور نواب بن الدین خان  
 ہمراہ جو سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے  
 مخاطب ہوئے ہیں یہ دونوں بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ وودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد  
 کا ناظم تھا کہ ان دونوں کو سلطان معز الدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ  
 بھی حاضر ہو کر نواب بن الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت مشرف ہو  
 اس ورائین جو خزانہ کہ بنگالہ سے دار الخلافہ کو جاریا تھا وہ بھی الہ آباد میں فرخ سیر کے  
 قبضہ میں آ گیا محمد خان نیکیش فرخ آبادی مع چند سواروں کے حاضر ہو کر ملازم ہوئے غرض کہ سلطان  
 فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دار الخلافہ اگرہ کے قریب پہونچ گیا اور سلطان معز الدین  
 کو اسکے آئنی خبر ہو گئی پیشتر سننے پہنے بڑے بیٹے اعز الدین کو فوج جبار کے ساتھ مقابلہ  
 کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضیٰ خان عرف فتح علی خان ورنکے بڑے بھائی  
 نواب مصطفیٰ خان شاہ آبادی کو بھیجا جبے و نون لشکر مقابل ہوئے تھوڑی جھپٹش کے  
 بعد شاہزادہ اعز الدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضیٰ خان میں تحریر کر چکے  
 ہیں جب اس فرار کی خبر سلطان معز الدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے  
 مقابلہ کو آیا سلطان معز الدین کی طرف سے خانبھان بہادر کو کلتاس فوج کا ہراول مصداق  
 نواب عزت خان بہادر فوج کے چنداں تھے اور فرخ سیر کی طرف سے نواب بن الدین خان  
 مقدمہ ہمیش تھے جو باقی پر سوار تھے اور فلیبان کو نہایت قہر سے ڈٹتے جلتے تھے کہ  
 کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھلے جا اور قریب خانبھان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری مدت  
 میں جو کہ بار بار فلیبان سے کہتے تھے کہ ہمارا چچا عزت خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرض کہ یہ آگے بہت بڑھکے پیشہ تیر و گوی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی توت  
 پہنچی خوب جدال و قتال برپا ہوا نواب نے یلین الدین خان چودہ زخم کھا کر جان بحق ہوئے  
 اور سلطان معز الدین کی طرف سے سخا بنمان کو کلتاس بھی امیر الامراذو الفقار خان کے قہاں  
 مارا گیا لڑائی دو طرف سے برابر تھی ہزار ہا آدمی مجروح و قتل ہوئے سلطان معز الدین کی جانب  
 اسکی مشوقہ اعلیٰ کنویر تماشہ جنگ کی غرض سے معہ اپنی خواہنوں کے جو پانسو ہاتھیوں پر سو اٹھتین  
 ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراذو الفقار خان ایک کھسارہ سوار پر  
 ہوئے علیہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول میں کچھ فاصلہ پر بیٹھ کر  
 حرکت یورش کیلئے سلطانی حکم منتظر کھڑے ہوئے تھے اور نیزہ کی زبان کا انتظار کر رہے تھے  
 اتفاقاً نواب نظام الدین خان لطف اللہ خان پسران نواب یلین الدین خان قتل اول  
 نواب محمد خان شگیش اور مادات بارہہ نے ادھر ادھر کھڑے ہوئے دیکھا کہ اعلیٰ کنویر  
 خواہنوں کے ہاتھیوں پر سوار ہو کر نشیب میں کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہو اور پتھور  
 سوار اسکے ہمراہ ہیں ان بہادر و زمین باہم صلاح ہوئی کہ انہر حملہ کرنا چاہیے فیلباؤن نے  
 یہ حال دیکھ کر ہاتھی بھٹکے جب یہ ہاتھی سلطان معز الدین کی طرف سے نکلے تو بادشاہ نے  
 اپنے ہمراہ جو ہاتھی بھیجے تھے انکے فیلباؤن کو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑا کر بھاگتے ہوئے ہاتھیوں کو روکو  
 اور آگے نہ بھاگنے دینا چھ حسب حکم ہزار ہا ہاتھی فیلباؤن نے سدا راہ ہونیکے لیے دوڑے  
 ناگاہ ان ہاتھیوں نے ہزار خاص بادشاہ معز الدین کی سواری کا ہاتھی بھی بستیاب ہو کر بھاگا

اعلیٰ کنویر مشوقہ سلطانی سے پہلے دوین تر شہ جنگ کا حال تھا۔ رتہ فیض زمین نشیب سدا راہ امیر الامراذو الفقار خان کا  
 ایک لک سوار اور سدا راہ نواب عزیز خان کا سدا راہیے حرب و عات سدا راہیے سلطان تماشہ نیزہ کی مسکروہ غول خاص  
 سلطان معز الدین بود و قتال آتشا عبد اللہ خان جسیں علی بن بہادران سدا راہیے دو تیر و مشغول کیے ہو کر لے نواب بود  
 ناگاہ امیر الدین خان و لطف اللہ خان سپہا تماشہ طرف جہاد یہ اعلیٰ کنویر یا قصد سوار فیلبان کہ بران آتشا سدا راہ سدا راہ  
 واری زمین نشیب سدا راہ تماشہ جنگ میگردان بہادران باخود صلاح کردہ علاوہ شدہ۔ انشا بہت

ہر چند کوشش کی مگر وہ نر کا جب فتح نے بادشاہی ہاتھی کو بہا گئے ہوئے دیکھا تو کل لشکر  
 بھی بھاگ گیا مگر اٹھنے والا مراد و الفقار خان و نواب عزیر خان بہادر بہ دستور اپنی  
 جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھا کر گرے اور سترہ ہائی  
 مبارکبادی ادا کر کے اپنے والد نوابین لدین خان کی رفاقت میں ملک عدم کو روانہ ہو کر  
 است و تین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معز الدین کی شکست ہوئی اور یہ فتحیابی نواب نظام الدین  
 اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور میں  
 فتح کی مبارکباد بجا لائے اور سلطان فرخ سیر نے ان کے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے  
 پانچ ہزار محنت فرمائی بعض موصغ اس شکست کی وجہ سلطان معز الدین کے بعض امر کی سازش  
 اور بعض راوی خاں بھان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معز الدین کا خوف کھا کر  
 بھاگنا بیان کرتے ہیں اصل کلام یہ ہے کہ نواب عزیر خان کی ثابت قدمی میں فتح  
 نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست فتح تقدیر الہی  
 سے ہو کر تھی ہر مہین کسیکا اختیار نہیں مگر کسی امر پر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل  
 ہوتا ہو جیسا کہ میر تقی میر نے اس امر کے حساباً لکھا ہے شکست فتح نصیب ہونے  
 ہے ولے اسے میر ہر مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ہے بھی چند سال فرخ سیر تخت  
 سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکرے سلطنت  
 سے معزول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہنچی اس بادشاہ  
 کے عہد میں نواب عزیر خان بہادر کی قدرو منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ بہت دور  
 میں ہے کہ نواب عزیر خان داماد دیر خان جو امرائے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

مراد و الفقار خان عزیر خان داماد دیر خان جو بھائی تھے نواب عزیر خان داماد دیر خان

کے عہد میں منصب ہفت ہزاری کو پہنچے نواب عزیز خان کے ستیزہ  
خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن میں محمد شاہ بادشاہ کے استاد  
تھے اکثر خلوت میں انکو رو برو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت  
ہزاری تھے باپ بیٹے دونوں صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوئے  
اور منصب داری میں ہم عصر تھے نواب عزیز خان کبریا کی صوبہ داری پر مامور تھے  
اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانگوئی اور چودہریت پر  
کانٹ کی بھی نکتے متعلق تھی اور سرکار قنوج و کالپی کی جاگیر بعد اتمقال نواب  
دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوئی تھی اور تازہ کی وہ  
نکتے متعلق ہر بھی نکتے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خود سری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو براے نام تخت پر  
قائم کر کے اشارہ و پیر چلانا اور خود درپردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے سپر عام  
طور پر تمام ارکان دولت میں لسنے ناراضگی پیدا ہو گئی اور سب نے نکتے ہشمال پر اتفاق  
کیا اور بادشاہ کی مدد کی سہیں بھی نواب عزیز خان شریک ہوئے ہیں چنانچہ تلخ  
ہندوستان کے صفحہ ۹۲ میں مسالما مولوی ذکا اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب سید علی  
امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا بوجہ اپنی خود ستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد اللہ  
خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اس وقت بعض والیان ملک و ہر اثر کرت

بقیہ صفحہ ماقبل اور عالمگیری جرات ہفت ہزاری و پیرش بہادر خان منصب ہفت ہزاری پر وہ پیر ہر ہر ہر  
سکے صوبہ داری کبریا و دیگرے صوبہ دار اودھ مع چودہریت و قانگوئی داشت و خان بہادر خان مسطورہ و تیر اندازی استاد  
بادشاہ محمد شاہ بود اکثر خلوت و رو برو بادشاہ حکم شستن بود و جاگیر ات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی و قنوج بود بعد  
دلیر خان ایامات عزیز خان بحال ماندہ بعد شش آنہ رفت۔ اخبار صحت





کبھی عزیز خان چغتائی نے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان بخش نے اس کی اسے  
شکایت کی فیما بین نواب بخش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم تھے  
ہیں نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب لیر خان کی بیٹی  
تھیں ان کے بطن سے ایک صاحبزادہ تھوڑا خان ویرین صاحبزادیان  
مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھیں تھوڑا خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب  
دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف ستم خان نے  
اپنی بہن کو ایک بلغم موضع مرید پور میں دیکر اسکی سنبھلی لکھی ہے جسکی نقل بطور یاد گار کے  
حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۵۳ھ میں قندھار طبعی سے ہوئی  
اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے  
جسکو راقم نے یون موزون کیلئے ۵

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حصین	ازین دیا پر رخت حیات را بر بست
بسال مرگ مظفر نمودن کر بلغم	ند رسید ز پا تفت بلو بجنت رفت

نواب عزیز خان اپنے نواسے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منجملات شاہجہا پور میں  
مدفن ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے مزاج میں

اساتذہ نقل سند و اکمال الدین خان عرف ستم خان بنام ہمیشہ خود (نواب شاہ) ہونے لگے متصدیان مہمات حال و مستقبل پر گزشتہ آباد  
محمد شاہ

پونہ موضع مرید پور محلہ پرگٹہ مذکور آباد سے فضلہ بن ستم خان کبیرا ویکسند و ازوہ غلی بنام ہمیشہ مقررہ دادہ پایہ کیا باغ مذکور  
اتصرف مشار لیا و انڈا نکہ محصول آنرا سال بسال دقبض و تصرف خود بیانید ہوئے مرید پور و مزار احمد شہزادہ در خیاب  
اساتذہ تمام اساتذہ حسب السطور لعل آئندہ تقریر فی التاریخ چارہ ہمیشہ ربع الثانی سلاطین نقل بہ قدر رسید۔

انیت وغیرہ بہت تھا اور اسی بات پر مقدمہ اخذ کرتے ہوئے انکو ذلیل کر دیتے تھے بعض اشخاص انکا نام عہد الغر نیر خان بتلاتے ہیں۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب غنڈہ و سخت مزاج بیان کیے جاتے ہیں یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے ماموں کے ہاتھ سے قتل ہوئے انکو دوست محمد خان باغیہیل کی بیٹی جو شامل خان کی ہمشیرہ تھیں سیاہی بھین خان بہادر خان لالہ رہے انکی بیوی عورت بہو صاحبہ دینی بی میاں بنت عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا ہوا ورنہ بھاج کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کر لیا تھانی بی میاں جو نواب لیر خان کی نوہمی بھین بڑی منتظم اور بہادر تھیں انکی مہر جو کائنات پر ہے اس میں ہمشیرہ خان بہادر خان بنت عزیز خان بہادر چغتیا علیہ اور سہ چلوں محمد شاہی) تحریر ہے

سلطہ نواب بہادر خان، عہد محمد شاہ و شاہی وقت و وقت و خان بہادر خان پیش بعد چندی تہذیب کی زبان ایلہ ازیت مہمان گذشتہ و میاں بی بی بنت عزیز خان پر ترکہ پورو براد قریب منصرف شد و پاکستان بی بی عورت بہو صاحبہ و بی بی میاں شہ دران زمان خدمت الضلع ارجہ جب رام ازہدہ بادشاہت یافتہ جنگام حضرت بادشاہ و سادات بہانی بی بی و جب خان بہادر خان موم بہ صاحبہ ام سیر و کوئٹہ و کوئٹہ کہ جب شرع شریف انفصال کرد و چند اگر میاں بی بی برین امی نشو واندہ رگاہ سازند چون احمد صاحبہ کوئٹہ کائنات کوئٹہ پاکستان بی بی از شاہجہان آباد رسید و بی بی میاں مستعد پیکار شدہ با فوج جہاد پیش آہد، جہاد جنگت حب و منہ و بعد سیر سیاہ صاحبہ ام و زمرہ کاہشت خان بی بی را مقید فتح برد این خبر از دست وقایع بعضہ بادشاہ رسید فرمان کتاب میر تمام میاں صاحبہ نظام نام احمد سے و و قوم و بی بی میاں بورد فرمان میر احمد سے کہ رگاہ بادشاہ رسید چند رگاہ از مجرا و مماندہ چون نواب وزیر امالاک محمد الدین خان پسر محمد امین خان توراتی میاں صاحبہ امیر شہر خاندہ بود بواسطہ ان بعضہ و محمد شاہ رسید و بادشاہ غوطہ قدامت جہاد کائنات بزرگداشت غنڈہ فقیر قومودہ و غنڈہ گرفت گرنایہ غنڈہ قومودہ و غنڈہ گرفت قسم بہایک خود داد و فرمود کہ میاں بی بی از وجہ خان بہادر خان امیقہ نہ آید و بار دیگر قصد قتل یکدگر میر گزشتہ اند کہ جب شرع شریف قسمت با خود ہا کر دم بگید و از انجا کہ ولادہ نقاب دلیر خان نواب بہادر خان در حضور مجاندہ سے صفحہ (۵۳۱) اخبار بہت تلی۔

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کا مکار خان کو اور دوسری صاحبزادی انٹشی صاحبہ نامہ ارخان کو اور تیسری مناسی بی بی نیکنام خان کو منسوب تھیں یہ سہ فرزند ان نواب عنایت خان برادر و یہ خان کے فرزند ان تھے میان بی بی کی دو لڑکیاں تھیں ایک امجد بند یہ صاحبہ جلال صاحبہ پرزادہ گلبرگہ کو بیابھی تھیں انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو غفر الدین خان بن نواب محمد خان نیکش کے عقید میں تھیں دوسری صاحبزادی میان بی بی کی کجابی بی تھیں جو نواب جہان نواز بن نیک نام خان کو منسوب ہوئی تھیں انکے بطن سے ایک دختر کی پیدائش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان غصنفربنگ نیکش کو منسوب تھیں کجابی بی کی بیٹی کا بطن سے لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب محمد خان شاہ جہان پوری سے منسوب تھیں جسے نواب محمد خان عرف جمہ میان جانشین علی باب عاجی رئیس بڑی دیوڑھی پیدا ہوئے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کر لیا تو بہو صاحبہ غنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں کیا اس زمانہ میں اس ضلع کی عدالت راجہ صاحبہ ام کو بادشاہ کی طرفت مرحمت ہوئی تھی رخصت کی وقت بادشاہ نے اس قضیہ کو راجہ صاحبہ ام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے بموجب انکا فیصلہ کر دینا۔ اگر بی بی میان امپر رضی نہون تو انکو میان روانہ کر دینا صاحبہ ام پر گنہ گار نہ کے قلعہ میں ہے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہ جہان پور میں آگئیں تو بی بی میان جنگ پر مستعد ہوئیں اور بڑی جہاد فوج سے انھوں نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحبہ ام کو میدان جنگ میں قتل کر ڈالا اور اپنی بھانج زوجہ خان بہادر خان کو قید کر کے ہمراہ لیکر

جب خبر وقایع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہ اسے ایک فرمان عتاب میں لکھ کر بیٹا کے  
 ہاں ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میان فرمان کے صادر ہوئیے دہلی کو گئیں اور چند روز  
 دربار کی حاضری سے محروم رہیں لیکن اسکے بعد نواب قمر الدین خان جو محمد امین خان  
 تورانی کے فرزند تھے وہ میان بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطے سے محمد شاہ  
 بادشاہ کے حضور میں حاضری ہوئیں بادشاہ نے بلحاظ قدامت بیٹا نشانی کے چونکہ بزرگوں  
 سے حضور میں آتی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعد ازاں خلعت گرا نمایہ عطا فرما کر بہت  
 اعزاز و احترام سے نصرت کیا اور چونکہ اور بھانج کے باہم بخشش بھی  
 اسکے بارہ بین فرمایا کہ تعین ضرور مصاحبت کر لینا چاہیے اور اپنے سر  
 مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم یہ وہ خان بہادر خان کو مقید نہ کرلو اور  
 ایک وسیع قتل کی درپے نہ ہو اور ترکہ ہو جب شرع شریف کے تقسیم کر لو۔  
 میان بی بی کی بہت اسی تھی کہ انکے مکان کی طرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکو ان میں  
 نکلتے تھے نقل مشہور ہے کہ انکی ایک لڑکی تھی ایک بار اسکی دایہ نے کچھ بیداری سے اسکے  
 سر کے بال صاف کیے جس سے وہ چھپیں ہو گئی میان صاحبہ نے اس لڑکی کو آگ کی  
 آگ میں ڈال دیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے بچے کا قتل آگیا کیلئے باپ کی طرح بہادری میں  
 بنیں یہ تھیں گو عورت ذات تھیں مگر دلاوری و جوانمردی میں دونوں برابر سی ہوتی تھیں انہیں  
 شجاعت کا جو ہر موروثی طور پر اپنے دادا نانا سے پہونچا تھا میان صاحبہ قلعہ کے باہر محلہ  
 لوبانی میں رہتی تھیں اور وہیں انکی دیوڑھی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

ستہ جلوس میں جب محمد شاہ بادشاہ نے ام سے اپنے تخت کے نام فرامین صادر کیے  
 ۱۵۰ سال بستہ شہر جلوس محمد شاہ فرین شاہی بنابر طلبی امایان صادر شدہ ۱۵۰ سال گزیر فرمان طلبی نواب بہادر خان

تو منجھو دیکھو کہ ابولمنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار او دھکے کے نام بھی فرمان سالک

بقیہ قصہ ماقبل صفدر جنگ صوبہ دار او دھکے کے نام بھی فرمان سالک

ابن عزیز خان داماد مظفر خان نواب لیر خان بنام زین الدین خان بہادر چغتای بزرگوار او دھکے بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ بہادر  
عبداللہ خان مشہور ہو چکے ہو بادشاہ مستغنی احمد واداع محمدی و انواع نظار و ظلماء کہ و احوال قریب یکدی او و شوہر خود خان بیک  
چون لحاظ خاطر پاس عزت میان بی بی برائے ابو جعفر بسیار بود لہذا و فرمان ابولمنصور خان عبداللہ خان نواب شہزادہ قمر کریم  
کہ عبداللہ خان نام زمیندار شاہجہانپور کہ قمر و بامستولان در گاہ خصوصت و عداوت بسیار میدار و آن ناخوش شناس خود وزیر القدر  
خان بہادر خان لکڑاوقات ایذا میرساند چون مکنی و مثلک راہ ایشان است بوقت ورود شاہجہانپور نامبروہ رامقید ساختہ تیرہ و اگر  
بمردی پیش تیر سرش بریدہ در گاہ آید چونکہ ابولمنصور خان قریب بہشت کردہ از شاہجہانپور و در شاہ آباد نزول اجلال فرمودہ بوشب  
و کس سالہ ان اشہر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود ما بہ ولت ایشان در شاہجہانپور رسیدہ عبداللہ نامی زمیندار از انجا بہشت اوا  
مقید ساختہ بمضور آید و اگر مقابلہ نماید سزا پیش کردہ او در کنا را و دھند رسالہ داران فراخ حال او و اہل ہوت و دھند و معروض نمودند کہ  
نواب عبداللہ خان سرور است و نیزہ نواب بہادر خان بہاول بادشاہی است و چند ہواہر با افغانی زورایت آوردہ در شاہجہانپور  
آباد ساختہ و بہ ایک ایک خود را رستم زمان میشارند و ہفتاد ہزار کس افغان شہرینہ تاجی فرمان او است اگر تصور بادشاہ بدین  
توجہ شوند کہ کہ سالہا کارش با تمام خواہ رسید و اولاد و دران شہر مان افغان است کہ ہمہ را خاجان خان و دی ستانہ شاہجہانپور  
و مقابلہ نہ درمندان و الی تو دران کردہ ہمراہ نواب لیر خان ملک سام تہ تیغ نمودہ و تمام دختر از بہادری اتنا سیاہ است سر برین او  
سرسری نیست و ملکہ این عبداللہ خان بلکہ از تمام اولاد لیر خان بہادر خان کلثبہ نام افغانی سلطاننہ از اتنا باہل نیلہ و از ان کسی  
نہ نکو امی از مرغان سلطان نمودہ و اولاد لیر خان بہادر خان بہادر عبداللہ خان را طلب فرمایند و حکم جنوہ ستانی  
نواہ کردہ اندیدہ کہ نہ کساد کرد و بجای آدم بر طبق ظلماء اتنا حکم شد کہ زایشان یک کس رفتہ با تمام او اگر امرا را بسیار نہ چنانچہ  
دارہ کہ بہ پیشروانہ شدہ نیز یک نواب عبداللہ خان رسیدہ با عبداللہ خان ملاقات کردہ و از احوال حکم بیان اظهار خود و فصل بیان نو  
ہم و زمینہ جناب عالی قریب شاہجہانپور موضع دوی پور نزول اجلال فرمودہ بوقت نواب عبداللہ خان ز مسکنی و بچل و شکوہ  
شہت ہزار افغان چہا کہ دھن جاسد بلکہ بہرہ و قبی ذہر دست کردہ اگر مثل دور انکشتی پالی کسرا و خود ساختہ و دھن و تارو  
سرا نیدہ و آہنک پستول بنگال میرسانیدہ و ملکہ از بہت او کہ ہمراہ سواری او ہند و بھل حسابیت و قہیکہ سواری او قریب  
اروہ رسیدہ رسالہ دار کوہ را از آن پیش بمضور آمدہ اطلاع نمود آن وقت نواب صفدر جنگ ز مسند ہر خاست قریب سر اپردہ خود  
سر اچہر اقدس چاک کردہ شکوہ سواری و جمہیت او ملاحظہ کردہ از رسالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ  
و قہیکہ عبداللہ خان لب فرش رسیدہ نواب صفدر جنگ ز مسند ہر خاست قدمے پیش آمدہ معافہ کردہ و ہستفرا حال نمود  
و احوال مفصل کہ باہم زہن خان بہادر خان مناقشہ و تہذیبہ میان و پیش بود و فکر و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگوی من  
ازین حال بیانی معتمدان شنیدہ ام لیکن فضل حال معلوم نہوہ کہ این بزرگان شہا بہت و انجا بہت

اس عرصہ میں زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان مر  
زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور ان کے ظلم کا استغاثہ کیا اور ان کے  
مصرحہ کے مظالم بیان کیے اور یکجہی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہیں کیا چونکہ پاس  
عزت ہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابو لمصور خان صفہ جنگ کے  
نام صادر ہوا اس میں یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت  
متمدد اور سرکش ہے وہ ناحق شناس مابدولت کے متوسلہ سے عداوت رکھتا ہے زوجہ  
عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہے چونکہ مسکن اسکا تمھارے اٹلے  
راہ میں ہے لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبروہ کو مقید کر کے ہمارے رو برو لانا چاہیے  
اگر وہ متمدد کیسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹ کر ہماری درگاہ میں حاضر کرنا چاہیے جب صفہ جنگ  
اودھ سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دو رسالہ داروں کو  
حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہاں عبداللہ نام ایک زمیندار کو  
اسکو مقید کر کے ہماری رو برو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اس کے کردار کی اسکو سزا پہونچانا  
وہ رسالہ دار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھوں نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان  
وہاں نکاسہ دار ہے اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہے اس کے دادا نے  
ہزار ہا افغان ولایت لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک چٹان ان میں اپنے آپ کو رستم  
زمانہ سمجھتا ہے ستر ہزار چٹان شریف القوم اس کے فرمان کے تابع ہیں اگر حضور بادشاہ  
بذات خاص بھی متوجہ ہوں تو امید ہے کہ سالہا سال میں اسکا کام تمام ہو اور اس شہر میں  
اولاد نہیں اٹھانوں گی یہ جنھوں نے خانبہان لودی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ  
کیا ہے اور نذر محمد خانی الی تو ان کو ملج و بدخشان سے بیدخل کر کے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب لیر خان کے ملک سام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوئے ہیں عبد اللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہیں ہوا اسکے علاوہ عبد اللہ خان بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان و لیر خان کی ہوا اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہیں کی بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ ٹکرائی کی سپہ نواب لیر خان کی اولاد طعنہ زن ہوئی اگر حضور نواب عبد اللہ خان کو طلب فرمائیں گے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے آئندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائیں جب صفدر جنگ کو عبد اللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تمہین سے جا کر انکو باکرام تمام لائے چنانچہ سالانہ پیشتر روانہ ہوا اور عبد اللہ خان کے پاس جا کر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس سرحد میں جناب عالی یعنی نواب صفدر جنگ قریب شاہجہا پور کے موضع لودی پور میں جا کر خیمہ زن ہوئے اسوقت نواب عبد اللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان و تمکّل سے برآمد ہوئے اور ساتھ ہزار چچان جہاز اپنے جہاز کے دامن کمر سے باندھے ہوئے اور تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے دفعت اور دو تاراج بھلے اور بیستون کی آواز آسمان پر پہنچاتے تھے ساتھ لائے ان چچان کے علاوہ دوسری جماعت عالیہ کی بھی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہنچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر پیشتر اگر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سرپردہ کے جا کر بتوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبد اللہ خان خیمہ میں داخل ہوئے اور جب فرش پر پہنچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھ کر معافقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھوں نے مفصل طور پر خاندان کی



موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا  
 ماورائاتی رُسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات میں تحریر  
 ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگوں کی شجاعت کے کارنامے سناے جنکو نواب  
 صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگویی میں کوئی شک نہیں ہے منے  
 بھی یہ واقعات زبانی معتمد کے سنے ہیں لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ  
 تمھارے ہیں اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کہاں ہیں اب حال معلوم  
 ہوا خاطر جمع رکھیے میں دہلی جاتا ہوں انشاء اللہ آئندہ ان کے ہاتھ سے عمدہ کام  
 لیے جائیں گے بعدہ عبد اللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار  
 شاہی کو روانہ ہوئے۔

عبد اللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے  
 فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف المرشد تھے  
 نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضب اور تند  
 مزاجی میں ضرب المثل گذرے ہیں۔ انکا مغلّ ذکر اوپر معرض تحریر میں آچکا ہے  
 نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان میں ہمیشہ نا اتفاقی رہی اور چچا بھتیجوں  
 کے باہم کبھی صفائی نہ ہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست  
 میں مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضر باش و شاہی  
 خدمتوں پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے  
 دیوانے بنے ہوئے تھے مگر انکے حو کات و سکناات تو سہ دیوانہ بکار خویش  
 ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اس طرف کے کوچہ و بازار  
 سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر  
 رات میں فقیری لباس پہن کر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات  
 نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بد مزاجی کے حالات بادشاہ کے  
 حضور میں پہونچائے لیکن بادشاہ نے بنیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان  
 کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بے باکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم  
 پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سرور بار فرمایا کہ آپ اپنے  
 دیوانہ بھتیجے کا علاج نہیں کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب میں یہ عرض کیا  
 کہ اسکے لیے بھر قتل کے اور کوئی داروے شفا نہیں ہے اور خود انکے قتل پر کمر  
 باندھی مگر بادشاہ نے بسبب ہم ذاتی کے اسکا تذکر نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط  
 خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ مرد دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ میں  
 سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر میں غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق  
 شاہجہانپور میں وارد ہوا زمین الدین خان نے اس سے ہزار بارو پے کی شکر لیکر  
 خود برد کر لی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیا وہاں سے تادیبا  
 تو احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زمین الدین خان ستیفٹ  
 سے لیکر دخل کر میں یا خود حضور میں حاضر ہوں حسب حکم بادشاہی فرستادہ  
 شاہجہانپور آیا اور وہ یہاں سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا  
 کہ زمین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ  
 سے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو چوکی روٹیاں لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجھ کو کھلائیں ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر  
 غلہ مکاین میں مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت  
 سماجت کے ساتھ غدر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیوں دین۔  
 انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھیں جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب  
 تھیں یہ باپ بیٹے دونوں خوش رو جوان تھے راقم نے ان ہردو کی تصویریں دیہی  
 میں شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی  
 تصنیف کا یہ شعر جو بطور سیح کے ہے مہر پر گندہ کر آیا تھا ۵ چو با فرخ سیر  
 سلطانی آمد ۶ بزین الدین بہادر خانی آمد ۷ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر انکے ورد  
 زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ۵ ہچو سیاب تا ناکشتہ شوم ۶ کنم ترک  
 بقرا یہاں انکی شہادت کا واقعہ شمس العلماء مولوی ذکا، اللہ نے بھی تاریخ  
 ہندوستان کے صفحہ (۱۰۵) جلد نہم میں تحریر کیلئے کہ زین الدین خان فرخ سیر  
 اور جہاندار شاہ کے معرکہ میں کام آئے ہیں۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان  
 کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے  
 ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں جان بحق ہوئے۔ دوسرے  
 نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے  
 یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمراہ رہا کرتے  
 تھے فرخ سیر کی معزولی میں سادات بارہہ کے ہمنیال ہونے سے قتل ہوئے  
 انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونوں لاولد رہے۔ انکی حویلی کو ٹولہ فیروز شاہ معروف ہے۔

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چھیلی باغ گوہر آرا بیگم میں متصل درگاہ خواجہ  
 باقی باللہ کے پرانی دہلی میں ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت  
 یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موروثی عداوت کے بادشاہ کے روئے  
 باغی ظاہر کر کے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یوں لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ  
 بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے انھوں نے بادشاہ  
 سے انکی بغاوت بیان کر کے اجازت قتل کی حاصل کر لی تھی تاج الدین خان کسی  
 تقریب میں شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہاں سے شاہجہانپور واپس جا رہے تھے  
 موضع لنواری میں خان بہادر خان سے مقابلہ ہو گیا اسوقت تاج الدین خان نے  
 اپنے دونوں چھوٹے بھائی یعنی نواب عبداللہ خان و ظہور الدین خان کو مصلحتاً ہاتھی  
 پر سوار کر کے اپنے مصاحبوں کے ہمراہ نواب نگلش کے یہاں جنسے دوستانہ مراسم  
 تھے فرخ آباد بھیج دیا اور آپ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر خوب لڑے اور بہت سے  
 لوگوں کو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزوں کے زخم کھا کر شہید ہوئے اور دوسری  
 روایت میں یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے  
 ہاتھی پر سوار کر لیا اور مصری پور میں لیجا کر خمیہ میں اتار کر نظر بند کر لیا اور فضل خان  
 بازیخیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل  
 کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور میں بھیجا جو دہلی میں متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے  
 دفن کیا گیا اور نقش مصری پور میں دریائے کھنور پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ ۱۱۳۸ھ  
 کا تھا۔ بعد ازاں خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے  
 اپنے باپ کے قصاص میں قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جبکہ نام عبداللہ خان و ظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبداللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سہ رقم جو اہرات اور خطابے بن الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے نواب عبداللہ خان کو بلایا تھا اور جسم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب غزنیر خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو ان سے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مهم پیش آئیگی تو آئندہ بان کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عمارت میں چن پائی کو لگے اور روہلہ کے آدمیوں نے نواب صفدر جنگ کے شتر بانوں کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیریں کیں اور بادشاہ کو ان سے براہم کر کے فوج کشی کا ارادہ کیا عہدہ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازوں نے بطور فمائش کے ان سے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلہ کی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ میں نہ شریک ہوں ورنہ روہلوں کے عمل قائم رہینگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہو جائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر عظم کی وعدہ خلافی کے جس میں دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہیں کر سکتا چنانچہ نواب عبداللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیس کر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودھ سے آئے تھے شاہجہاں پور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اودھ دہلی سے محمد شاہ بادشاہ شہید جلوس میں مع امرا اور لشکر کے روہتکی تاراجی کے لیے بریلی و انولہ کی طرف آئے سعد اللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے اور حصار بن گڑھ کی طرف مفور ہو گئے اس وقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت و خطاب مذکورہ بالا سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ میں نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے ہراول مقرر ہوئے تھے۔

بعد ازاں علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہو کر امر میں منسلک ہوئے۔

روہیلون کے اس انقلاب میں عظیم خان جو روہیلون کے سردار تھے دو ہزار سوار لیس کر شاہجہاں پور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔

اس عہد میں دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہاں پور کے نوابوں کے پاس تھے جس میں دیہات بدایون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ میں آئے تھے جب ان کے پاس روہیلون کی جمعیت آگئی تو انھوں نے روہیلون کے اغوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو ان کے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت میں تھے انہر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہاں پور کے قلعہ میں قہر بند کر لیا۔ شاہباز خان تبنہ بھی ساتھ میں تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی سے باہر نکلا کر اسماعیل خان کانکر کے یہاں پہنچے اور ملک نمان خان کے

نام بابت بلائیکے رقمہ لکھا اور خود عظیم خان خلیل کے یہاں چلے گئے اور وہاں شیخ جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور سین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے ساتھ ایک بڑی جماعت خو خوار چٹانوں کی لیکر لڑائی کو گئے اور ہر طور الدین معہ عظیم خان رولہ کے قلعہ میں جنگ کے لیے مستعد ہوئے عبد اللہ خان نے دو ہزار چٹانوں سے قلعہ پر یورش کی اور رولہوں نے بند و قوکی باڑھ پر کھ لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبد اللہ خان نے رستمانہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول لیا اور اندر کھس گئے اور دونوں جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچ گئی گویا عظیم شاہ و عظیم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبد اللہ خان کا قبضہ بر سر اوج تھا رولہوں کے سردار عظیم خان مارے گئے اور انکی جمعیت میں تزلزل ہو گیا اور ادھر سے بھی بہت پٹھان کام آئے اب تک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہیں آئے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی اور نواب عبد اللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اسوقت ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اٹھے اور جیسا کہ شیر بکریوں کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً مصاحبوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوئے۔ اب نواب ظہور الدین خان اور نواب عبد اللہ خان دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا چونکہ دونوں گل ایک ہی شلخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوئے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اس عرصہ میں ظہور الدین خان نے تدبیر کر کے راجپوتوں کو جنگل میں فراہم کیا اور قلعہ چھپن لینے کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی نگہداشت میں رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے انکے زخم اچھے ہو چلے تھے مگر انھوں نے ظیش میں آکر سب ٹانگے زخموں کے توڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی میں انکا انتقال ہو گیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور رولہوں کے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان رولہ کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے اعظم خان مقتول کے بھائیوں سے میل کرا دیا اور انکے قیامی مکان پر رولہوں کو لا کر دو سو روپے کی شیرینی منگا کر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے یہاں لیجا کر انکی طرف سے دو سو روپے کی شیرینی منگا کر تقسیم کرادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ معہ فوج اور سرداران رولہ کے بڑی دھوم سے بارات لیس کر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان



کے یہاں بھی لکھنؤ اور دہلی کے امرا اگر شریک ہوئے تھے ہمیں کاسمان اور کھانوں کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیات بھی داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور میں نہوئی ہوگی۔ اسکے بعد جب شاہزادہ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے وسیعہ کے زمانہ میں صوبہ الہ آباد جانیے قصہ سے شاہجہانپور ہو کر نکلے تو نواب عبداللہ خان نے حاضر ہو کر نذر و پیشکش گزرائی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اس وقت زین الدین خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے صولت جنگ کا خطاب بھی مرحمت کیا تھا۔

جس زمانہ میں کہ نواب قاسم علی خان بنگالہ سے شکست پا کر شاہجہانپور آئے تھے تو نواب عبداللہ خان اس وقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے ہوئے تھے مگر انکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل میں ٹھہرایا اور سامان ضروری انکے پاس بھجوا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آئے تو بہت خوش ہوئے اور مینیون نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد اٹھا نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کینڈہ میں بھی بہت چمکنی تھی اور معرکہ حافظ رحمت خان میں عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہو کر جانیلی راو دیہی تھی اور انھیں امور کے محاذ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکلی وجہ سے ارادت نان پسر حافظ رحمت خان کو امن دی تھی غرض کہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسائش و ناموری و چشمت ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت میں گردش فلکی سے کچھ اتار تیززل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

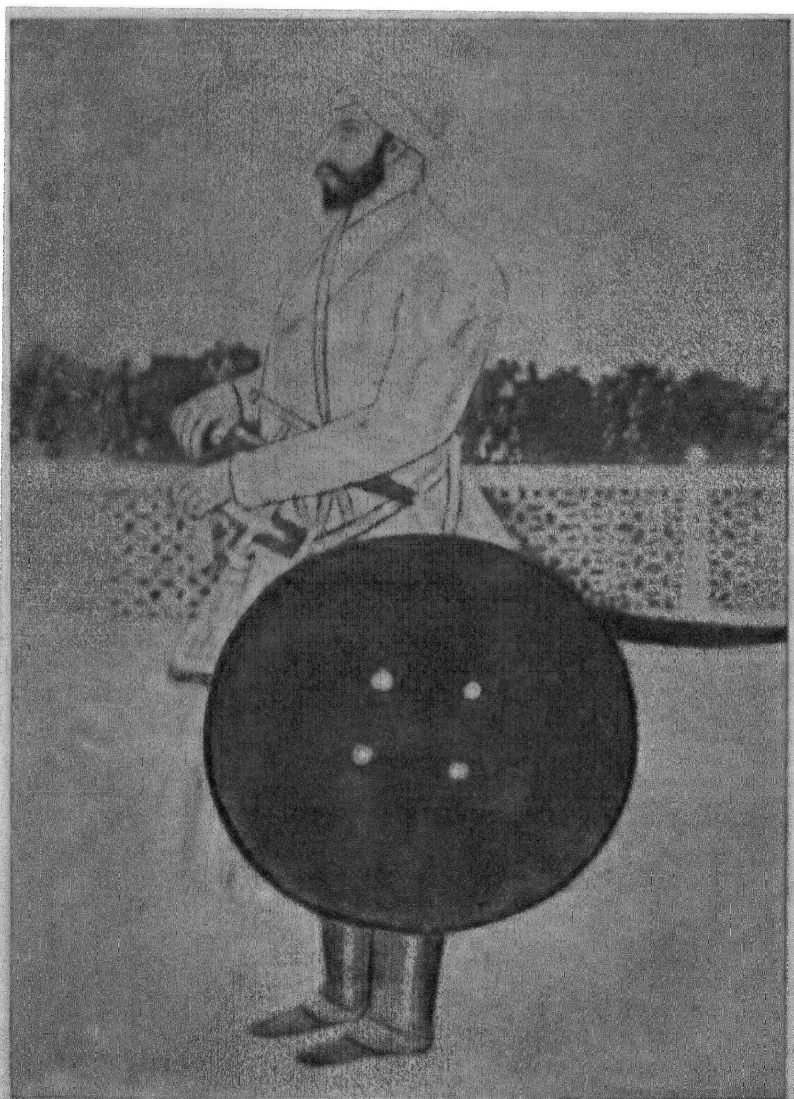
## دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہ جہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور با وضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے داود زئی ایک بڑی قوم پُچانوں کی ہے اویسی شان باقرزی بھی ہے۔

دریا خان کا اصلی وطن قصبہ بربر تھا جو پیشاور کے نواح میں چند کوس سمت مشرق شمال واقع یہاں کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہاں دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہاں کے سردار کو خان بولتے ہیں چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کا شکاری اور گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے شلیخ اخبار محبت میں ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام میں شیخ رکن الدین باز پخیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھ کر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی انکے محل میں دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد میں واقع ہے عمل میں آیا تھا اسکے بعد پھر ہواے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے آئینکا سب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میرالامر پیر خان جو خانبھان خان لودھی







دروا خان



نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخرین ترقی کر کے  
 صلابت خان یار و فادر سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اسے  
 سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے  
 کئی صوبوں کا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا  
 حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے لکھوڑا دوڑاتا ہوا قصبہ بربر میں  
 پہونچ گیا اسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اسنے دریا خان کے  
 خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہیں چھپی رہتی دریا خان کی  
 نظر جب خانجہان پر پڑی اسکو سردار سمجھ کر گھوڑے سے اتار لائے پانی اور کھلیٹ  
 کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار  
 بد لکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرہ تمام اپنے ہمراہ نور الدین جہانگیر بادشاہ کے حضور  
 میں لایا دربار شاہی میں اسنے دریا خان کو پیش کر کے اسے نذر دلوائی اور انکی شہرت  
 خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ ہر تار کیا مت  
 وہ بھی بیان کیا جہاں بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریا خان سے مخاطب ہو کر  
 مختلف حالات دریافت فرمائے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر  
 دریا خان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ یہ غم  
 اخوت پڑھا گیا بادشاہ مروج نے اول دریا خان کو منصب  
 ہزار می ذات اور ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد  
 انکا اسقدر رسوخ بڑھا کہ شاہزادہ خورم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے  
 دریا خان کو سپہ گری کے فن میں اتالیق مقرر کیا اور اسکے بیٹے سرابہ ال خاں ملقب بہ

بہادر خان کو جنگی عمر اور سوقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبین میں منسلک ہوئے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا کیا اور اکثر معرکوں میں افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیں یہ بیان مصنف اخبار محبت کا ہے اور مصنف ماثرا الامرا نے کسی قدر تفاوض سے ماثرا الامرا کے صفحہ ۱۰ ردیف دال جلد دوم حصہ اول میں تحریر کیا ہے کہ دریا خان داودزی ابتدا میں مرتضیٰ خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت میں منسلک ہوئے اور پھر ایام شاہزادگی میں شاہجہان کے پاس آکر سر بلند می حاصل کی اور یہی مضمون بادشاہنامہ میں شاہجہان بادشاہ نے لکھا ہے اس تھوڑے اختلاف کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں چونکہ مرتضیٰ خان بخشی فوج تھے اس لیے دریا خان شاہی ملازمت کی حالت میں مرتضیٰ خان کی ماتحتی میں رہے ہوں اور پھر شاہجہان نے انکو کار گزار و خوشرو جو ان پاکر اپنی سرکار میں لے لیا ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان افغانستان سے آکر چنپے مرتضیٰ خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضیٰ خان شیخ فرید کے جو دو حسن اول

۱۔ شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہنچتا ہے اہل سادات  
۲۔ اسٹون سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چہارم عبد الغفار دہلوی نے اپنے فرزند کو وصیت  
کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کسب کرنا اور سپاہگیری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا چنانچہ شیخ  
فرید نے ترکین میں اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حسن اطاعت اور کارگزاری سے نہایت قرب امتیاز  
پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی میں مشہور ہو کر زمرہ امرا میں یکتے روزگار ہوئے جہانگیر نے تخت نشینی  
کے بعد انہیں مرتضیٰ خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی  
دو دونوں سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ



فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان میں بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت  
بقیہ صفحہ ماقبل ابن سالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی اس کے پاس پہنچا محروم نہ رہا جب تک دربار کو نہیں جانا  
تھے کس پادشہ و بادشاہ کو تفریح کرتے تھے اور اسے ہاتھ سے بجز پیرگاری اشرافی و درویشی کے  
دیکھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار کرشمہ لیکھا آٹھویں بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہ کر لوگ  
جائیں اور تجھ سے لین لیں اہل خانقاہ اور دربار بابت توکل و متابین و بیوہ مستورات کے لیے جو بیوہ  
و سالانہ مقرر تھا حاضر و غائب اوں کو برابر پہنچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی میں سرف ہوتی  
تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اونکے کل مصارف ادا کر دیتے تھے ایک سال میں تین بار غلات  
و گرنکو نہایت کرتے بعض دوستوں کو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار  
منتخب تیار کیے تھے کبھی حویلی میں نہایت ایک بار شیر ناز تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چوہاں کے  
بعد آیا و دار کا داس بخشی تھو اسے کہا کہ اسے تفریح دیدہ و استہ فرما حاضری و غیر حاضری کی تیار کردی شیخ  
برہم ہوئے کہا کہ تو کہ قدیم ہے اگر مکان پر جا کر برسہ ہو گیا تو ہمارا کون کام حرج ہو گیا مار بچ رو انکی سے  
سات ہزار روپے نکلے کل دلوادیے۔

دو کام ایسے ہوئے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکار تہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت  
آفر ہوا مرزا عزیز کو کہہ اور راجہ مان سنگ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر  
شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ میں لا کر تخت سلطنت پر بٹھلایا دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی  
ہو کر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا آیا ہے تو شیخ ہی نے اسے شکست دیکر جگایا جس پر جہانگیر بادشاہ  
فردا صفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ میں رات کو رہا ان مقام مفتوحہ پر جو کہیں  
بہر دان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پر گنہ غوغا آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے  
شیخ کو صاحب السیف و اقلیم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشت سی لعل بدخشان کی جس کا تگینہ و صلہ  
ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوش رنگ و بھیس ہزار کی قیمت تھی بادشاہ کو پیشکش  
دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت نفسانیت رکھتے تھے جب یہ شیخ  
کے صوبہ دار تھے شلہ جہری کو قصبہ پٹان میں انتقال کیا اور دہلی میں اپنے آبائی مقبرہ میں مدفون  
ہوئے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ میں کل ایک ہزار اٹھ فی چھوڑی امداد آباد میں محلہ آباد

تھے جنگی نظیر عالم میں ملنا مشکل ہے۔

نور شاہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی میں ایسی ایسی خدمتیں نمایاں کیں کہ روز بروز ان کا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر میں شاہجہان اور نور جہان کے باہمی نزاع میں انکی ساری غیر خواہی و جان نثاری خاک میں مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان میں حصول تخت کے لیے دو مدعیوں میں جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غائب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہیں وہ سب نے رد و اورد نام ہو جاتے ہیں یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نور جہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ بختی اور شاہجہان ولیعہد اوسکا دم مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نور جہان کی نفسانیت بجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزارع پر غالب تھی اس لیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانبہان خان لودی بھی اوسکے جانب تھا اور دریا خان نے خانبہان خان کو اپنا مقوم و محسن سمجھا لیا اسکا ساتھ نہ چھوڑتے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی میں انکا نام ہمیشہ کے لیے خانبہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کونجی کے متعلق تحریر ہو کر مشہور ہو گیا۔

جب تک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی میں رہے نہایت تسواری سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگزاری کر کے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر حسین پر گنہ دہو پور بھی تھا نور جہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بقیہ صفحہ ماقبل انھیں کا آباد کیا ہو ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ و جیہ الدین کا انھوں نے بنایا۔ دہلی میں فرید آباد و دیگر عمارت یادگار چھوڑی اور لاڈل لکھنے کی تھی وہ بھی لاؤلفوت ہو گئی تھی۔

شہر یار کو دلوائی اوس زمانہ میں دریا خان شاہجہانپور کی طرف سے اس جاگیر کے نام  
تھے شہر یار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھوپور کا ناظم مقرر کر کے بھیجا  
اور شریف الملک نے وہاں پہونچ کر اوپر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہجہان کی طرف  
سے مقابلہ کو آئے طرفین میں نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف  
الملک مارا گیا ایک تیرہ اسکی آنکھ پر ایسا لٹکا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور دریا خان  
بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب میں ہے کہ شریف الملک قلعہ دھوپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان  
نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقابلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی  
کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ میں ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہوا اسلیے فیما بین تلوار چلی ہو  
بہر کیف دریا خان نے فتح پانی شاہجہان نے دریا خان کی اس وساداری اور  
اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا یہ واقعہ ۱۰۳۲ھ کا  
اس محاربہ سے نور جان بیگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اٹھی اسنے  
جہانگیر کو شاہجہان کی طرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عنہ اشتہ کو  
نا مناسب و قونین پیش کرایا اور تمام امور ات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نور جان  
کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اسکی ایک بیٹی جو شیر افکن خان سے پیدا تھی وہ  
وہ شہزادہ شہر یار کے عقد میں آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہزادہ  
بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہزادہ کے  
ساتھ در جنگ دھوپور با شریف الملک کو کہ سلطان شہ یار نامی شہادت بر آورده پایہ اعتبار  
نہ افر وخت۔ ماثرا لامر جلد دوم متذکرہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔

مگر شاہجان ولیعہد اور سب شہزاد و زمین لایق تھا بیسیون بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلا بخشش بادشاہ کے اوپر غلبہ نہیں پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود ہی نے اپنی بیٹی امجد بانو عرف ممتاز محل سے شاہجان کا عقد کر لیا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہو گئی شاہجان کے وکیل کی آمد و رفت دربار میں کرا دی اور قند ہار کی ہم پر شہر یار کو نامزد کر کے اسکی انالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امر کو طلب کر لیا شاہجان ان وجوہات سے نہایت کدر ہوا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اسنے آکر شہزادہ کی طرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نور جہان جہانگیر پر یہی حاوی

سلطہ نور جہان کا نام مہر النساء تھا یہ غیاث بیگ طہرائی کی بیٹی اور آمنت خان کی بہن ہے مکی مانجھو لکھا ہے کہ مرزا غلام الدولہ آقا ملاکی دختہ تھی اور سکھ اور احمد شریف جو شاہ و ظہا پ صفوی فرمانرواے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران میں ناموافقی ہوا تو وہ دو سپہ اور ایک دختر لیس کر ہندوستان کو روانہ ہوا انساے راہ میں کل اسباب غارت ہو گیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نہ رہا جب قند ہار میں پہونچا یہ مہر النساء پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسانی رکھتا تھا اسکے احوال سے مطلع ہوا اور اسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فقیر بن پہونچا تو تاجر نے کورنے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت ماسل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کا بل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان ہوتا ہوا گیا جہانگیر نے آغاز سلطنت میں اسے مرزا غلام الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النساء عرف نور جہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر انگن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفیر بھی تھا شاہ کے مرنگے بعد وہ قند ہار سے ملتان آیا اور خانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو رانا

جو کئی تھی کہ کچھ فائدہ نہواشا جہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہیں پا سکتا۔

بقیہ فیہ یا قبل کی مہین بہاری دیکھ کر شیر افغن خان کا خطاب آیا اور مردوان میں جاگئے۔  
 عنایت کی جب قطب الدین خان کو کلتاش بنگالہ کا سوہ دار کر کے رخصت کیا تو مہر النساء کے  
 بارہ مین اشارہ کر دیا تھا ان کو کہ نے جب بنگالہ پہونچ کر شیر افغن خان کو بلایا تو وہ اس امر  
 پر مطمئن ہو کر کہ کہ پر حملہ آور ہوا۔ کو کہ کا کام تمام کر دیا کو کہ کے آدمیوں نے او سپر جویم کیسا  
 اور انہ خان کشمیری نے اسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخموں کے اپنی جرات سے اپنے  
 مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہر النساء کو قتل کر کے جگہ انہم کر دے مگر مہر النساء کی  
 مان نے اسے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہوئی ہے خبر سن کر کنوین میں گر گئی یہ خبر سن کر  
 شیر افغن خان نے جان دی قتل کی تاریخ پہنچ گئی۔ اس کے بعد شیخ غیاث جو اسہراہ  
 قطب الدین خان کے تھے وہ مہر النساء اور اسکی مان اور اسکی لڑکی جو شیر افغن خان سے  
 پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کو کہ کے جو اس کے  
 شوہر کے ہاتھ و قہر ہو اتنا مقبوع رہی پیشہ جہانگیر نے اسے سلیم بنکر اپنی مادر مضعہ کو سپرد  
 کیا تھا چند روز نا کافی رہی پھر پیام سلام ہوئے۔ انہ جہان نے ایک گلہ ستہ ترکس  
 کا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور کتنی پر یہ منہ سے کہا اسے نیست ترکس شہر قدرت کر شوق  
 روئے تو وہ جہانگیر نے اس کے جواب میں یہ مسرہ لکھا ۵ کاش باشد نور جم در ترکس  
 دلجوئے تو وہ اس کے جواب میں یہ قابلانہ شعر نور جہان نے جہانگیر کو لکھ بھیجا ۵ نور را چشم  
 از روز ازل جادادہ اندہ بنم اندر پردہ بانہان بوال روئے تو وہ جہانگیر نے یہ رقعہ نور جہان  
 کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوئے شیر افغن کشیدہ ز کار بر حریر رومی است ملائکہ گشت  
 خواب است ناز حیلہ نیاز چرا باشد حجاب ز عصمت بہت نیست سخن باب قدسی یلکر آہ و بیکوش  
 باید کرد ۵ با مہر و مہ کہ حسن بجا گیر دادہ اندہ بہ مہر بتقاب شاہ جہانگیر دادہ اندہ اس کے جواب  
 میں نور جہان نے یہ معروضہ بہت مہم کیا۔ مہر و سایہ نفل الاست و آہوئے شیر افغن بہت  
 پیغمبریک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس و جواب قدسی غیر عصمت  
 نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ نفل آہ بس مہر تا در خانہ قطب است از جانہ جنبہ ۵

خود باپ کی خدمت میں چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ وہ  
 یہی صفحہ ماقبل خورشید را کہ نور جانگیر دادہ اند پد امر آستان جانگیر دادہ اند پد سندھ  
 جلوس مطابق سندھ بھری میں جانگیر نے نور جانگیر دیکھا پھر پرا ناعشق چشمن مو اور ہزار  
 ہوشیوں سے اسکو ازواج میں لایا پہلے نور محل پھر نور جان خطاب دیا اور ای کی جوس  
 سے اسکے باپ کو وکالت کل اور پھر ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ منے گا ہا ہا  
 سر ہٹے آیا نور جان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوستے یہ بیت انوری کی پڑھی سے آئے  
 کامیناے مادراد کر حاضر شود و جبین عالم آرایشش بہ بندہ مٹری پد جانگیر کہا کرتا تھا کہ  
 اسکی محبت ہزار یاقوتوں سے بہتر ہے۔ نور جان کی سس نیا ہری کے علاوہ باطنی نہ بیٹا  
 بھی ملتی تھی ہری سنا نہایت سلیقہ شعار رہ برکتا سے روزگار تھی بادشاہ کشتا کہ جب تک  
 وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی زینت گھر کی نہیں آئی تھی اور کچھ انی کے منے کو نہیں جانا تھا  
 آتش زور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جان نے ایجاد کیے ہیں مثل دودہی پیشواز  
 پنجو کیہ و زنی با کہ کناری عطر جانگیر کی فرش پاندنی وغیرہ۔ جانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز  
 دو کباب اور ایک پیاز شراب کے کچھ نہیں چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہیں نور جان  
 جلنے تمام پروانے اور احکامات نور جان صادر کرتی تھی حتی کہ بجائے بادشاہ کے بھڑو  
 میں بیٹھ کر امید دیکھا پھر بھی لیا کرتی تھی سکے اسکے نام کا تھا جگر شاہ جانگیر یافت صد زیور  
 بنام نور جان بادشاہ بیگم زرہ فرمانو پر یہ عبارت ہو کر تھی حکم علیہ عالیہ مہدلیا نور جان  
 یکم بادشاہ نور جان گشت بفضل الہ پد ہرم و ہراز جانگیر شہاد پد تیس ہزاری منصب  
 کے موافق اوسکی جاگیر تھی ملکہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے حتی کہ  
 میرا کنیز دل آرام والی جو اسکی مرض تھی بجائے حاجی کو کہ کے صدر اناٹ ہوئی تھی سے  
 کتنے غیش و تبار از تو ناز میری پد بحسن یک تن اگر عد قبیلہ ناز کنند پد یہ یکم بڑی فیاض تھی  
 جس روز عام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناقص عقلی کے  
 جانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہ جہان جیسے خلف الرشید و لیعد سے جو دارث سلطنت اور  
 شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ یکم میں

فوج کے اس غرض سے بڑھا کہ اس صورت کو نور جہان نے بادشاہ کے ذہن میں  
یوں جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے  
مساف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا جس نے بھری کو  
بلچہ پور اور قوہ پور میں دونوں فوجوں نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہ جہان  
بہشت نامہ مسطرت بریا پور چلا گیا اور شہزادہ پر وزیر پیشا لشکر لیکر جس میں تین سو  
جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کی طرف سے شاہ جہان کے تعاقب میں  
روانہ کیا گیا شاہ جہان کے امراء نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حال  
دیکھ کر شاہ جہان دکن کو چلا گیا اور اودھ سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد شاہ عالم  
لنک سہ راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ صفحہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیر دن کا شکار کیلئے تھی پنا پنا اسے متعلق جہانگیر نے یہ شعر  
حسب حال لکھا تھا نور جہان گرچہ بصورت زن است بدور صفت مردان زن شیر مان است  
جہانگیر نے عید کا چاند دیکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ہے ہلال عید براون فلک ہو یہ اس شدہ نور جہان  
نے لکھا ہے کلیہ نیکو گم گشت بود یہ اس شدہ بادشاہ کے قبلے حریر میں تکرار مل رمانی  
کو دیکھ کر نور جہان نے یہ شعر پڑھا ہے تو یہ تکرار مل است در قبایع حریر یہ شدہ است قلم  
خون منت گریبان گیر یہ شعر بھی اسی کی ہے کشا غنچہ اگر از نسیم طہارا است بہ  
کلیہ قفل دل ماتم یارا است بد بعد انتقال جہانگیر کے نور جہان نے مجر سفید لباس کے دولہا  
کپڑہ پہنا اور عباس شادی میں نہ بھی تھا جہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کر دیا تھا  
لاہور میں رہا کرتی تھی اسے جلوس شاہ جہان کے مطابق شہنہ بھری کو ۲۰ برس کی عمر میں  
انتقال کیا اور اپنے بنائ ہوئے مقبرہ میں واقع لاہور میں مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے  
سکون نے اسے کے خدین شکست آباد کر دیا تھا۔

وہ بھلاک ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار جنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان  
 نے خیر بنکر چنانچہ حکمران و باک سے نہایت جلد آلات حرب اور دست با تھی لیکر  
 اکبر کو جسکے پیشتر ان محل کتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر  
 گاہ بنایا اور وہاں سے جنگی جہز جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریائے  
 گنگا کو تر کر دریا کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجان نے اسکو برسر پر خاش خانکر  
 ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دارا خلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ  
 میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولا نگاہ سے زیادہ نہیں  
 ہے اس ملک میں جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجائے اوسنے جواب دیا کہ  
 یہ ملک آپکے بزرگوں نے میرے سپرد کیا ہے میں بلا اجازت نہیں دے سکتا  
 چونکہ انہی کشنوں کے دریا کا عبور نہیں ہو سکتا تھا اسلیے دریا خان پانسو  
 پٹھانوں کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تیلیہ راجسے جو غیر مشہور راستہ  
 بتایا تھا اوسطرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچ گئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی  
 دریا کے اوسطرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار جنگالہ کی فوج  
 نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور  
 ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ میں بھی ہزاروں  
 کے لشکر کو اسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگے ہیں لیجاؤں  
 اگر احوال کو دیکھکر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کی طرف متوجہ ہوے ابراہیم خان  
 نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجان نے خیر  
 سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچاؤ



ہنوز یہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور چٹاپش دیکر مخالفت کو بھگا دیا مگر پیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کر کے گرفتار نہ کر سکے ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبار خود مقابلہ کے لیے بڑیا اور دریا سے اوتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار لیکر اور خود اس کے ساتھ ہزاروں سوار پیادے تھے آگے آیا دونوں طرف سے جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑ کر زخمی ہوا ابراہیم خان یہ حال دیکھ کر دوڑا مگر اس کے ساتھی شاہجہان کے بہادر و نکی ضربوں کا صدمہ نہ برداشت کر سکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا چاروں طرف سے اسپر آدمیوں کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان لکھ کر قتل ہوا شاہجہان کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار میں ضبط کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہجہان نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کر کے شاہانہ نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت و ارباب خان سپہ خانان

شاہ خانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا برہم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی اسکی ماں تھی یہ سلسلہ کو لاہور میں پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زبور مرزا نے اسکی والدہ کو دہانے مشوب سے نکال کر محمد آباد پہونچا دیا سلسلہ جلوس میں اکبر نے اسے آکرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا نے

کو دیکر مہینہ کی طرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ میں آگیا تو  
 بحقیقہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر بادشاہ جو شریف خان اعظم سے اسکا حکم کر دیا اسلئے باؤس میں صوبہ  
 داری کجرات کی عطا ہوئی ششہ جلوس میں حضور علی بادشاہ میں ہوندرست میر عیسیٰ کی بھی  
 عنایت ہوئی ششہ کو شہزادہ سلیم عرف جاناگیر کی اماں یعنی عنایت بیوی منظرہ تجرباتی کی فتح میں  
 جو کچھ اس کے پاس تھا مل تقسیم کر دیا ایک قلعہ ان باقی تھا ایک شخص کیا وہ اسکو دیدیا ششہ  
 میں وقایع بابر کی ترجمانے ترکی سے فارسی زبان میں کیا اکبر بادشاہ نے عنایت تحسین کی  
 ششہ مجری میں وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جو نور اسکو دیا گیا ششہ مجری میں صوبہ  
 ملتان اسکی جاگیر میں مقرر کیا گیا صوبہ ششہ کی فتح بھی اسنے کی ملائگی نے ششہ کی فتح کی تعلیمی اسنے  
 صلہ میں اسکو ہزار اشرفی انعام میں دی خانخانان قابلیت و استعداد میں کتنا روزگار تھا  
 عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانوں میں دستاورد کامل رکھتا تھا اسکی شعری مشہور تھی فیاضی عالی  
 جہتی میں ضرب المثل تھا تمام زبانوں میں گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجایے پیادے کے سوار کی خواہ  
 پر دستخط کر دے پھر یہ لٹا کہ اسکا کمر شان بجا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعرا کو مکمل  
 سونے کے جھوزن تلواریا ملا نظری کو لاکھ روپے دیدے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا  
 اسکے عہد میں اہل کمال مثل عبدالسلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت  
 و دانشمندی و تدبیر ملکی میں سرآمد زمانہ تمام عہد اکبری کا ام اسے نظر تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفیہ دینا  
 پر باقی رہا۔ فخر کجرات تیسے سترہ شکست سیل خان بجا پوری اسکے کارنامے ہیں مخبر  
 بہت رکھتا تھا بعض باتیں اور چیزیں اسکے بیان ایسی استعمال ہوتی ہیں کہ بجز شاہزادوں کے  
 اور کوئی انکو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسنن کرتا تھا شاہنواز خان  
 داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امام اللہ اسکا بیٹا مابہ تو اسکا و غ ہو گیا  
 ایک کبھی بھال تھی اس سے اسکے مرزا کا ہر وقت قصہ کہہ تعزیت کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ  
 عیسیٰ سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دل کو قرار آگیا محمد فیم راچپوت کا لڑکا اسنے متبہ کیا است  
 وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر  
 سند مزاج ہمیشہ مددے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۵۰ لاکھ روپیہ اسکا

دریا خان و عبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بنا کر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود مع سپہ و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا اثنائے راہ میں اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہو کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ بہمناس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کر کے اپنا قصد کر لیا صوبہ اودہ کا حاکم دریا خان کو کیا اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجان نے یہ اخبار متوجش سنے تو اوستے شاہزادہ پر دینر کو بادشاہ کی طرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مابین خان سپہ سالار کو اسکا اتالیق کر کے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل اور اکی نا اتفاقی سے جنگ کن میں متاخر ہو کر قلعہ تھر میں گرفتار کیا کہ برہانپور میں اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اسکی دختر بانان بیگم شاہزادہ انبیال کو منسوب تھی سترہ تین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا اور تین بیار ہو کر سترہ تین تیرہ برس کی عمر میں خانخانان نے انتقال کیا دہلی میں جلیون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا اور اقم مقبرہ پر کیا جو خان سپہ سالار کو متاخر وفات ہے۔

۱۷ مابیت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غوریگ کا بلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب امام موسیٰ رضا کی اولاد سے ہے اسطابق شیراز سے کابل آیا اور وہیں اکبر شاہ کا ملازم ہوا اور پکن میں جہانگیر کی ملازمت میں بہت جلد شاگرد پیشہ ہو گیا جب جہانگیر راجہ اوجینہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر میں پہنچا اسکے آدمیوں سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنائی میں سنائیے چنانچہ راجہ کا سر کاٹ کر شمال میں لٹیکر بغل میں دبا لیا بادشاہ نے لشکر کے نوک حاکم کو یہ اہل شکر منتشر ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو مابیت خان کا خطاب ہوا اسے ہزاری منعرب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت میں لے لیا تھا اور جس کے نام فرامین معافی قصور جاری کر کے شاہی  
 بھیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ بلانے، نہ حاجب باستان  
 صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سو  
 اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امر بھی ہمارا لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان  
 دیوان دکن نے سب سے کہہ دیا کہ یہ معقوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف  
 اسکی جماعت چھ ہزار ہزار تھی جاتھیر کابل کے ہنگامہ کو جارہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع  
 ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تاو اسے مطالبہ شاہی حضوری نہیں حاصل ہو سکتی اور یہ سننے  
 بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی میں بٹھالیا گیا بعدہ قید کر دیا اور حکم دیا کہ  
 فوج سے نہ ملنے پاسے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسے  
 ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیج دیے اور استہ میں شہر یار اور دو بخش شہزادہ کو ہمراہ لے لیا  
 اور دو تنہا بادشاہی میں بلا اجازت پہنچ گیا اپنے آدمی پرے کے لیے دروازہ پر بٹھائیے  
 جب مہابت خان کے راجپوت غسٹا نہ میں کس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ  
 او کوڑھی یہ کیا ہے ادنی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر مارا ہی خان بننے لگا  
 اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ میں دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بخشی نے  
 عرض کیا کہ یہ وقت عسلہ آزمائی کا نہیں ہے مہابت خان نے القاس کی کہ صلاح کہوت  
 یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے پیلے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کر کے اپنے گہ لے گیا  
 اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر قصد کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہر یار کے کھڑے گیا  
 جب نور جان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو میں کر لیا غصہ نہم ت  
 سے اسکی حالت نہ پوچھو امیر و نکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیوں چھوڑا مگر پل  
 ٹوٹ چکا تھا تاہم نور جان نے اپنا ہاتھ دیا اور چار ترکش تیرون سے  
 خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بلیک کی فوج کے قدم نہ جھے آصف خان قلعہ میں  
 چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابت  
 ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کراتا اور سب کو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہنچا تو چوہدری

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد  
 بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب میں بھیجا گیا  
 اسے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جاگیر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگر تھمت  
 نشینی کے لیے آ رہا تھا اور اجمیر میں خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت  
 خان نے قرآن مجید قبر شریف کے قریب پر رکھ کر عرض کیا کہ میری مراد احمد شہ پوری ہو گئی اب  
 فرمادیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجئے تو حضور قسم کھا کر خواجہ بزرگ کو درمیان میں دینا تو  
 فدوی کو کتبہ شریف جانکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑے گا وشلانے  
 اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا  
 اکثر صوبہ داری کا بل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن میں اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہواری کی  
 گوشمانی کی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اسکے سر پر آگئی ہیں تو یہ ایسا لڑاکہ دکن  
 میں ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے چھین لیا یا قوت خان حبشی مارا گیا غنیمت  
 بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر رہا پھر آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ  
 اس فتح کے صلہ میں مہابت خان کو دیے اور اس مہم میں بیس لاکھ روپے صرف ہوئے پچیس  
 لاکھ روپے غزانہ شاہی میں داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب در خواست  
 اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجا پور پر چڑبانی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی  
 اور عادل شاہی کل فوجیں مقابل آئیں اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دوسو برس کے اندر  
 ایسی جنگ نہیں ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا  
 کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پر آگستہ کر دیا جب خان دوران خان اور  
 اوس سے نا اتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسین بار بار کہا کہ میں مہابت خان کی جان  
 بچادی اسی مہم میں آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور بیس ہزار جانور بل گئے تھے  
 سیدی مرجان و قیرہ سردار غنیم کے مار گئے گروہ سات سر پر آ جانے سے یہ جنگ ختم نہوئی  
 اسنے لاکھوں روپیہ بخارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بد نظمی سے  
 مقتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ وہی ہو گئی پریشانی نہایت کڑی

لیطرت روانہ ہوئے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد میں لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور میں دریائے گنگا کے کنارے جمایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند نہ کیا اسوجہ سے دونوں سرداروں میں کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن میں مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریائے گنگا کے کنارے آگیا دریا خان نے جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا بلے اور وہ نہ اترنے پائے مگر عبد اللہ خان نے قصد انفسانیت سے توپخانہ وغیرہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان کا کام بگڑ گیا اس عرصہ میں مہابت خان کشمیر فراہم کر کے دوسرے راستے سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوئے اور راجہ جیسیم اور عبد اللہ خان جو جوپور میں جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن نہیں ہے قلم پینہ کے لینے میں جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ مالہ موہن پرستار نے کو انتقال کیا (سپہ سالار فقہ تاجی ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خانم کو دیدی کہ بادشاہ کے خدمت میں پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیج دینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردانہ لی میں دفن ہوا شاہجہان نے ہجر ہاتھیوں کے سب ترکہ اسکے بیٹوں کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کرڈ روپیہ سالانہ اسکی آمدنی تھی سب خرچ کرڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیوں کی محبت کا عاشق تھا شاہجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہ تھی ہاتھیوں کا بہت شوق تھا انکو چا دل کموں کے اور لاتی خر پڑہ کھلاتا تھا جوش اور نجوم میں کامل تھا آخر میں شیعہ ہو گیا تھا سفاکی اسکی مشہور ہے صوم و صلوة کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خازن مان امانی لہر اسپ مرزا میرت بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کا کاہنت تھا۔

ہوئے تھے جا کر اونسے ملے اور وہاں سے شاہجہانی افسر اتفاق کر کے بنارس پہنچے اور وہاں بادشاہی لشکر سے مقابلہ کر کے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی جب بادشاہی لشکر کی طرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوئے تو دریا خان کی نئی فوج جو انکی سختی سے آزرده خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریا خان کے دابے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونوں طرف سے سخت مقابلہ ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتوں کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ پرویز کے قریب پہنچ گیا اور ستائیس زخم کھا کر کام آیا اس گڑبڑ میں شاہجہان کے لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قریبیوں کے اور کوئی نہ رہا بادشاہی فوج نے پرکار کی طرح شاہجہان کو اپنے حلقہ میں لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اس وقت عبداللہ خان نے جانا کہ شاہجہان میدان میں چھوڑ دیا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار لڑکے وہاں سے قلعہ رہتاس کو جان کہ اوٹنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفر نامہ میں ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا نہ کر وہ جانتا تھا مگر مجبور تھا آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ سیر حوالہ کر دو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیج دو تو تمہاری تفسیر عطا ہو جائے گی چنانچہ اوٹنے ہر دو شاہزادے معہ دو لاکھ روپے کے ۳۰ جاہلی شانی ۵۰ سندھ جری کو جہانگیر کے پاس روانہ کر دیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمعیت نوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہ گئے تو وہ بھی مسلح  
 دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمراہ گئے اور جنیر تک ساتھ رہے  
 لیکن وہاں شاہجہان سے جدا ہو کر شاہجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے  
 پاس چلے گئے بعض روایت میں ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان  
 عفو و تقصیر کے بابت اور شاہجہان خان لودی کا خط پہونچا لہذا دریا خان نے بھی  
 علیحدگی اختیار کی لیکن اس قدر وضع داری برقی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان  
 کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ میں شاہجہان کے ایام خمس ختم ہو چکے تھے  
 پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات  
 کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہونچایا اور کبھی  
 چین بچین نہوا۔

## جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور

### دریا خان کا دوبارہ منصب دار ہونا

تورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آ رہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸  
 ماہ سلطنت کر کے ۵ برس کی عمر میں ۲۸ صفر ۱۰۳۸ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر  
 ۱۵ جاکیر کے مرتبکی تاریخ لا کشفی نے ۱۵ جاکیر از جان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرتبکی  
 بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی میں بڑے جگڑے پیش آئے نورجان جہانگیر  
 کے جنازہ کو لائی اور شہر لارہ لاہور میں دادا الثعلب کے مرض میں مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے



۸۔ جامدی الثانی سنہ ۷۰۰ کو راجشاہ جہان برہانپور دکن سے دار الخلافہ آگرہ آکر پہلے شاہزادگی والے مکان میں ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ میں آیا اور دو شنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر میں سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہ جہان بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا لیا اور اسے سردار و نکلوانعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ماقبل جہانگیر کے منکی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نور جہان کا بھائی تھا وہ اپنے داماد شاہ جہان کی تخت نشینی کی فکر میں مصروف ہوا اسے شہزادہ اور بخش عرف بلاتی کو جو خسر کا بیٹا تھا قید سے نکال کر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹلادیا اور آت خان میر بخشی کو ملا لیا اور بنارس داروغہ جیلخانہ کو جو تیز روی میں مشہور زمانہ تھا شاہ جہان کے پاس دکن بھیج دیا کہ وہ آگرہ فرما کر دکن تخت نشین ہو جاوے اور جلدی میں کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مدد میں دو بیس روز میں دکن پہونچا اور شاہ جہان مطلع ہو کر آگرہ آگیا اور آصف خان نے نور جہان کے پاس لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی داراشکوہ اورنگ زیب کو نور جہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہزادہ کی ماتحتیہ کا رہبر پہلے حملہ میں بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا لیا اور خواجہ سرا فیروز لیکر آمدی خان کے حوالہ کر دیا اور وہ سی میں کرمانہہ کر دیا اور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا اور روز کے بعد اسکی آنکھوں میں نیل کی سلاخیان پھیر کر نابینا کر دیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہ جہان کے دار بخش کو قید کر کے شاہ جہان کا خطبہ پڑھا لیا اور ۱۰ جمادی الاول کو وہ مدگر شاسب اور اسکے بھائی اور شہزادہ طہوش اور ہوشنگ جو سلطان وانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہ جہان مستقل بلا کسی وعید اسکے بادشاہ ہوا اسکے بعد آصف خان مدشاہزادوں کے ۱۲ رجب کو شاہ جہان کے حضور میں حاضر ہوا یمن الدولہ اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مد سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہ جہانی تول اسکے خوراک تھی ذہانی کروڑا اسنے ترکہ چھوڑا بر علم میں دخل تھا شہزادہ جہری میں بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے نواب شہزادہ خان اور تاج محل زوجہ شاہ جہان اسکی اولاد میں تھے۔

جو امر مقبوع تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوئے دریا خان بھی حاضر ہوئے شاہجہان نے انکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا اسکے بعد ۵ اذی الحجہ ۱۰۳۸ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کو خلعت خاصہ و رجمہ مرصع اور سپ با زین مطلا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کر کے سرفراز کیا۔ اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمہارے لیے صوبہ دکن میں جاگیر مقرر کی گئی اور یہاں رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے اور ماثر الامرائین ہے کہ دریا خان کی جاگیر بنگالہ میں بھی مقرر ہوئی تھی اور قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہیوں میں متعین کیے گئے تھے جبکہ دریا خان کی جاگیر صوبہ خاندیس میں تھی اس زمانہ میں دریا خان دکن میں موجود تھے اور وہاں انھوں نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

۱۷۰۰ء درین ہنگام کہ توایم اورنگ جہان بانی بجلوس مقدس اسانی پایہ شد آن بدست بادشہ بنی خریدی از کرد وایکوبہید و اطوار ناپسندیدہ نامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدگاہ عرش جا آمدہ حضرت از جرایم لو اغراض نمودہ اور خلعت و منصب چار ہزاری ذات سے ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

۱۷۰۱ء دریا خان رولہ را بنایت خلعت و رجمہ مرصع و اسب با زین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بہ کن دستور دی دادند و حکم شد کہ جاگیر اور دہان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۴۔

۱۷۰۲ء ویش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بہر اہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد از ان پر گتہ بنادر و غیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ پساق دکن مامور شد از ماثر الامرائین صفحہ ۲۰۵ ذکر کردہ دریا خان۔

جہانگیر کے مرنے کے بعد شاہجہان لودی نے بالاگھاٹ کے چند پرگنوں نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنوں طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنوں بادشاہی آدمیوں کے سپرد کر دیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار ہیرا اپنے پرگنوں کو قبضہ سے نہیں چھوڑتا اور وہ میرے کئے میں نہیں ہے شاہجہان نے یہ سنکر خازن ان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنوں جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو آزاد شہزادوں سے ساہوگی مرہٹوں کو رغلایا اور وہ بادشاہی ممالک میں غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار اور ایک جماعت پیادوں کی دولت آباد سے لایا اس وقت دریا خان اپنی جاگیر محال شاو دہ سے مثل آنڈھی اور بجلی کے ساہوگی کے سر پر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہو گیا دریا خان نے اسے بادشاہی حدود سے باہر نکال دیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریا خان سے نہایت خوش ہوا۔ اس کے بعد سب مطابق سترہ ہجری میں بادشاہان دریا خان کے منصب میں اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہو کر چار ہزار سوار کیے گئے۔

۱۷ دریا خان روہلہ کہ دران ایام جاگیر دار شہنشاہ و آن نوا می بود مثل باد و زان و دل دمان ان خاکساران باد یہ ادبار کہ میان دو آب پتی دیور نہ نر باد آمدہ خاک ادبار بر فرق روزگار خود میر نقتند رسید و جنگ و پیکار ماست ۱۸ دران ملک بر آورو ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔

اب تک دریا خان کا ستارہ بلندی پر چکنا تھا اب ترقی سے اونکا تنزل شروع ہوا  
تھہری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانبھان خان لودی جسکی بدولت دریا خان نے بڑا  
مرتبہ پایا ویسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریا خان نے سخت مصیبتیں بھی اٹھائیں  
یہاں تک کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے مگر اپنی ذاتی وضع داری و وفاداری سے  
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانبھان خان شاہجہان کے  
مخالفت کے زمانہ میں نور جہان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب  
اوسنے یہ خیال کر کے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہیں ہے ایک عرضداشت اظہار  
اطاعت کی بادشاہ کے حضور میں ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات مابقی  
سے درگزر کر کے معافی تصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیج دیا اور اسے اوسکی جاگیر  
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسقدر اسکی بدگمانی  
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت بانجھار سید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کر کے مد  
عزیز و قتل کے دار السلطنت آگرہ سے نکل گیا دریا خان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا  
دریا خان کے متعلق تین روایتیں ہیں اول یہ کہ دریا خان اس زمانہ میں دکن میں  
تھے جب خان جہان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ  
لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانبھان خان لودی کے ساتھ  
دریا خان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریا خان کے خاندان والے  
زیادہ متبر سمجھتے ہیں یہ مشہور ہے کہ جس رات خانبھان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی  
صبح کو حسب معمول دریا خان حاضر دربار ہوئے اسوقت بادشاہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا  
تھا ہر سردار آتے جاتے تھے خانبھان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریا خان جب سامنے آئے تو او کا ربط ضبط خانجہان خان کے ساتھ اور نیز  
 دریا خان کا ایک مرتبہ باغوالے خانجہان منخرت ہو جانا بادشاہ کو یاد آیا اُسے  
 عالم غیظ میں دریا خان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے دریا خان شنیدہ  
 ام اوننگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و  
 نشان ہستی درین وقت مصیبت شریک یار و فادار ہستی  
 دریا خان نے اس کے جواب میں دست بستہ عرض کیا بلے پیر و مرشد  
 الامر فوق الادب یہ کلمہ رو سی وقت کہے ہو گئے اور مکان پر اپنا مال  
 و اسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتیں لیکر تھارہ ہرڈ بھا  
 دیتے ہوئے اگر سے نکلے اور خانجہان سے جا ملے مگر بہادر خان نے باپ کا  
 ساتھ نہیں دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے شاہجہان کو  
 اون کے اس وقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریا خان سے ایسی کج ادائی  
 وقوع میں آئیگی جب بادشاہ کو دریا خان کی مغوری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی  
 نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق میں دیا تھا  
 لیکن دریا خان کا اگر وہ سے خانجہان خان لودھی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح  
 نہیں کیونکہ بادشاہ نامہ میں جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامہ چھپتا ہے اور میں  
 برہانپور سے دریا خان کا سرکشی کر کے اور خانجہان خان سے ملنا مندن جیتے  
 اور بمقابلہ اس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کرخی جو کسی دیگر روایات کا  
 اعتبار نہیں ہو سکتا ان یہ اختلاف تسلیم ہو سکتا ہے کہ برہانپور میں شاہجہان بادشاہ  
 نے دریا خان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت میں فرمائے ہوں اور یہ غیرت

افغانی سے متصل ہونے اور چلے گئے ہوں یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلہ خانجہان خان قوم کا لودی شاہوخیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان مظہر کو کہ کے بیان کیا  
مقدمہ کا لکھا ہوا ہے جب کہ کو کہ کی بہن مرزا عبد الرحیم خان خانجہان کو منسوب ہوئی تو اسنے دو بیٹے  
کو دیکر خانجہان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا  
خانجہان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کارنامیاں کیں۔ ایک بار ابوالفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی  
توہین پونجی اونے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تھارے سر پر ماروں تو دم تک پھونچے۔ ایک بار  
شہزادہ انیاں نے خانجہان کے سر سے دستار گرا دی اور معذرت کی کہ سو ہوا اسے بھی شہزادہ  
کے سر سے دستار گرا کر کہا کہ مجھ سے بھی سو ہوا۔ سلسلہ جبری میں دولت خان نے احمد نگرین  
کا انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی براءت سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے منہ کی خبر سنی تو کہنے لگا  
کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اونچا ہے۔ دولت خان شجاعت میں بے بدل تھا ہمیشہ  
فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی میں باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر ننگار چلا گیا تو راجہ مان سنگر  
نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ انیاں کی خدمت  
میں پہنچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت میں یہاں تک اقرب حاصل کیا کہ غیریت باقی  
نہ رہی گویا دونوں یکذات ہو گئے یہاں تک کہ فرزند کی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شہزادہ  
انیاں کا انتقال ہو گیا تو خانجہان میں برس کی عمر میں جہانگیر بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور اسی  
قدر منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ میں پختاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور  
ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہوا کہ اس مرتبہ میں اسکا کوئی شریک نہ رہا انجمن غسلسانہ میں رد و بدعتیں کا  
حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ مجلس میں لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی میں کسی اثر کی سے  
اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کروں جاگیر نے اسکے ساتھ آقا کی  
دور تو کری کا معاملہ نہیں رکھا بلکہ یار نہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی خدمت سے قدم باہر نہ رکھا جب شہزادہ  
پرویز و راجہ مان سنگر و شریف خان امیر الامرا کے ہمراہ خانجہان خانجہان کی ملک کو دکن بھیجا  
گیا تو رخصت کی وقت بادشاہ دو انخانہ خاص و عام کے مجھو کہ کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے  
سر پر باجھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر گھونٹے پر سوار کرایا ویکھو دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہو  
روانہ ہوا طرف سے بادشاہ اور اسطرف سے خانجہان نے صدمہ مفارقت سے بے اختیار روٹنا

پاس کر کے از خود جا کر ملکنے ہوں یا خاں جہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ  
بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر بہ منزل پر تھے بیعتناہ بادکن کی سمات میں اسے اکثر  
کارنامی کی جب جہانگیر اور شاہ جہان کے درمیان نورجان کی وجہ سے مخالفت پیدا ہوئی  
تو خاں جہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر میں لکھا کہ اس وقت میں شیراز  
سوربا وجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم اب تک نہ آئے تھو اگر وہ کی  
حفاظت اور خزانوں کی کنجیاں بھی اوسکے سپرد ہیں۔ گجرات کی عوبہ داری پر بھی بجائے خان عظیم  
کو کر کے یہ متعین رہا۔ سنہ ہجری میں جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا تو تمام ملک دکن  
کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جب انکے انتقال ہو گیا زمانہ نے پلٹا دکھایا شاہ جہان نے دکن سے اگرہ کی روانگی کی وقت  
اپنے متمم و مزاج دان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان غایت آمیز اسکو بھیجا کہ عوبہ داری  
ملک دکن کی تمہارے نام بحال رکھی گئی اور اس طرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ بابیان شاہ جہان  
خاں جہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دو تائی نے کہا کہ جانیکا  
دواؤ بخش لاہور میں تخت پر بیٹھ چکا ہے شہر یار سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس منع تنگداری  
کے تمہارے مخالفت مہابت خان کو تمہارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے  
نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہیں جو کوئی مستقل بادشاہ ہوا اسکی اطاعت و ملازمت  
کرنا چونکہ زمانہ اسکی دولت کا قریب تفریق تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ کیت سے روزگار تھا  
غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے ہے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ  
عہد کر کے پھپھن کر و دام کا بادشاہی ملک اسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ پھپھن  
کر لیا جب شاہ جہان تخت نشین ہو گیا تو اب نہ امت سے کیا ہوتا ہے مگر اسنے اپنا وکیل مسر  
عزیز داشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد میں ایک سر در واریہ کا نہایت پیش ببا بادشاہ کو  
بھیجا شاہ جہان جو دریلے مروت اور سرپا کریم تھا اسنے حالات ماسبق سے درگزر کر کے اوسکی  
خطائیں معاف کر دیں اور بہرستور عوبہ داری دکن و برار و خلمیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب  
ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو واکلی و تابع  
نکاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات خفیہ اوسکے ہوں وہ مجھے برابر لکھتا ہے چنانچہ دیانت خان اسکے

ڈاکٹر اپنے ہمراہ یہ جانے پر مجبور کیا ہو۔ برما پنور سے دریا خان کے جانی کا مفصل

یقتیہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھوں نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہیں ہے  
 لہذا اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس وجہ میں طرح طرح کے منصوبے سوچا کرتا ہے اور حضرت سکوا نے  
 حضور میں بلالین اور اسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کریں یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو مطمئن  
 ہو گیا اور خانبھان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانبھان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزاراشری فی شاہ بھانگو  
 نذر دی بادشاہ نے خلعت دیا اسکے بعد یہ اگر دیا خانبھان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی  
 آٹھ ماہ تک اگر دین قیام رکھا شاہ بھان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے  
 ہاتھ پر دربار میں کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن خمی نہیں کرتا ہے ایسا نہ کہ بلالین  
 شکم ہوا سیلے مہابت خان کو دلی بھیج دیا لیکن خانبھان خان کا پہلا سا اعزاز کمان جہانگیر نے  
 سلوک کون کرے اور خاص و عام کی اسکی طرف رجوعا ت کیے ہو بلکہ طرفین میں دلی صفائی بھی نہیں  
 جب عرصہ تک شاہ بھان نے اسے دربار میں نہ دیکھا تو بین الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی  
 بین الدولہ نے سبب عرض کیا شاہ بھان نے کمال عنایت سے اسکی دہلوی و اطمینان کے لینے  
 اسلام خان کو بھیج دیا مگر جسد کمر مت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اسکی جگہ کافی ترقی کرتی تھی بادشاہ  
 نے حسب استدعا مان نامہ بھی دستخط ناس سے لکھ کر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبہ ارون کے  
 اور غلامیے دو ہزار چھان بارہ فرزندہ و داماد چھ سو پادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی غیر خواہ باقی  
 مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑے پر سوار کر کے پہرے رات گئے ۴۰ مسافر سوار نہ جبری کو اگر سے  
 نکل گیا بین الدولہ نے شاہ بھان سے اگر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بٹے بٹے  
 بہادر امرا اسکے تعاقب میں روانہ کیے حالانکہ بین الدولہ نے الوردی خان کے ذریعہ سے  
 اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پونچا دی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانبھان کے دروازہ پر  
 پہرہ چکی بٹھا دیا جائے مگر شاہ بھان نے کہا کہ اسکو عہد نامہ لکھ کر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکے  
 شمر عامہ شکمی سزا جائز نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانبھان لڑتا پھرتا ہوا دکن پہونچ گیا  
 نظام الملک خانبھان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرجوشی و تپاک کیا کھوٹے سے اترنے  
 بھی نہیں پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانبھان کو اپنی مسند پر لیجا کر بٹھلایا اور خود  
 ایک کنارہ پر بیٹھا اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب مجلس ہزار



## قصہ آگے آتا ہے۔

بھیسفہ ماقبل سوار شاہجہان فی لشکر کے دکن پہنچے تو شاہجہان بھی چالیس ہزار سوار ملتام  
 شاہی سے متابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک روز شاہجہان لڑائی کی حالت  
 میں بالائی کے اندر دھن پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑو ورنہ ایک مالم کو  
 غرابی میں کیوں ڈال رہا ہے وہ بولا کہ متار اخیال ہے کہ میں غالب آؤنگا ہرگز نہیں اقبال  
 نہ ادا ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصاحبت ہو جائے میں مکہ خطہ چلا جاؤں  
 اور تمہارے روزگار کی صورت کل لے شاہجہان نے چٹانوں کے قبیلوں کو پشاور وغیرہ میں بھڑکا دیا  
 چنانچہ انک سے کابل تک مہم نہ خلیل گلیانی و اودزی یوسف زئی قبیلوں نے فساد برپا کر دیا  
 مگر شاہجہان نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا شاہجہان چاہتا تھا کہ میں کسی گناہم جنگل میں چلا جاؤں  
 مگر بادشاہی لشکر چھاننیں چھوڑتا تھا دکن میں اس کے قدم نہ جمنے دے قصبہ کا بھڑایا اور وہاں اس پر  
 لشکر بادشاہی نے غریزہ کیا گرز برداروں نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے  
 اسکا سر کاٹا جو برہانپور میں شاہجہان کے حضور میں بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ ربائی میں کی سن  
 لین مرثیہ فتح از پے ہمزیا بود این کیت و بالاچہ نشاط افزا بود این شکت دریا ستریا بھر رفت  
 گویا کہ سر او جواب این دریا بود شاہجہان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پر نہ بدلتے ہیں  
 اور بعض غیرت دار و محافظ آبر و جلستے ہیں مگر وہ مرد استگم تھا زمانہ ساز نہ تھا و بنی نہیں  
 جانتا تھا کہ دشمن زمانہ کی نہیں دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اوسپر فریقہ تھا ایک روز  
 شاہجہان نے سید شاہجہان سے کہا کہ تم کو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے کشتہ اب  
 آرزو مند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہیں کرتا خطاب لو گیا  
 تا مواتقت زمانہ سے اوسکی بوسری کرنے لگے اوسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا بھل  
 وقار مزاج میں بہت تھا آزار رسان نہ تھا نہ بیباکی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی میں غلامی  
 کے شجاعت آہی نہیں سکتی شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تسون کا  
 شوق بھی اسکے دل میں پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے فقرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ مانگا  
 اوسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کبھن بھی جاتا تھا۔

جب خانجمنان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا ہوتا تھا دکن تک پہنچ گیا تو آگے آگے خانجمنان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہاں تک کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ میں داخل ہو گیا چونکہ نظام الملک کو خانجمنان کی طاقت بہ طور سے منظور تھی لہٰذا اس کے پاس پہنچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ ہجری کو ملک دکن کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اہل یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ کر کے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ادرت خان عرف عظیم خان کو مقرر کیا اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کر کے خود ہربا پور چلا گیا یہ مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ میں بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی ترتیب میں کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ میں تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان دار الخلافۃ الرد سے روانہ ہوا اور ۹ رجب ۱۰۳۱ھ ہجری مطابق ۱۰۳۱ھ جلوس کو خاندیس پہنچا جب وہاں گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوئے چنانچہ ادرت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوئے اور ایک ہزار اشرافیان نذر گذارن وہاں بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یوں تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری عظیم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور تیسرے حصہ راجہ گنگ سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مهم میں شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجمنان خان کے ہتھیال کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ ۱۰۳۱ھ کو

بر بانیپور پہونچ گیا جب بر بانیپور بادشاہ پہونچا تو وہاں دریا خان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے۔  
 ۸ شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر میں اضافہ ہو کر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوئے اسی روز دریا خان سہ ہزاری سواروں سے ترقی پا کر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سواروں کے منصب سے سرفراز ہوئے تھے بادشاہ تھا کی اس سبابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریا خان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے صلہ میں انھیں ایام میں بادشاہ نے بر بانیپور پہونچ کر سادہ فرمائی تھی۔

۲۳ شعبان کو دریا خان حالانکہ مورد عنایت بادشاہی ہوئے تھے مگر بر بانیپور سے خابنجان کی دوستی اور بمقامی کا خیال کر کے اس کے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خابنجان کا گروہ براہ راست نکل کر تلی گاؤں میں آ جا چکا

۵ مہر شعبان دریا خان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عتبہ فلک رتبہ پیشانی نشان برافروخت (۲۹۷) بادشاہ بنامہ ۵ روز پنجشنبہ شتم شعبان شال سی ہزار و نیم دین روہلہ است افزا لیا نہ حضرت مد علیا ممتاز الزمانی دراصل و اضافہ دوازد لک روپیہ مستبر گردیدہ و دریا خان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ ۲۹۷ بادشاہ بنامہ ۵ دین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جہریم گزشتہ اور امونودہ بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ بودند بر عایت آشنای دہم الوسی پیراسی کی اسے چشم از حق تربیت و نوازش پوشیدہ عارف را بر خود پسند بدہ از بر بانیپور نزد آن کا لیوہ بدیشیوہ رفت بادشاہ بنامہ

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ  
 اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برابر کی طرف بھیج دیا خان  
 خان اور دریا خان اسی گھات میں بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی  
 کو قافل پائین اور اوپر ٹوٹ پڑیں مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوئے  
 وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف  
 ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانوں سے بڑبا  
 اس عرصہ میں خانجہان خان نوامی بیرمین تھے اور وہاں تحصیل  
 وصول کے لیے اونہوں نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا  
 اسی عرصہ میں دریاخان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے  
 اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانوں سے بینا پور گئے  
 اور وہاں سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور میں جو  
 دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہاں سے ایرکھلہ  
 جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ  
 دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانوں کو لیسکر  
 خانجہان سے جدا ہوئے اور قصبہ اندول دھرن گانوں کی تاراجی  
 کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے اور اون  
 مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان  
 اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے دریا خان وہاں سے  
 بازگھاٹ چلے گئے آخر کار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خانہ بیس آئے اور وہاں بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جنے دیے  
 دوبارہ مالوہ میں آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جھار سنگہ بندیلی کی  
 علاقہ کی سرحد میں پہونچے پہلے جو اسنے خانبھان خان کی خاطر تواضع کی  
 تھی اس پر وہ معقوب بادشاہی ہوا اس لیے اسنے ابلی باریہ ارادہ کیا  
 کہ خانبھان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہونچا دوں تاکہ پھیلے قصور  
 کی تلافی ہو جائے وہ استقبال کا حیلہ کر کے خانبھان کو گرفتار کر لیا  
 غرض سے بڑبالیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانبھان خان اسکے ارادہ  
 سے مطلع ہو گئے اور پچکر نکل گئے خانبھان خان کے پیچھے ایک میل کے  
 فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بیخبر تھے جسے  
 ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دھتے دریا خان پر حملہ کر دیا بندو  
 کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانوں اور راجہ کی  
 فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لا ولد تھے  
 اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے  
 چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل  
 ہوئے اس اثنا میں بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر میں نواب بہادر خان  
 دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اتر کر باپ کی  
 لاش کے پاس گئے اس وقت دریا خان میں کچھ جان باقی تھی دریا خان  
 نے بیٹے کو سرھلنے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور  
 ایک آہ سرد کھینچ کر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہو گیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کا ٹکڑا بارگاہ شاہی میں عزا حاصل کرے اور تو محروم رہ جائے لہذا تو اپنی انگوٹھی جس میں تیرا نام کھدا ہو میرے منہ میں ڈال دے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منہ سے نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب میں تجکو خدا کے سپرد اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہوں یہ لکڑی خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوے دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فمائش کے مطابق اپنی انگوٹھی اونکے منہ میں ڈال دی اور باپ کے غم میں روتے ہوئے اپنے مقام پر آئے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کا ٹکڑا بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں معہ محمد خان کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے دلیل کو جو دربار شاہی میں انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے سامنے پیش ہو تو منہ کھول کر دیکھا جائے جسوقت دریا خان کا سر معہ عرضداشت کے برہانپور میں بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہاں دریاے پتی میں کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اس موقع پر بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کر کے ارشاد فرمایا۔

رفتم بسوے دریادیدم عجب تماشہ دریا درون کشتی درون دریا  
جب منہ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منہ میں  
نکلی جس سے بہادر خان کی کارگزاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت  
کے مقابلہ میں باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔

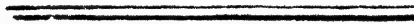
دریا خان ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ ہجری کو اور بروایت دیگر ۱۳۳۸ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سر دہلی میں قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہو پور میں دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہوئے کا حال سنا تو ایسے رفیق کی جدائی میں جو ان کا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوکے غم میں بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اور اس زمانہ میں دریا خان کی بیوی جو سیدہ میں اپنے بیٹے کی جاگیر میں تھیں جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر ان کے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبد اللہ خان کے پاس بھیج دیا اور عبد اللہ خان نے یکے تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جن کا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ میں آچکا ہے بعض راویوں کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیوں اور خانجہان خان کے بیٹوں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے اور ان سبکی جان بخشی کر لی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشور ہے راقم نے اسکو یوں نظم کیا ہے۔

# قطعه و تاریخ

چیت دریا خان شہادت یافت میدان جنگ	در نیستان بقا خواہد آن شیر و غنا
پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان	(دل غ دل) آمد مظفر سال تاریخ قصہ







## خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و تقا بیت کے شاہ آباد میں وحید العصر و علامہ ہو  
 ہیں بوالہیین کنیت تھی آپ کے والد کا نام نامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا  
 سید محمد حسین صاحب سید محمد غنیمت کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فخر کین  
 دہلوی کے شاگردوں میں پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرما زوں  
 اودھ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات و فضیلت علمی سے بہت محظوظ ہوئے تھے خلیفہ  
 صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات میں پندرہ برس کی عمر میں ثنوی آزاد و جمیلہ  
 تصنیف کی اور ثنوی محشر لیلیٰ مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر ناہ  
 نواب وزیر علی خان کی سند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات میں ترتیب یا  
 مرزا محمد فخر کین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ میں بی سے لکھنؤ چلے آئے تھے  
 مرزا صاحب فارسی گو فارسی ان صاحب کمال تھے صمت الفاظ و تحقیق لغت میں کامل اور مرزا عظیم الے  
 کشمیری کے شاگرد ارشد تھے شہزادہ علی حزمین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق انکی قدر والی کا  
 ادا کیا تھا انکے سیکڑوں شاگرد امیر و فقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیش اور مودبے اور کبھی متالی نمونے مستطہ  
 میں حلت فرمائی دوشعر انکے بطور نمونہ کے یہاں درج کیے جاتے ہیں سہارنوی یا رطنہ تماشا بود کہیں  
 رسوا شو کئے و تماشا کنہ کسی بددیگر کہ چون سبیکہ ہر دوشین در اہا گاہی چرمی بیشینہ رانوشین صا

مناظر الانوار سراپای محبوب اور منظر ہر الاسرار حالات عشاق میں دونوں کتابیں  
 لاجواب لکھیں۔ شتوی ثمر الفوائد متعلقہ انہ۔ مقدمات ظہوری در بارہ سہ شتر ظہوی  
 شتوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح شتوی نیزنگ عشق شرح مجمع الصنائع  
 شرح پنجر قمر وینا بازار دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمایں ان کے علاوہ دیوان  
 بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات  
 استاد سے معمور ہو۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک  
 والا جاہ مولوی ہدایت حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) میں  
 لکھتے ہیں کہ عینی سید عبدالرزاق شاہ آبادی سید عالمی نرادر بود و سلالہ  
 سلسلہ امجاد در جودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی  
 ممتاز عصر نہایت دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جزان دارد  
 اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکین گرفته و مناظر الانوار در سراپای محبوب  
 و منظر ہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر قریب در سیہ  
 فارسی مثل گل گشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و شتوی نیزنگ و جزان  
 شرح دارد دیوانش درین حین بیستاب نگردید و اینچہ از معتمدان سموع شد  
 این چند مہبت۔

غزل خلیفہ صاحب دیوان عینی

اقربا ہم ربک یکا تبیینا	تا ماند از و باقی بر صفحہ نشا عینا	ما را بجز خوار بی بر کو خاک ز
ای در ہوا معلق از کج آیت اینا	بازم کشہ عشق کز مال غم دلک	بر خاک ربیبیہ و اگر دہ سب اینا
رفتی و در ہوا یست مرغان بے بہار	چون بوی گل مراد و ہوی آشیانہا	

جز دود آه انخانام و نشان نیایی ناخن مزین بچرخم کرد در بسینوایی ابل سخن یکایک زین سخن گذشته	بر باد او شقت بسیار دود ما نفا چون تار نغمه ار در پرده فغانها زان دوستان تنهی ماند استاتانها
--	--

چند ابیات از مشوی شاه ویش در بیان سرای معشوق

قد او شعله موجود و دبران داشتی موبلفرق او وطنی گیسوی او ترکست از نظر طره و زلف و کاکل پر خم زلف بر ترز عرش پای او خال در هر دو ابرویش بل بین چشم او زان دو ابرو پر خم در تبسم گل از لبان میر نخت	عاشقان خواند یاود و دبران هم چو ابریا به بر چپنی شب معراج و سیر منمیر تابه سر تا بدوش تا بقدم مه و خورشید زیر سایه او چون همپیر بر تبه تو سین چون و در ترکان کشید تیغ بجم شکر و شیر از دبان میر نخت
---	--

رباعیات

یار بخت آنکه بود روح این مشو کنی نمینی غاصه را آن زلف جو طایر بهشتی بر خیز و بر رخ زلف شکن شکن انداز تنهانه بر دشوق تواند بوش خود مرا	از جمله خادمانش بر روی زمین در زمره البیت اصحابین پیران برخ از نگو سرشتی در گردن خویش قیامت سن انداز یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا
---	--

چون بردست نخل نہ خطای خود آمد	چیز بگوز لطف خطا پوش و مرا
عمری ست کہ بر پای تو سر می سایم	بر خاک درت دیدہ ترمی سایم
چون سودنکر سودن چشم و سرم	اکنون کف خود بیکد گرمی سایم
دل شکستہ نشد بتیوہ سال گذشت	نسیم رفت و صبا آمد و شب الگ گذشت
در سر گذشت ہمینی دگر پس میری	کہ روز بھر گذشت و شب الگ گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض میں لکھے ہوئے ہیں جنکو اکثر ٹرپھارکھے

شنیدم کہ در روزگار کین	شدہ عنصری بادشاہ سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی	بہ فردوسی آمد کلاہ می
چو فردوسی زین دو گیتی گذشت	نظامی بھاک سخن شاہ گشت
نظامی حو جام اجل در چشید	بسر چہر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آورد سر در کفن	بہ خاقانی آمد نشاط سخن
چو خاقانی رفتہ ازین روزگار	سخن گشت برفرق خسرو مدار
از ان پس چو نوبت بجائی رسید	سر میر سخن را تہا مے رسید

ایک قیسدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب یاسوی کی مدح اور تعریف میں جنکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کی طرح روشن ہیں لکھا ہوا اور اسکو نواب احمد خان صاحب میس شاہ جامپور نے اپنی کتاب محفوظ رزاقی میں تحریر کیا ہوا اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبولِ جملہ آفاقی  
آنکہ دربانہ شریف بود  
آنکہ مشائیان درگاہ او  
آنکہ مسمومِ معصیت ہا را  
آنکہ ہر جانبہ ہمہ گروی  
سرفروہ آرد در پائش  
اوست محبوب عاشقانِ خدا  
بادشاہ بدستگیری خلق  
دست ہر عاجزیکہ می گیری  
مقتدای زمانہ خویش  
چون تو کس نیست و ہم نخواہد بود  
از علوم سفینہ بجنبہ  
اکاشفِ نکتہاے عرفانی  
کیست غیر از تو عارفِ بانہ  
از معارف ہر انچہ گوی  
رسم باشد کہ ہر مہمیدے را  
از مرید تو چون خطوطِ شمع  
آستانِ بوسیت ہوسدارم

مگر از حساد مان رزاقی  
مرفت دش منظر ہوا البساتی  
ہم چو خورشید جملہ اشراقی  
خاکِ پائش نمود تریاتی  
ہمچو سودائیانِ ہوائی  
گر تو بختِ روز تو فتاتی  
بشنو این امر گرز عشاتی  
تا تو محکومِ حکمِ حلاقی  
وارہائی ز دردِ مشتاقی  
دیگر اند جملہ اسحاتی  
زیر این چرخ گنبد طاقی  
لیک در علم سینہ دستاقی  
واقفِ رازہاے اطباتی  
حلِ عرفان را تو مصداقی  
در نیاید کس ز اعلاقی  
وقتِ بعیت کنند حلاقی  
موفتِ بر زمین ز بد اتی  
ہو سم نیست غیر ازین باتی

حال مشتاق خوشیتن دریاب	کہ بجا آدم ز شستانی
از غلامان نبوشتن بشما	کہ عنلامی تست نعماتی
عیرب الصمد کہ مطبخ اوست	ماندہ نمش خوان رزاتی
ز تہ این خواہم آرزو باشد	ہمہ را تو کفیل ارزاتی
نمست دور از تو دنگیری من	کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر	باشش در حق تشنگان ساقی
با آئینی ہمین بگو کہ نسلان	بندہ من ز روز میستانی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شانیں اور بھی قطعات کے  
ہیں بجز ان کے ایک قطعہ نواب محمد خان صاحب میں شاہجہان پور نے فرمایش کر کے خلیفہ صاحب سے  
حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا جو جس سے  
۳۶ سالہ ہجری مکتے ہیں۔

خلیفہ صاحب کو انہ سے بڑی رغبت تھی اسیلئے انہ کی تعریف میں انھوں نے شنوی  
ثمرۃ الفواد لکھی اشعار دو بحر و نیم پائے جاتے ہیں ایک بار نواب حمید علی خان صاحب تعقدار  
باسط نگر کی فرمایش سے اور دوسری بار اعظم خالصا تحت غمیل کیدان کی خاطر سے  
تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شکوہ گلہای رنگین ورق	چو نور شجر جلوہ گرا ز شفق
ز بس گل کہ سرزد ویرانہا	درودشت شد چون پرینا ہا
کشیدہ ہم شاخ گلہا قطار	چو دست نگارین بدست نگار
بہرست بہارین در آمد نشاط	کٹودہ پرو بال خود را بساط

بهم ساخته بلبل و ساخته  
 گل اندر چمن سبزه در جویا  
 زمین از گل آتشین شعله  
 از قدام گلهای مهنی بے  
 شگفته در شهر و در بوستان  
 خصوصاً درختان انبہ تمام  
 شکوفه نمودند از بهر طرب  
 لذت و لطیف آن بانو رش  
 بیابان و صحرا و بستان و دشت  
 درین فصلستان عشرت پرست  
 چو بوی گل از خانه بادستان  
 غزلها سر آیند و مستی کنند  
 درختان انبہ به بار آوری  
 بصد قدر و تمکین بصد سختگی  
 چو شد نخبه چون عاقل نخبه کار  
 شده جلوه پیرایه بر باغ کشت  
 بشیرین ادالی و دبستگی  
 دل از گل کله لبکه گل گل شگفت  
 به انبہ که شد پیش ابل تمیز

نوابر نو با با هم انداخت  
 چوستان زشادی بیوس و کنار  
 بسردی و گرمی بود معتدل  
 که کم دیده اندر خراسان کسی  
 همه وقت چشم و دل و دستان  
 شدند از گل خویش مولی الکرام  
 ز انوارشان دیده باران شرف  
 که یابد از جسم و جان پرورش  
 ز بوی خوشش شکفت و دگر گشت  
 نمازند در شهر کجانشست  
 نخاده رخ خود سوی بوستان  
 بگلزارانگ می پرستی کنند  
 فرو برده در سر تو اضع گری  
 رسید انبہ را موسم بختگی  
 و بدتن با فتادگی بار بار  
 چو در حله سبزه جو بهشت  
 ر بوده دل خستگان خستگی  
 بوصفش تو آن چند ابیات گفت  
 پیر از چار چیز و تنی از سه چیز





لالہ عیوض رائے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہم عصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریاے موج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کر کے ۵

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی کہ فرشتہ کند سجد آنجا

اُن کے رد برو پیش کیا اور مسرت نے بجائے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہنچا تو آپ نے بجائے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع میں جان ڈال دی یعنی ۵

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی کہ فرشتہ کند سجد آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کس قدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات کسمشہ کے غدر میں برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر میں گ لگا دی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہیں گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہنچ گئے تھے حافظ علامہ علیخان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن میں ضعیف دیکھا تھا۔ اُن کی ایک مہرین سنہ ہجری اور دوسری مہرین سنہ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہرین (ابوالحسن سید عبد الرزاق) اور دوسری مہرین (ملان عبد الرزاق) منقوش تھا۔ سنہ ہجری میں مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبد الرحمن صاحب بی اولاد ہوئے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب سی آپ کی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئیں باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ تذکرہ شعر کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے انہیں بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زانہ ہوئے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبدالصمد صاحب اُن کے برادر زادہ ارشدی  
موصی صلیح صاحب داروغہ کتب خانہ شاہ اودھ لالہ گربشاہ مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت  
شاہ آبادی یہ سب آپ کے ملازمہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہ جہانپوری  
کے اس شعر کا ۵

بوقت اقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہایم : کہ روزی میکنم از ہم جدا یاران ہمدم را  
یہ جواب دیا ہے ۵

بہم کیجا کندیاران دور افتاده را روزی : لب دست و دهن کیجا شوند منگام خوردن ما  
خلیفہ صاحب کے شاگردون میں ایک صاحب لالہ سداسکھ لالہ متخلص بہ شایق  
بڑے قابل تھے انھوں نے مثنوی سکھان مثنوی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی  
خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے  
اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلئے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں ۵

بوصف یمنی بہ بندم کمر سبق برد در شعور و رشاعی کلاہ سعادت بود بر سرش براہ صفا مثل پیر من است بہ الطاف مسند چو شعر ترم گر ز لطف و احسان کند یک نظر نوازش گر یما از دود و نیست نوشتم من این نامہ را مختصر	کہ شد در جهان از ہنر نامور ز سعدی و خاقانی و انوری ملانک ہوں بخاک و رش از ان در جهان و شگیر من ست باوج تفاخر رساند سرم شود نامہ من بعالم خمر بچشم امیدم جزا و نور نیست بہ ارشاد و استا و والا گمر
---	--

چشم نظم این نامہ مکتمہ سنخ	ہزار و صد بود بر چہل و پنج
کس نامہ نامی برد و ستان	چون نظم مبینی ہند و ستان

خليفة صاحب کے ارشد تلامذہ میں ایک کنہن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد کلمہ تھا انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک میں پھیل گیا تھا وہ عیوض راس مسرت کے ساتھ مشاعرہ میں شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت میں مناظرہ ہو گیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی دہجیان اُزادین اور ان کے کلام کے انقاص میں ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعری لکھنو کی خدمت میں پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہیں حتی کہ نواب زیر الما ملک فرمان رواے اودھ اور مرزا محمد فاخر مکین انشا اللہ خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسین قتل وغیرہ نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرہ شعرا میں درج کیا ہے اور سند اس عبارت کا لکھنا سبک پناہ معلوم ہوتا ہو کنہن لال ارشاد و خالص انداز موزون طبعان شاہ آبادی دست تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی اور با شخص عیوض راس نام مسرت غلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمنابرہ انجاء مید غزلی چند کہ تصرف و دخل در آئنا کردہ و سخن فہمان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشا اللہ خان میر تقی و میرزا قاتل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر ارشاد میر بودن آن تصرفات را دیدند و پسندید و سبک و مختتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔

وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات میں اور فارسی محاورات کی غلطیاں نکالی ہیں اوسکا لطف اوس زبان میں ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھ دیا ضروری ہے۔

## شعر سرت ۵

ز سیمین ساعدت پروای سیم وزر نیدارم | شدم از دست داز دست تو دستی بر نیدارم

### اعتراض ارشاد

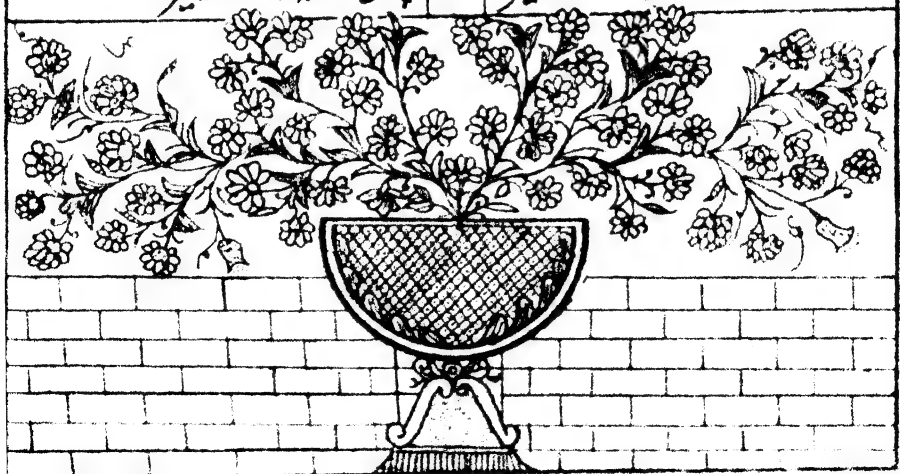
بجائے (پروای) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم وزر سے مناسبت تھی اس کے علاوہ محاورہ اہل زبان کا دست از چیزے برداشتن ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہوں اور اسکو یوں لکھیں۔ اصلاح ۵

ز سیمین ساعدت سودای سیم وزر نیدارم | ز دذانت تمنای دُر و گوہر نے دارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہیں۔

### کلام ارشاد شاہ آبادی

برغیر و بخی زلف شکن در شکن انداز | در گردن خورشید قیامت رسن انداز  
آہ از دل ناصبور خیزد | چون شعلہ کہ از تنور خیزد



## حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب بہرور اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہیں مزار اُن کا پرتصرف ہے اکثر حاجتمندوں کی مرادیں آپ کے توسل سے حاصل ہوئیں۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہیں آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُتر و پچھم کی طرف لب سُرک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاوروں کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اللہ پورین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذراوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض مکاری میں وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل بیان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریز

متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بداند۔ چون موازی یک قلعہ

پانزویہ اراضی نچتہ لشترچاک گوشائین افتادہ خارج جمع سولے مال

سرکار در سواد موضع خانپور من ابتداے سہ افسلی نیاز زیارت گاہ

حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریز باسم جنون میا صاحب معاف نمودہ شد

باید کہ قلعہ مذکورہ تبصرات مومی الیہ واگذاردند محدود دست بدین حدود دار بود

حد شرعی نے صغر کون میان ملحق چرایک اعظم غاصب چک نمونی

محارز خان ۱۲۱۱  
محمد خان بہادر ولد

کہ مشارالہ بظاہر جمع تمام دوران قطعاً راضی فصلاً بعض فصل میں تردد منوودہ از حاصلات آن  
صفت ما محتاج خود و زیارت گاہ میگردد باشند و بدعای خیر و یاد آئی مشغول و موطئن باشند  
و گاہی کسی بوجہی منالوجود بابت اخذ ابواب ممنوعه و مزارحم و متعرض نشوند و ہر سال سنجیدہ  
طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تخریری فی التاریخ یازدہم شہر  
صفر ۱۲۵۲ ھجری المقدس حسب المسطور بعمل آید۔

### طاٹ صاحب

آپ شاہ آباد میں صاحب ولایت بزرگ گذرے ہیں۔ ایک واقعہ مستند حضرت  
کی زبان فی مناسبت اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد میں  
پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے بیان کی تخلیق پریشان ہو گئی تھی لوگوں نے آپ سے  
رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر میں ایک کفش دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس  
بھیجا یا انھوں نے تھوڑا دن باقی تھا اسی وقت کو بیخ بونے کا فقرہ زبان سے ارشاد  
کیا اور معانواب شجاع الدولہ نے حکم کو بیخ کا دیدیا۔ آپ کے مزار میں اختلاف ہے بعض متصل  
مسجد خواجہ سرا واقع بازار چہار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب و بعض اختیار پور کے  
قریب جو درخت تاثر تبتلاتے ہیں واسم اعلم۔

### راجہ ہلاس راہی صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لائق ہوئے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہیں اونکی  
ترقی و منزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کا لیستہ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینوی کے  
شاگرد شید اور مہاراجہ کیٹ راس کے جو سرکار لکھنؤ میں دیوان تھے بھتیجہ داماد تھے۔  
نواب صف الدین بہادر کی صاحبیت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دشمنی  
سے ملک اودھ میں وہ بہر و لغز و ناموری پیدا کی تھی کہ مجمع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے  
کو نواب وزیر الممالک کا اس درجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی میں اپنی رائے سے احکام  
نافذ کر کے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب  
وزیر الممالک فرمانروا اودھ سے خطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج میں ایسی عقول پسندی  
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا و جو  
کام کسی کا ہوتا اس کے انصرام میں تا امکان کو تا ہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے  
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہیں بمثلہ ان کے کیسلی نقل بھی ثبوت کے  
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علی خان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ گیا  
تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب مدوح نور نواب  
وزیر الممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھیں کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے  
غصہ کی حالت میں ان کے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہنچا مگر راجہ صاحب  
موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اس معاملہ کو جناب عالی سے کہ سن کر رفع  
کر دیا تھا ان کے محکانات محلہ دلیر گنج میں شاہ آباد میں بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی  
انکی مارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی ہے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب رات  
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمائدین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب  
کے یہاں جو تقریب منعقد ہونے والی ہے او میں شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

ماہ دولت ہو چنانچہ دسین اکثر باشندگان وطن شریک ہوئے تھے بارات موضع گندھی تحصیل  
سندھولی ضلع سیتا پور میں اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہاں گئی تھی معتبرین اور عمر اشخاص کی  
ترابی سنا ہے کہ بارات اس هجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زرعت  
اور ایک لاکھ روپیہ لٹوانی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کور و نمائی میں دیا گیا تھا۔ غرض کہ  
جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوئے تھے امدیہ روایت بھی مستند طور پر شنی گئی ہے کہ نواب آصف الدولہ  
بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر انکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب لاکھ روپیہ کا چوترو بنا کر  
دوسلوں کو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ ان پر تصدیق کیا گیا تھا۔

سرکار کھنڈوین ان کی سائی کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ  
اور نواب آصف الدولہ اور ان کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھ کو آتے جاتے تھے چونکہ  
شاہ آباد اثنائے راہ میں واقع ہے اس لیے یہاں بھی ٹھہرتے تھے ایک بار کسی ضرورت سے  
ہمارا جے ٹکٹ راے بریلی کی آمد و رفت میں شاہ آباد ٹھہرے اور انکو پوجا وغیرہ کی ضرورت  
سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ ان کو ایک شخص لالہ منی پشاد  
صاحب کے مکان پر لے آیا اور سوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب  
زمین عظم شاہ آباد کے یہاں نظر بند تھے اور ہلاس راے معاملہ بھائیوں کے اپنے مکان  
بیٹھے ہوئے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے ہمارا جے ٹکٹ راے کی جب نظر ہلاس راے  
کے چہرہ پر پڑی تو انکو خوش نصیبی و اقبال مندی کے آثار محسوس ہوئے ہمارا جے نے ان کا  
راجہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھوں نے ہلاس راے کے والدین کو  
سلوک سے خوش کر کے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کر لیا اور ہمارا جے صاحب ان کو  
محلان کے ہر دو بھائیوں کے اپنے ساتھ لیکے اور وہاں انکی تعلیم و تربیت میں جو کمی گئی تھی



وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدتِ عمر اپنے پہلے استاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولیے اور ہمیشہ وہی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب کے مکان پر ضرور جاتے اور انکو اپنے یہاں ہزار غرت افزائی بلکہ خدمت کرتے بلکہ خلیفہ عبدالرزاق صاحب عینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور میں کر کے خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد فرجی اور کمال ستغنائی سے گھبرا کر لکھنؤ سے شاہ آباد چلے آئے۔

ہمارا جہ ٹکٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات میں راجہ ہلاس رائے کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار میں سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔ چونکہ ہمارا جہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی انھوں نے راجہ ہلاس رائے کو بیاہ دی تھی اور انھوں نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دفعہ نرسی و دیکھنا می پیدا ہو گئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش میں جو بعد نواب آصف الدولہ بہادر تصنیف ہوئی ہے اور اسمین امر اور اکین دولت کے ضمناً حالاتِ مندرجہ میں لکھا ہوا ہے اور وہ کتاب ہمیں مکرئی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ ہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی اور حالاتِ مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان ہمارا جہ دہر ماتا بکار نیابت و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز ہست حسن ذاتی و صفاتی

لے ہمارا جہ دیرا تمارا و از راجہ نرندھر بہادر راجہ ٹکٹ رائے بہادر ہست ۱۲

بسیار سیدار کہ با تمامی برادران از خویش و بیگانگان دوازده قوم کالیستہان پر دخت  
 یکسان در سلف کہ بسیار ہانا مور شدہ اند باین اوصاف کسی نبودہ و نہ شدہ گوئی سبقت  
 از ہمہ ربودہ و می برد و بدولت خواہی خانہ آقا یعنی خداوند دامن ظلمہ و اجلالہ چنان  
 بدل و جان مصروف کہ کسی دیگر نخواہد بود و یقین دریافت میشود کہ روشنی نام ہماراج  
 ادھراج دو بالا خواہد نمودستی کہ در روز روشن لعل بدخشان پیش آفتاب درخشان و  
 نورانی میشود همچنان روبرو ہماراج منور و نام و سرت راجہ موصوف در آئین روشن  
 و فیض بخشی و فیضسانی از راجہ ہای پشین ناماری پیدا کردہ و در دلاری غریبان  
 و ہمچشان و خبر گیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی نشان ظہور می آر شرح  
 از ان دشوارست و در نظم و نسق بد و جد از نول رای بہ بند و بست پرداختہ  
 دقیقہ از دقایق و گنجایش ہر جا کہ لایق میدانم گذارد و احدی را از و پرگنات  
 و صوبجات و سپاہ و کارخانجات جز و کل از قبضہ خود بیرون نگذاشتہ کہ اطلاع  
 نداشتہ باشد سخن اوصاف مختصر ہرچہ ممکن کتابہ بر طاق روکاری سازد۔  
 منجملہ ان اسناد کے جو معافیات کی ہیں ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو انکی  
 طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطععات راقم کی ملکیت میں ہیں درج ذیل  
 کیجاتی ہے۔

نقل سند بہ راجہ ہلاس رامی صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب مسئلہ الفضلی  
 برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالیٰ۔

موازی پنجاب بیگہ پختہ اراضی در سواد پچات موضع لکر حانی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ  
 مقرر و معافست در بنو لاپنجاب بیگہ پختہ اراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتداء سلسلہ الفضلی بنام مشارالیه از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ  
بمشارالیه پیمایش کنند و تبصرت شاه صاحب و اگر دارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نموده و صرف  
محیثت خود ساخته مدام بدعای دولت ابد مدت مؤلف و مشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔  
برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معافی قدیم از وضع لکڑجانی بہ گھورن شاہ سوات  
شدہ لازم کہ مجرور رسیدن نوشته اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنند  
و ہنر توقف و تساہل نشود و افغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاہ صاحب تفسیہ نہ نمایند  
اگر قصد خواهند کرد تدارک از حضور پر نور خواہ شد خبر شرط ست زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط  
یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد میں مسئلہ ہجری کو شاہ صاحب  
موصوف ساکن محلہ سلمانی کے نام معاف ہوئی تھی اس میں ایک درخت اعلیٰ کا بھی تھا  
جب نواب سعادت علی خان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی پرستور  
شاہ صاحب کے قبضہ میں چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علی خان نے اس درخت سے  
مزاہمت کی جس پر تلمیذ دار مذکور نے وادیا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک قند نوا بکشا  
مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ و اگر داشت اراضی کا سیف علی نے بہ ہماذی ثانی  
سلسلہ ہجری کو لکھا تھا ایک سند راجہ کی طرف سے اعظم خان و امانت خان سید بخیل کے  
نام موجود ہوا و سکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور و غیرہ بدانند۔ چک پٹریہ و پک سیدالو اقر واقع موضع  
مرقوم از ابتداء فصل خریف سلسلہ الفضلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف ہووے شد  
باید کہ محصول آنجا را از ابتداء مسطورہ در تصرف خان مشارالیه گذاشتہ باشند و عجات محصول  
بوجہی من الوجہ فراحم و متعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بہ است و ہنم

۱۱۸۵ھ  
سیرا

جمادی الاول ۱۱۸۵ھ ہجری - قطعات چک چڑیہ چک سید ابوالخیر  
راجہ صاحب کی مہر میں شہادہ ہجری کنندہ ہیں

### رامی موہن لال صاحب چک دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دشمنندی اور دیگر خوبیاں میں  
شل اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مہر دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ  
موضع کیم پور بہاؤی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان میں سنہ ۱۱۸۵ھ کو معاف ہوا  
تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب زیر المملکت  
سے عطا ہوا تھا ان کی مہر میں شہادہ ہجری کنندہ ہیں ایک پروانہ میں جو عامل شاہ آباد کے نام  
ہے رائے صاحب لکھتے ہیں کہ دس بیگہ زمین جو بنام المیہ شہامت خان معاف ہے  
اس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔  
نقل پروانہ مہر امیر صاحب رائے موہن لال مرقوم بہت و پنجم شہربان شہادہ ہجری  
برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

سوازی نو دود و بیگہ اراضی نچتہ و مبلغ پنجم و پیم نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد علاقہ  
مولانگج در وجہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکوننا بر نیاز حضرت سید الشہداء معاف و  
دگڈشت گذاشتہ لازم کہ الحال تصرف امام باڑہ تعلق مشارالہ و اگر اند و بوجہی من الوجہ  
مزاحم و تعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعین آرند و ہر سال سند مجبوزہ طلبند۔

تعداد درمجان گوریا مرید پور چکات باغات کلیان پور مرید پور کوئی  
۵ مگہ عگہ عگہ عگہ عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ بلاس راے کے نواب اصف الدولہ کے حضور  
میں ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھک چکلیڈارا اپنی راے سے مقرر کر کے بھیج دیا تھا اور اسکے بعد  
جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

## راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکاراودھ میں منٹیم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا  
بمقل کوٹا کر انھوں نے صدہا مواضع آباد کیے اور اکثر دہان کے باشندوں کو معاف بھی  
کیے تھے اکثر سرکاری دفتروں میں بیسیوں واجب العوض اور بندوبستی کا غذات میں جو ضلع کمیری  
کے متعلق ہیں ان کا نام دیکھنے میں آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیڈار رہے اور ان کے فرزند راے  
لالتا پرشا و بھی خلعت چکلیڈاری سے سرفراز ہوئے تھے کنور رام بخش کے عہد چکلیڈاری کے  
بعض دستخطی کا غذات راقم الحروف نے دیکھے ہیں ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت لال  
تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی دیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مہمت کیے  
تھے ان کی نقل تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بہر محمد اعزاز خان بہادر و بہر فاضل شاہ آباد  
مردوم بست پنجم شہر صفہ سنگھ

سنگھ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار شاہ آباد مضامین بہتر مکر اور دھیم  
چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلا شرکت غیر می در قبضہ و تصرف خود و اولاد و اولاد و اولاد  
دیہات مذکور مفصلہ ذیل از راہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہر بخور دار نور چشم راے موہن لال

خلف اللہ یعنی پرشاد دادیم و بخشیدیم باید کہ بر حقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بر جمعی تمام  
کابض و متصرف بود باشند و وجہ نذرانہ معرفت موبوی خلیل اللہ و امانت خان اعلیٰ سیامہ  
سرکار شدنذاتی الحال کاجی ابکاران سرکار از رسومات زمینداری و غیرہ مزاحم و متعرض نشوند و  
بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ شانی الحال سند باشد و عند حاجت بجا آید۔

### تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آغا پور گڑھی پور نصیر پور جٹہ کولہ ہرولی کوٹیان  
پور واپریا رسول پور چریا ایگوان نریا موکھیلدا نگرہ لونھو سرے کمال الدین خان  
اکراسی سرے راکب بدوری امریا منگیادان پورو دھپٹ پورہ گوریا خاص سرے مچوان  
ایک مدت تک راجہ ہلاس رے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیت رے کی  
تسزلی سے ان کا ستارہ بھی جواوچ پرچمک رہا تھا مدھم ہو گیا چونکہ دیسی ریاستوں اور شاہی  
سلطنتوں میں اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہیں کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل میں آیا تو  
اوسکے جتنے متوسل ہوتے ہیں وہ بی زردرو اور علیحدہ کر دیے جاتے ہیں یہی معاملہ مہاراجہ  
ٹکیت رے کی معزوری سے راجہ ہلاس رے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزوری کا قصہ تاریخ  
سلاطین اودھ وغیرہ میں مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں۔  
”جب بعد شجاع الدولہ کے نواب صف الدولہ مسند نشین ہوئے تو انھوں نے الچ خان کے  
بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار لہام اور مہاراجہ ٹکیت رے کو دیوانی کا عہد عنایت  
فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے  
اور وہاں سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکر ہو گیا اور بعد  
واپسی کلکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی اتفاق پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ میں

ایک روز مہاراجہ ٹکلیٹ رائے نے نواب آصف الدولہ کو پچھتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا کہ منقرضہ قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہو گیا ہے اور آئندہ سود بالائے سود سے زیر باری ہوگی چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب دارالمہام و متوسل بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد میں ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا لے لیا کرتے تھے اور ان باتوں سے کچھ خبردار نہیں ہوتے تھے اس فرد کو دیکھ کر نہایت برہم ہوئے جب مہاراجہ ٹکلیٹ رائے چلے گئے اور راجہ جھاؤ لال حاضر ہوئے تو جناب عالی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ خدا بخشنے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف نہیں دیتا تھا۔ مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کو دیکھو کہ آج اس نے پچھتر لاکھ زرقہ کی فرد لا کر مجھے دکھلائی یہ نہیں جانتا کہ اگر بادشاہ سے دوسری ہو سکتی تو بھیر نواب و مختار کی کیا ضرورت تھی راجہ جھاؤ لال یہ سن کر خاموش ہو رہے جب مکر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤ لال نے عرض کیا کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکلیٹ رائے آدمی بد ہے تغلب و تصرف کرتا ہی جو کچھ حساب اُس نے پیش کیا ہے جلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھ کر میرے روبرو پیش کرو۔ راجہ جھاؤ لال حسب الحکم گئے حویلی پھیراج میں مہاجنون اور ٹکلیٹ رائے کو بلوایا اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قایل کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور فیضیہ کر کے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرائی اسی روز مہاراجہ ٹکلیٹ رائے مغفول کر دیے گئے اور بجائے ان کے راجہ جھاؤ لال مقرر ہوئے لیکن چند روز کے بعد اُس نے ہجری میں راجہ جھاؤ لال کو بھی رزیدنٹ صاحب نے موقوف کر کے پٹنہ عظیم آباد بھیج دیا اور ان کے ذمہ سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا۔ مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کا جملہ سامان ضعیفی میں آیا سادات علیخان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و سخاوت

اور سلوک میں بے نظیر میر تھے ہندوؤں کو راجہ کرن کہتے تھے انھوں نے جس جگہ شوالہ بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہاں سجدہ بھی نبوائی جو بیس لاکھ روپیہ سالانہ ان کے خرچ کا مقرر تھا۔ مہاراجہ کمیٹ رائے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو ان کے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی مہاراجہ کمیٹ رائے کے راجہ بلاس رائے بھی بیکار ہو گئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہر ہی سامان بدستور شاہ آباد میں موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکیداری بھی انکی اولاد میں کسی نے نہ پائی جو کچھ اندرون خاندانی تھا اس سے اہل خاندان اوقات بسر کرتے رہے بعد اُن کا بنایا ہوا عالی شان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ بلاس رائے کے چھانک کے کوڑا خواجہ محمد شاہ صاحب کے چھانک میں گئے ہوئے ہیں افسوس کہ اب نہ دیشوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہو زمانہ کے انقلاب سے کیسا رنگ کسی کا نہیں رہتا اس ناپائدار دنیا میں کوئی حالت قابل اعتبار کے نہیں ہے۔

اس بلاغ میں جس سر کو دیکھو وہ ان ہو + جس گلی پہ پیارا آج ہو کل اسپہن خان ہو

### رائے منگلی لال صاحب چکیدار

رائے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے مہاراجہ بالاکرشن دیوان سرکار ودھ کے ذریعہ سے انھوں نے چکیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دیانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہیں کیا شرفا کی قدر دانی اور جبر شناسی کی صفت بھی یہہہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت منداپنی جاں داد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے ان کے پاس گیا تو انھوں نے کبھی اسکو دیا یا نہیں بلکہ اسکی پوری قیمت ادا کی اور ایماندار مٹی میں لائے



اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیدارون میں اُن کے گھر آج تک جائداد باقی ہے مسئلہ  
فضلی میں راسے صاحب موصوف نے نولب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوئی سرائی  
کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست و خام حالت کو نچنگی سے تبدیل کر دیا آخر زمانہ میں انکو بصارت  
سے معذوری ہو گئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور ابکارون سے لیتے رہے بہت سے کاغذات  
جن پر اسے صاحب کی مہرین میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور بعض اسناد و احکامات بھی  
دیکھنے میں آئے ہیں بعض پر ولنے ان کے یہاں کے پڑھے ہیں چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۲ھ  
کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ سمس غازی و محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت  
ترکہ کے بھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طر کرادو اور اوسکی کیفیت حضور میں ارسال کر دو دوسرا پروانہ  
نواب امین الدولہ امد حسین خان بہادر وزیر عظم کا ۳ ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ ہجری کو آیا ہے کہ  
منجملہ دوسو روپیہ کے لئے جو بابت نانکار کے چاہیے ہیں وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔  
ان کی جانب سے یہی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی آراضی کے  
بارہ میں حسن علیخان و یعقوب علیخان زمینان کھیرہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کر دی گئی ہے۔

خان صاحب مہربان حسن علیخان و یعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ

رے منگل لال

ظاہر دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر زراعت تعرض سائر  
چون معافی قدیم است و گا ہی احدی تعرض ساختہ حالا ایشان از چہ آراضی مذکورہ قرق منہائند  
لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ احیاناً آراضی مذکورہ تعرض نہ رسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سر فراز  
ہوئے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہیں اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے لال بہادر  
صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے راج بہادر صاحب ہیں

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہو گئی ہے مگر انھوں نے اسے اندازت زندگی بسر کی۔

اسے منگلی لال صاحب کی عزیز سلسلہ جبری کندہ تھے جس سے زمانہ ان کی بکلیاری کا ثابت ہوتا ہے سلسلہ جبری میں اسے صاحب موصوف نے انتقال کیا تھا تاہم یہ سہ

چون اسے خوش اقبال زمین عالم فانی	راہی سو جنت شدہ درو او درینا
ہر یک سر خود را پے تا پے بریدند	سج و غم و آد و الم و آفت و سودا

### حکیم خوشحال اسے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک و مہلک) کے طبیب اور دوا ساز تھے۔ فن طبابت میں یہ طوبی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت اسے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوئے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکاروں کی زبان سے سنے ہیں حکیم دولت اسے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے انکی لانی کالیں خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھانے والا کرتی تھیں ان کے بیٹے خوشوقت اسے خوشنویس و لائق و طبیب ہوئے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلیٰ بھینا گنیش اسے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوئے یعنی جین محلے۔ روپ اسے۔ مصاحب اسے۔ آخر انکے دو بیٹے خوشحال اسے اور

عیوض رائے انکے پاس جاؤا دیکھی تھی اکثر غسل صحبت پر ذی حوصلہ شخص اس نے باغات چکات دیے تھے۔ موضع رتنا پور و نیکا پور پر گنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد مین رائے کے نام معاون تھے غالباً یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ میں آئے۔ ایک باغ گدنی میں کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے مجھم خود دیکھی ہے۔ اور شاہ بہری کوز و جہ عظم خان ذکر یا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت ای کو ایک قطعہ چار بیگہ کا دیا تھا اور شاہ بہری مین عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکر یا خیل ساکنہ محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم کنیش رائے کو عنایت کیا ہے اس پر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی موزوں ہو دست حکیم دولت رائے کے بعض معاملات معرکہ الارہ ہوئے مین چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر والی چھالرا پائٹن کے علاج میں جب طلب ہوئے تو انھوں نے اطباء نامی کے مواجہہ میں نسخہ مرتب کیا اور نہایت خلقت سے علاج کیا اور صحت بھی اخیس کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل توصیف کیا ہوا راقم نے اسکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہوا جزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت تحریر کی جو بلکہ اس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام جمالرا پائٹن بخاطر دشت مہاراج ادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر حسب الطلب اتفاق راقم شاہ بود و کمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطباء دیا رعلامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیری پور بھلاسی مرحمت ہوا تھا نقل اس پر دانہ کی یہاں تحریر کی جاتی ہے۔

نقل پر دانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۲۵۵ھ الفضلی

متصدیان مہات حال و استقبال سرکار میں جانب بنیاد امیدوار بودہ باشند۔

موضع کھیری پور بھلاسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التماس کرانجا سبست

آزاد ریوا معہ رقبہ و سواہی زمین مزرعہ و غیر مزرعہ و افتادہ محض و قابل زراعت و غیر ممکن  
 الزراعت و زمین شور و جلکرو چاہات و تالاب و باغات و جمیع حقوق زمینداری در وجہ  
 انعام حسن المعالجت بنام حکمت و خدایت آب بھیا لالہ مصاحب رائے حکیم ابن سرکار  
 بنایت محنت نمودہ شد کہ بھیا موصوفہ بر جمیع اراضی و حقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت  
 قافض و متصرف بودہ بطبعی تمام ہمگی اوقات خود بدوائی و معالجتہ بیمار ان کہ کار ثواب ست  
 داشتہ باشند باید کہ جملہ ہکاران سرکار ان بجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوفہ معاف و  
 مرفوع اقلع دانستہ احدی احمایا بوجہی من الوجوہ از بھیا موصوفہ فراحم و متعرض نشوند و نہیاب  
 تا کہید دانستہ حسب الحکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لادولہ تھے حکیم دولت رائے کے لوگوں میں بھوانی پرشاد  
 ٹکیت رائے توبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوفہ کے پوتے  
 ہسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوئے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً  
 چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

## نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے  
 صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے۔ آپ بھی شاہ آباد کے  
 باشندہ ہیں محلہ مولانج میں شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہا کرتے  
 تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب دربان کے والد نامہ راہوشا  
 دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لائن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

مسوب تھیں جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوئے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن میں بیٹے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہیں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور ان کاغذوں میں انکے نام کے ساتھ امارت و ایالت قربت حشمت و شوکت منزلت و غیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ بعض بیٹے اس وقت راقم کے پیش نظر ہیں ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعدا خان باغیچیل سمندر خان مہمند۔ سید ابو النخیر صاحب۔ یوسف خان و رسول خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہیں۔ یہ بیٹا مہ میں بیگم نچتہ باغ کا ہے ایمین دوسو درخت نصب تھے اور تالاب چومونا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو چار سو روپیہ کو محمود خان باغیچیل عرف موخیل سے خرید کیا تھا اور ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۸۱ ہجری کو یہ بیٹا مہ تحریر ہوا ہے اس طرح ایک بیٹا مہ ازضان مسلولہ کو ایک نچتہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگم اراضی بھی تھیں محمد پروول ابن عبدالواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بیٹا مہ پر گواہیان سید الزابا خان قادرا د خان مظفر علی خان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں نواب یعقوب علی خان کے دوسرے صاحبزادے محمد الدولہ مصطفیٰ خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام ایک مہرین کھدا ہوا ہے یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علی خان بہادر کے فرزند نیاز علی خان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت و امارت خطابوں سے ظاہر ہے۔ انھوں نے کہ گردش ایام سے ان کے مکانات کے نام و نشان تھک رہے اور اس وقت کی نسل ان کے خطابات سے بھی آگاہ نہیں۔

## شاہ آباد کے قاضی

یہاں کے قاضیوں کے مورث اعلیٰ قاضی فیض اللہ صاحب کو درنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سلسلہ جلوس میں بجائے قاضی شیخ محمد وجہیالی اور قاضی ابوالبقا کے دارالقضا شاہ آباد میں مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہاں سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی بجاہی ہوتی رہی پس دوران میں قاضی صاحب موصوف نے عہدہ قضا کی سند اپنے فرزند بریع الزمان صاحب کے نام منظور کر کے شاہ آباد میں داخلہ مقرر کر دیا اور خود قنوج کے قاضی ہوئے اس زمانہ تک شاہی دربار میں قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی ہی جب قاضی بریع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی نادور الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب شاہجہان آباد پہنچے تو انھوں نے ایک مغل بچہ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد میں ہیں اور چارسی جگہ کے متلاشی ہیں اُن کو جان سے مار دو چنانچہ اس مغل نے نامبرہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادور الزمان بھاگ کر پالی میں آئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زرخون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بریع الزمان صاحب سے لیکر بٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعویٰ بادشاہی اجلاس میں دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے ہتھافہ میں قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بریع الزمان صاحب کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات و چکات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا۔ بہرچند قاضی فیض اللہ صاحب اور ان کے پسرن قاضی بریلع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم اپنے عہدہ پر بحال ہو جائیں مگر کامیاب نہ ہوئے اب بیکار می و تنگی معاش سے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اس عرصہ میں ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی فیض اللہ صاحب کے تھے انھوں نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ حاصل کیا اور اپنے باپ کی خدمت پر مغموم ہو کر دارالسلطنت دہلی کو روانہ ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں تمام خلائق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ دہان پہونچے تو اپنی رسائی سے امرا و اربکان دولت کے یہاں تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ برگزینات و شاہ آبا کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بجالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بحسب عہدی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد میں اپنے دوبارہ عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی سند اپنے نام کرائی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا پنا نچہ قاضی فیض اللہ صاحب تاحیات اپنے بیٹے کی نیابت میں کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو انکے دیگر فرزندان اس عہدہ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار میں حاضر رہے بعد انتقال کیسے اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرائی اور ان کا چھوٹا لڑکا تحصیل نام بغیر سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی میں بھی رہتے اور فرائض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھیں کے پاس بھیجتے انھوں نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خرید کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند قاضی رضا اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امر اور صدر الصدور وغیرہ کے یہاں رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہاں رہے اور کوشش یلغ کر کے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بحال کر دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہاں کے مقدمات میں بھی پیدا ہو گئی تو قاضی رضا اللہ خان بھی وہاں سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضا اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوئے اور پالی میں قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متعین ہوئے جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء اللہ خان کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند ابوالحسن جنگی عمر و وقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی میں بجائے اپنے باپ کے مسند قضا پر ٹھہرائے گئے اور انکی تعلیم و تربیت شاہ آباد میں چچا کے پاس ہوتی رہی چھالیس سال تک رضا اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جزر سی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات میں اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوئے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدہ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراءے کار سے باز رہے۔ اس زمانہ میں



شیخ علیخان جو یہاں تعینات تھے وہ بطور سزاوول کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد و پالی پر تعین کیے گئے اور ان سے چٹلکہ عدم مداخلت کا لکھا یا گیا اس قضیہ کے پیش آنے سے قاضی رضا السرخان لکھنؤ گئے اور وہاں کے ارکان و ملت ملازمت حاصل کی اور بجائے سرکار دہلی سزا نرواے اودھ کے حکم سے اجازت برقرار ہی منصب حاصل کی راجہ جھالال راجہ بلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بجالی عمدہ کے متعلق لیکر شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا چٹلکہ واپس لیا اور بدستور اپنے عمدہ پر قائم رہے اس عرصہ میں ان کے مخالفوں نے ان کے بھتیجے ابو الحسن کو ورغلا دیا اور ان کے مقابلہ میں لڑائی پر آمادہ کیا انہوں نے تمام موردی اشیاء و مکانات اور اسناد ملکیت پر قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو سنایت پر نشان کیا۔

قاضی رضا السرخان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صحت حال ۹۔ رمضان ۱۲۳۵ ہجری کو لکھائی اور اس پر عاملین شاہ آباد کی مہرین کر امن اور وہ صحت حال بہت لیبی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد میں ایک سو ست زائرانہ جس کی مہرین اپر ثبت ہیں اس پر دستخط و مواہر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان قلعہ دار باسط نگر۔ عمدی بیگم زوجہ نواب اعجاز خان رئیس بڑی دیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جتوئیان رائے موہن دال صاحب۔ راجہ بلاس رائے صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھینی انظر خان صاحب رئیس سید خیل۔ امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب و بہت برادر چودھری گردیاں۔ امانی خان صاحب فتح علیخان اشرف خان صاحب و انشان وغیرہ کے موجود ہیں۔

قاضی رضا السرخان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب بن قاضی ناصر الزمان صاحب

شاہ آباد میں عہدہ قضا پر مقرر ہے اور اس کے بعد اس کے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب  
شاہ آباد کے قاضی ہوئے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیوں کے اجلاس سے فوت  
لیے جاتے فیض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کی طرف  
سے قاضیوں کو بیت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا کیشن جج کا منصب  
تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کی جاتی  
ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بھر نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیوں کے  
متعلق نہیں رہا۔ بجائے فصل خصوصیات کے مختصمت باہمی باقی رہی ہے۔ اب اس  
خاندان میں قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہیں۔

قاضی رضا اسد خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے  
عہد سلطنت میں تحریر ہوئے وہ اب تک موجود ہیں راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گزر چکے  
ہیں بعض کی نقل بیان درج کی جاتی ہے۔

## نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضا اسد خان شاہ آبادی

عبید خان پرخان  
صاحب قضا و امور  
محکمہ شاہ غازی  
گماشتہای جاگیر داران و کرداریان و جمہور سکنہ پر گنہ سونی پست  
وغیرہ سرکار و صوبہ داران اخلاقہ شاہجہان آباد اور اعلام آفکہ  
حسب حکم جہان نظام آفتاب شجاع گردون از طلاع منصب صاحب  
وغیرہ پر گنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضا اسد و لہذا صراحتاً ان حسب الضمن مقرر و مفوض  
گشتہ بایک کہ کامیابی بوزم مناصب مذکور قیام نموده در تادیب اوقات مسکرات و زجر صحاب  
مسکرات و تعدیل اوزان و دراع و یک سال و ما کیون من ہذا لش مسماعی موفورہ بتقدیم رسانید

و دقیقه از دقایق و احتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم  
فیض شیم عمل نمود و مشار الیه را محاسب غیره دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه بخدمت  
مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند درین باب قدغن دانسته حسب المسطور عمل  
آزند - بتایخ غره شهر صفر المنظر سلمه جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبدالله بن خواجه صاحب  
قدوسی بن خواجه محمد شاه  
با دینار غازی

گماشتای جاگیر داران و کروریان و جهور سکنه برگزیده کنور سرکار  
و صوبه داران خلافت شاهجهان آباد اعلام آنکه -  
حسب حکم جهان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضای  
و خطابت برگزیده مسطور مع سواد و قصبه و قریات متعلقه آن از تئیم محمد تقی محمد رضا و اسد الله از ان  
خان مقرر و مفوض گشته که کماینبی بوزم مناسب مزبور بقیام نموده شد و در فصل قضایا و  
خصوصت و اجرا حدود و تعزیرات و اقامت جمعه و حیانات و ترغیب مردم بطاعات  
و انکاح من الالی و له و قسمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایشام و تحمین اوصیاء و نصب  
توام مساعی موفوره تقدیم رسانیده و خطابت را از قرار واقع بجا آورد باید که بر طبق حکم  
فیض شیم عمل نمود و مشار الیه را قاضی و خلیف سجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور  
متعلقه خدمات مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک و ندانند و محاکم و استخانات را  
بهر و شمارند در نیاب قدغن دانسته حسب المسطور عمل آزند - بتایخ ششم شهر ذی الحجه  
سلمه جلوس والا قلمی شد

نقل فرمان احمد شاه بی بنام قاضی ضیاء الله خان

عبیدخان پیرخان  
صدر الصدور فدوی راسخ  
الاعتقاد احمد شاه بادشاه  
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پراکنه کنور سرکار و  
صوبه داران خلافت شاهجهان آباد را اعلام آنکه

وکیل رضای الله و ولد ناصر الزمان التماس نمود که موکل منصب  
قضای و خطابت پراکنه مسطور سر سفرای دار و امیر و ارباب

پروانه مطابق بشود و از آنجا که از روی سرشته دفتر بطور پوست که بموجب پروانه حضرت

مرقوم شده شد فی الحقیقت مناصب مزبوره بمشار الیه مقرر است لهذا

حسب کلام الاعلیٰ قلمی میگردد که مشار الیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی موی الیه

در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری را سهم و شریک اندانند درین باب قدغن

دانسته حسب المسطور بعمل آرند. بتاریخ پنجم شهر ذیقعد سنه احد جلوس والا قلمی شد

ایضا

عبیدخان پیرخان  
صدر الصدور فدوی  
راسخ اعتقاد محمد شاه بادشاه  
غازی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پراکنه سوئیست  
سرکار و صوبه داران خلافت شاهجهان آباد را اعلام آنکه

حسب الحکم جهان مطاع و آفتاب شعاع گردون ارتفاع

منصب قضای پراکنه مسطور مع سواد و قریات متعلقه آن

از انتقال ناصر الزمان برضا الله سپه ش مقر و مفوض گشته که کما منفعی باو از منصب بوز فایام

نموده در فصل قضای و خصومات و اجراء حد و تعزیرات و اقامت جمعه و جماعات و

ترغیب مردم بطاعات و الکحل من الی و له قسمت ترکات و حفظ اموال غنیمت و ایشام

و تعیین اوصیا و نصب قوام مساعی و وفوره بتقدیم رساند باید که بر طبق حکم فیض شیم عمل نموده

مشار الیه را آنجا دانسته دست اندازی موی الیه در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و

دیگرے راہیم و شریک اوندانند و محکوک و متحملات ہمیرا و ہمیر شمارند درین باب قدغن دانسته حسب المسطور معل آزند۔ بتایرخ نسبت و نهم شهر سوال سئد والا قلمی شد

## مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہیں آپ کے مورث اعلیٰ شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زبان صاحبان بمقام کھو ابن جو ضلع غلام گدھ میں ہے نامورا اور با اثر گذرے سید صاحب ممدوح کے اجداد وہاں سے جدا ہو کر شاہ آباد میں آباد ہوئے مانگن میان صاحب کے متعلق ایک نقل شہور ہے کہ کسی شخص نے امتحاناً ایک فقیہ جلتا ہوا انکی دستار میں رکھ دیا تھا قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا توڑا انکی بگڑی میں سر دھو گیا اور بگڑی پر آگ کا اثر تک نہ پہونچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہو واللہ اعلم میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہیں اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی صاحبزادی منسوب ہیں انہوں نے احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو صاحبوں سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

## حافظ عبد اللہ صاحب حکلیدار

حافظ صاحب ممدوح خداترس دیندار و ضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب حکومت کا حاصل تھا مگر کسی بظلم و سختی کو روانہ نہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل میں بھی جب تک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اسد کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زہد کے پوتے تھے حافظ عبدالغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جبکہ اس زمانہ میں ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے بھان علیخان کنہو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدار المہام کے مصاحب و شیر سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے۔ حافظ صاحب محلہ گلگانی میں رہتے تھے اذکی مسجد اتہاک تاہم سے جسکے محسن میں اونکا دفن بھی جو عمدہ شادی میں اونکا دور دورہ تھا صاحب فقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہیں سنی گئی نیکنام رہے املاک و جائزہ بھی تھی لکن ذوقے محالہ نجاری ٹولہ میں ایک محل عالیشان جہیں متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴۔ جب ۱۲۵۰ ہجری میں مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اسکا بیٹا محمد حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۱۲۵۰ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ مہوار می دوسروں کو ۱۲۵۰ ہجری کو سماء صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سید لہ خان

۱۵۔ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھا اور خطاب نواب روشن الدولہ شیر الملک تاہم جنگ بہادر تھا۔

بعد معرفت حکیم مد علیخان کے یہ بعد نصیر الدین حیدر بادشاہ اور ۱۲۵۰ ہجری کو حضرت وزارت سے مرزا ہوئے۔ بھان علی خان کنہو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و شیر تھے اور حقیقت یہ ہر دو دشمنی نہایت تیز فہم کتابے روزگار گذرے ہیں۔ حافظ صاحب بھان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوئے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد میں بھان علیخان وغیرہ کنہو کو بکے معزول ہوئے۔

رئیس چوک سے اور ۲۶۔ رجب ۱۲۲۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان اور حسین علی خان  
پسران بہادر خان سے حقیقت دوسرے بلغ کی خرید کی تھی اور ۲۱۔ ذیقعدہ ۱۲۵۲ ہجری کو  
ایک بلغ زوجہ رحمان خان سکنہ محلہ گلگانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے  
خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اون کی خریداری کے اہتک موجود ہیں اور راقم کی نظر سے  
گذرے ہیں ۱۲۵۴ فصلی مطابق ۱۲۵۲ ہجری میں حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا جو  
تصحبہ شاہ آباد و تصحبہ ساندھی و تصحبہ پانی معہ پرگنات اوس کے زیر حکومت تھے۔

۱۲۵۲ ہجری کو جو کاغذ حساب مانگنداری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے نبہ آیا تھا اون کی  
بعض مدین ناظرین کی آکاہی کیغرض سے یہاں پر لکھی جاتی ہیں تین لاکھ سائیس ہزار کا  
حساب کاغذ میں درج ہے جس میں علمہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ الہکاران علمہ لکھنو تنخواہ علمہ ہمراہ تنخواہ الہکاران محالات کرایہ بار باران بوقت کوچ لشکر

مال اللہ مال اللہ مال اللہ مال اللہ

مردمان نظامت کو سائر خرچ نواحیاج بہادر کو مشیر الدولہ بہادر

معاملہ معاملہ معاملہ معاملہ

شرف الدولہ بہادر لالہ جوبل لال وشن لال شتر لال لالہ موہن لال سیانہ لال منصفیان لال خانہ وزارت

الکار مالہ مالہ مالہ

منشی خانہ متعلقہ راجہ کنڈن لال منشی خانہ وزارت بموجب قعد حافظ صاحب ۱۲۵۲ فصلی

مالہ معاملہ معاملہ

اور جو وصلباتی پر گنہ شاہ آباد بابت ۱۲۵۳ فصلی جمع خرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا  
بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پر گنہ شاہ آباد صر <sup>۱۱</sup> ماعے د اخوانہ سرکار <sup>۱۲</sup> ماعے نقد مع <sup>۱۳</sup> ماعے  
 بموجب رسیدات راسے ہر چند حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نواب صاحب  
 صر مالہ <sup>۱۴</sup> ماعے  
 فرمایشات ولایت علی خان <sup>۱۵</sup> صاحب فرمایشات علی حسین خان صاحب  
 مالہ <sup>۱۶</sup> ماعے  
 بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوند نعمت ام اقبالہ اخراجات سرکار خلد و نعمت  
 مالہ <sup>۱۷</sup> ماعے  
 حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد بنام احمد علی خان مرثیہ خوان بموجب ارشاد  
 مالہ <sup>۱۸</sup> ماعے  
 خرید انگشتی براسے خلعت لالہ کاکا پرشاد بنام حکیم نواب صاحب براسے شادی خیر  
 صر <sup>۱۹</sup> ماعے  
 مصارف جمہیز و تکفین آغا مرزا قراں خوان جمہیز و تکفین ولایت علی خان  
 مالہ <sup>۲۰</sup> ماعے  
 خیرات و غیرہ تیاری جھول بانائی براسے نیل میان کلب حسین  
 مالہ <sup>۲۱</sup> ماعے  
 بخت طعام خیراتی مرزت مبارک علی تھانہ محمودی جو شاہ آباد سے طلب ہوئے تھے  
 مالہ <sup>۲۲</sup> ماعے  
 غلام امام خان و زوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار بادشاہ ملین ہمراہی آغا مرزا صاحب کنیدان  
 مالہ <sup>۲۳</sup> ماعے  
 بروے پروانہ ولایت علی خان



اسی طرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہو مقدر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی املاک کا بہتہ نامہ اپنے فرزند غلام غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ ہجری کو لکھ دیا تھا جس پر اسے منگلی لال صاحب اور دیگر غلامین شاہ آباد کی مہرین موجود ہیں۔ حافظ صاحب کی مہرین ۱۲۵۷ھ ہجری کنہہ میں اور خوبصورت مہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہوا سمین شیرالدولہ بھادر نے یہ غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اقرار لکھایا ہو کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے ذمہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو مکو علاقہ سرکار سے عطا ہو گا اس سے ادا کرنا ہو گا اس بات سے ۱۲۵۷ھ ہجری میں حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا جو افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد ان کے فرزند غلام علی صاحب نے بھی جو انمرگ انتقال کیا۔

## مولوی حسن علی خان صاحب

مولوی صاحب مدوح قوم کے تادین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور افضل خان صاحب رئیس دریا پور کے بزرگوں میں تھے عالم باطل کئی سوجد شین یاد تھیں اور حافظ احمدیث ہونی کا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبدالعزیز صاحب ثناء دہلوی کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ دیناری کا اثر بہت غالب تھا مرحوم کے مقابلہ میں کسی کی مروت نہیں کرتے اس بارہ میں ان کی بعض حکایتیں مشہور ہیں

امانی خان صاحبؒ میں محلہ مہمند جو مہمند خانؒ کے فرزند اور مہبار خان کے پوتے اور دیوان پایہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد میں ایک ذی وجاہت شخص لکھنؤ گذرے ہیں دنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانوں میں انھیں کاننگلہ خوبصورتی میں ضرب المثل تھا انکے باغ میں کسی کا ایک درخت آم کا جو گیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہو گیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوئے کہ تلوار لیکر امائی خان کے یہاں محلہ مہمند میں آئے اور خان صاحب کو اس درجہ جنت پکڑا کہ درخت مذکور باغ سے اسی وقت علیحدہ کر کے اس شخص کو دلایا اسید طرح مولوی شیخ شہداء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ میں اچھی دست گاہ تھی ایک بار انھوں نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نور بان تھے اس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علی خان صاحب تعلقدار باسطا نگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب کے کہا آپ مولوی صاحب شیر بہن شیخ جی کو پس کر نواب صاحب کی ڈھیڑی پر پونچے اور پھر دوبارہ سلام علیک کی طریقہ سے کرایا اور کہا اس امر میں مودب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں مذہبی معاملات میں ہر شخص کو یکساں ہمسری کے حقوق حاصل ہیں ریاست کے امور اور میں مولوی صاحب کے اولاد زینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سمیت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہیں

محلہ احاطہ میں آپکا مکان تھا انھیں کے فرزند عبدالرحمان خان تھے (۱۸۰۱ء) برسکی  
 عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوئے قصص الانبیاء فی احوال الاصفیاء زینت  
 مستنطین اور رشید المومنین تین چار کتابیں آپکی تصنیفات سے ہیں بعض کتاب  
 کو خاکسار نے دیکھا ہو قصص الانبیاء کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع  
 بھی ہو گئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہو راقم کے پاس موجود  
 بھی ہو۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابوالبشر آدم تک نہایت  
 تحقیق سے مرتب کیا ہو ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور  
 صاحب کلکٹر ضلع علیگڑھ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرائض منصبی نہایت  
 شرمی پابندی کیساتھ ادا کیے نابالغ مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استغاثہ کے  
 وطن چلے آئے تھے ۲۵ برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کے حالات مولوی  
 سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمائش  
 عبدالرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک استفادہ پر جو فوت  
 مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہو وہ آپکی علمی تحقیقات و یاقوت ثبوت میں یہاں پڑج کیا جا

## نقل استفادہ

بسم اللہ العالیٰ العظیم

چار شادی کنندہ علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر منسورات کہ شلا زید فوت کردہ و  
 حامد نامی سپروسہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در سالست زید فوتیدہ بود و زبیدہ نامی  
 زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند و ارث گذاشت پس ولایت کالج ختران  
 زید کہ از بطن زبیدہ اندر حامد برادر علانی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران ایست کالج

و دختران یر با جازت و مرضی نبید و دختران می تواند یا با جازت مرضی حامد برادر علانی شدن می تواند - بینوا و حجره - اجماع در صورت مرقوم ولایت نکاح جملة دختران زید از لطن هر دو وجه که باشند مر حامد برادر علانی راست یعنی نکاح دختران یر با جازت مرضی حامد برادر علانی نشان می تواند شد و روبرویش زبیده مادر دختران را اختیار نکاح دختران مذکور نیست و اگر با وجود بودن حامد سماء زبیده نکاح دختران بی اجازت و خلاف مرضی حامد با کسی بنزد آن نکاح رواند تا وقتیکه حامل اجازت نمید بگذارد فی کتب الفقه والولی العصبه علی ترتیب الارث والمحبی قدم ابن خروان سفل ثم الاصل وان علا ثم خیر الاصل القریب کا لاخ ثم نبوه وان سفلو شرح وقایه ۱۲ اقرب الاولیاء الی الامرة الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علی ثم لاخ لا اب ثم ثم لاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب وان سفلو - قنای عالمگیری - وان زوج الصغیر والصغیرة بعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضر او یومن اهل الولاية توقفت النکاح - قنای عالمگیری المحجب منسوب -

بسم محمد سلطان ۱۲۵۳ھ

### میر احمد علی صاحب

میر صاحب صوف صاحب نسبت اور با خدا بزرگ تھا آپ کی عمر ریاضت اور یاد آتی میں بسر ہوئی خلقت آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب یوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپ کے پیر مرشد مرثع کا سن ۱۲۵۳ھ میں سال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایون میں مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کو میر ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب مہر واکثر شاہ آباد شریف لاکر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے و حقیقت یہ بڑی خوبی ہو کہ آپ نے پیرزادہ کے بھی پیر بن آپ کے قتانی اللہ شد ہو نیکا

نصار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے آپ ہی علم اور ناز کمال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابیں آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی برگزینی اور تصانیف کی اکثر روایتیں نقد اشخاص نے راقم سے بیان کیں چنانچہ حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے مالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابہ کبار کا مناجاتا ہے صبر توکل استقامت انکا مورد فی حصہ تھا ایک راست باز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ میں تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ آکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال میں مستغرق ہو گئے اور اس موزی کے حال سے مزاحم نمونہ مگر اوسوقت ایک بلی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہاں سے ہٹ گیا۔

شہد کے غدر میں جب شاہ آباد میں بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہیں باہر نہیں گئے جب گورے و سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مار تے پھرتے ہیں آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم مار ہی ڈالو گے ہمارا ہونا نمونہ و نون کیساں ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی ہیں کرا اور آپ کی فدا فی صورت دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر ہم آپ کو چھوڑے دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس مکان کا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہمایون کے مکان پر چوڑے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب میں چوردن کے حال سے خبردار کیا جب وہ اٹھے تو چوردن کو چوری کی گھات میں پایا مگر سیدار ہو جانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپ کی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے رقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست میں حدیث شریف اور حقائق و معارف کا مکالمہ رہتا۔ میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سمجھ مزدن فرمایا محمد احمد محمود دو حامد بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف میں فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریمائے مہمان وغیرہ قلمی موجود ہیں چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کر کے یہاں پر درج کیا جاتا ہے۔

## انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بن حسد

رو بہر طر فی کد آری پر تو انوار اوست	ای بہر جائیکہ نبی مودہ خسار اوست
ہر چہ آید در نظر نی شبہ و فکر اوست	غیر از ہرگز نباشد بیج شے اند جان
ہم سر و ہم قمری ہم نامہائی اوست	ہم گل و ہم بابل و ہم شاخ و ہم برگ شجر
کو این خاص حق و وقف اسرار اوست	فیش از دیکہ داد احمد گیر یا عجز و نیاز

ایضاً

خو بروی در جان چون خوبی و دلداریت

بیچ حسنی در دو عالم چو حسن بایں نیست

<p>گرچه نسبت با سوز قد خوبان داده اند دیده خواهش زینجا دارکشا و به بین پیش مجنون در میان وادی پرخار</p>	<p>لیک سردی مثل قدش اندرین گلزار نیست غیر وی یوسف اندر خانه و باز نیست جز شبیه لی اندر دیده اسرار نیست</p>
<p>احمد اندر اسوا مشغولی خاطر مکن چه در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست</p>	
<p>درد و عالم جلوه ز گمین رخ زیبای دست نیست خالی هیچ جا از پر تو خسار است صبح دارد از بیاض نور او نور کمال احمد مرسل که آمد باعث ایجاد خلق</p>	<p>زنگ بخش هرمن نگ گل عنای دست عالمی پر از فغان غفل و غفای دست ای وادشام هم از گیسو و دای دست ای مجسم نور نرپی ز سرتاپای دست</p>
<p>و دیگر</p>	
<p>روشنی جمایه عالم ای ز مهر روی تست شاهی کونین زبید متراباع و شان ای بهار حسن ویت زنگ بخش برگلی اگرچه شان هر کی از زنگ بای دیگر است غیر ویت چونه بنیم هیچ شی اندر جهان چشم و جان و گوش شنوا دیده بنیاد توئی</p>	<p>زنگ بوی باغ دوران هم زنگ بوی تست فروش شاهان فرش خالک او بای کوی تست زیب سو هرمن از قامت دلجوی تست و حقیقت شان جمله ز روی نیکوی تست غفل و شور جهان جمله ز دای هوی تست گفتگوی جمایه عالم هم ز گفت و گوئی تست</p>
<p>سر پانونه دادم احمد اندر فکرش عکس وی یار در آئینه زانوی تست</p>	
<p>یارم اگر ز لطف بسویم نظر کن</p>	<p>عمریت جاودانه که بر من گذر کند</p>

بهوش و حواس از سر عالم بدر کند  
صبر و قرار و بهوش و خرد ز دست فرزند  
هر دم وضیعی خویش ز خون جگر کند  
چشم ترم ز اشک مرده پر گهر کند  
تا چیت آه و ناله و دیاد سر کند  
از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند

ساز و خرام چون ز سر ناز دلربا  
بر هر دلی که عشق نماید تسلطی  
در هر نماز عاشق مسکین پاک دل  
بهر شازمه قدم یار نکو من  
یارب ز درد و رنج دل سوزناک  
آنکس که یافت لذت و سالت مدام

غیر از جناب احمد مقبول دو جهان  
از یک نگاه پاک که من را بزر کند

خبر حسن روی یار کجا و نظر کند  
شانه بموی زلف گره دار گر کند  
آنرا که از دصال کس بهره ور کند  
چشم یقین ز دیده کسی و اگر کند  
هرگاه سیر باغ بیای نقد کند  
دارد چو درد عشق چه دار و اثر کند  
شور و فغان آه ز سوز جگر کند

آمدل که شاه عشق در ابی خبر کند  
افتند صد هزار دل بیدلان بهم  
خاک ست پیش چشم کسی شامی جهان  
از فرش تا بعرش عیان ست دی یار  
با هم درند جامه گل و غنچه و چین  
دستی بکش طبیب نبض مریش من  
هر دم ز درد و هجر تو جانان دل خیرین

احمد بای عشق مری هر زمان بنه  
تا بر سر تو تاج مدح بزر کند

نعتیه

نشید زمانه ناب دیده

کس جز تو خدا نا فریده



از روی تو مهر آفرینش	وز خوی تو خلقی برگزیده
ای شان تو شان کبریا	وی نور تو نور چشم دیده
درد فرتیکونی نه مثلست	مشتی قضایستم کشیده
با ممکن و هم وجوب پیدا	در عالم انجمنین که دیده
ای سیر تو ملک لامکانی	کا عجا نه فرشته رسیده
در پیش و پس تو همچو سایه	افواج ملک بسرد و دیده
در گلشن قرب او تعالی	جز دست تو گل کسی نخیده
تو سین تو جا و هم مقامت	لولا که لما بتور رسیده

کن رحم با حمد شکسته  
افتاده بخاک دل رسیده

گل گلزار المعانی سراپا صورت جانی	رسول فخر انسانی در دریای فیضانی
کنده خورشید باروی جهان افروز صبحی	ز نور ذره خاکش جبین خویش نورانی
نه کردون گردنده بقوج لشکر خشم	بگرد قصه عالی او کن هر شب نگهبانی
چنین درگاه سلطانی کز آید حقانی	که جبریل امین دارد همیشه کاردرمانی
بحق گوئی بحق جوی بحق دانی و حق مبنی	بذاتش میکند جلوه همه سر را و علانی
گل تنزیه می دارد سراپا جسم شبیهی	عیان از نور سیایش فروغ نشان عجبانی
ز اوج عرش گذشته مقرر با حق گشته	ملاک مانند گشته سجاده و فخر انسانی
کنده بر حال من شاه لطف عام خود گهی	که زامل گردد از رویم گم و پشیمانی
بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت	بر پیش و در حاجت بکار بخت حیرانی

ز دین حضرت احمد قدم بیرون منبر گز  
انگیرد غیر شرع اور واج کار حق دانی

## در نقیبت جناب علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

ایدل بدار حُبت بجان بوترا ب را	شیر آلہ سرورِ عالی جناب را
آن کس کہ سر نہاد بخاکش ز جانِ دل	نہ شکل برنج دیدہ رویِ عذاب را
مشکل کشاے خلق شہنشاہِ اولیا	ہست او اخی شافعِ یومِ حساب را
آن شہسوارِ دل دل و آن شاہِ ذوالفقار	آن شد کلیدِ قلعہ بر فتح باب را
سائلِ چو کرد قصد سوا لی بجانِ دل	بشنید زو بدید جوانی صواب را
نورِ آتشی ہست فروغِ جمالِ تو	واکن ز روی نورِ آتشی نفتاب را

شاہِ ز فیضِ لطف خود ہم ز مہرِ خویش  
رحمی بجالِ اسمد پر رنج و تاب را

## در مدح حضرت پیران پیرِ قدس اللہ سرہ

محیط فیضِ یزدانی جناب شاہِ جیلانی	ملقب قطبِ ربانی جناب شاہِ جیلانی
مردِ ریاضیِ طہیبت مرہِ فلکِ غوثیت	کنوزِ رازِ صمدیت شنایِ بحرِ صمدانی
ہر شیخی پیرِ ایرانی بخوبی بچو کنعانی	محلِ رازِ ہمدانی از آمدِ آسانی
ستونِ دینِ پیغمبرِ گرامی گوہرِ حیدر	بذاتِ پاکِ آن سرورِ بر وفقِ شہدانی
زہی تاجِ سر عزت با وجِ فخرِ ذکرِ کثرت	تیا مہ کس باین شوکتِ پنجمِ عینِ لسانی

نمودہ ذرہ خاکش مثال منز بان	معجز شد کراتش بفضل ایزد پاکش
رسد بروی آفاقی حکم حکم ربانی	ز قوس ابرو پاکش خدنگش زیدان
ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی	بدرویشی کسی دیگر زاده مادر دوران
کہ دارم دغبل جلس پریشانی و نادانی	بکن یک گوشہ چشمی بختی احمد مرسل
کہ از دست خواہش را بہت قطبانی	غلام درگہ اورا چہ غم از پرکشش محشر

### در مدح خواجہ بزرگوار ہندلولی اجمیری

کند در ملک معنی پادشاہی	ز ہی خواجہ ز فیضان الہی
دہد ہر شاہ را اوتاج شاہی	بلک چشت شاہنشاہ والا
پوشاند ز چشم خوش نگاہی	ردائے خواجگی بردوش طالب
سر خود می نہند از عنبر خواہی	ہمہ از خواجگان دربار گاہش
بلک ہندوار و تخت شاہی	معین الدین بعالم ہست نامش
رساند شاہ را تاج مباحی	گدائے مینوائے بارگاہش
سر خود را نماندہ در بباحی	کسی کو بردوش افکند از عجز
ہمہ عالم بسوی اوست راہی	ز بس فیضی کہ باروز آسمانش

منہم احمد غلام درگہ کہ تو  
بہر کوہ غم چون برگ کاہی

معجزہ حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول  
 بیان می کنم از همه معجزات  
 که او هست تاج سیرانیا  
 روایت چنین است از اهل دین  
 که یک روز حضرت سالتاب  
 بفرمود جلسه به شوق تمام  
 ز قوم یهودی یک نوجوان  
 در آمد به ندی و بهیت تمام  
 علم کرد معنی پرست در ست  
 پیر سیاه کند میان شما  
 علی مرتضی گفت ای ناسزا  
 مه و مهر را کس نه بسته نشان  
 بفرمود حضرت محمد منم  
 با صفای اسم مبارک زبان  
 بگوای محمد بدتم چه چیز  
 پیغمبر جو بر حق توئی بے گمان  
 همان دم رسول زمین و زمان  
 که خاکستر بار و دست تست  
 بفرمان پیغمبر نیک زاد

که او هست سر دفتر هر اصول  
 یکی معجزه سر و کائنات  
 برو باد هدم درود و ثنا  
 شنوای محبتان گوش لقین  
 بسجده صحاب عالی جناب  
 نبوده بهسم هیچگونه ملال  
 که به سعد بن قیس ناش عیان  
 بر سینه سرور خاص و نام  
 خریطه بدست و گزنگ چست  
 محمد که امست با ما نما  
 چه پرپی که خورشید روشن کجا  
 که روشن در آفاق هست دایمان  
 بگوای عجمه داری تو از پیش و کم  
 گشوده باین حرف آن نوجوان  
 که باشم مسلمان درین وقت نیز  
 بکن شاد و مار از راز نهسان  
 ز المام غیبی نموده عیان  
 نهاده میان خریطه درست  
 بکلمه شهادت زبان بر کشاد

# کریم مختار

آنگی اسیرم بحر ص و هوا      ندارم ز کس ردی راه صدا  
ندارم مرا این درد را من دوا      کر یا به بخشای بر حال ما

که بستم اسیرم کند هوا

اسیرم بست هوا و هوس      چو مرغی که اندر میان قفس  
درین کشمکشهای پر رخ و بس      نداریم غیر از تو من و یاورس

توئی عاشقیان از خطا بخش و بس

درین دار آباد رنج و عشا      پراز درد و کلفت نهی از صفا  
بقای ندار و بغیر از فنا      نگهدار ما را ز راه خطا

خطا در گذار و صواب من

دلاهر زمان از قلمیل و کثیر      به نعت رسول بشیر و ذبیر  
بالبابین کام از شهد و شیر      زبان تا بود در دبان جاگیر

شنای محسود بود و پذیر

تفیع الامر خواجسته و سرا      عصفت انبیا را شده پیشوا  
ز خلق و کریم و خلاق و صفا      حبیب خدا شرف انبیا

که عرشش مجیدش بود متکا

ز بهی سر و آوازه باغ و فاق      ملاک تدوین بعد از تنیاق  
چه خوش گفت سعدی شیرین اف      سوا بی جهانگیر کمان براق

که بگذشت از قصر نیلی رواق	
ولا فرش غفلت نه هرگز نوشت	شدی طالب روز رینه داشت
گشتی بهر و لعب کوه داشت	چهل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت	
سپرد رده حق بر انداختی	فرس در هوا و هوس ساختی
نفقات تو نبرد و غنا باختی	هم با هوا و هوس ساختی
دستم به مصالح نبرد اختی	
بنیاد که او هست بنی اعتبار	دوروزه بود کار او اچار
هم کار او را برودی گذار	لمن تکمیل بر عمر ناچار
مباش امین از بازی روزگار	
<p>ترجم بند مسدس مصنفه میر احمد علی صاحب هم رنگ نامقیما قدیم</p> <p>مصنفه حضرت علاء الدین حسنا و صالی خراسانی خلیفه نظام الدین</p>	
اولیا نزیل صوبه او ده	
ماظور خدا غفاریم	برزبان غیر او نمی آریم
بست جا و مقام لا بوتیم	بلبل شاخ باغ اسراریم
گوش چشم و زبان جان دلی	ما سوای بخود نمی داریم
ماز دنیا و دین نداریم کار	طالب عز و جاه و دیداریم

<p>از دوزخ سیاه و خال خوش از ظهور منظر هر کونین از دو عالم سرے نمی خایم من دیوانه و شادین صحرا</p>	<p>دانه و دام را طلبگاریم طوطی شکرین گلزاریم چون مقیم سرے دلداریم روز و شب این سخن با باریم</p>
<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر است</p>	
<p>یار من با کمال عسائی زیر و بالا و اندرون و برون گاه نهان به پرده باطن از دوی دور شود لاله نهار باش دیوانه و اله و شیدا بشنوی از زبان پیرو جوان</p>	<p>می کند جلوه بکیتائی هست پیدای چشم مینائی حکاه ظاهر بچهره زریبائی تا کند یار جلوه فرمائی شو برون از شعور و دانائی بالیقین چشم دل چو بکشتائی</p>
<p>که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر است</p>	
<p>غیر حق نیست اندرین گلزار ساعتی از خود می شوی بنزار اندرین بار غمے رخ دلدار من دو ندم نه عشق بکدام خاک دانی تو تخت شاهبها</p>	<p>ماه و مهر و فلک چیل و نهار بسگری جلوه رخ دلدار گل نماید بریز چشم توخار دانه سجده و رسته زار گریبایی تو دولت دیدار</p>

<p>زاهد یکدم از دوی بدر آ کفر و اسلام بر کران گردد همه تسبیح گوی یار من ست نی بر آید ترانه این هر دم</p>	<p>تا کشاید تبو بسے امیر گرد آئی بعشق آن کیبار شاخ و برگ نبات هم اشجار از زبان همه در و دیوار</p>
<p>که بچشان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدان که مظهر اوست</p>	
<p>تمنویانه اشعارین میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہیں وروہ یہ ہیں</p>	
<p>خدایا منم بندہ بیچارہ ز انعام و بخشش من دگر بحق محمد رسول کریم بحق علی و حسین و حسن بحق شہنشاہ زین العابدین بحق شہ کاظم و ہم رضا بحق تقی و نقی اعشکر بحق همان غوث پیران بخلافای حشمتی و ہم قادری خصوصاً آن بادی دلتوا عطا کن ز فقر مراد و لتی و اگر این ز غیم فراغ معاش</p>	<p>کہ جز تو ندارم ز کس چارہ خطایم گذار و برحمت گذر کہ آمد برحمت باطیف عیم کہ ہستند مشکل کشای زن و گر باقر و جعفر باصف کز ان دار دین ست و نفی گرا بحق شہ مہدی جعفری بحق شہ حشمت آفاق گیر کہ جویم ز ایشان بنجو دیاری کہ ہم ست مشہور شاہ نیاز کہ باشم از و صاحب شمتی مگردان بہر در برای تلاش</p>



بیان میکنم موجب این رقم  
منم خادم المہبت رسول  
بود شاہ آباد مولود من  
کہ روزی گرفتار بودم بدر  
بسی مضطرب بودم و بتیقار  
دران حالت پُر زرنج و غنا  
بصد گریہ و باہزاران بکا  
ز بہر فراموشی درد ورنج  
باداد آن شاہ والا گھر  
رسیدہ بانعام ترحیم بند  
بسال ہزار و دو شصت و یک  
امید غمخوار ہستم ز اہل حق  
باصلاح پوشش بایہ زیارت

بروستان از زبان قلم  
کہ او ہست در جملہ عالم قبول  
ولی تہر فرآباد مارا وطن  
بامراض بندید اندر نور  
اطبای مانند نبی اختیار  
شدم منتجبی باحبیب خدا  
کہ فی الحال زدیافتہ من شفا  
شدم پیروان سزا دارنج  
باین نظم یک ہفتہ ہر دم سہر  
کہ باشند ز عاشقان کند  
رساندم ز نظم را بر محاک  
چو بینند موی بگفتار  
و گرد ہارند مارا معاف

رجوع کن بجان برد را حمدی

کہ یابی از دلدست سربدی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب و سومہ بہ مختصر موقوفہ  
سید اعجاز احمد صاحب اعلیٰ بدایونی کے صفحہ ۱۰ و ۹ بین طبع ہو کر شایع ہو گیا۔

سجہ۔

ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسے بعد اپنے غم شاہ آبا ضلع ہردوئی کا فرمایا جان میر احمد علی صاحب ظلیفہ عظم نیاز بے نیاز شریف  
 کہتے تھے اور جسکے پاس کپڑہ نہانت باطنی موجود تھی جو آپکے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض  
 فرمائی تھی کہ یہ فیصلہ دین کا حصہ ہو اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اسکو دیدینا۔

میر احمد علی صاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکوں کے پڑھانے میں صرف  
 فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ نے ملی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضور نے  
 آپ سے اتفاق فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہوں فرمایا بہت اچھا کرتے ہو  
 چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔  
 آپ نے فرمایا کہ میں اسکو کیونکر چھوڑ دوں میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیڑ زادہ ہوصرت کیلئے شاہ آباد میں ایک حجرہ نہایت پر تکلف راست  
 فرمادیا تھا اور ہوصرت کا سامان زمین میں کھڑا کر دیا۔ میر صاحب کے تین برس کوئی وہاں جا سکا  
 جب میر صاحب نے آپ کی بے انتہائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع  
 قدرت نے آپ کے وجود باجوہ کو ہمیشہ خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ  
 نیاز یہ کاجرا ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہہ کر  
 میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو  
 مرحمت فرمائی اور خرقة و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

و شعبان ۱۱۵۸ ہجری کو آپ نے بہت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ میں عقب  
 مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات کے نظم کیے منجملہ ان کے ایک یہ ہے

حسنا احمد علی صاحب اولاد بول رفت زیر خاک حاضر شد بہ نرم ہول

صاحب سجادہ شاہ نیاز بے نیاز      مخزن فقر و توکل باوی راہ صواب  
از جنبش نور حق در خلق شان احمدی      بود تا بان بر سپہر کرمیت چو آن آفتاب  
از دفاش مرغ بسمل شد دل ارباب ق      شو خوش کرد بر پا مضطر از مضطرب

جست چون انجام رحلت بہ تاریخ وفات

از منظر گفت مر و غیب پیش بھیاں

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر شمس علی صاحب تھے، وہ بھی صورت و سیرت اور  
جملہ اوصاف میں اپنے بڑے بھائی کے قدم قدم تھے میر صاحب مدوح کی شکل دیکھ کر  
بزرگان باخدا کی صورت آنکھوں میں پھر جاتی تھی اور آپ کی بائیں نکرند ادا آجاتا تھا اگر  
بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی آفتاب تھا آپ کی مہر کا صیغہ ۵۵ از نیاز دست حشمت کو نہیں  
تھا۔ اپنے بڑے بھائی کے ۱۰ برس کے بعد میر صاحب نے بھی تہمتا ل فرمایا

قطعہ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا

از دافنا چو میر صاحب      رفتند بسوی حوض کوثر  
از آل نبی واسم پاکش      شمس بہ علی شد و مقدر  
در خلق و بزرگی و کرامت      مثلش بھان نہ بود دیگر  
تعلیم زد و سگاہ ایشان      حاصل می کرد خلق اکثر  
حق داد شرف بذات جہو      ماہ و خورشید ہر برابر  
این قصہ نمود کب علمی      ذات عالیشان فیض گستر

بحکم تاریخ تہمتا ل

گفتند ملک بلبل باخستہ

## میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید وارڈ میں رہتے تھے آپ کو مضمون نگاری میں نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند یہ حبیب اسد صاحب متخلص بہ تارک ناز کخیال شاعر اور شاخسانہ مذاق کے بزرگ تھے حضرت تارک میر وزیر علی صاحب بکے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ میں رہ کر اپنے لایق استاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے میں جناب تارک کو خاص ملکہ معاودت تصانیف عرفی وغیرہ کے بارگاہ طلب حل کرنے میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہیں والد سے مراسم ہوئیں وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مجلس کے متعلق جبکہ یہ شعر

حامد اسد ہے محمود ہے کو میں کا	ساجد خالق ہے اور مسجود ہی کو میں کا
شہور ہے کچھ دریافت کیا تھا اور پتہ باب	اصوات یا تھا بہ صاحب نازک فرج نجف
البرین موز دل اندام انسان تھے آپ کے	اکثر شعر ضرب المثلش میں مثلاً
غصہ کمزور پہ آتا ہے ہمیشہ تارک	ہمسے دھیمیں تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

## ایضاً

کون اس دیر و حرم میں رہے جھگڑ میں ٹپے

کفر و دین دونوں سے تارک ہاتھ دھوا چاہیے

## غزل

دوست سب کچھ لیے اپنا پر یاد کیا	ہاے دنیا میں کیسے نہ کسی کا دکھا
جب کہا ہے کھلا آپ کا پردہ دکھا	بولے شرمائے کہ جھوٹے کا کلیجا دکھا

صدے اس ناز کے قربان تغافل نے رہے	ہنسے ننھ پھیر لیا بس نہ لاشاد کیا
دل سمجھتا ہی نہیں اسکو بھلا کیا کیجے	ہمنے کمبخت کو سوطر سے سمجھا دیکھا
ہچکیا نہ لیتا ہوا بسکالوں پر ہم ہر	اپنے بیمار کو اسے رشک سی یاد کیا
اوٹھ کے میخانے سے تارک جو گئے کعبہ کو	کیسے اس قبیلہ حاجات دہان کیا دیکھا

### ایضاً

لکھے نہ دوسرا چین روزگار میں	بوسے دفا جو ہو گل خسار یار میں
کستا ہوں رو حکوتن خالی میں دیکھ کر	ایک آفتاب ہے کہ چھپا ہے غبار میں
میری طرف سے اُن کو کہہ درت ہے ہر قدر	لکھا جواب خط بھی تو خط غبار میں
وہ زندہ ہوں جو بگڑن تو قاضی کو باہر لائے	بیچارہ مختسب ہے بھلا کس شمار میں
میں کیا کہوں کہ جھیلی میں کیا کیا بستین	راحت ملی نہ زندگی مستعار میں
پیش نظر ہے صحبت احباب بجا بگ	چین کے کس طرح جہین کنج فرار میں
فرم کر کے ہم نے عرصہ ہستی کو طم کیا	راحت ملی اب آکے عدم کنا یار میں
تارک اوٹھا سکا نہ اذیت فراق کی	خنجر گلے پہ پھیر دیا حب یار میں

### ایضاً

وجود غیر معشوق آنکھ میں عاشق کے جل تھا	جدھر تھا دیکھتا مجنون دودھریلی کا محل تھا
تری درگاہ سے خروم پھرنے غیر ممکن ہے	در مقصد سے جب دیکھا بھلا مان سائل تھا
عبث بک بک کے میری ناصیحتوں جان کھائی	بتوں کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مراد تھا

میاں حشر اس ہیئت سے دیکھا نئے تارک کو  
کہ دونوں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دامن قاتل تھا

## اشعار غزل

مرا جہن جھنوں کی زلف دہلے کہ ہم      باندھینگے اپنے شعر میں مضمون بلا کہ ہم  
 کیا رنگدل نے نچھوڑ کسی طرح      آخر نفس میں مر گئے پر پھر بھر کے ہم  
 انوس کہ میر صاحب نے سن لکھ ہجری میں رعلت فرمائی راقم نے قطعہ تیار کج وفات  
 یہ نظم کیا ہے

تارک سال سالی نسب والا حسب      یافت آزادی ز قید آب و گل  
 سال تیر حلیش منظر کن رقم      تارک نیاروان شد پاک دل  
 آپ کے عزیز حکیم سید امجد علی صاحب ہیں جو استاد فی حکیم سید فرزند علی صاحب  
 افسر الاطباء کے شاگرد رشید اور فی نفسہ دین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہیں

## خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ اباد کے روسا میں نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہیں عبدالوہابی میں  
 تحصیلداری و کنیدانی کے عہدہ پر سر فرما رہے۔ آپ کی تحصیلداری کے بعض کاغذات  
 راقم نے دیکھے ہیں خواجہ صاحب دوصوف خوشرو اور عیش پسند انسان تھے عمارت  
 سے نہایت شوق تھا چنانچہ ان کا بنوایا ہوا مکان جن نہایت شاندار اور بیان کے مکانات  
 میں اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کرتا ہوں  
 طبیعت لم دوست تھی اور تیار کج کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو کھینا  
 شروع کرتے او کو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اسکی دہشت سے بھی  
 مناسبت تھی۔ قوم کے سید و خواجگی کا خطاب اس خاندان میں خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگوں کا اصلی وطن قصبہ  
گیلان تھا جو عرب میں ایک شہر مقام ہے چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے  
بجائے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نکل کر پہلے  
کاشغر میں آباد ہوئے اسے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی میں  
ہوئے اور کھانا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عمد شاہ عالم بادشاہ کا تھا ان کے فرزند  
خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہاں شہادہ کو فوجی صیغہ میں بزرگی ذات اور  
دوسو سوار کی افتری اور اسد علی خان کے خطاب سے سر بلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگزاری  
سے منصب میں ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعد ان کے بیٹے خواجہ سیاح علی صاحب  
اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب بائی سے سرفراز ہوئے۔ اس عہد میں  
شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آ گیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار  
میں آکر عہدہ کمیدانی ملازم ہوئے۔ کمیدانی صیغہ فوجی عہد شاہی میں ایک عہدہ تھا۔  
جس کو اب سرکار انگریزی میں کرنل کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ان کے دو فرزند  
ابک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر آخرا لدا کر کی شاہی کھانا میں  
ایک محل کے خاندان میں ہوئے اس شاخ میں کوئی نامور قابل ذکر شخص نہیں ہوا  
بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے یوں میں ملازم نش  
اور پیر کمیدانی کو پوپٹے خواجہ غلام شاہ صاحب کی لپٹن ایک مدت تک کھانا میں رہی  
بعد ازاں سہیلہ میں تعینات ہوئی دین و جہاد کے واسطے تیار ہوئے مراحم  
پیدا ہوئے پٹنایہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبدالباست صاحب  
مورثوں اور واجد علی خان بوج کے بزرگوں سے دوستانہ مملکت عزیزانہ برتاؤ رہا۔

بیٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اس زمانہ میں چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہم منصب بناتا تھا  
 وہ سب تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہو کر رہتی تھی اسلئے  
 ایک ملین اوسکے ساتھ ہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی عمر اس سے خواجہ غلام شاہ صاحب  
 کی ماتحت ملین ہندیاہ سے تبدیل ہو کر شاہ آباد آئی اور وقت میں رات منگلی لال صاحب  
 شاہ آباد کے چکلہ دار تھے خواجہ صاحب اور رات صاحب سے اسدھہ مراد بڑھے  
 کہ دستار بدل ہو گئی اور انکی محبت میں خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوہٹ  
 میں مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید  
 محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اور دھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوئے  
 اور بعد میں اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے۔ جب ان کے  
 والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو بجائے ان کے کیدانی عہدہ پر آپ  
 سر فرائض کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رات  
 منگلی لال صاحب کا انتقال ہو گیا اور انکے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے  
 چکلیدار مقرر ہوئے۔ ایک سال انھوں نے کارہائے منصبی ادا کیے اس کے بعد  
 بعلت بقا بالکلاری ماخوذ ہو کر علیحدہ کیے گئے اور جب قدر اور انکی جائداد و املاک تھیں وہ  
 ضبط ہو کر سرکاری قرار پائیں انکے مقام پر دوسرا چکلہ دار مقیم ہوا اور مواضعات گروہ  
 بھمول و غیرہ جو ضلع شاہجہان پور میں تھے وہ نیلام کر دیے گئے اور انکے زمان کے  
 کھدے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز بھجان جو زوردار اور صاحب  
 جماعت تھے ان سے اتحاد تھا وہ مانع ہوئے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر  
 اس مزاحمت سے بڑے کشت و خون کا اندیشہ تھا متامل ہوئے چکلیدار موجودہ نے



رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسعد ربا اثر آدمی شاہ آباد میں ہیں اگر وہ چاہیں گے تو یہ مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے لٹھ واؤ بیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضع داری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوئے اور قوپ سے باندھ کر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہاں بھی یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ متعفا داخل کرو مگر آپ نے اس حالت میں بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو میں جبرانی کہہ چکا ہوں ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھے یہ نہیں مانگتا اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غرض کہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپ کی علیحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیا گئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلیٰ وجہ کی وضع داری مستقل مزاجی ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی یا کر رحلت فرمائی! اقم کا ایک بہن تھا آپ کے دو فرزند ہیں ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور ترقی یافتہ طبیعت کے انسان ہیں راقم سے محبت و عنایت کے سانچے ملتے ہیں۔

## نقل فرمان

هو العزیز تجار پنج روز جمعه سوم شهر ذیقعد ۸۳۳ جلوس مبارک معالی موافق ۱۵ شهریور  
مطابق ۲۰ ماه خرداد بر سال امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت مرد  
مراحم بیکران بادشاهی مہیط اعطاف نمایان خلیفہ الہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دیرین کہ  
زرم زبہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت والاحسان بخشی  
الملک مظہر علیخان بہادر و نوبت واقعہ نگاری کمرین بنیدیان عقیدت آہنگ لے زن نگہ  
قلبی میگردد حکم صادر شد کہ حقیقت اللہ ولد اسد اللہ بمنصب کبزاری ذات دو صد  
سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعہ پانزدہم شوال ۸۳۳ بوجہ تصدیق  
یادداشت قلمی شد۔

شرح و تخط بہت و شہرت بہاد شجاعت و شہامت دستگاہ مطرح الطاف بادشاهی مرد عطا  
نامناہی خانہ زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بہادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت  
شہامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاهی مہیط اعطاف نمایان خلیفہ الہی استظہار مجاہدان  
باعزم افتخار دیرین معرکہ زرم زبہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت  
والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

مشار الیہ افضل و کرم امید و اوست بمنصب ہزار دہات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز  
شو و شرح و تخط نائب بخشی الملک آنکہ حکم شد منظور۔

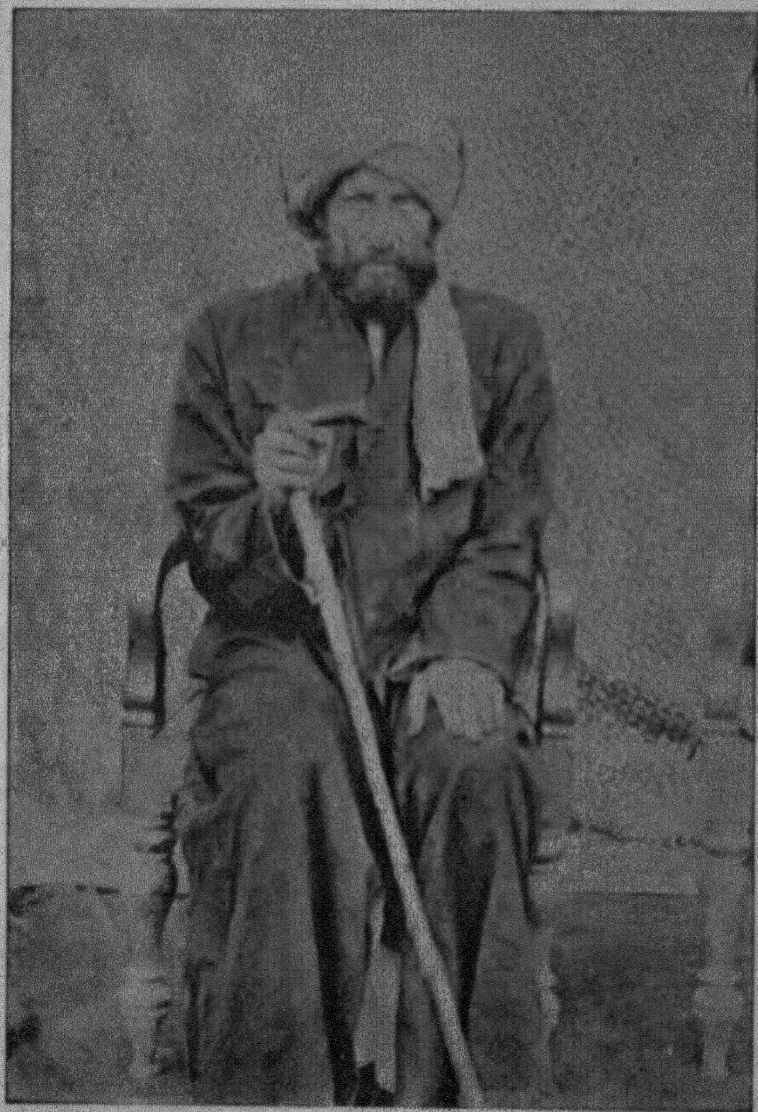
ہزار دہات و خطاب مار سوار تحیر فی التاریخ شہر صدر نہ الیہ جلوس مبارک مطابق واقعہ کل  
است بہشت و یکم ذیقعد ۸۳۳ جلوس معالی والا کبر ارجش مقدس رسید۔

محمد علی بھانوی فدوی  
شاہ عالم بادشاہی

راے تن سیکہ فدوی شاہ عالم  
بادشاہ غازی

مظہر علیخان بہادر فدوی  
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی





داجی مٹھد حسین خان اختیار پوری





## حاجی محمد حسین خالصا صاحب اختیار پوری

خالصا صاحب موصوف درویش سیرت اور با خدا بزرگ تھے نو عمری سے آپ کو ریاضت اور خدا پرستی کی طرف میلان تھا پیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے فرید بنے اور ذکر و فکر میں مشغول رہا کیے اس کے بعد شیشیر علی عرف مند و شاہ صاحب کے۔

۱۔ حافظ صاحب با خدا اور زاید انسان تھے جمعیت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی میاں خالصا صاحب جہانپوری کے خلیفہ تھے ان کے اکثر لوگ مریدا و معتقد تھے چنانچہ جنی عابد علی صاحب دہلی سید شمس الدین صاحب دیوبند بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ پور جا رہے تھے کہ اٹلے راہ میں بمقام تھرا حلت فرما کر اور دین مہ فون میں جب آپ کی بیوی کو صدمہ عارض ہو گیا وہ بڑی کڑواہی سے توشا حسین بخش خالصا صاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کاندھلوی کو موضع کوسلی میں ان کے شہر پرورش علیخان کے مکان پر ان کو یہ دعائیہ لکھائیں کہ آتے وہ فرمائے تم کو حافظ صاحب نے بعد وفات کے تھے اس لئے میں جو دعا کیا ہو خدا کی قدرت کدشاہ صفا کی دعائیں سودہ و شکاری جاتی رہیں اور ان کے دل کو ایک قسم کا سکون ہو گیا تھا۔ ۲۔ شیشیر علی صاحب دہلی باض بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب قریب آفت الدولہ بہادر گمان متاثر عمدہ پرنسپل اور تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ ہمارے گئے اور آپ کے کس صاحب ایک اندنگار کے پان کے جو اہل و اشرفیان نے ان کی غرضت کو کھلے آگیا اور چھوڑ گیا یاں شیخ دہلی صاحب آپ کو یہ پیش کیا اور اپنی آخر تک ان سے کھانچا گیا بیٹے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئیں بیشتر بابتنا ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر بعد از ان صاحب فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل میں مشغول دیکھ کر ایک شوگر کاری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھوں سے مجاہد کا پورہ اٹھ گیا اور حضور سرور عالم مسلم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف بظاہر سے شرف سے خود آنحضرت نے حضور مایا کین محمد رسول اللہ ہون اور اپنے چچا کے اور جوانی آخری میں کے دیار سے غیبی باب سے باریکا بدن خط ہو گیا آپ نے حمد کیا جو کوئی میرے اس مشابہ کا تھا کر گیا جس کا یہ جو نگار شش شیخ میں نہ دستاں کے کوشش و کاشت کی آخر کار تہرہ میں سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی بابوسی کو حاضر ہوئے اور انھوں نے اس واسطہ کا۔

طالب ہوئے اور حسب تعلیم شیخ کمال کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک  
عالم تجرد میں خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہو کر اسکا قلب نورانی سے منور ہوا  
تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہو کر  
ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ انصب کیا اور اوسمیں جو بلند ٹیلہ تھا اُسپر  
کوٹھی بنائی جو ٹلیا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد آئی میں مصروف ہے  
آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمیں ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تارخین  
میر خجھن علی صاحب نے نظم کیں اور دوح ذیل ہیں۔

مسجد علی باغ چو تعمیر نمود      خان ذی رتبہ صاحب نے و جلال  
پرسیدہ سال و پوز ہا لفت غیب      فرود کہ مسجد علی باغ جمال  
ایضاً

چون محمد حسین خان صاحب      نقش مسجد صحن باغ بہ بست  
بلبل بلبان شنو تاریخ      ثانی مسجد قبا لہن اہرست

ابعد حاشیہ نمبر ۶۷ ص ۱۸۰ کثرت کیا آپ مرید ہوئے و دور ریاضت کی کثرت اور صاحب کمال ہو گئے  
صدر آپ کے رفیق ہری دہلوی فیوض سے بہرہ یاب ہوئے لاقم نے خدیجیہ کے واقعہ و مکتبہ شفا کے عجیب و  
غریب معاملہ رکے میں اکثر ازمین بطور شہین گوی کے جو آپ نے فرمایا وہ دھرم میں ریاضت میں ان کے مذہب و مذہب  
حالات اور ان کے عقیدے و مذہب ان کے مذہب کے آستانہ حیات فزونی سے تھیں لہذا ان کے عقیدے و مذہب و مذہب  
آپ کے پیرو مشہد سید حسن میں صاحب رت بہرہ برک تھے جنکو چھ ماہ جذب و جذب و ساکت لکڑا تھے تھیں حسن  
صاحب شاپہا پوری نے ان کے بعض کلمات چشم دیدہ نقل فرمادیے کہ رات میں جہاں کہتے ہیں۔ آپ نے  
بزرگوں کے پر قسوف و ارات تلہ میں واقع میں کھلا تھری میں سید حسن الدین صاحب کا و عمان ہوا۔  
فرز شریف پر یہ شعر کندہ سے ہے کہ نزار و مدد دیا و مبتوت و شاہ شمس الدین سوجت برف ۱۷



خان صاحب کی وجہ سے اس باغ میں اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر گھر سے باغ کا ایک عجیب و کمش منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق متبرین نے بیان کیا کہ مہن بزرگان دین کے انوار نظر آئے ہیں چنانچہ محمد علی خان اور نواب مقصود علی خان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈ و شاہ علی باغ کی کہ ٹھہریں میں ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہو گئے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معمور ہو گیا شاہ صاحب صوبہ جوڑ شمسیر اور صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کچھ کی چار دیواری کا جو پورب والا درد اڑا رہے وہاں جا کر کچھ مرض کرتے رہے اور قیامت بازار سے شیرینی، نگائی اور فاختہ کراہی ہم لوگوں نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے اور حضور کی ساری مہمہ لشکر کے اور ہر آنکھی تھی تعالیٰ نے امام عالی مقام کو عالم اربعہ و برزخ میں سید جہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض و سما کی سر کر رہے ہیں۔

خان صاحب صوبہ نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا میں نے مینڈ و شاہ کو علامہ کا میں ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہیں گذرا اور اگر اس فقیر کی دنیا کی محبوبہ حال موتی تو میں طرفیت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمہارا پیر بھائی سبقت اللہ خان جو تمہاری شکایت کرتا ہے جب میں نے فاختہ اونکی کراہی تو وہ شکایت جاتی رہی خان صاحب نے اچھے اچھے فقرائے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب سوری سے ہیں عہد نوابی میں سید صاحب موصوف شاہ آباد تشریف لایا کرتے تھے نواب دوسرے علی خان رئیس چھوٹی دیوڑھی اور خان صاحب کے خاندان کے چند لوگ

معتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور بقدرات آفتاب کی طرح روشن تھے اکثر صاحبِ بطن  
فقر خالص صاحب کے پاس آکر ٹھہرے

خان صاحب کی درویشیت پر شرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہیں کیا اور اقم  
بارہا انکی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتھالی پہلے سے نہایت شفقت سے  
پیش آتے تھے آخر وقت میں اپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خانؒ میں یخیل  
مرحوم کی بہن تھیں اونکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی مگر وہ جو امزگ انتقال  
کر گئی جب خان صاحب کی زوجہ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح  
کیا ان دو سہری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ  
اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین  
ہیں جو تعلیم میں مشغول ہیں۔ خان صاحب سرخ و سپید خوش رو قد اور انسان تھے صد  
حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۰ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعہ وفات  
کے خاکسار نے لکھے ہیں ۵

تھے محمد حسین خان صاحب	حاجی عارف رموزِ خدا
آفتابِ پیمِ فضل و کمال	بدر تابان با وجِ مجد و علا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ میں	خوبیوں میں وحید تھے یکتا
دایفانی سے لیکے تشریف	ہو گئے رونقِ سراے بقا
باغِ جنت کو جب دہائے وہ	شورِ محشر تھا ہر طرف برپا

۵ خانہ یار خان صاحبؒ اور خان صاحبؒ مرحوم شاہ آباد کے رئیس اور نہایت باتدبیر نیک انسان تھے راقم سے دوست  
مراسم رکھتے تھے انہوں نے کہ شاہانِ شہر ہجری میں جو امزگ انتقال کر گئے۔ (دادہ وفات داخل قلمبد ہوئے)

آندھیاں غم کی ہر طرف اٹھیں  
صاحب کشف باریا تھے  
نور افشان تھا چہرہ انور  
میرے والد کے تھے شفیق بڑے  
ہے اود اسی کمال ملایا پر  
دادیغا خزان کے لشکر نے  
کرے اُنکے مزار کو روشن  
بھرتے انوار قدسیہ اسمین  
فکرِ تاریخ ہے مظفر لکھ

دیگر

با خدا باقی و عابد زابہ  
عاشق ذاتِ خدائے عالم  
جمع خوبی اوصاف تھے وہ  
لیکے خلد کو شریف شریف  
اونکے اخلاق کی تھی بے شبہ  
کشت ہستی کو قضا نے پہنکا  
لمیاشاد اب تھی گہ تھا آباد  
تعالیٰ باغِ برائے نگاشت  
ایسا پر نور نہ دیکھا تخت

ہر طرف ابرنج کا چھایا  
موجودات خدائے راضی سما  
وقت تدفین کفن کو جباٹھا  
مہربانی تھی تجھ پہ حد سے سوا  
کچھ عجب باغین بدستار  
سب بھارچمن کو لوٹ لیا  
پایمن یاربِ جنت الماوا  
بر علی باغِ جنستی ملکہ  
آج الہام کا چراغ بجھا

فخر سرمایہ ارباب وطن  
حامی دین بنی شاہ زمین  
اُنکے قدموں سے تھا قبضہ شن  
کر دیا ترکِ ہدیہ دارِ معن  
جسکو پہنچے نہ کبھی شکست  
تھی قضا برقِ برائے خزن  
اب یہ دونوں مین گہرِ خشت  
حاجی صاحب کا جی تھا سکن  
گرچہ مہل و رہی لکشی گلشن

سرد خاموش ہے قمری نالان  
سلسلہ غم کا ہے طوقِ گردن  
لبلیں گاتی نہیں روتی بزم  
انکے روز کی صدا ہے شیون  
بانجِ جنت کے دیچ بن جاوین  
اد کے روضہ کے آئیں روزن  
بر تارِ بخِ مظفر لکھ دے  
اب علی باغ ہوا ہر مہین

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خان صاحب بھی شاہ آباد کے  
پٹمانوین نامور انسان ہوئے ہیں قومی تھیکل درلشیم انسان تھے عہدِ نوابی میں وہ بعد  
تندلی میں ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعروں میں بھی شریک ہوئے اور استاد  
امانت کے شاگرد تھے سخاوتِ تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام میں کلی مداخلت  
نہی فرمائی قلمی مائے انبیا میں بیانِ مہکت ان ہی کی حاصل ہوئی شاہ آباد کے منتظم  
بنامات میں جو نامی انہ تھے ان دشمن پرانوں نے قلمیں بندھوائیں اور مستعدی  
مصارف سے تیار کر لیں اور اپنے باغوں میں نصب کر لیں بعد بھاگپور وغیرہ کے  
کارخانوں سے معروفت مشہور اسامہ لکھنؤ کے بعد میان کارخانے کھولے گئے  
اس شوق کے وہ موجد اور دیگر نقاد ہیں ان کا کلام ضایع ہو گیا ایک نوال کے دشمن  
محم کو یاد ہیں اور وہ یہ ہیں

د جاہان کے تصویر میں کسی سے نہ کوئی  
پچا نہ جانوں جو اگر راہ میں یار پرے  
مرضِ خفق سے ہو جائے سخاوت کو شفا  
اوسکی تبریدیں گر شربتِ دیدار پرے  
ان کا ایک نعتیہ مستزاد و المرحوم نے ایک بیاض میں لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں  
نہ خیر دل از حلقہ گیسوے محمد  
سجدہ گہ کونین میں ابروے محمد  
زیبا قد موزون ہو وہ دجوعے محمد  
حالم ہمہ سودا زدہ موے محمد

شیریں کی طلب ہو تجھے فراد مبارک      مجنون ہی کو لیلیٰ کی ہے یاد مبارک  
 قمری ہو چین میں تجھے شمشاد مبارک      زاہد تو فردوس برین باد مبارک  
 مائیم و تمنائے سر کوئے محمد

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہیں ایک بار لڑکپن میں والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمان شریف لائے اوس زمانہ میں میان مینڈہ شاہ صاحب بھی حسین قیام فرماتھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے غمنس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

۷

مدینہ کی طرف ہائیں کہ ہم کعبہ کا لین رستا      نظر آتا ہے ان دونوں گھر نہیں ایک ہی جلو  
 اسہ کو کیجئے یا احمد بے بیم کو سجدا      کہاں اب جھبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑیا  
 عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مزدکا

۱۰۔ فردوسی شہنشاہ اعیسوی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اور انکے فرزند محمد نوز خان صاحب نے زہر سے خود کشی کی ایک پوتا محمد ستیقم تھا وہ بھی نوجوان تہ تیغ ہو گیا۔ کوراہی عدم ہو گیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہیں۔ اور مولو یصاحب ہی ذی اخلاق ہیں۔

## کرامت خان صاحب بی بی زمی

اس آخری عہد میں خاں صاحب مدح بھی شجاعت و سخاوت کے اوصاف میں معروف و غیرت و پاکبازی کی خوبیوں میں مشہور تھے باعتبار قد و قامت کے بھی آپ اگلے لوگوں کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے ہر مروت بھاکما سے دلچسپی تھی اکثر اسکے نکات خوب سمجھتے۔ برادری کے مناقضوں میں اکثر اپنی نیچاپیت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ راقم کے لڑکپن کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک منہ زرد قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ و دشمند انسان تھے جو ان قضا کر گئے اور ان کے بیٹے عزیز احمد نان جنگلو اس تایخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے انوس کہ دفعۃً ہیضہ کے مرض میں نوجوان ہی چل بے اس خاندان میں معین الدین خاں صاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خاں صاحب چلتے پھرتے اور بچہ دار شخص ہیں

## حاجی محمد حسین خان صاحب آسٹریائی

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سیخیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و غیر رئیس تھے۔ آپ کے بزرگوں میں عظم خاں صاحب نامور اور مدکار اور وہ میں معزز عہد پر ملازم رہے ہیں۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و صعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا جب آپ نیشن لیکر مکان آئے تو زرنیشن

اپنے خرچ میں نہ لائے اور کل غیرات کرتے رہے شاہ آباد کے آنریری میجر صاحب بھی رہے  
 ہاٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدبیر پر نہایت اعتماد رکھتے  
 تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد میں انکے کہنے پر دیکھوئے جانے  
 کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اسکے آمدنی کو دیکھوئے جانے کے باعث و حسین گنج آباد  
 کرنے کے آپ ہی بانی ہوئے ہیں اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سونپتے اور  
 انکے اجراء میں کوشاں رہتے تھے کسی مسجد میں بنوائیں اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی  
 مذہبی فرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش  
 آئے تھے فلج کے مرض میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۵۲ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید النہی کے روز  
 دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق آگاہ
نیک و نیک خون کو سیرت	عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوئے جنت سپرد رہے ناگاہ
عالمی در منہ آرزو شہ	کرد منہ یاد و نالہ جانہ
وادرینا درین سر اسے فنا	نہ گدا ماند و نہ بماند شاہ
بُست سالش چونکہ بکس	گفت ہاتھ کہ مرد و ضوا جانہ

حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خالصا صاحب بھی با وضع اور خوش اخلاق شخص  
 میں تھے مستقل مزاجی و مبالغہ فہمی وغیرہ کے اوصاف میں بنقدم وقت خیال کے  
 جانتے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوئے۔  
 آپ نے بھی حلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان آنریری میجر ایڈمنٹریٹو آفیسر

## قطعات پنج و فاضل صاحب حمید

بمرد احمد حسین خان ذمی جاہ	بزریر دامن شاہ امم باد
آہی آن گل گلزار احسان	گل خوشبوی گلزار ارم باد
بعیش جادو دان قصہ فردوس	خدا را مورد لطف و کرم باد
چو جہنم سال تا بخش رہا ہف	بگفتہ بلبل باغ ارم باد

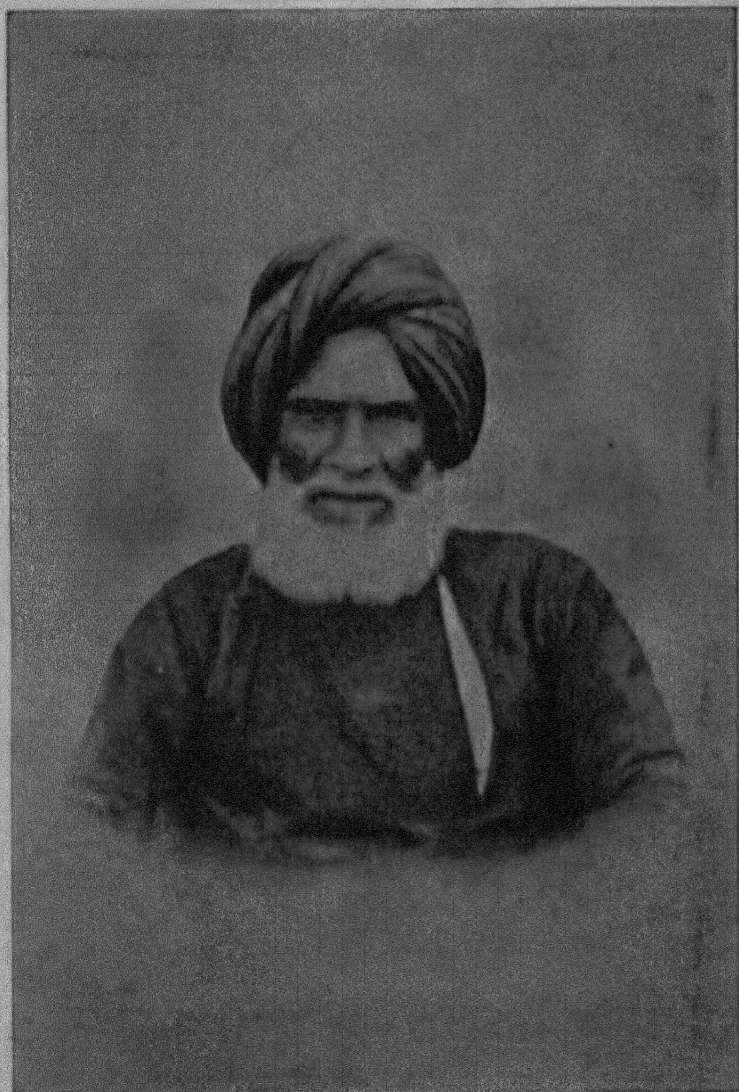
## حافظ غلام علی خان صاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیوں میں فخر خاندان ہوئے قوت حافظہ اور معلومات ادبی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علم مجلسی میں کمال رکھتے تھے ان کے طرزِ رُفاج و خوش اخلاقی سے بلا احباب ادبی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دل عزیز حاصل رہی وہ اپناے جنس میں فی الواقع نہایت قابلِ قدر انسان گذرے گویائی اور واقعات گذشتہ کی یاد دہشت میں بیان اور نکاح کوئی نظیر نہیں تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عبادت ادنیٰ طبیعت کی ایک جڑ ہو گئی تھی۔ آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحبِ عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی تالیف عبد الرزاق صاحب یمنی اور دیگر ناموران شاہ آباد کو دیکھا اور ادنیٰ باتوں سے استفادہ کیا اور لکھنؤ کے اہل کمال میں ادنیٰ عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ میں کہ ان کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں لکھنؤ شاہی تہذیب و تحلفات کا معدن اور علم و نگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیوں کا منظر جبر









حافظ غلام علی خان



شخص کے کہ پیش نظر ہوا اہل علم و عقل کی مجالست میں جبکی عمر بہر ہوئی ہو اسکے ذہنی خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہوں۔ دو نامی گرامی رئیسوں کی کربانہ عنایتوں نے حافظ صاحب کو حاصل خاص بزبون تک پہونچایا اور انتخاب روزگار عائد سے ملایا۔

حسام الدین فقیر محمد خان صاحب درویش جنگ سالار انتخاب گویا تعلقدار لیج بابا جگشان  
اشوک پور منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہیں ہر وہ آپ کے محسن تھے انھیں کے فیض تربیت کا  
آفتاب آپ کے سر پر تو فگن ہوا اور آپ کی عنایتوں کے جوہر کو چمکایا خان صاحب بہادر ہی نے  
حافظ صاحب کو سرکار شاہی میں ملازم رکھایا اور اپنے ساتھ لے لیا تاحیات ہ آپ پر الطاف بزرگوار  
اور احسان ریسانہ فرماتے رہے بارہا اپنے ہمراہ آپ کو ہتھیوں میں لینگے چنانچہ شیخ اسلم مرحوم وغیرہ کے  
پاس حافظ صاحب صاحب ہی کے ساتھ گئے منتی الکرام کا تصنیف ہونا مولوی حیدر علی صاحب  
فیض آبادی کا خان صاحب کے گھر آنا یہ سب ملاقات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہیں خان صاحب  
کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی انکی لیاقت اور جہاد و جلالت نظر میں شمس دو نور اور نور  
ماہور و تنخواہ تھی بہت سی خدمتیں مثل تقسیم تنخواہ ملاقات شاہی انکے متعلق تھیں نظم و نسق ملکانی مانی میں چلے  
تھے بسوان باڑی وغیرہ کی نظامت پچھلیداری اگرچہ انکے اداد امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات  
میں لکھی جاتی تھی مگر اسکا انتظام سب انھیں کا ساختہ پراختہ ہوتا اسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر  
جنکی اسامی تین تین سو روپے تھی خان صاحب کی ذاتی ملکیت میں تھے راجہ مہین لال صاحب پچھلیدار سے  
جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہ گیا اور خان صاحب ان پر تسلط کیے گئے تو انھوں نے پورا مانگج خان صاحب  
کو دیدیا اور امین اللہ بہادر وزیر نے ایک لکھ پتہ بنا بر تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خان صاحب کو عنایت کیا تھا  
خان صاحب کی لیاقت علی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ ماوری زبان معلوم ہوتی تھی ہندی  
صدا ایسے بناتے تھے کہ دوس ہزار روپہ کے انعام پر بھی ان کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

میں نے اس شخص کو بہت دور سے دیکھا تھا اور اس کی شان و شوکت سے بہت متاثر ہوا تھا۔ اس کی لیاقت اور جہاد و جلالت نظر میں شمس دو نور اور نور ماہور و تنخواہ تھی بہت سی خدمتیں مثل تقسیم تنخواہ ملاقات شاہی انکے متعلق تھیں نظم و نسق ملکانی مانی میں چلے تھے بسوان باڑی وغیرہ کی نظامت پچھلیداری اگرچہ انکے اداد امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات میں لکھی جاتی تھی مگر اسکا انتظام سب انھیں کا ساختہ پراختہ ہوتا اسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر جنکی اسامی تین تین سو روپے تھی خان صاحب کی ذاتی ملکیت میں تھے راجہ مہین لال صاحب پچھلیدار سے جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہ گیا اور خان صاحب ان پر تسلط کیے گئے تو انھوں نے پورا مانگج خان صاحب کو دیدیا اور امین اللہ بہادر وزیر نے ایک لکھ پتہ بنا بر تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خان صاحب کو عنایت کیا تھا خان صاحب کی لیاقت علی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ ماوری زبان معلوم ہوتی تھی ہندی صدا ایسے بناتے تھے کہ دوس ہزار روپہ کے انعام پر بھی ان کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

کی یہ ہوئی جب نصیر الدین حیدر باؤشاہ نے سنی ۵۰۰ جاپناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کرے۔ تو کہا کہ آپ میرا لگ باقی ہے کیا ہوئی ہے۔

دیوان گویا بستان حکمت انکے یادگار بن۔ جب صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سہرے ایک بڑی شفقت اٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف میں نیشل تھا ان پر مہربان کر دیا ان کا نام نامی نشی محمد حسین صاحب تھا وہ گدہ ضلع بارہ نکی کے تعلقہ ارودر امام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امور اسکی سیاہ و سفید کرنے کا اختیار انکے قلم کے متعلق تھا نشی صاحب مدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضرب لاش خوش بیانی میں ایسے پُرسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑ رہے ہیں اور جو قلم اٹھاتے تو زود نویسی کی کیفیت تھی کہ گویا قلم میں پر لگے ہوئے ہیں اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر میں جز کے جز رنگ کر ڈال دیتے جو ہر شناسی اور شریعت پر درمی میں کیٹاے روزگار تھے۔ رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو دو لاکھ روپہ کی مالگنداری کا علاقہ خود ان کے قبضہ میں تھا اور چودہ سو اشخاص ان کے ذاتی ملازم تھے نشی صاحب موصوف کے دل میں حافظ صاحب مہرور کی جو اس قدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ ان کے مخالفین نے ازراہ تحاسد مسکار

۱۰ تاریخ انتخاب دودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صوفہ ۱۲۴۰ میں ہے ایک نشی محمد حسین صاحب بھی ملی نقی تھا بلکہ کے کارپردازوں میں بڑے رئیس ہوشیار ماعقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رہبان تھیں رسولی میں بیسے قدیمی مالخانہ ان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام پوری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ ان کے زیر قلم تھا خدو شہنہ ام میں یہ نشی باوقر بافیوں کے ہاتھ سے لکھنؤ میں شہید ہوئے اور ایک بڑا تعلقہ گدیو وغیرہ ضلع بارہ نکی میں چھوڑا۔

سلطانی میں ان سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باقون والے کنارہ کش ہو گئے عتاب شاہی ان کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کُنَب کے اٹھکساتھ دینے کو تیار ہو گئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کوٹھی پر اچھی طرح جا پٹخ لیا جب اُسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اس کے بعد صفائی ہو کر پھر سہ فراسی حاصل ہو گئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت او لیاقت کے جوہر دکھلائے اور حافظ صاحب کو اپنی دریادلی اور رُسیا نہ فیض سانی سے الامال کر دیا۔ مہر مجلس اپنے ہمشئون میں ابھارا کرتے ان کے منعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کما کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہاں تشریف لیگئے اُس وقت انکی مجلس معزز شاہیں و امرا سے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہراج آغا فی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام سنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قدم اٹھ کر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعریفی جا ہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جبکہ جواب میں منشی صاحب نے کہا کہ میں انھیں بجائے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہوں اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعداروں میں ہیں اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و خدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل میں کسی دوست کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کر کے وقعت و نیکنامی بڑھاتا ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رُیسا نہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون بنا لیا تھا۔ جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ میں تشریف لیجاتے تو ان کو ہمراہ لیجا کر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملا تون منشی مسعود صاحب بگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہاں حافظ صاحب کو لیکے ایک مرتبہ راجہ بنیادو صاحب تعلقدار شکر پور اور راجہ رگناتھ صاحب تعلقدار ستیان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سرکار تک پہنچا نواب علی نقی خان مدارالمہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب مدوح تھے اکثر مدارالمہام صاحب حکم دیکر محل میں چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو خدو نہ جاسکے گراپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ کے لیے بھیج دیا جب یہ وہاں گئے تو دونوں راجاؤں کے بیانات اور ثبوت لیکر اُنھوں نے سرحد قائم کر دی اور رفعِ تہر کر کے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے پچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب میں آپ نے کہا کہ سرکار شاہی سے جو مجھے تحفہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں اسکی کیا ضرورت تھی جنسِ غیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے اُسی زمانہ میں فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت میں



حاضر ہوئے اور اشرفی وغیرہ ندرین پیش کی منشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی تمکنا نہ  
الوجہ سے کہا کہ مجھے آپ کی نذر کی تمنا نہیں اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب سخت تھے  
جو اس قدر صاف طر کر کے وہاں گئے تھے اور تمھارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تنے کچھ  
خیال نہ کیا اون رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم اٹھین کو دلائی  
ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے اپنے وطن شام آباد کو لکھنؤ  
سے آ رہے تھے اثنائے راہ میں چوری ہو گئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوئی  
اوسی وقت انھوں نے چند سوار بھیجے اور بانگر کے مینداروں کے نام مکنا سے جاری کیے  
کہ تمھاری حدود میں یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سرغ لگاؤ یا ان کے مالس روکا معاوضہ دو  
ورنہ تم بھی شریک ساراش سمجھے جاؤ گے اور اسکا تدارک تمھارے حق میں اچھا نہوگا۔  
چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو غم البدل مل گیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس میں بڑے بڑے لوگوں کا گردش سے  
ہوتا تھا ان میں میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے بیان جس مجلس میں  
واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوس میں شریک تھے اس مجلس کی وہ کیفیت  
یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایک بار لوگ بولے کہ حضرت  
آئے ہیں کیا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ وودہ تشریف لائے ہیں شہر نظیم کو اٹھا جب بادشاہ ٹھیکہ  
اشخاص ٹھیکہ گئی چونکہ موسم ہاتھ تھا حضرت سلطان عالم الیکٹریٹ میں آئے تھے اور اس زمانہ میں  
طلبہ اور غیر ملکی ڈھارویں کا قریب و بڑا ہوتا ہوا ہے بادشاہ کے چہرے پر ڈھائی بڑھی ہوئی تھی  
سرخ سفید رنگ پر سیاہ بالوں کی ڈھائی میاں ہوتا تھا کہ کئی لڑکیاں اور فدا رسی مشین ٹھیکہ ہوا ہوا  
لکھنؤ میں گرم و لاخان صاحب شاہ جہاں پوری جو فوج میں سالہ داری وغیرہ

عہدہ پر ممتاز اور خوش رو جوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے اونکے پاس بھی آپکی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پڑشاہ معزول ہوئے اور نئی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے بنائے گئے تو نئی صاحب بیکاری کے زمانہ میں پھر اپنے جاوہر منصب کے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے اس سلسلہ میں وہ اہل اسرار و مقبولان الہی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُس وقت لکھنؤ میں ایک درویش نور علی شاہ صاحب غریب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میں اونکی خدمت میں نئی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بار بار حاضر ہوا اونکی روش و شمیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی طرف سے بدگمانی کرتا یا افس ظہر دل میں لاتا یا کچھ شخص کرنا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین دلانے کی غرض سے اُسکے گناہ ماضیہ بیان کر دیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور افعال قبیحہ سے واقف ہو کر مودب ہو جاتا اونکی مجلس میں کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی قصہ نئی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوئے نئی صاحب کی طرح اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے نئی صاحب ازراہ اعتماد تقریبات میں باورچیخانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد کر دیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازہ نیت نئی صاحب کے احسانات اور بڑا دفراموش نہ ہوئے اوس عہد میں نئی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹر کی کے عہدہ پر مامور ہوئے خرد سال تھے۔ اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب بن شیخ زین العابدین صاحب بھی کسمن تھے۔

اود مخالفت میں حافظ صاحب کو چپا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہرودنی میں بعدہ ڈپٹی کلکٹر می تعین ہوئے اور بقریب دورہ موضع گراہی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونے ملنے گئے تو اونھوں نے قدیمی مراسم معلوم کر کے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہرودنی میں دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگوں کے قصبے کتے سنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر بادشاہی مقرب تھا اور مجلس میں و سکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اونے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانیخان شاہجہان پوری چکیدا ریوہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت میں بھی حافظ صاحب کو بے محضی حاصل تھی اور راجہ صاحب مدوح نہایت زیانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جا کر عرض کیا اور اونھوں نے اوپر توجہ فرمائی۔ بعدہ چکیداری جب خانیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آئی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کروا کرتے تھے اور خصوصیت سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانیخان کے یہاں بقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و اظہام میں مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ مجمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ لیکر محمود آباد گئے مگر راجہ صاحب کو دہان نہ پایا معلوم ہوا کہ گھنؤ میں تشریف فرما ہیں انہ لیکر گھنؤ پہنچے

اوسوقت میں راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب حسین آباد میں قیام فرماتے تھے حافظ صاحب  
 جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ظہر کا وقت تھا حافظ صاحب  
 نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور و دراز سے آپ کے شوق اور دست کم  
 کا شہرہ سنکر چند ہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد میں حاضر ہوئے تھے  
 وہ ان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنؤ آئے مگر انوس کہ اس عرصہ میں وہ انہ خراب ہو گئے  
 اور وہ بیچارے بہت اندوہ مند ہیں راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا کیا جا  
 حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیوں سے لاجواب پودہ تیار ہو سکتی ہے چنانچہ راجہ صاحب  
 نے ان کے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ میں ملا مال کر دیا یہ امر  
 صرف حافظ صاحب کی حسن رسائی اور خوش بانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھل بھی ٹھکانے  
 لگے اور سب جانے والے شخص کی محنت وصول ہو گئی ورنہ ایسی صورت میں کون امید کا میابی  
 کی ہو سکتی تھی قیمت انہ کا نقصان اور آمد و رفت کی رحمت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری سند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے ملسم تھے۔  
 اور وہ نہایت اخلاق ربیسانہ سے پیش آتے تھے مجلس آگے تو قیور خاطر کرتے جس  
 زمانہ میں کہ شاہی فوج سندیلہ میں آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ لائے ہیں  
 تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے صلہ  
 اعظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے روسا میں ایک ممتاز و قابل  
 رئیس تھے انکی علمی قابلیت و انتظامی یافت ضرب اللش تھی اور خوش لباسی سے  
 کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اسکو ازراہ خوش مذاقی  
 جاک کر دیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اس کے صرف و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری تحمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی میں مشہور روزگار میں گذرے ہیں حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ میں باسخ آتش امیں دیر وغیرہ کی صحبت میں جاتے اور اونکے عام مجالس میں شریک ہو کر شعر و سخن سے خطا و ٹھٹھاتے حافظ کی خوبی سے صد ہا اشعار بر مل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے علاوہ نامی گرامی علماء و فقرا کی خدمت میں بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات و معلومات سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی تراز علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہیں

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم میں دن بھر چاہکا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہو کر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا نہیں لیتے تھے اور حضور کے صفاتی اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسر سلطان دو جہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے خطابات سے مخاطب کرتے آواز میں چنداں رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میاں صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ میان راحت جبکی ٹھہرایاں مشہور ہیں آگئے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور ادغون تے پہ ٹھہری ۵ اُن سے فتح علی کھیلٹ ہو رہی۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور ہر ایک طرف اشارہ کیا اور سوت ایک عجیب سمان تھا حاضرین پر رقت طاری  
تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا  
لکھنؤ کے نواح کے مشہور قصبات مثل امیٹھی نیوتنی کا کوری خیر آباد وغیرہ کے اکثر نامور  
اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی۔

حضرت سید معشوق علی صاحب خیر آبادی جو صاحب باطن اور بڑے متراض  
درویش گذرے ہیں حافظ صاحب کے پیرو مرشد تھے۔ خیر آباد میں سید صاحب صوف  
کے یہاں حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا شرف بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا۔  
اگر حافظ صاحب کے مراسم کی تفصیل کی جائے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ  
بیٹھتے تھے تو بیسیوں نامور اشخاص کا ذکر کرتے تھے۔

اکثر معاملات میں لوگوں نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو جمع  
کیا ہے چنانچہ حسن علی خان جو خالص پور کی طرف کے رہنے والے تھے جب انھوں نے  
چکلیہ ارشاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریک  
کرائی۔ اُس زمانہ میں حافظ عبدالصاحب شاہ آباد کے چکلیہ دار تھے حافظ صاحب نے  
چکلیہ دار صاحب موصوف سے ادنیٰ خواہش ظاہر کی انھوں نے جواب دیا کہ حسن علی خان  
کے مزاج میں جبر و تشدد کا مادہ زیادہ ہے اس لیے میں پس پیش کرتا ہوں مگر آخر میں تمہا کام  
نہ چلا اور حافظ عبدالصاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علی خان کو نائب بنایا۔  
جس وقت میں حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ ان کے موافق تھا حکام  
کی خدمت میں بھی ان کو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل دو پرگنہ ان کی عزت  
کرتے تھے اکثر واقعات ان کے قابل ذکر ہیں چنانچہ دینی اکرام عبدالصاحب کا کوری جبکہ

حاکم تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آہاد نزولی تھی ادسکی داگن خدمت کی بابت بھی ٹپی صاحب  
موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی۔

حافظ صاحب میں صاف گوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سیتاپور میں صاحب  
اکشتر سے ملنے نواب دست علی خان صاحب تعلقہ دار باسٹا نگر گئے اور بھی رؤسا دہان  
فروکش تھے حافظ صاحب بھی اور سبکدہ موبود تھے ننشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ ارجلا پور  
رئیس سندیلہ نے نواب صاحب مدوح سے اونکے فرزند نواب حسین علی خان کی بابت دریافت  
کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ میں کچھ ناراض تھے اسلئے بیٹے کی سبقت  
کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجہہ میں امر واقعی  
صاف صاف کہہ دیا۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے پناہ پور میں صاحب  
اکثر آپ سے ملنے میں دلچسپی لیتے۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب بھی  
کوئی چیز تحفہ مثل لکھنؤ کے خرنپرہ وغیرہ کے لایا کرتے۔ حافظ صاحب کے حافظ کی خوبی  
اور سہت بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد  
لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین و دہ اور باشندگان  
شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونکے بعض بیانات کتابوں میں بھی ملے او  
مطابق پائے گئے۔

تو نے اونکے بہت لپچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہو گئی تھی مگر اعضا  
صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر میں سر کا زخم اور جانبداد کی زیرباری اور صاف کی  
کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جسمانی حالت اونکی اچھی رہتی۔ حافظ صاحب

کی ہاں اسلئے جبری منقوش تھے اور یہ سچ ۵ علی امام بن بست و منم غلام علی +  
کنہہ تھا لبس کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی  
شجاعت و صمداری اور پابندی صوم و صلوة میں مشہور تھے علاوہ اپنی برادری اہل وطن  
کے عمائد و صلحا، لکھنؤ میں جبکہ وہ جاتے تو قیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ  
دیوان رحیم داد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان بمصنوعہ مہربانی تھے۔  
دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبدالغنی صاحب  
احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل میں درج  
کر دیا ہے اوس سے مفصل شائون کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ انیس کہ ۲۸ محرم ۱۳۳۸ھ  
مطابق ۱۰ فروری ۱۹۱۹ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر میں  
انتقال کیا انا لله وانا اليه راجعون ۵ چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامدار تھے اور نہایت مہربان  
سکتے تھے اسوجہ سے اس دائمی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ نکال کر قطعاً  
منجملہ ان کے یہ مصرعہ تاریخی ۵ غلام علی خان گئے بے بدل ۵ ہے اور بخوف ملوالت  
صرف ایک قسطہ بیان تحریر کیا جاتا ہے ۵

صد حیف رفت عم گرامی ازین جهان      قد مبتلا سے رخ و الم جان ناصبور  
کن صبر احتیاء مظفر پر شستہ دل      تاریخ انتقال بگو طایب غفول

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھینچی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا نانہال کنہر پور واقع محلہ بذریعہ تھا حسن علیخان خلیل قوم کے  
پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں پانچ روپیہ میسر پاتے تھے



*[Handwritten signature]*



۱۰۸

عبداسد خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھیں انکی دولہا کیان بھی تھیں ایک  
 قادر و خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھیں پردیس خان بہان خان کے  
 فرزند تھے بہان خان کی دختر مست خان کو منسوب تھیں ناکر خان صاحب بوان حیدر خان  
 کے بیٹوئی اور ایک بدی تھے۔ ان کے فرزند اور خان تھے گراد نکا زیادہ سلسلہ  
 چلا بہان خان کی دختر تم علی خان کو منسوب تھیں جنکے بطن سے نواب مقصود علی خان  
 پیدا ہوئے بخش اسد خان کی دختر منصب علی خان کو منسوب تھیں عبداسد خان کے دو  
 فرزند اب علی خان اور شاد خان بھی تھے مگر اولاد نہ رہی اور اس وجہ سے ان کا نام  
 شجرہ میں داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

### مولوی محمد منصب علی خان صاحب سلیمانی

آپ امام علی خان کے فرزند اور حافظ غلام علی خان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت  
 سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے پیشمون میں بالیاقبت ہوئے انشا پر دازی اور  
 موزون طبعی دونوں قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور  
 برادر نامدار مکار لکھنؤ میں ملازم تھے اسلیئے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ میں ہوئی  
 ہوئی پیشتر ابتدائی کتابیں شاہ آباد میں مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر میں  
 شہید ہوئے پڑھیں اسکے بعد لکھنؤ میں مولوی اشیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف  
 حاصل کیا۔ زمانہ شباب میں عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب ہسوانی سے جو  
 عالم و دانش بہت اور مولانا عالم علی صاحب ملو آبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کر

## (حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

۱۵ حضرت مولانا اشرف قادریؒ کے والد بزرگ ہوئے آپ شیخ احمد عرف ملا بیوں کی  
 ولادت دہلی میں تھے جو جوان اور رنگ زیب بادشاہ کے استاد تھے اور عمدہ عالمگیری سے فرخ میر کے عمدہ کاتب تھے  
 انام اور شیخ الاسلام رہے۔ مولانا صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ۲۰ سال کی عمر میں تفسیر احمدی اور  
 ۵۸ سال کی عمر میں بمقام مدرسہ منورہ کورالانوار تصنیف کی اسلئے ہجری میں وفات پائی اور اپنے وطن امینہ میں  
 مدفون ہوئے مزار مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی  
 پانچویں پشت میں تھے مولانا نے نظما ہری کنھنوی میں تحصیل کیا ۱۰ برس کے سن میں مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب  
 سندھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منہوی منہوی شیخ مشکوٰۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا  
 درس لیا سات برس میں ماہ سترہ روز صحبت استاد پیر میں حاضر رہے اسکے بعد ۱۰ سالہ ہجری میں ہذا فیضی  
 بیعت سے مشرف ہوئے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ کو کہیں سے تفتی دیدار  
 واقع ہوئے تھے نصرت پیر مشہور کرار شاہ فرمایا کہ امیر علمو بہا ہے بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے آپ کو  
 امیامین بھی کہا تھا چنانچہ شاہ ابیت خلیفہ دجاو وغیرہ میں مصروف ہوئے آپ کے فیضان صحبت سے  
 جزا ہاں خاص کو رسوم و سلوۃ کی توفیق ہوئی نہایت سے ازر ہے صد ہا مسلمان مرید و فیضیاب ہوئے جب  
 آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا بندہ غالب ہوا تو بے زار اور عرب چل دیے دو سال میں ماہ کعبہ کا حاکم اور مدینہ منورہ میں  
 مقیم رہے اوفیس و برکات حاصل کیے دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوئے ہر مرتبہ  
 پروکعت نماز کی ہزاروں مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر ایک عالم  
 ہو گئے اور حاکم میں ایک مسجد نام بن کر رکھتے و متوکل ہو کر بیٹھ گئے غلام محمد صاحب جو والد ماجد شیخ غلام امام صاحب  
 شہید اور بندگی میان غلام الدین صاحب کی ولادت امجد میں تھے آپ کے مرید ہوئے آپ نے اپنے پیروں کی  
 کلاہ اوکے سر پر رکھی اور بیعت الہی غالب ہو گئی عالمہ دایم بن گئی میان نہایت خوشنود ہوئے مینی بن مولوی  
 عبداللہ خلیفہ عظیم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا انھوں نے اپنے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا عقاب دیکھا اور تائب ہو کر معتقد ہوئے سات سالہ ہجری کو اجدسیا میں جب مسجد تہجد گیلانی تو خزان  
 لوگوں نے آپ کو امام بنایا آپ حجت دینی کو جوہ سے خدمت اسلام کو ادھتھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر  
 آپ نے غیرت ایمانی سے سمجھ نہ پھیرا اور سلا صغیر و شہید نہ ہو کر کوہ انزوی سے لو کر شہید ہوئے (باقی صفحہ ۹۱)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے لیاقت کے علاوہ سرشتی طور پر خوش الحانی خوش خلق تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ میں موجود تھے جہاں قوت خوبصورتی و موزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا فقر اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جبوقت میں کہ آپ کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں میرنیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے میں اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ میں جب آپ پڑھتے تھے اوس عہد میں ہر فن کے کاملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر آپ نامی شعرا اور مشاہیر علما کی خدمت میں جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق کے ساتھ نفاست اور آسائش پسندی کا اثر وہاں کے باشندوں کی طرح آگیا تھا۔

شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی میں ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کر دیا۔ وہاں نشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے تھے سب بھائیوں میں چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے بھائی حافظ غلام علی خان نے نہایت دلجوئی و شفقت مریدانہ اُن پر فرمائی۔

جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیوں کا شاہ بابین

(بہم مبارک حاشیہ منصفہ متعلق صفحہ ۷۴) سرمدان گفن بردوش دارم آپکا مصرعہ پڑھا ہوا وہ تاریخ ۱۲۰۷  
 آپکا اشتہار منظم بخاطرت واجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتیں بہت سی مشہور ہیں اردوئی کے ہودھری کو  
 ایک نقش کے دفن ہونے کی ہایت کی دریا بادین آپ کا اشکر پڑا ہوا تھا شک کنواں آپ کی دعا  
 سے لبریز ہو گیا تھا بعض شہدا کی نقش ایک ایک ماہ خون سے تروتازہ پڑی رہی اور نقص و  
 رخن مٹا گیا۔

مستقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جنگی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ پنا نچند التی معاملات و مقدمات حافظ غلام علی خان کے متعلق تھے زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علی خان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تجریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت میں اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار میں رونق پیدا ہو گئی اور عرصہ تک انتظام پسے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش نظامی و شہنشاہی کے آسائش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہیں کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھتے گئے جبکہ کافی نوئی تو قرضہ لی گیا اور اس کا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جاہلادریبار ہو کر ضائع ہو گئی اور بڑھتا ہوا سود باقی رہ گیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج میں خدا پرستی اور محنت الہی کا مادہ بھی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیر آبادی کے مرید ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف مینڈ و شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوئے۔ روضہ ضمیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل میں پیدا ہو گیا تصوف کی کتابیں اکثر مطالعہ میں رہیں۔ اور حاجی محمد حسین صاحب اختیار پوری جن سے کمال انسیت تھی بجا است رکھتے۔ آپ کے خیال وہم مشرب میر خجست علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے بھی کوئی کتاب لکھی باقی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ ستر اہم حضرت شہزادہ محمد صمد داراشکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دارسویج پور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقر اس قسم کے آئے جن میں سالک

ہم جو ب و صاحب کمال ہوتے ان سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی بعض فقیر ولی  
 خطرات اور ذاتی راز بیان کر دیتے۔ آپ کی لیاقت کے ثبوت میں ایک یہ امر بھی ہے کہ  
 راز ہی میں کوئی مناقشہ پیش آیا تو او کی چنایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور  
 اس قسم کے فیصلہ نامے آپ کے قلم کے نکلے ہوئے دیکھنے میں آئے میلاد شریف پہنچنا  
 تو اس آپ کا حصہ تھا بلکہ خیال تو یہ یہ کہ اب اس کتاب کے اس زمانہ سے تا ایں ہم آپ  
 رنگ کا میلاد پر رہنے والا نہیں نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز میں ایک درد ایسا تھا  
 کہ جو سامعین کے دل پر عجب اثر ڈالتا تھا بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ متصل  
 میلاد شریف منصف ہو کر سامعین مجتمع ہوئے اور آپ کو جانے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کا  
 انتظار کیا گیا اور نہ ہو سچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پت نہ کیا اور اگلو  
 صر زنا بلوایا چنانچہ نوب دوست علیخان کے بیان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔  
 اس نوح کے معزز و مشاہیر لایق اشخاص نے آپ کی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو  
 حکیم سید فرزند سید صاحب انسر اللہ نے جنگی قابلیت و خوبان سلم الثبوت میں کہی بار  
 بیان فرمایا کہ شاہ آبا دین منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے ان سے  
 عزیزانہ مراسم ہیں۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب میں شاہجہانپور جو مساب  
 تیز و طرار و قابل انسان تھے انھوں نے جی سبیل تذکرہ راقم سے کہی بار کہا کہ شاہ آباد  
 میں میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوش رو اور ذوق لیاقت اشخاص ہیں گئے  
 ہیں انھوں نے اگلی قضاے بہت جلدی کی آپ کا کلام بہت فصیح اور نہایت نہایت اچھی  
 ہو کرتی تھی اکثر نثر لیاقت ثنویات اور سنا جاتیں۔ ذیہ لہ صنیف کین مگر غایت ہشغافی  
 سے بے احتیاطی سے ڈالیں اور کبھی او کو بیاض کی صورت میں جمع نہ کیا جس کا دل چاہا

وہ کلام بیگیا بعض چیزیں جو اقم کو ان سے دستیاب ہوئیں وہ موجود ہیں ان سے بطور تصدیق  
کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں

## غزل من کلام مولوی شمس العالی صاحب مخمور

<p>مری آنکھ میں صورت پھر ہی جو رخ سہل کی میںوں پر ہم کرتے تھے ہن چاہا بابل کی تھکتے کھلائی جب آب و آتش ادا و رگس کی ہلو روں سے مٹنی تھی کمانی مادہ کامل کی جگہ میں چلیاں لیتی ہیں منقارین عنادل کی بہمین تھکتیں کیا ان دنوں یاران کیدل کی</p>	<p>چمک تلخی ہے جب سے ابرو نشین قاتل کی کمان باروت اور ماروٹے نہ ہوتے الفت کی سیاہی مٹ کے پونجی و شنی چاند لطف کی طہیبت شب کو سہلی دہقان سن سے اپنی فرق یا میں نعمہ نہیں اک شور مارتے ہے غزل خوانی کا چرچا حسن خوبان کا نشہ ہر</p>
---	---

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریدن سے علق ہو  
تمہارے عشق میں منہ صاف ہے یہ جاگیر سہل کی

اس غزل کا ایک شعر جبکہ مطلع یہ ہے ممکن نہیں پری تیری تصویر کا جواب

نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے

یہ دونوں نور چشم محمد بن ہیشال شبر کا ہی نظیرہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہیں

<p>خداوند اکرم اپنا تو کر دے کہ تیرے عشق سے مسموم ہو جائے وہ دل اپنے کرم سے تو خدا کر</p>	<p>مراد دل شوق سے اپنے کو بھرے مراد دل ذرے مسموم ہو جائے بھلا ہو عشق سے تیرے سر سر</p>
---	--

مے دل میں طیش و عشق کی دے  
اکھی شمر دل کو کر تو آ باد دے  
دونی کے حرف کو دل سے مٹا دے  
ترا جذبہ عنایت کا جو آ جائے  
تو گر پاپے تو بد کو نیک کر دے  
طفیل مصطفیٰ میرے خدایا

کہ جس سے جل اوٹھیں سیر کر دے  
محبت خانہ عشق ستم زاد  
تو اپنا جام وحدت کا پڑا دے  
تو نعم بود کا نابود ہو جائے  
مرے دل کو صفائی کا اثر دے  
تو کہ بیو خاتمہ بالخیر میرا

ایک نظم میں دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچ کر کھلائی ہو ہے

کچھ محب کار گاہ عالم ہے  
چمن ہر کی سے ایسی بہار  
کسی گلشن میں آگئی جو بہار  
مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسنا  
ہے جو رنگ جہان طلسم مثال  
رنگ گلشن تھا کلبہ احزان  
چمن تھا دل کو اور تسلی تھی  
ایسی ہذا نگسان ہوا آئی  
ایسے جھونکے سموم غم کے پلے  
تھا جو نخل مراد خرم و شاد  
جس سے راقم کی زندگانی تھی  
مجھ کو اس گل سے کر دیا مجبور

شادی و غم بہان میں تو ام ہر  
پہلو سے گل میں مین چھپے غوار  
ساتھ اوسے نزن بھی ہر تیار  
غم و آفت میں مین موطح سے چھپنا  
ساری باتیں دین سکی خواب خیال  
تیرے قدموں سے ام گل خندان  
دن بدن عیش کی ترقی تھی  
چمن وصل میں خزان لائی  
نیشک جس سے نال دل کے بے  
صر صر غم نے کر دیا برباد  
عیش تھا دل کی کامرانی تھی  
جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور

ایک نظم میں دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچ کر کھلائی ہو ہے



<p>ساری رونق گئی بخار کے ساتھ  پاتون وشت نے اپنے پھیلانے  لشکرِ غم جو آ کے ٹوٹ پڑا  ایسا فرقت نے بیکار کیا  کوئی مونس ہوا یاس نہیں  گردشِ آسمان ستاتی ہے</p>	<p>لگ جاتا رہا ہمارے ساتھ  ہاتھ سوئے نے اپنے دکھلائے  سب متاعِ خرد کو لوٹ لیا  جیب و دامن کو تار کیا  جز غم و درد اس پاس نہیں  جان سیری لبون پر آتی ہے</p>
<p>اس قسم کی نظمیں طولِ طویل موجود ہیں مگر اندیشہ طوالت سے اختصار کو کام میں لایا گیا۔  ایک ثنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیرومرشد عارفِ باللہ شیخ شمس علی صاحب کے  روبرو پیش کی تھی اور وہ پیرومرشد کے حضور میں قبول بھی ہوئی تھی یہاں چند شعر اوسکے</p>	
<p>تحریر کیے جاتے ہیں ۵</p>	
<p>ہے کمانِ ساقی سرِ پانور  ایسا دے ایک بامِ لائانی  وہ زبان میں مری کرے تاثیر  بمحضور جنابِ مرشدِ پاک  ہے جو وہ بادی و غریب نواز  حقِ نمائینہ ہے او کی جمیع  ہے منور وہ رمے نورانی  کچھ عجیب شانِ جو عجیب انداز  جو عجیب آپ ہی محبوب</p>	<p>جلد دے ساغرِ شرابِ طہور  جسکے پینے سے دل ہو نورانی  حالِ دل جس سے کرب و تحریہ  کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک  درد مندوں کے دل کا چاوسا  جس سے پیدا ہو صاف دین  جس سے روشن ہو بزمِ عرفانی  سکاہ شکلِ نیا رکھا ہے ناز  آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب</p>

خون نوزہ طغائی ہے  
 چشمِ رحمت سے جو لے دے نظر  
 اس طہارت و دہکے کرم کی نگاہ  
 دیکھ لے چشمِ قمر سے جس کو  
 ہے وہ آئینہ جمال و جلال  
 یک جہان و سیلابِ ہوا سے  
 کیا کہے و صفت و صفت حضرت  
 ایک شہد اگر ہے نہ ہو جائے  
 اسے شہیدِ دستِ گیرِ ہر دوسل  
 حضرت مصلحتی کے عاشق زار  
 حضرت غوثِ پاک کے شیدا  
 وہ معاشقِ آرزو سے تمام  
 میزِ ہر مہر سے تن اگر ہو زبان  
 زمیںِ خاصِ مہچپہ لی نازل  
 اس طرح پر یہ بذلِ عام کیا  
 جان لا کھوں اگر خدا بخشے  
 شکرِ انعام اگر شمار کروں  
 رات دن گر ہے یہی نقشا  
 بندگیِ حضور سے لے شاہ

نظیرِ شانِ کبریائی ہے  
 صورتِ موم نرم ہو پتھر  
 کوہ ہو جاوے ایک دم میں کماہ  
 ایک دم میں وہ ذاکِ جلکرا ہو  
 اوس سے پیدا ہو جو کمال  
 زینتِ شیخ و شابِ ہوا سے  
 کب زبانِ قلم میں ہو قدرت  
 خامہ بھی مورِ دگر ہو جاوے  
 نادم و عاشقِ رسولِ خدا  
 اور حسنین کے نیا نگہ دار  
 قطبِ عالم پہ جان لے فدا  
 عرض کرتا ہے یہ یخچلِ غلام  
 یک سر مونکر سکو نگا بیان  
 اپنے بندوں میں کر لیا شامل  
 خاص اپنا مجھے غلام کیا  
 آپ کے قدموں پر کروں صفے  
 نقد جان سیکروں نثار کروں  
 تاقیامت کیا کروں اس  
 ہون نہ عہدہ برا خدا ہر گواہ

تا قیامت نہ ہو گا مجھ سے ادا  
گو کہ حضرت نے پرورش سب کی  
نیک اور بد سے کر دیا آگاہ  
پر کئے اپنا حال کیا معلوم  
نہ بنا مجھ سے ایک کارافسوس  
اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی  
یعنی تعمیل حکم والا کی  
ایک دم بھی رہا نہ خدمت میں  
نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھوہار  
دیکھیے کب ملک یہ بخت سیاہ  
دیکھوں کب تک نفس زبول  
حاصل عمر غم مٹا بجاکو  
اسکی تفصیل تاکو بالکھون  
وہ بہر غرض اس شہ پر نور  
اس طرح کر دیا بخت و نزار  
کرو یاقن کو ایسا کاہسیدہ  
جان شاہ لبون پہ آتی ہے  
اپنے اسکان بھردوا بھی کی  
دس برس سے ہوں مبتلا ہمیں

شہ نے جو لطف مجھ گدا پہ کیا  
آگئی دمی شہیت سب کی  
تا یہ گمراہ کہیں نہو گمراہ  
ہے عجب شوم کچھ مرا مقصوم  
میری ناکامی پر ہزار افسوس  
کہ مجھے رات دن ہے ناکامی  
حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی  
بل بل اس سبب سے قسمت میں  
کیون نہوں اپنی زسیت سے نیر  
خوار رکھے مجھے یہ شام و بچاہ  
اس دل خستہ کو رکھے محزون  
درد و رنج و الم ملا مجھ کو  
ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھوں  
عارضوں سے ہوں استعد رجو  
سائے کالوں سے میں ہوتا جا  
ہر گھڑی زسیت سے ہوں تجید  
گردش آمان سناتی ہے  
لاکھ چاہا مگر ثنات نہ ہوئی  
اوشش و یخ بھی ہاؤ ہمیں

بیسیوں بار زیر بار ہوا  
 ہر گھڑی سر میں درد تھا ہی  
 بہن اس سے صاف یہ معلوم  
 زیست انسان کی پائدار نہیں  
 اپنے جینے سے اب میں ہوں یوں  
 ہو کے ناچار اسے شہ والا  
 میرے شہ آپ کا گدا ہو کر  
 وہ بلا جس سے کاہش جان نہ  
 دین دنیا کی ہی جو بربادی  
 کہ سو آپ کے نہیں غمخوار  
 قید اندوہ سے چھڑا دیجیے  
 اس بلانے مجھے کیا برباد  
 الحمد د یا شنشہ عالم  
 دوسری جہ یہ عرض امی مخدوم  
 آپ کے وہ اگر چہ آجائے  
 جب تک عرش کبریا کا ہے  
 ہے جب تک کہ جلوہ ہا ہوت  
 ہے لاہوت جب تک قائم  
 ہے جب تک کہ زینت لکوت

سچ تو تھا سو وہ ہزار ہوا  
 جان و تن گروید رہتا ہے  
 کہ کبھی پر ہے آجکل مقصوم  
 زندگی کا کچھ عمت مبارک نہیں  
 ایسی ناچاری پر ہزار فوسس  
 خدمت پاک میں ہوں عرض کیا  
 میں رہوں غم کا مبتلا ہو کر  
 روز و شب جس سر روح حیران ہو  
 اس لیے آپ سے ہوں فریادی  
 کیجیے جلد چارہ ناچار  
 اپنے بیمار کی دوا کیجیے  
 اپنے غمگین کو کیسے اب شاد  
 ہوں میں امید و افضل مکرّم  
 شجرہ پاک ہے کیا منظوم  
 خلعت فخریہ گدا پا جائے  
 جب تک ملک یہ خدا کا ہے  
 ہے جب تک کہ شوکت ہا ہوت  
 ہے جبروت جب تک محکم  
 جب تک ہے شہادت و زناوت

<p>فیضیاب کسے ہوں پرو جان سمند و ن کی موثر حصول ایسی اللہ کی عنایت ہو برکت پرست تو رکھ دل شاد جان دل سے فدا ہے پر ہے شجرہ پاک کو کروں ارقام</p>	<p>مے خورشید معرفت تابان تجے صدقے سے اے محبت بول منقصہ دل کو صحت ہو ایکھ اجملک ہوں آباد تن میں جب تک کہ جان اسیر ہے یہ عریضہ ہوا ایمان سے تمام</p>
---	--

نظم کے علاوہ کچھ حصہ شریک بھی بطور نمونہ کے فارسی اردو و عسارت سے میان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نغمہ وصلیٰ)

جناب عمومی صاحب قبا و کعبہ دو جان ادا م اللہ ظلکم ..

پس از بجا آوری ملا تم تسلیم بصد تمنا سے قدم بوسی مدعا طراز یہ کہ با سدا عا سمانی ذات  
بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام سینت الیتام میں یہ فردہ جانفزا اور شایستہ  
سماعت میں آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالیٰ بری ہو کر اپنے دولہانہ فیض کا نشانہ میں تشریف  
اے سنتے ہی اسکے قالب بجان میں جان آئی دماغ کوتازگی اور دل کو سرت تازہ  
ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدم بوس پر جو ایک عالم ہر اس تھا اور یہ ان یاس میں مبتلا  
تھے اس روز ندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزوں کو مبارک ہو ۵

(ایضا فارسی)

شفقت فرماے خرد ان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجا آورده عرض می نمایم کہ پرورد و تفاخر نامہ فیض شامہ عزت دار چلی حاصل گردید

بیشتر من رجاء گاهی گاهی دست داد و حال آنکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع  
جسمی کثرونه که در اینجا پیمایش شروع است از عرصه سه روز تشریف برده اند و سه روز می رود که در  
موضع لگرایان پیمایش بشود و اینجا سواست برده و برادر غلام علیخان صاحب دیگر نیست و  
کمال کار روانی مثل سیم رانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمه اقرار و برادر موصوف  
لازم بود این تمام روز همراه امین در پیمایش لگرای و چاکو که مشترک موجودگی میانه ازین جهت  
در در دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرور دو یوم حاضر خدمت عالی خواهم شد تیان حیدر را  
فرموده دهند که نزد کرم علیخان رفته تعلیم پس آن کرم علیخان سرگرم باشند تصفیه تعلق بنده دارند  
مگر تقوا از دور پیما باور و یک وقت خوراک زیاده نخواست باقی امور خاطر داری دیگر حقوق  
آغازی و حیدری و غیره ببنده فیصله کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنچه کارشاد  
عالی خواهد گردید بجا خواهیم آورد و زیاده بجز متنای قدسوی چه مطلع گنسم -

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

دیگر

موجود قوانین محبت محترع آئین مودت کرم گستر خالصان احمد یا خان صاحب

پس اسلام خلعت انضمام که گلی ست از گلشن اسلام مدعا تفویض آنکه حال باقرین محمد پروردگار  
و خورشیدی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبکار - در جواب مرسله تحیف بمضامین  
لطیف تضمنین محتوی اتوبیق بمقدّمه معلومه حسوخان صاحب و والده ماجده خود رنگ وصول  
رنجسته تشاوش را از دلم بود دست رنود حقیقت شناسا حساب یا مای که مفرمان انتظار  
اطلاع تشریف آوری آن مهربان دینزدنی افروزی محمد ابراهیم خان صاحب بموجب بیان  
آن مردم مرسله صدمه الانتظار باشد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب که نه آن مهربان تشریف

ارزانی فرمودند و نہ جمیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن جسو خان صاحب و والدہ  
سامی بر مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر المہرست میداشتم  
لیکن بنجیل علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بیعادت ایشان روند و بندہ  
محروم الملاقات شود متعذرا ماندم اکنون کہ حیدر خان صاحب دینجا آمدہ اند بمقام ملاقات  
حال مزاج لطف امتزاج جمیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم و قصد تخفیف آنجا مصمم ہستم  
مگر تقدما للتحفظ اول گام فرسائی آنجا نہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام تر قرب دارم و سترضا  
میجویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تھر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را  
درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ و غذات مغلولہ بیاض خواہم دید مجبور نہ  
ہرگز ہرگز راضی بہ التوانہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ دینجا خواہم رسید و از آن صاحب رین باز  
بازل نیاز مند نہ پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلب است کہ چندان عرصہ و دیر گزیدہ نگشتہ با  
می روند نیاز مند را از بار شاقہ انتظار برانید انصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند  
اندرین امور بموجب حکم خدا و سول عجلت ضرور نظر بر آن متصد کہ بندہ منتظر را آیدہ بودی  
انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ متنازع فرمایند کہ نیاز منم ان مترصد را بعدم توجہات  
خستہ کردن نازیباست زیادہ طوالت تصویر یہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے غلش معدہ کی شکایت سے دس  
پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج میں مصروف  
رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ  
زلیت سے یاوسی ہو گئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اوس مرض سے  
نفائے کلی نہایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی میں مولوی حامد علی خان نے جو

قابل و شاعر مہر دان اور اپنی قوت حافظہ میں مشہور شخص ہیں اور اکثر تسبیح کے تصنیفات کے  
مطبع فشی نولکشور صاحب واقع کانپور میں طبع ہو چکے ہیں یہ قصیدہ بطور تہنیت کے  
اپنے عم نامدار کی خدمت میں پیش کیا جس کے بعض شعر درج کیے جاتے ہیں۔

<p>عم سے آزاد نہ کس طرح ہو سارا عالم کس طرح غلے زمین سے نہ کھینچنا چمن ہر سے کس طرح نہ ہود و خزان عالم علم فتاد افت اسرار خدا باعث جود و عطا موجب خلق و شفاق کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار گو ہر درج شرافت در دریاے وفا سایہ چتر خدا پشت و پناہ خردان عارضہ و کوکھا افسوس بہت عرصہ سیکڑوں بار رہا سیکھن شمش و نچ او کو اک دانے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن جو تکالیف ہو ان کو مرض میں لاحق کیسے کیسے دل مینا بے سہ سے گزے دیکھ کر اونکی یہ تکلیف عزیز و احباب دے مصیبت و غمیں جلد بانی یارب تجھ سوا ہر نہ کوئی ان کا مددگار و رفیق</p>	<p>کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر دم کیون ببولے فلک بت شادی خرم کیون نہ ببارغ میں ہر گل بہ بہار عالم ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و شتم صاحب علم و حیا مورد الطاف و کرم عابد و زاہد مقبول خداے عالم کشتی فیض شرف ابر رخا جب رکرم یعنی منصب علی جان قبلہ و کعبہ عم اس سب سے و غمیں ہوتا تھا بہت عالم میسوں بار کیے خرچ ہزاروں درہم ایک نسخہ بھی شفا کا نہ ملا ان کو بہم ہائے کس طرح کروں اس کا بیان پسین قم سخنیاں جان پہ کیا کیا ہو میں ہر دم یہ عالم اچھے تھے حق سے وہ بادیہ غم رحم کر ان پہ تو ارب رب حسیہ عالم نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی جہم</p>
--	---



ہوئے تھے روکے وہ سب حق و شفا کے گستا  
 مبتلا اس میں رہے آہ برابر دس سال  
 غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھیں  
 دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری  
 شاد و خندان ہوئے سب نکلے عزیز و جہتا  
 دن ہوا عید کا دن ات ہوئی وصل کی رات  
 لوگ ہر سو سے انھیں دیتے مبارکبا  
 الغرض شور و خوشی کا تھا ہر اک سمت پیا  
 سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب سن کر  
 بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول  
 سال تاریخ کی بعد اس کے ہوئی جسم فکر  
 سال تاریخ شفا نکلے اسی وقت سرور  
 اب دلع کے لیے ہاتھوں کو کروان پنے بلند  
 یا الہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد  
 گردش انجم افلاک کا جب تک جو یہ دور  
 حسن و ناسوت کا جب تک کہ نشان چو قائم

سب کے تھا و روز بان کلمہ ارحم ارحم  
 گیا ارحم میں اللہ نے کیا فضل و رحم  
 ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم  
 نر با کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم  
 دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب رد و الم  
 جا بجایے لگی نوبت شادی پیہم  
 ہو گیا کیا کہون میں سارا خوشی کا عالم  
 میں بھی اک گوشہ خلوت میں پڑا تھا حرم  
 کہ رہوں یاد زمانہ کروں کچھ ایسا تم  
 یعنی احوال کیا میں نے یہ سب بند قلم  
 طرفہ صدف کی یہ تاریخ بھی کی سینے رقم  
 میم ہر مصرعہ آخر کے جون ہوں جمع بہم  
 کیا عجب ہیں جو ہو مقبول خداے عالم  
 چلتے پھرتے زمین جنت کا زمین پر آدم  
 مہر و خورشید ہیں جنت کا یہ فلک پر قائم  
 یاد اری ہے جنت کا یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہن چھوٹے بڑے سب آباد

حامد خستہ جگر کی یہ دلع ہے ہر دم

یہ نکلاں قصیدہ سے بعض شعر خوف طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

سین کل سکتا ہے۔

اسکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندرستی خراب ہوئی اس زمانہ میں ایک فقیر جو بظاہر بہت متواضع معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہاں آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ میں ٹھہرایا گیا اسنے کچھ روز تک جمایا کہ تمام شاہ آباد میں اسکی شہرت ہو گئی اور لوگ اس سے ملنے کو آئے اسکی خاطر مدارات میں بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہاں سے چل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج میں جو جائدادزیر بار ہو چکی ہو اسکے لیے بھی ایک نسخہ کیمیا وی بنا دینگا اس سے سبکو وحشی ہو جائے گی جب ہ اپنا مطلب پورا کر چکا تو بھلنے کی فکر میں ہوا۔ ایک ات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیوں نے اسے پکڑ کر آخر کار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہنچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔

اس فقیر کو کشتہ جات میں بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو مدار کے دودھ میں پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا میں آپ کے ایک ریاچی درواٹھا شدت تکلیف سے ہاتھ پاؤں بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہوا دوسری بار پھر صندوق منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطراب و بے چینی کی حالت میں نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھا اور اسکے ساتھ وہ گر بھی کھا لیا تھے کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجائے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے میں آگئی اسنے آگ لگا دی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا مختلف علاج کیے گئے تبرید کی  
کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہ ہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۱ء مطابق  
۲۱ دسمبر ۱۳۳۰ء روزہ شنبہ پہر کو اس جان فانی سے عالم جاودانی کو حلت  
فرمائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین اچھے معج کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوئے شید شیر علیضاً  
جو عارف باشد و روشنفکر تھے انھوں نے مراقبہ کبر کے عالم ارواح میں جناب  
مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت  
سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہیں۔

وصل حق ہوئے منصب علیخان صاحب کج

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے  
بین نمونہ کے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال ملا لجناب فشی منصب علیخان جو مغمول

ذہین ذوی خرد منصب علیخان زد دنیا شد سوے جنت روانہ

بعد زندگی عقل علیش شد مشہور در عالم فسانہ

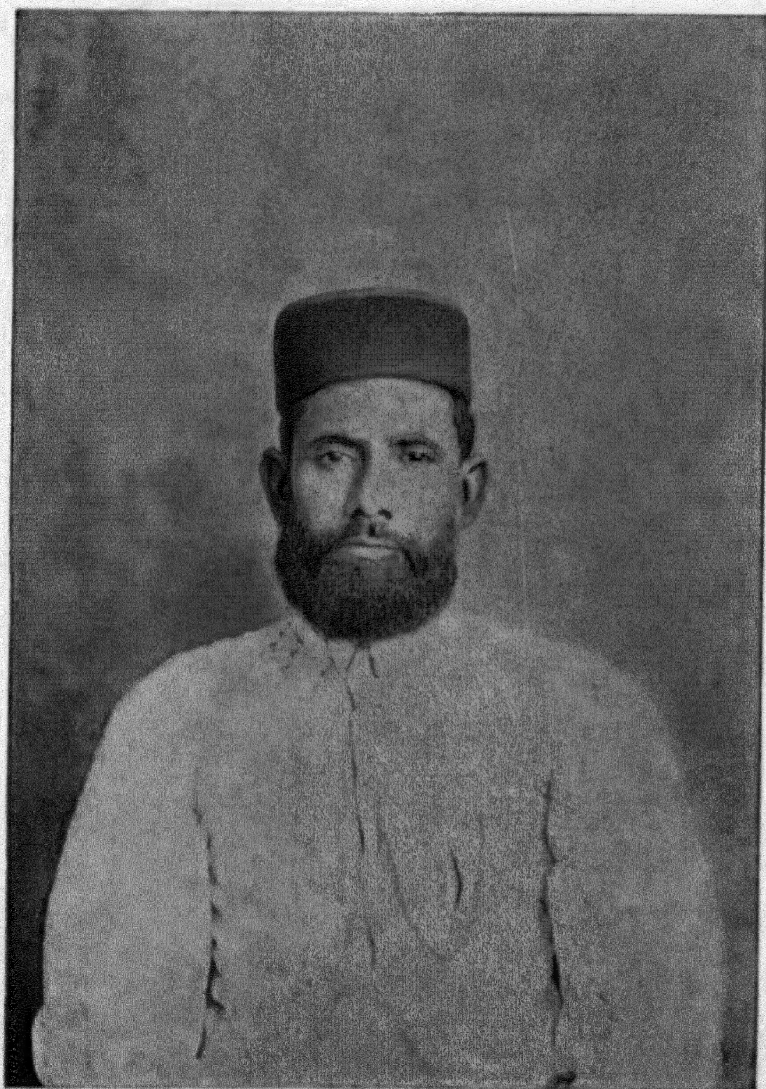
مظفر سال جسم گفت ہا تف

بجنت رفت واناے زمانہ

## معالج الدولہ حکیم سید فرزند علی صفا افسر الاطباء

اس آخری دور میں حکیم صاحب صوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہیں ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے عجیب و غریب سیکو نصیب نہوئی آپ علی یاقوت طینی خداقت دینی حمیت میں فی حیدر ہمسر ہوئے شرع و عمل آپ کی نیک طینی کے جزو عظم تھے کریم النفسی و قوی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص ہی ہر گاہی آپکے عناصر میں سرایت کر گئی تھی اکثر اوصاف میں آپ بزرگان سلسلے کے نمونہ سمجھے جاتے ہیں جمادی الآخر ۱۲۲۸ھ کو اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوئے آپ سید ضامن علی صفا کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مینی کے نواسے ہیں۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا۔ آپ کے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ میں چونکہ نائب چکلیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونوں جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دینیات و درسیات میں مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب میں حکیم ملا محمد نواب صاحب حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

سنہ ۱۲۸۰ھ میں جب الطلب نواب شاہجہان بگیا صاحبہ میں لاو عظم طبقہ اعلا ستارہ ہند پہنچ پال تشریف لیکئے اور وہاں ملازم ہو کر وہ تقریب و قارب پایا کہ مرجع انام ہو گئے۔ بعد ازاں پشیکاہ حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اورنگ زیب علیہ السلام کے خان بہادری مع خلعت مہر و فرمان کے مرحمت ہو امدت دراز تک اپنے ریاست بچو پال میں ہزار نیکنامی افسر الاطباء کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا جو نکاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے جب نواب صاحب کے حکیم صفا



محمد مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب ہذا





حکیم سید فرزند قالی صاحب انصارالامان





لیو جت ترقی ہو کر عروج ہوا اور آثار گراں خطری کے پیدا ہوئے تو حکیم صاحب نے مکان چلے آئے اسکے بعد کمال توقیر و بعد اصرار مہاراجہ سری پر تاب سنگہ جی صاحب بہادر دی سی ایل والی ریاست نرسنگہ گڑھ نے طلب کیا اور آپ ۲۷ سالہ عہد میں وہاں جا کر ملازم و معتمد ہو گئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست میں ذمیل رہے۔

آپ کی خداقت و قابلیت ایسی شہرہ آفاق تھی کہ ملک میں جا بجا مہاراجا حکام آپ کو بلاتے پٹنا نچے صاحبزادہ و حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر عظم ٹونکنے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور جب آصف جہاں سکیم صاحبزادہ کی صاحبہ علیل ہوئیں اسوقت بھی ولایت احمد صاحب بھوپال نے آپ کو بلایا اور آپ نے بڑی خوبی سے علاج کیا نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب مدوح بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۲۹۷ھ میں نواب شاہ جہاں سکیم صاحبہ الیہ ملک نے انتقال فرمایا اور بجائے ان کے نواب سلطان جہاں سکیم صاحبہ تلج الہند جی سی ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ مسند نشین ہوئیں تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تحریر و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست کے جواب باصواب آیا جس کے بعد حکیم صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدہ افسر الاطباء پر سرفراز فرمائے گئے۔ راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت آپ کے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بار بار ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور دیکھ بپ مکلے رہے۔ عالیہ فرمانروائے حال بھی قدر و منزلت فرمائیں صاحبزادگان بلند اقبال بھی ان کا رؤیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت سے قابل لکڑیوں انکو بہرہ و لغز نری کا درجہ حاصل تھا بیسیوں شہنشاہ

اور مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صد باجان بلب رضو کو لٹکے ہاتھوں شناسا ہوئی کثرت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کیے دربار قیسری میں بمقام دہلی بہ بانینس نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن ورائی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونیکے باعث حکیم صاحب ہی ہوئے اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد بہر علی بہادر ولیعہد و خلف شہادہ اودہ کی مہمانداری کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا اور پرنس موسوٹا زراہ تکریم آپ کی قیامی نیہ پر آپ نے تشریف بھی لے حکیم صاحب نے بندہ وستانے اکثر مشہور شہروں کی سیر و سیاحت فرمائی اور فہم العین عرب بھی تشریف لیکئے اور عربین میں حج اور زیارت رونہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

سد حجت کہ ۱۲۷۲ جب کہ حرجب سن ۱۲۷۲ شرب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رات فرامی تجنیہ تکفین سے اٹھا مغفرت کے نمودار ہوئے مولوی عظیم حسین صاحب خیر آبادی نے اپنے ہاتھوں آپ پر مزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو کہ معظمہ سے جناب مجرم معفوہ اسی دن کیلئے لے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد میں ہزاروں نمازیوں نے بحسین سیول ہر اسد باسلی و علمائے تھے نماز جنازہ پڑھائی اور سچا تین کہ باران حمت الہی کا نزول ہوا ہاتھ جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر قلعہ واقع بھوپال میں فنی محمد ایوب صاحب کی قبر کے قریب پلو دفن کیا گیا مادہ وفات (حسن شیش) جو خیر نجات ہے ہاتھ آیا اسکے علاوہ ۵ ہزار کا فیض عام گیا۔ اس سفر سے بھی سال رحلت نکلتا ہے راقم آپ کے مدفن پر حاضر ہوئے باروق جبکہ ہے بعض صلح نے آپ کو بعد وفات عالم رویا میں عالی مراتب حالت میں دیکھا آپ کے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب النج مراد آبادی جو شریعت باحقیقت عارف تھے انکی توجہ خالص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے میر نجات علی صاحب جو صوفی خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علی صاحب تھے جو شاہ ود کے برادر و خدشا بہزاد و مرزا سکندر شہرت محمد جو ادلی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکریٹری و مناصب پر جہاں تشرع سلطنت و وہ ہو گیا پل کیلئے خاندان تاجدار لکھنؤ لندن گیا تو آپ بھی ہمراہ تھے جہاں کے آقاے نامدار جرنیل صاحب کا ولایت میں انتقال ہو گیا تو آپ لندن ہی میں گئے اور غرضی کالج یونیورسٹی ڈبلن میں بعد ہر و قیصری ملازمت کر لی و ایک لایق میمبہر سب اذیب صاحبہ سے عقد کر لیا جسے مسٹر ارشاد علی بہا ہوئے میر جتنا کے اکثر شاگرد یورپ میں کلکٹر و غیرہ بیان کے اضلاع میں گئے اور انھوں نے آپ کی قابلیت و اعلیٰ دماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

حکیم صاحب کے قابل قدر و دھچپ حالات راقم نے ایک سو انھمری میں مفصل طور پر لکھے ہیں لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپ کے حالات دیکھنے میں آجائیں لہذا مختصر حالات لکھ دیے حکیم صاحب کے شاگرد بھی لایق و مشہور ہوئے جس میں حکیم سید امجد علی صاحب کے علاوہ صاحب حکیم سید عابد علی صاحب غیرہ طیب نام و ہیں آپ کے صاحبزادہ کا نام سید غلام علی صاحب حکیم صاحب کے تذکرہ نواب شاہ جہان علی صاحبہ کردن آف اندیا نے اپنی تصنیف تاج الاقبال میں ریاست کے لایق ملازمین میں لکھا ہے اور جناب اب سلطان جہان علی صاحبہ نے جو بڑی علم و مدبر و روشن خیال قدردان فرمانروا ہیں اپنی ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ میں حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے جس سے حکیم صاحب کا ہر مائینس کے حضور میں معتمد علیہ مزاجدان ہونا ثابت ہو۔

# محمد مظفر حسین سلیمانی مولف نامہ مظفری

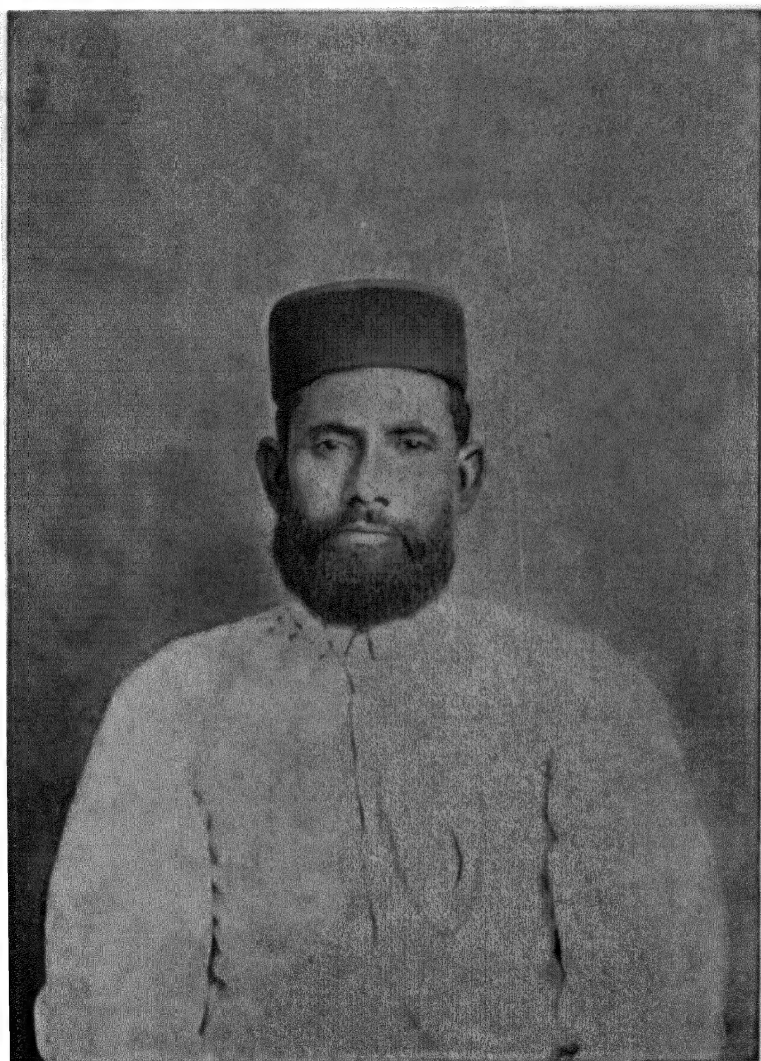
اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتابت کی جلاتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہو کر رہتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا چونکہ اس کمترین نے نامہ و انشاہ آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا کہ یہ حق کو اپنے لپٹے پھونٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دلع سے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر چند سطریں حوالہ قلم کیجاتی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر بخش علی صاحب نے بحساب سنہ پیدائش (مظفر جنگ) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی فشی منصب علی خان صاحب مرحوم کو علی مذاق سے دلچسپی تھی اس لیے انکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتیں دیکھنے سننے میں آئیں جب سن تیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کی طرف توجہ ہوئی اور حسب ستور علم مکان پر مقرر ہو کر بڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاؤ علمو کے انکی ذاتی توجہ نوشت خواندگی و کتب و مینڈول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی تھی ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پروانے اپنی گردش دکھلائی اور وطن ہنس سن میں الدین کا سایہ جو دنیا میں رحمت الہی کا نمونہ ہو تلمبے سر سے اٹھ گیا داغ مینہی

۱۵۔ الدین سے مراد منصب علی خان ابن میر بخش علی صاحب اللہ خان سے ہے۔







مستند مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب ہذا





انھان پر ادب میں جاتی رہی پادشاهوں سے نرم کا بدل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا  
 نادر علی و مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علی صاحب شیعی عیوض علی صاحب مولوی  
 سبط الحسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تکمیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم  
 طب کی تکمیل کی طرف مائل کیا اور حکیم سلطان الدولہ حاجی سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا  
 کچھ متمین سائنسز ہو انھوں نے بخیاں خانہ انی مرہم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت  
 شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک کے فیضانِ صحبت میں استفادہ علی کرتا  
 رہا اور صفہ حضرت میں موجود دیگر اصلاح نظم و نثر لیتا رہا اس دور انہیں استاد دی موسوی نے  
 اکثر کتب و امر سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لے گئے تو اپنے ساتھ حبیب کزوباب  
 احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی باخفا ملاقاتیں کیں اور انہیں بھی فن طب  
 کی تکمیل نہونی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد میں انکی وفات  
 ہو علم و خد اوقت کی شمع روشن تھی و بھگلی اور یہاں کی ناموری کا خاتمہ ہو گیا ان چند درجہ  
 حادثات کے ولین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ کچھ طبیعت طب کی طرف مائل نہونی  
 بڑا سبب سکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا  
 اس بے کاری و تنہائی میں دل کو دشتِ بونی اور بزرگان دین کے مزارات کی حضری  
 کا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹلہ شریف جمشید پور کابلہ  
 شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب علی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ  
 سیاحت میں نہنی بنگال مد اس پنجاب کے صوبجات میں جو قابل دید شہر ہیں بیکھنے میں آئے  
 اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی ملکی مجالس میں  
 جلسہ سالانہ مذہبی علماء لکھنؤ کانفرنس محمدن کالج علیگڑھ دہلی و بارہ نغیش آباد و مد اس

وغیرہ میں بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعہ کیلئے بعض مخلص جہاں سناروت  
کیلئے مجبور کیا اور متاحل ہونا پڑا اور خد نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتیں انقلاب ہوا  
نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل و عیال کی خبر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی کشمکش میں  
یہ خیال منگیہ ہوا کہ یہ دنیا داری و کثرت مصارف سے زیر باری تو یوں ہی چلی جائیگی  
مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل ذکر شخصاس  
کے حالات کسی نے جمع نہیں کیے اور وہ ضائع ہوئے جاتے ہیں اس لیے کہ ہم متوجہ ہیں  
بائے حنا چاہیے لہذا اس ارادہ میں ترقی ہوئی اور حالات و کاغذات فراہم کرنے میں  
مصرف ہوا اللہ اعلم کہ اس مقصد میں کامیابی نے منہ دکھلایا اور اپنی نعمہ و استعداد  
کے لائق واقعات مرتب کر دیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور مقبباتی زبان ہوئی  
عبارت صحیح نہیں تاہم حالات قابل قدر فراہم ہو گئے اور اس سے نتیجہ سبز و کھلیکا  
لاکڑی صاحب کے نام نامی صفحہ روزگار پر تا بقول کتابہ جائیگے اور آئندہ نسلیں  
واجب العظیم و لایق اہل وطن کے کارناموں سے آگاہی و فائدہ اٹھائیگی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابیں اور بھی تصنیف و تالیف کیں چنانچہ  
(حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہو کر شائع ہو گئی اور ملکات میں  
مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے  
(انجیئہ سلیمانی) استاد حکیم صاحب کے حالات میں مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت  
چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی ہیں چودھری حشمت علیہ صاحب کے وچسپ حالات  
بھی جو ایک نامور و فیاض تعلقہ دار گذرے ہیں موجود ہیں۔ آجکل مخدوم صاحب  
سندیلہ کے ذاتی حالات اور اسکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے



سیرت اور صورت کی اچھی بھی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلب پر و اثر پڑا کہ قلم سینہ چاکے تھر تھریں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں سلکو دھونڈھتی ہیں وہ دیکھنے کو ملتی نہیں سلیک گریزاری طاری ہوتی ہو و حقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکبد یعنی اولاد کی موت دلغ جگر ہوتی ہو میرے حال پر صادق آتی ہو اس درد سے وہ صاحب ولاد ہو اس روحانی تکلیف کو برداشت کر چکے ہیں آکا ہی رکھتے ہیں کسی سنگدل کو کیا محسوس ہو سکتا ہے اس شانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموں پر پاکر رہا ہے۔

دیگر

دنیا ات آق وہ سوائے نبوت وان ہونی  
بیس سے کہ اپنی زبیرت سے باہر گزرن ہونی  
صدیعت یعنی ہی لطف سے نمان ہونی  
حالت عجب قلب کی چھب لایان ہونی  
نازل یہ بے کسی بلالہ لمان ہونی  
ہر دم تیز بھی وہ ایم کو روان ہونی  
اکدم بھی وہ نہ چاند ہی صورت عیان ہونی  
جسے کہ ایسی ہی جسد انسان ہونی  
یہ وقت بے کسی قننا آسمان ہونی  
وس دن تخط طیل سل رہی ناتوان ہونی  
تکلیف اس سخت پہ وہ جاستان ہونی  
کھلی ہے جان میری نندین نسان ہونی  
وہ خوش مقال طوطی بھی غائب کسان ہونی  
جس چھپر پر یہ بار پڑا وہ لسان ہونی  
یہ عمر و وقت اب ہے کہ غمستان ہونی  
ہر دم دلمے خیر یہ وہ زبان ہونی  
منہ سے اسکے آنکھ می غوغا کسان ہونی  
وہ نیک طبع طوطی بلع جنان ہونی

ایضا

دیجھا جو جہا نام تیرہ و تار یک گشت  
ہاتھ بھی لہن گفتے چلے خوش ناک ہفت

اسوس باری بنی تھی جو میری مادہ شد  
صدیعت سے اسکے منے کا اس طرح قلب کو  
سورت کی وہ شکیل نہایت زمین بھی  
وہ باری باری اسکی مجھے بھولتی نہیں  
پاکیزہ ایسی تھی کہ لطف اسکو کھلائی  
منے کا اسکے رنج ہے ہر خاص عام کو  
ہر وقت اسکو دھونڈھتی آنکھیں ہیں چارو  
بیشک اس میں بہ نصیب وہ دنیا میں والدین  
افشو و مانگے دن تھے نہ منے کی غم تھی  
اکدم منہ لڑا کا افسوس ہو گیا  
آپا نہ رہم تب کہ فلک اسکے حال پر  
وہ کیا مر لی کہ دل بھی میرا یہ مر گیا  
پڑھتی تھی خوب آتین از بر خدین میسون  
آغمن کو بھی یہ داغ نہ یار ب نصیب ہو  
آسمان دل کو سیر نہیں آہ کیا کروں  
یار ب ہو نایب کو بہشت برین نصیب  
مین کیا لکھوں جو کہ مظفر ہے رنج و غم نہ  
ہو ہما جو سال مرگ تو ہوا سر و دش غیب

نور دیدہ عاقلہ صدیعت از آغوش شد  
ہو دیندہ م مظفر سال تاریخی و قات

اگرچہ کسی ہزار اشعارِ احقر کے تحریر میں آچکے ہیں مگر ان میں سے چند غزلیات ایک قصیدہ و منجملہ ان مضامین کے جو حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ قدس پر پڑھے جا چکے ہیں یہاں لکھنے پر قناعت کی جاتی ہے۔

غزل

ادھر جاننا زانے کے جانسے پیرا بیٹھے ہیں  
 اہو نامی سو حضرت آپ کیوں بیکار بیٹھے ہیں  
 ادھر بھی ہو نظر ہم بھی یہاں سرکار بیٹھے ہیں  
 ہمارے پاس کیوں بقائد و غمخوار بیٹھے ہیں  
 دل نادان جمع ہے یہاں اغیار بیٹھے ہیں  
 تو اس جمع میں کھولے ہوئے منقار بیٹھے ہیں  
 ادھر دوچار بیٹھے ہیں ادھر دوچار بیٹھے ہیں  
 کہیں خط کہیں زباں کہیں میخوار بیٹھے ہیں  
 پریشان حال ہیں عرصہ سے ہم بیمار بیٹھے ہیں

ادھر وہ شملین خنجر بخت تیار بیٹھے ہیں  
 تہیں سنتا نصیحت مجمع عشاق میں کوئی  
 صد آئی یہ سرگوشہ سے جہن بام برائے  
 انہیں لائیں منا اگر جس کے کچھ جینے کی خواہش ہو  
 اگر کیا راز کو افشا میحسن میں ترپ جانا  
 بہار آئی ہو اٹھلائی ہوئی گلزارِ عالم میں  
 پے درپے جب آئے تمام در پہ یہ کچھا  
 تماشکا، نیزگی سرا سر بزمِ عام ہے  
 منظر کد طرح فکر سخن ہو سخت مشکل ہے

ایضاً

مے گم بہار آئے بُت گلزار آئے  
 کہیں اور قیامت تجھے بھی پیر آئے  
 نہیں اعتبار اسکا تجھے اہت بہار آئے  
 نہ مجھے مزار آئے نہ تھین تار آئے  
 جو اداسے سر جھکا کر دمِ حشر آئے  
 یا اثرِ مودہ توں تک نہ بچے تار آئے  
 غضب ہو چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے  
 فقط اتنی ہے تنہا وہ سر مرزا آئے  
 مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا بہار آئے  
 نہ مجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

کبھی وہ بھی دن ہو بارِ شبِ بھل آئے  
 یہ ستم ہو بن سنور کے وہ ستم شعار آئے  
 ترے عشق میں لبو پر مری جان آئے  
 میں ادھر ہوں نیم بھل وہ ادھر ہوں نیم بھل  
 کچھ عجب نہیں کہ بھولے مجھے اپنی داغواہی  
 اس وقت نزع دیکھو ہو گم میں یاس و حسرت  
 کبھی بھول کر بھی کرتے نہیں کوئی قولِ حیا  
 ہو کر خاکِ عشق میں ہمارے کچھ خبر نہیں ہے  
 میں و اس ہی رہو گناہ مری ہے اود ہی  
 مجھے ظلم کن نہ آئیں مجھے اپنے شکرِ ظالم

اُس کو کرتے ہیں نصیحت نہیں کیوں جناب! صبح  
مجھے حسن کے تصویریں دے مہرِ محبت عجب آیا  
میں فدا ہوں جانِ دل سے یہ بھی نہیں کہوں گا  
مجھے بخت سے مظفر نہیں کچھ نسیب اس کی

ایضاً

کہ جناسے باز آگے دن وہ جفا شعار آئے  
کہ اہل حسین بن کر دمِ احتضار آئے  
نہیں اعتبار اسکا تھیں اعتبار آئے  
مری آرزو بر آئے شربِ وصل یا آئے

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے  
جو ہم خیال قریب رگِ گلو کرتے  
مزدِ توجہ بتا گریبان کے چاک ہونیکا  
جھلک جو دخترِ رز کی بخینِ نظر آتی  
یو دیکھتے مجھے گریبان بھی نہ وہ ہنستے  
اثرِ ہماری محبت ذرا دلہا دیتی  
تھے جمع پاک زمانے کے بزمِ زندان میں  
وہ تھوڑی سی دیر کو پہلو میں کاٹل آجاتے

اوٹھل کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے  
کسی کی دیر و حرم میں جیستجو کرتے  
کہ جتنے عشق میں پیارا تھتا وہ ذکر کرتے  
تو وعظ چھوڑ کے واعظ سب سب کرتے  
نہ وہ ہی مرے اشکوں کی آبرو کرتے  
کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے  
جو آتے شیخِ دیوان اُلی آبرو کرتے  
نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

رہیگا یا قاصد کو پیامِ توسل کا دینا  
و غا دینا تمہارا کام ہے میرا دینا  
لڑتے تم ہو انھیں غیر سب پسین لڑتے ہیں  
یہ کیا انسانیت ہو نہ عداوی سیکھے صاب  
سمانِ دہانہ دے ابر کرم گلزارِ عالم میں  
مزد آئے نصیحت بھول جائیں حضرت ناصح  
سبحان اللہ کیا اچھی تیری مشق ہے ظالم  
محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادائ تیری  
ترے رند و نمین اگر حضرت دعا بھی میٹھے ہیں  
مظفر مضطرب ہو خونِ عصیان سے رسولِ قد

ترا کچھ بھی نہ کہنا سب جھکا کر مسکرا دینا  
تم ہی انصاف کے کدو ذرا اچھا ہو کیا دینا  
تمہاری بزم کا ہے مشغول لڑنا لڑا دینا  
نہیں اچھا بڑھا کر رسمِ الفت کو کھٹا دینا  
کے زاہد مجھے بھی جامِ اک بہرِ نہادینا  
ذرا انکو بھی اپنی صورتِ زیبا دکھا دینا  
ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھ کر مٹا دینا  
و دلچسپ کا اٹھانا دیکھ کر محب کو گر دینا  
اگر نوحِ جلع تھوڑی سی بخین بھی سا قیادینا  
اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

## منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذمی لیاقت اشخاص میں تھے فارسی انشا پر دازی میں ناصر بہارت رکھتے تھے لکھنؤ کے شاہی دفتر میں جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہو کر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ دسی کتابیں پڑھانے میں پوری دھنگاہ تھی عبارت آرائی کے ساتھ خطا بھی ناشیانہ اور پاکیزہ تھا موزن طبعی سے کمال مناسبت تھی فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور لغت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پرادیوان نعتیہ کلام کا موجد ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل میں درج کی جاتی ہیں راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابیں آپ سے پڑھی تھیں اور والد ماجد سے دوستی مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آنے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے معاملات دنیا میں آپ بھی اہل الرائے اور نضر خاندان سمجھے گئے نہایت نازک مزاج باتہذیب انسان تھے افسوس کہ ہر جمادی الاول ۱۳۱۳ھ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ یہ تحریر کیا ہے

صدیفت منشی عیوض علی صاحب خجہ د	ذیعام و اہل فہم و ہنر بود نکستہ دان
رخت حیات است ازین دام پرچمن	بہر وصال حضرت خلاق دو جهان
آن مہتاب برج لیاقت غروب شد	در عمر یہ بود بہ تدبیر نوجوان
در بوستان عالم جاوید شد مقیم	از خاکدان ہستی موبہوم شد روان

پرسید از سر و ش منظم چو سال مرگ۔  
گفتہ جناب رفت سو گلشن چہان

## انتخابِ کلامِ نقدیہ نقشی عیوض علی صاحبِ تخلص نقشی

مہربانِ مژدہ رحمت کے سنانے والے	ہم سیہ کارِ دن کو دوزخ سے بچانے والے
باعثِ مغفرت و جرم و خطائے آدم	کشتیِ نوح کے طوفانِ سہو چھڑانے والے
حشر کو سایہ الطافِ خدائین ہو گئے	آپ کے نام پہ ایمان کے لانے والے
مشعلِ طوبیہ سے حضرت : نگاہیں دل کو	دل کو حُسنِ رخِ انور سے لگانے والے
ناز و رن کا بھلا کیوں ڈاٹھانے جانے	شقِ حضرت کے نئے لطف اٹھانے والے
خوفِ دوزخِ جہنم کی تمنا رکھیں	کوچہ احمد مختار کے جانے والے
بیکرانِ بحرِ کشتی ہے شکستہ میری	لو خبر جلد میری پار لگانے والے

سختِ مجبور ہے نقشی کی خبر لو مولا  
لاکھوں دشمن ہیں کروڑوں ہر تانیوالے

تری الفت کا دمِ بامِ مصطفیٰ جسمِ بھرتے ہیں	مئے وحدت سے جامِ آرزو لبریز کرتے ہیں
نہا لستانِ نعتِ احمدی کے نخلِ پیرا ہیں	چمن میں شاخِ گلِ جھک جھک جھک میں نسیم کرتے ہیں
شناخو ان آپ کے جسمِ قد رکھتے ہیں جنت میں	تواہلِ خلد اوٹھ اوٹھ سر و قدِ عظیم کرتے ہیں
صدائے مہربانِ شور ہی ہر قصرِ دیوان میں	ملائکِ عرشِ اعظم سے زیارت کو اترتے ہیں
و غورِ عشق سے ذاتِ مقدس میں فنا ہیں ہم	نہ خواہاںِ مصل کے ہیں و نہینِ قسے ڈتے ہیں
او غصین نامِ خدا ہم زندہ جاوید کہتے ہیں	جو تم پر اپنا ہر دم جانِ دل قربان کرتے ہیں
مریضِ عشقِ حضرت روزِ جانِ تازہ پاتے ہیں	خسیدانِ محبت کون کہتا ہو کہ مرتے ہیں
ستایا ہے نہایت گردشِ حرجِ سنگر نے	خبرِ لویا نیسی ہم پر بڑے صدے گزرتے ہیں
گلستانِ ثناءِ مصطفیٰ ثنائتِ دُنِ نقشی	کوئی دیکھے تو ہمو گویا کھل گئے ہیں



## ایضا

مشرق مہر درخشان مرا سیدہ ہوگا  
کشتی نوح کا ہم نام بنا کرتے ہن  
جسکو سب خلق یہاں ب بقا کہتی ہر  
داغ کہنہ نہ اگر جرمِ قرین ہوتے  
عید ہو کوچہ احمد میں اگر دم نکلتے  
بخت خفتہ سے بیدار کبھی تو نہ ہوتے  
دیکھیے یاد وہ کہتک مجھے فرماتے ہن  
ساتھ جایگی تے نعت نبی اور فطشی

گو ہر نعت پمیر کا خرمینہ ہوگا  
حشر کو اونکے غلاموں کا سمنینہ ہوگا  
حضر کو ہاتھ لگا ان کا پسینہ ہوگا  
کتے ہم خاتمِ حسمد کا گینہ ہوگا  
مرگئے بھڑائی نے لطف کا جینا ہوگا  
آسمان تا کجا برس کیسینہ ہوگا  
ایخدا کون ساد کون مہینہ ہوگا  
خاک مرقد میں ہی اپنا دفینہ ہوگا

## ایضا

نعت شہِ زمن کا مزہ ہر دہن میں آج  
معدن ہے کیسہ گو ہر نعت رسول کا  
بلبل درود خوان ہے جہن ساہی ہر شجر  
ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے  
منکر نکیر قبر میں تکلیف مت کریں  
کس یوسفی جال کے کوچہ کا شوق ہے  
حاضر ہے پیشوائی کو جان منتظر ہے دل  
کشتوں پہ کشتے لاشوں پہ لاشے ہن کو بکو  
سے شور الحفیظ کہیں لعطش کہیں

تاثر کچھ نئی ہے ہمارے سخن میں آج  
شاہی کا لطف ہو مجھے دارالحن میں آج  
لائی صبا ہے بوسے مدینہ چین میں آج  
پھولے نہیں سلاتے ہیں گل پیر میں آج  
نعت رسول ہے مری جیب کفن میں آج  
نہایت سے عشق ہو حیرتِ وطن میں آج  
تشریف لائے سے بیتِ اخن میں آج  
کچھ اور ہی ادا ہے ترے بانکپن میں آج  
گرمی نئی ہے کچھ مرے داغ کہن میں آج

کے اب تو تیرے عشق کو مثنوی اثر ہوا

ایسا

ہرگز نہ ٹٹا خوان ہوں کسی لاف دہن کا  
وہ شاہ کہ جبر شاہ کی ہر شان میں لاک  
نعت شہ کو زین ہر جو حرف ہے میرا  
جو شعر ہر اک طرہ حوران جناب ہے  
مضمون معانی مے معشوق صفت میں  
رکتے ہیں مین عطر کی جو میری غزل میں  
گلچین ہوں گلستان شناسی نبوتی کا  
مذرون ہر طبیعت مری فیض شہ دین کے  
حضرت کی محبت ہر مرامت مشرب  
رکتے ہیں جو خاک راقس سے ارادت  
خلعت جنوبت کا بیون کو ملا ہے  
حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ  
مشتاق ہیں خاک قدم پاک کی نگین  
کہا ہوں نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی  
پامال ہو مردہ مر کو چہ میں تمھارے

مدح ہوں غر و شرف شاہ زین کا  
ہستی گل پژمروہ ہر اک اس کے چمن کا  
رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا  
جو نقطہ ہے کیا فادہ آہوے سخن کا  
بوزلف معنبر کی مزہ سیب ذوق کا  
گلدستہ ہر دیوان گل نسرين و سمن کا  
شرمندہ احسان نہیں فردوس عدن کا  
ہر مشورہ حضرت سے منجوانی کے فن کا  
طالب میں نہیں ملت ہفتاد و دو تن کا  
لینے وہ کبھی نام نہیں دُر عدن کا  
اُترا ہوا بلبوس ہے حضرت کے بدن کا  
تخل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دارمحن کا  
زنجیر ہے پاؤں کی مزہ حب طن کا  
منہ دیکھے رہا تا ہوں میں جرخ کمر کا  
مولا میں طلبگار نہیں گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہر نہ زرخوش مثنوی  
العام شفاعت ہو صلہ اس کے سخن کا

## میر نصرت علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کا لایق فرزند اور ذمی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے  
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا میر وزیر علی صاحب کے شاگرد و رشید اور لکھنؤ کے  
اہل کمال کی صحبت میں بنے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی  
کتاب انوار الرحمن میں بھی ضامن آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں  
بادنوشیلتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخارات آپ کے نام  
لکھے ہیں اور راقم کی نظر سے گزرے ہیں ان کے ضامن سے نہایت شفقت عنایت  
تشریح ہوتی جو میر صاحب قناعت پسند اور مبراہن طبیعت کے انسان ہوں ہیں  
گفتگو ضمیمہ اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن میں جو خاص بات اچکھو حاصل تھی وہ  
یہ جو کہ زور قلم سے جس قدر بلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اتنے بلی قلم  
سے لکھنا مشکل تھا۔ جو م ورمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب تبدیلی  
وہ صحیح نکلی تیار و اشعار گوئی میں تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتیں کرت کرتے تارخی مادہ  
نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے اس جگہ لکھ کر قیامت مہارت  
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

سلسلہ ہجری میں جب مولوی انوار حسین خان صاحب اختیار پوری کی ولادت  
اور اسی زمانہ میں ان کے والد نسل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے  
اس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج  
چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ جو سے می برآمد و مشہد مہرز میں پنہان۔ اسطرح میں آپ کے

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسرالاطبا کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل ذہن نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لا جواب تارخچی ماہ نکالتے ہیں سے پانچ گزیر جان مادر برقت۔ اور اس کو یوں منقول کیا ہے سے

تولد چو فرزند سرزند گشت	از فرط خوشی جان مادر برقت
ز شرب شراب نشاط و الم	بجرت مشدم ہوشم از سر برقت
بخت سالین شادی مرگ گفت	<b>پسر آں جان مادر برقت</b>

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھتے کہ صرف اسی تارخچ کو زور طبیعت است کی خوش سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تمیہ بھی کر دیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے ان سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر اُلٹ دیا مگر لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تارخچ تولد فرزند و رحلت مادر سے

چو درخانہ سید ذی دستار	بہ تولد فرزند مادر برقت
بے سال تارخچ شادی و غم	بجرت مشدم ہوشم از سر برقت
بخت از سر جوت و روئے آہ	<b>بگفتہ پسر ماند و مادر برقت</b>

اردو میں بھی لکھا ہے مگر جو بطلالت صرف آخری شعر برقت کی جاتی ہے سے سبھون نے کہا کینیچر آہ کو

۱۲۶۵ء میں جب نواب سلطان جہان بکر صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریبِ نشر کی قرار پائی چونکہ

آپ کے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسرالاطبا نواب شاہ جہان بکر صاحبہ الیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلئے میر صاحب نے اس جلسہ ہمایوں کی تیج تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھ لفظ نشر کی ترجمان اس تقریب کو مادہ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی اور مال  
تو یہی ہو کہ جہاں مری تاریخ تحریر کی جائے گا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ میں سرور  
آجائے اور مناسبت پائی جائے اور قطعہ تاریخ یہ ہے **نشر سلطان جہان**  
بیکم و بیجاہ پڑا سخت اقبال باخلاص عیان ست بد در گوشہ لم حافظہ فکر اپنے تیار تاریخ  
فرمود اگر **نشر سلطان جہان ست** پڑا سطر ۱۲۹۰ ہجری میں سب  
رہبر مدد و کھسارے نواب فیض اللہ و سلطان دولہ اعظم الملک عالی جاہ احمد علی خان صاحب  
بہادر کا عقد ہو اتواسے کبھی قطعات میر صاحب بڑے خلوس و خوشی سے موزون کیے  
اور وہ یہ ہیں

بے نوشاہ جو احمد علی خان فیض اللہ سے	معمہ سال وصلت میں کما طرز محبت کا
نرخ شادی نظر آیا جہان میں پار سو مجاہد	جو صا و چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے تہ کا

### ایضا

کتبخہ گشتہ صاحب اقبال	آن کہ ہمنام احمد ست و علی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت بالفت کہ عشرت شادی

جب آپ پیر و مرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کا  
انتقال ہوا تو میر صاحب نے اس نج والہ کے ہجوم میں جو ہر ایک ہل رات مرید کو اپنے  
پیر کی جلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تانچیں لکھیں کہ ایک صفحہ تاریخی مادوں سے بھر گیا  
بعض قطعات اس میں کے یہاں درج کیے جاتے ہیں

عازم خلد شد چو از دینا	قبلہ عارفان حق آگاہ
گفت سال وفات او بالفت	کز جہان فتنہ عارفان

۱۲۹۰



کچھ غزلیات و قصعات و نایابی جو زیرِ مشق آگئے تھے اور انکی صلیان پڑی ہوئی تھیں وہ تلاش سے مل گئیں بنجلا کے ایک غزل درج ذیل کی براتی ہوئے

## غزل

ہمارے دل میں یہ قاتل ہوا ازرو باقی	رہے گلو میں تارِ رگ گلو باقی
یہ جام ہاتھ سے کیوں تو نے کھلایا	شرابِ خم میں ابھی ہو کئی سبب باقی
جوانی گزری لڑکپن گیا ضعیف ہوئے	بس آجے خاک میں ملنے کی آرزو باقی
انک رہے دل عشاق میں بھٹاتے	نہیں ہے گیسوی جانا میں ایک باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع	قید کرنی مرے ساقی نے پری نشیمن
لیکے خُم سے جوئے صاف بھری نشیمن	دسپے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضائع

ہو گئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب کی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب میر صاحب سے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے نطف سے نامہ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب میں سیدی سندی مقبول بارگاہِ لم یزلی میر بخت علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکارِ کھنوسے تیس روپیہ ماہوار بطورِ نشن کے موصد تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علی شاہ کی محلِ مستن بعد از نزاع سلطنتِ اوہ جب سلطان عالم کھنوسے مکتبہ تشریف لیگیا اور انہیں عملاتِ مثل خاص محلِ معشوق محلِ ہمراہ گئے اور اکثر کھنوسین مل گئے جن سے تاجدارِ آخری

سلطنت حضرت محل - دلدار محل - فزندہ محل - شہنشاہ محل -

خط و کتابت فرماتے منجلائے شاہ رخ بیکم بھی تھیں ایک بار بیکم مذکور کو شاہ اودھ نے ہمارے  
منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہ رخ پیاری شاہ رخ لکھا میر صاحب نے بھی اُس کے  
جواب میں اُسی بحر و ردیف قافیہ میں اشعار نظم کر کے خط بیکم صاحبہ کی طرف سے لکھا کہ  
لو کہ شاہ اودھ نے شاہ رخ بیکم کو تحریر فرمایا کہ تمہارا منشی بہت باتیں معلوم ہو مگر باقم  
نے بغینہ سلیمانی میں اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف  
اس مضمون کے اشعار تھے یہ

ہر گھڑی رہتا ہوں شغل آہ و زاری شاہ رخ  
ہو گئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہ رخ  
درد مرے اب بجای تاجداری شاہ رخ  
کوئی بھی صورت نہیں اعتباری شاہ رخ  
ہم سے ممکن ہی نہیں غفلت عاری شاہ رخ  
خواب حسرت ہو گئی عشرت ساری شاہ رخ  
رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہ رخ

جو تری فرقت میں ہم کو بقراری شاہ رخ  
الگو عشرت کردہ تھا ہو گیا ماتم سارا  
گھر لٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی  
سچ ہے اس دنیا ی فانی کی نہیں کچھ کائنات  
تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے ان کے جواب  
جشن جمشیدی رہا کرتے تھے کیا کار و روز  
دل پکڑ لیتے ہیں ہم کو دیکھ کر ابل جہان

شاہ رخ بیکم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا یہ

اگر نہیں سکتی جو شرح غم تمہاری شاہ رخ  
ہر گھڑی کس رنج میں ہمنے گذاری شاہ رخ  
بند ہو کچھ نفس میں یہ بپاری شاہ رخ  
نام نہ والا نے جب کی عکساری شاہ رخ  
رنج دہ رہتی تھی حالت انتظاری شاہ رخ

ہجر میں بیتا ہے غم کی ماری شاہ رخ  
کیا کہیں سلطان عالم جب سے کلکتہ گئے  
ہاے گلزارِ جہان میں دھوم سے آئی بہار  
کچھ تھا درد جدائی آج کچھ آنسو تھمے +  
ہاے خط آتا نہیں جب تک کہ مٹی اُجھڑے



صدہ دوری سے شاہانہ ترین چون  
 اب کمان لطف تکو کیسی گلشت چمن  
 تا ابد زندہ رہیں پیر آئین تیسر باغ میں  
 در گمہ عباس میں جا کر چرمادون میں علم  
 آئین گمراہ کا بار سے جلد یا شاہ نجف  
 پھر تری قدر سے بولا کہنو گلشن بنے  
 جان عالم آئین آئے لکھنؤ میں جان پھر  
 پھر کا باتا تھا ہمارے پیر یوں مظلوم و گلا  
 مشکلیں سب ہوں مری بہر علی بہر علی  
 انکڑے ہوئے ہیں نور دروہو کے جگر

ہو گئی ہوں جان دلیس سختاری شاہ رخ  
 اب کمان دہ فرست باد بہاری شاہ رخ  
 حضرت حق سحر دعا ہے یہ ہماری شاہ رخ  
 جب در دولت پہ پھر دیکھوں لاری شاہ رخ  
 کرتی سے مشکلا گشاہ خواستگاری شاہ رخ  
 دیکھ لے آنکھوں سے شان کردگاری شاہ رخ  
 اور پوری ہوں مرادیں لکی ساری شاہ رخ  
 خاک اڑتی ہو واپس حیف نواری شاہ رخ  
 اپنے اختر پر کروں میں جان لاری شاہ رخ  
 داستان غم جو سنتے ہیں ہماری شاہ رخ

افسوس کہ در ذرا کچھ سالہ جو بی مین میر صاحب نے زحمت فرمائی شاہ  
 طالب حسین صاحب جو سالک کار کردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان  
 فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے  
 میں نے خیال کیا کہ غفریب شاہ صاحب کے مریدوں کا کوئی سرتاج دنیا سے  
 کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی  
 اور خواب کی تعبیر پوری ہوئی راقم نے قطرہ تارِ حُج و فات یہ نظم کیا ہے ۔

منع علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز  
 صوفی متاثر و قانع عارف ذات خدا  
 ہر کہ شد با او ملاقی گشت بید شادمان

خوشنویس و ذی لیاقت شاعر شیریں مقال  
 مخزن لطف و محبت خوشنویانِ نازک خیال  
 خلق دلکش داشت از بس افع مزین مال

یاد آن سید محبت در خدمت شایخ  
 فکر تاریخ و فاتش چون منظر را بدل  
 بود و در ادلا دپاکش نیکو خیالی خصال  
 گفت و الا منزلت نصیب ہل کمال  
 میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الاولیٰ و مطلب و ۲۰ نومبر  
 سنہ ۱۳۱۷ میں شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب  
 نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھ دیو ان جامِ جسم کے صفحہ ۱۳۱ میں طبع  
 کراے ہیں جس کے بعض شعر یہ ہیں۔

کھینچتے تھے جو عطار کے رقمِ رنخ  
 بن کے مقدم کے رہا کرتے تھو ہم مہیار  
 بوخت خوان ہو حالِ اُن کے قلم و پل سے  
 رکھ کے سینہ پر ہماے کو و غم وہ چل بے  
 مرثیہ کرتا ہوں میں اُن کا رقم وہ چل بے  
 لطف جنسے زندگی کا تھا ہم وہ چل بے  
 اب نہ اس دنیا میں رہنے کا فرہ ہو محسوس

میر صاحب کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں سید نور شیدی  
 کرنل برادر صاحب کشنر دہلی کی سفارش سے جو منشی اولاد علی صاحب برادر  
 میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی میں بہمدہ ابد کلکتری ملازم ہوئے مگر وہ بمرض  
 ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید نسلِ عظیم صوبہ برار میں دو سو روپیہ  
 ماہوار پر ملازم ہیں تیسرے میر واجد علی صاحب ہیں بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب  
 مرحوم کو منسوب ہوئیں اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دارالقننا  
 حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی یاقوت شخص ہیں منسوب ہوئیں۔

# حالات حضرت شیخ محمد مهدی ضابط قادری شاہ آبادی قدس سرہ العزیز اشعار فی المصحح

بادی راہ طریقت حامی دین بنی  
آفتاب برج عرفان ظہر انوار حق  
رہبر عالی نژاد و مرشد بانی شہر  
شیخ عالیقدر گردون نسل و الا کبر  
بد فنا فی الذات حق لختل شیخ کبیر  
ناز بر فرزندیش قاسم سلیمانی کنند  
فیض روحانی میر کرد حضرت عفو پاک  
معتقد سلطان عالمگیر شہاب صدق دل  
گشت این دیار نہ پر نور از چرخ فیض او  
عارف بالند از شاہان ملی شد لقب  
داشت بست پیچ خلقا ضابط ارشاد کیف  
آن کرامت باے بے پایمان کرد و غلط  
کرد کافر محبت تو بہن اسلام شریف  
گفت بر تربت کہ ہذا ات غم حاجی شیر  
دید کافر و مزارش جلدہ اش حیران ماند  
سگ گزید کیب زود آرام او مانہ شد  
گفت تا روز قیامت ہر کدہ بر زمین

آخر تہرج حقیقت گوہر محمد و علا  
آسمان جاہ عظمت گلشن صدق صفا  
یعنی حضرت شیخ محمدی عارف غنی  
یافت صد ہامردان ز فیض راہ خدا  
نخل مانع از دوی قاسم شیخ ہر  
بچنین دل بند دین پرورد خدا کرد عطا  
از بر اسجد او بر خوش نصیبی مر حبا  
دید چون زہد و تقدس صلت از رب ریا  
یافتہ اہل راوت بشما از وسع ضیا  
از پے فرزند او جاگیر گشت عطا  
مکملش فردوس بود و نانا نقاش با صفا  
میکام منظوم و وسع از پے اہل و لا  
بر د آزار مزار زندانی فرشتہ است  
نما اسلام باشد تا کہ قایل دانسا  
کلمہ اسلام خواند و شہ پشیمان بر ملا  
گوشت از خجور جا کرد و حاصل شفا  
آن نہ دیوانہ شود مقبول و دہ حق دعا

کہ آئینہ گزیدہ بزم ارشاد یقین  
دریات آن صد فیض ہدایت و چون  
گزینا شد قول بن بیاسوس مزار  
از پے ذات نبی ہر ملی شاہ وزیر  
گردش فلک برین آمدہ من عاتق  
دولت دارین باید گرد تو خویلی بخت

از گزیدہ خم واز دیوانگی گرد دور با  
شدت زارش بعد و جاری بسا  
صاحب کشفی مراقب عین صید جلو با  
کین نظر برجال من بای مہدی راہ خدا  
کن دعا ہر م شوم از بندان بردور با  
این منظر از سر اعلان شد و سر

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے بیان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات میں آپ مرجع امام تھے اسی طرح آپ کا مزار ابھی پُر قصہ ہے اہل ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپ کی خانقاہ خدا پرستوں کی مخزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پر وہ گنتامی میں پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل غیور ہیں علاوہ مارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و شہم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پر و مرشد تھے اور ہزار ہا بندگان خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت مے بادشاہ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خدا شناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر سے غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد جو کتبہ لگا لگایا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپ کے عاصی جزا کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اس میں حقایق و معاف آگاہ عارف باللہ عزت افزا الفاظ مخاطب و سر بلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھبیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوئے تھے عہد شاہی تک آپ کی ولایت جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان دوا کو جو فرمان محبت شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے نظام الملک کے عہد وزارت میں مرحمت ہوا اس میں تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو بنیرہ قدوة العارفين زبدة الواصلين کے ہیں وہ کثیر الاعمال ہیں اور انکی خانقاہ میں فقرائے وار د صادر کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد الہی میں مشغول رہا کرتے ہیں لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد میں مد معاش کے لیے حمت کئے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف بالابیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد مادر کے محامد و مناقب سے کتب سیر بہے ہوئے ہیں چنانچہ مختصر طور پر انکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہیں۔

۱۵ حضرت شیخ کبیر بالا پرستہ ۹۹۰ ہجری میں بمقام رود بدلی پیدا ہوئے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ ربات کی محکمہ پر وہ عہد کا امام بنایا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بحدارہ تھے اور اتباع رسالت چنانچہ نہایت موقوفاتی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات اپنی آپ کی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج میں آپ کو لے آئے تھے اس لئے جو قاسم سلیمانی نے چار گدہ میں انتقال فرمایا اس وقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و بیان طریقت کے طریقوں کی اجازت نسلی تھی تحریر کر کے اپنے اپنی مہ و قاضی مفتی محمد امین کی گواہی کرائی اور محمد اسماعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج میں پہونچا دینا چنانچہ حسب ہریت وہ خلافت نامہ آپ کو پہونچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت میں مصروف رہے اور آزادگی عالمان حق کو ہدایت صوری معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی منہ خلافت کی زینت اپنے من کردار سے بڑا مودی مدار شیخ کبیر علیہ الرحمہ کا قنوج میں ہے جو نہایت پر بخت ہے اہل ارادت اس سے قبل حاجات سمجھتے ہیں۔ آپ کے متعلق جو عبارت موقوفہ میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۴

حضرت مہدی صاحب کے حالات رقم کوسید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بانسوی ذنجو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا حاصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ ان کی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتیں سرزد ہوئیں جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنائین مصروف ہوئے اثنائے تعمیر میں ایک روز ایک بد عقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپ کو خانہ خدا کی تعمیر میں مشغول رکھ کر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہند و جومتے ہیں وہ جلا کر خاک کر دے جاتے ہیں اور مسلمان لوگ زمین میں دفن کرتے جاتے ہیں۔

۱۰ وہ مجھ سے گریہ کیا کرتے تھے۔ ان سترہ سال پر مرثیہ عاقلہ آنکھوں سے نکلنے لگی۔ حضرت شاہ کبیر نے غصہ و خلیعہ شاہ قاسم سیلانی سے یہ نصیحت کیا کہ وہ پڑھنا چھوڑ دے اور صرف کلمات ادا کرے۔ وہ وقت و وقت وفات والہ نہ بنے بلکہ حاضر نبوت و قاسم پائے ادا کرے۔ خود کو بھی قاضی و قاضی و دیگر نعمات کہ آنوقت حاضر ہو نہ سکی۔ بروضع شمال خلافت و جانشینی خود با سیرا جازت طرق کرشمہ مدید و یقین قسلی نوشتہ حوالہ محمد اسماعیل خادم خاص کردہ کہ بعد میں دکن و تونج بکیر سرائے بعد وفات حضرت قاسم سیلانی آمد خلافت آنحضرت رسیدہ مدد العرکمال استقامت و یقین طالبان درماعت و مساوات طرق محمودی فرمایا۔ چہ بندہ گوارا برپا داشته خلافت را زینب و دوزارش و تونج قبلہ حاکمندان است۔ ۱۱۔ رمضان مہینہ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا۔ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت را کہنے کی نظر کی ہے۔ آفتاب چرخ عرفان حضرت شیخ کبیر، حامی دین محمد صفا بھی کہ رضایت و اقیقہ سرخند، محزون انوارِ ایزدان چشمہ فیض و عطا، از بے سانش نظر نہ کر شد گفتہ سروروش، ز رفت بالا پریشان پاک جا آپ کا مقبرہ چشمہ ہجری میں تعمیر ہوا۔ کس پر جو عبادت تحریر ہے وہ نہ کر دے۔ زینب علیہ السلام، خان من تحریر ہو چکی ہے قطعہ تاریخ جو کندہ چہ درہ میان بر نقل کیا جائے۔ شدہ ہجری سال ۱۰۱۷ و ۱۰۱۸ و ۱۰۱۹ و ۱۰۲۰ و ۱۰۲۱ و ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳ و ۱۰۲۴ و ۱۰۲۵ و ۱۰۲۶ و ۱۰۲۷ و ۱۰۲۸ و ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱ و ۱۰۳۲ و ۱۰۳۳ و ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵ و ۱۰۳۶ و ۱۰۳۷ و ۱۰۳۸ و ۱۰۳۹ و ۱۰۴۰ و ۱۰۴۱ و ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ و ۱۰۴۴ و ۱۰۴۵ و ۱۰۴۶ و ۱۰۴۷ و ۱۰۴۸ و ۱۰۴۹ و ۱۰۵۰ و ۱۰۵۱ و ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳ و ۱۰۵۴ و ۱۰۵۵ و ۱۰۵۶ و ۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ و ۱۰۵۹ و ۱۰۶۰ و ۱۰۶۱ و ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳ و ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ و ۱۰۶۶ و ۱۰۶۷ و ۱۰۶۸ و ۱۰۶۹ و ۱۰۷۰ و ۱۰۷۱ و ۱۰۷۲ و ۱۰۷۳ و ۱۰۷۴ و ۱۰۷۵ و ۱۰۷۶ و ۱۰۷۷ و ۱۰۷۸ و ۱۰۷۹ و ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱ و ۱۰۸۲ و ۱۰۸۳ و ۱۰۸۴ و ۱۰۸۵ و ۱۰۸۶ و ۱۰۸۷ و ۱۰۸۸ و ۱۰۸۹ و ۱۰۹۰ و ۱۰۹۱ و ۱۰۹۲ و ۱۰۹۳ و ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ و ۱۰۹۶ و ۱۰۹۷ و ۱۰۹۸ و ۱۰۹۹ و ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱ و ۱۱۰۲ و ۱۱۰۳ و ۱۱۰۴ و ۱۱۰۵ و ۱۱۰۶ و ۱۱۰۷ و ۱۱۰۸ و ۱۱۰۹ و ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ و ۱۱۱۲ و ۱۱۱۳ و ۱۱۱۴ و ۱۱۱۵ و ۱۱۱۶ و ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸ و ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰ و ۱۱۲۱ و ۱۱۲۲ و ۱۱۲۳ و ۱۱۲۴ و ۱۱۲۵ و ۱۱۲۶ و ۱۱۲۷ و ۱۱۲۸ و ۱۱۲۹ و ۱۱۳۰ و ۱۱۳۱ و ۱۱۳۲ و ۱۱۳۳ و ۱۱۳۴ و ۱۱۳۵ و ۱۱۳۶ و ۱۱۳۷ و ۱۱۳۸ و ۱۱۳۹ و ۱۱۴۰ و ۱۱۴۱ و ۱۱۴۲ و ۱۱۴۳ و ۱۱۴۴ و ۱۱۴۵ و ۱۱۴۶ و ۱۱۴۷ و ۱۱۴۸ و ۱۱۴۹ و ۱۱۵۰ و ۱۱۵۱ و ۱۱۵۲ و ۱۱۵۳ و ۱۱۵۴ و ۱۱۵۵ و ۱۱۵۶ و ۱۱۵۷ و ۱۱۵۸ و ۱۱۵۹ و ۱۱۶۰ و ۱۱۶۱ و ۱۱۶۲ و ۱۱۶۳ و ۱۱۶۴ و ۱۱۶۵ و ۱۱۶۶ و ۱۱۶۷ و ۱۱۶۸ و ۱۱۶۹ و ۱۱۷۰ و ۱۱۷۱ و ۱۱۷۲ و ۱۱۷۳ و ۱۱۷۴ و ۱۱۷۵ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷ و ۱۱۷۸ و ۱۱۷۹ و ۱۱۸۰ و ۱۱۸۱ و ۱۱۸۲ و ۱۱۸۳ و ۱۱۸۴ و ۱۱۸۵ و ۱۱۸۶ و ۱۱۸۷ و ۱۱۸۸ و ۱۱۸۹ و ۱۱۹۰ و ۱۱۹۱ و ۱۱۹۲ و ۱۱۹۳ و ۱۱۹۴ و ۱۱۹۵ و ۱۱۹۶ و ۱۱۹۷ و ۱۱۹۸ و ۱۱۹۹ و ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ و ۱۲۰۲ و ۱۲۰۳ و ۱۲۰۴ و ۱۲۰۵ و ۱۲۰۶ و ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸ و ۱۲۰۹ و ۱۲۱۰ و ۱۲۱۱ و ۱۲۱۲ و ۱۲۱۳ و ۱۲۱۴ و ۱۲۱۵ و ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ و ۱۲۱۸ و ۱۲۱۹ و ۱۲۲۰ و ۱۲۲۱ و ۱۲۲۲ و ۱۲۲۳ و ۱۲۲۴ و ۱۲۲۵ و ۱۲۲۶ و ۱۲۲۷ و ۱۲۲۸ و ۱۲۲۹ و ۱۲۳۰ و ۱۲۳۱ و ۱۲۳۲ و ۱۲۳۳ و ۱۲۳۴ و ۱۲۳۵ و ۱۲۳۶ و ۱۲۳۷ و ۱۲۳۸ و ۱۲۳۹ و ۱۲۴۰ و ۱۲۴۱ و ۱۲۴۲ و ۱۲۴۳ و ۱۲۴۴ و ۱۲۴۵ و ۱۲۴۶ و ۱۲۴۷ و ۱۲۴۸ و ۱۲۴۹ و ۱۲۵۰ و ۱۲۵۱ و ۱۲۵۲ و ۱۲۵۳ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۶ و ۱۲۵۷ و ۱۲۵۸ و ۱۲۵۹ و ۱۲۶۰ و ۱۲۶۱ و ۱۲۶۲ و ۱۲۶۳ و ۱۲۶۴ و ۱۲۶۵ و ۱۲۶۶ و ۱۲۶۷ و ۱۲۶۸ و ۱۲۶۹ و ۱۲۷۰ و ۱۲۷۱ و ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ و ۱۲۷۴ و ۱۲۷۵ و ۱۲۷۶ و ۱۲۷۷ و ۱۲۷۸ و ۱۲۷۹ و ۱۲۸۰ و ۱۲۸۱ و ۱۲۸۲ و ۱۲۸۳ و ۱۲۸۴ و ۱۲۸۵ و ۱۲۸۶ و ۱۲۸۷ و ۱۲۸۸ و ۱۲۸۹ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۱ و ۱۲۹۲ و ۱۲۹۳ و ۱۲۹۴ و ۱۲۹۵ و ۱۲۹۶ و ۱۲۹۷ و ۱۲۹۸ و ۱۲۹۹ و ۱۳۰۰ و ۱۳۰۱ و ۱۳۰۲ و ۱۳۰۳ و ۱۳۰۴ و ۱۳۰۵ و ۱۳۰۶ و ۱۳۰۷ و ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ و ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ و ۱۳۱۳ و ۱۳۱۴ و ۱۳۱۵ و ۱۳۱۶ و ۱۳۱۷ و ۱۳۱۸ و ۱۳۱۹ و ۱۳۲۰ و ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ و ۱۳۲۳ و ۱۳۲۴ و ۱۳۲۵ و ۱۳۲۶ و ۱۳۲۷ و ۱۳۲۸ و ۱۳۲۹ و ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۱۳۳۳ و ۱۳۳۴ و ۱۳۳۵ و ۱۳۳۶ و ۱۳۳۷ و ۱۳۳۸ و ۱۳۳۹ و ۱۳۴۰ و ۱۳۴۱ و ۱۳۴۲ و ۱۳۴۳ و ۱۳۴۴ و ۱۳۴۵ و ۱۳۴۶ و ۱۳۴۷ و ۱۳۴۸ و ۱۳۴۹ و ۱۳۵۰ و ۱۳۵۱ و ۱۳۵۲ و ۱۳۵۳ و ۱۳۵۴ و ۱۳۵۵ و ۱۳۵۶ و ۱۳۵۷ و ۱۳۵۸ و ۱۳۵۹ و ۱۳۶۰ و ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲ و ۱۳۶۳ و ۱۳۶۴ و ۱۳۶۵ و ۱۳۶۶ و ۱۳۶۷ و ۱۳۶۸ و ۱۳۶۹ و ۱۳۷۰ و ۱۳۷۱ و ۱۳۷۲ و ۱۳۷۳ و ۱۳۷۴ و ۱۳۷۵ و ۱۳۷۶ و ۱۳۷۷ و ۱۳۷۸ و ۱۳۷۹ و

وہ قبر میں عجب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں انکے بدن میں کیڑے پڑتے ہیں جسم و اعضا انکے ٹھٹھرتے ہیں آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں مذہب اسلام کی خوبیاں اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجھ کو مشاہدہ کرانے وہ اس امر پر راضی ہو گیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زہدنی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر لے گئے اپنے سلام علیک کر کے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دیں چنانچہ حضرت زہدنی نے اپنی حالت اس پر ظاہر کر دی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہاں پر تحریر کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو موقع و سوا اس کا نہ ہو  
بقیہ صفحہ ما قبل کہ ہر کمال و قلب مانہ شیخ کبیر و علم و عبادت و انش و عرفان و جلالت اعلیٰ حق را ابابیک  
روانہ کرد و انرا بروضہ رضوان چاہے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ کیا رہ صاحبزادہ اور اس  
صاحبزادیاں چار بیویوں سے منقول ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں شیخ شباب الدین شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن  
شیخ عارف شیخ محمد ممدی شیخ عبدالقادر شیخ بہاء الدین شیخ زبیر شیخ بشیر الدین شیخ عبدالحکیم شیخ ممتاز فرد  
شیخ مظفر ایک بیوی آپکی مسماۃ حمیدہ بی بی بنت گل بن مامون ابوالانیم زوی و ملاری خیل تھیں جنکے بطن سے  
شیخ عارف شیخ ممدی شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھیں۔ دوسری بیوی  
سارن بی بی جنکے بطن سے شیخ شباب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیاں تھیں۔ تیسری بیوی  
الکمی بیوی جن سے شیخ محمد ممدی و شیخ عبدالحکیم و شیخ مظفر و شیخ ممتاز و غیرہ باقی رہے تھے مابقی  
صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہیں معد چند صاحبزادوں کے مصغر سنی میں انتقال کر گئے  
تھے شیخ عبدالحکیم بعض کتب میں آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت  
 محمد مہدی شاہ خلف و خلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد شد  
 صاحب خوارق و نمائش حالات بود روزیکہ از بنائے روضہ پید  
 فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را  
 مصروف تعمیر خانہ خدا دیدہ اہانت دین اسلام آغاز نہاد  
 و گفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ بر باد میروند و مثل  
 مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت و کرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان  
 شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول  
 کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج  
 مشہور است برو سلام کرد و خواست کہ آنحضرت خود را  
 برین کافر بنمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا  
 ساخت کافر آنحضرت را دید۔

ملہ جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ذیشان و درعارفان  
 عالی مقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمال اللہ تعالیٰ  
 آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی  
 دستگیری فرماتے ۹۵۶ھ میں پشاور کے قریب رود بدنی کے پیدا ہونے تھے آپ کے والد کا  
 نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکوۃ شیخ البدل صاحب خان کی صاحبزادی تھیں



## حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ چنانچہ ماش نہادند قائم ولی و جان شد زانوارہ اومشلی بہ آپ قوم کے پھان  
متی زنی خلیل ہیں۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم و صلہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف  
اور تسلیم دینی محمد گولہ زنی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک اہل  
حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبد القادر جیلانی سے عالم معاملہ میں ظاہری بیعت کے لیے عرض  
کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر سیکویرانہ کہو نکٹا اپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت  
کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ میں لوگوں سے آپ نے بہت اذیتیں اٹھائیں مگر عہد شکنی  
نہ کی سیکویرانہ کما جب اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حسب الامر غوثیت آپ کے آپ کے  
استقبال کو چاہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے فرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت  
تمہارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور بغداد شریف میں  
بھی چلے کئی فرمائی اور بخت اثرن چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رحمہ اللہ بعلبک حلب بصرہ  
وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آئے اثنائے راہ میں  
خراسان بلخ غرین کابل پشاور کے اولیاء اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوئے اور پھر اپنے وطن بنی پونچگر  
موضع پلاسی میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ  
ایک سو اٹھاس آپ کے مرید تھے تیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوئے ایک مرید و خلیفہ آپ کے شیخ حسین محمد  
قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے  
جنہوں نے ستر ہزار مریدوں کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار ان کے مرید صاحب ذوق و شوق و اہل  
مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان و شوکت دیکھی تو بعض غامضوں نے اکبر بادشاہ

یہ بڑے صاحب کمال گذرے ہیں جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو گئے انکا  
 بقیہ صفحہ ماقبل لکھا کہ یثخنس علاوہ کرامات کے طاقت و جماعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہ کہ خرنج  
 کرے بادشاہ نے ایک خان میں شمشیر اور دوسرے میں زنجیر رکھ کر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع  
 حاضرین سے پیشتر ہی کر دی تھی کہ مشیت الہیہ میں یہی ہے کہ میں اسیر ہو کر مدفن کو جاؤں جب  
 بادشاہی مراسلہ پہنچا تو آپنے فرمایا کہ مجھ کو ملک دنیا کی خواہش نہیں ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا  
 کا ایک تیر کا فی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سلسلہ میں لاہور آکر ابوالفضل کے مکان میں مقیم ہوئے  
 اور ذکر اشغال و یاد الہی میں مشغول ہوئے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی  
 اجازت دی اور آپ متعلقین محلہ خواجہ میں سکونت پذیر ہوئے بعض لوگ اس مفسدہ پرداز کی  
 باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہیں جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان  
 خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اسنے مشائخین کو بلا کر نذر دی اور دعالے  
 فقیہانی کی ہستہ عالی یہ خبر سنکر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی  
 سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اسکی نظر چسپوڑتی ہے وہ مجذوب ہو جاتا ہے اسنے  
 آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہو کر جہانگیر کے پاس آئے بادشاہ مذکور نے  
 کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڑھ میں مناسب معلوم ہوتا  
 چنانچہ آپ حسب احکم سرہند دہلی آکر رہتے ہوئے ۱۵۱۵ء جب سلسلہ کو چنار گڑھ پہنچے  
 اشلے راہ میں آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہیں کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا ہو  
 باقی عمر کے انفاس آپنے وہاں عبادت الہی میں گزارنے چنار گڑھ میں اکثر آپسے کرامتیں ظاہر  
 ہوئیں جب ضرورت و ضوکی ہوتی تو آپ دریا سے وضو کرتے زنجیر کی طرف دیکھ کر فرماتے  
 کہ میرے ہیرے نکل جا وہ نکلتا ہی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار جالندھر میں موجود ہے اس نواح میں انکی کرامتیں ہر خاص و عام پر روشن  
 بقیہ صفحہ ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے متنائے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے  
 نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم سہیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے  
 سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے بیچ میں رکھ لیا اور فرمایا کہ مجھ کو ایک مقام مقنا  
 محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فاس سے ملک بقاجا ونگا میں تیر  
 چنیکتا ہون جہاں پر گئے اوسجگہ پر دفن کرنا القصد ۱۹ جمادی الاول ۱۰۳۶ھ کو آپ نے ۶۰ برس کی  
 عمر میں انتقال فرمایا چنانچہ گدھ میں آپ مدفون ہوئے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی  
 نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ۷۷ جو شیخ قاسم وحبابہ  
 بایزید زمن بہ زیر سایہ رحمت وجود خوش نہفت بہ بفکر سال وفاتش دل مظفر شد بہ چرخ ہاقت  
 غیبی خدا شناس گفت بہ آپ کی اولاد میں سات فرزند اور نو صاحبزادیاں چار بیویوں کے بطن  
 سے لکھی ہوئی ہیں جن میں یوی قوم کی گلیانی اویض خلیل تھیں فرزندوں کے نام یہ ہیں - شیخ ابراہیم  
 شیخ کبیر بالا پیر - شیخ فرید - عبدالکیم - شیخ محمد واصل - شیخ اسماعیل - شیخ نور - بی بی حکیمہ کے بطن  
 سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے - اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے -

بحر و خا میں جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہو وہ قابل دید ہو و بحسنہ یہاں پر نقل کیجاتی ہو  
 آن سرزمہ مشائخ ویشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب زکاء  
 حضرت شاہ قاسم سلیمانی از متشام طایفہ مشائخ بغایت بزرگ مجاہدہ و صاحب مشاہدہ  
 حلے قوے و نفسے قاطع دوست گیر داشت اکثر شاہبازان ہوائے آفتاب صاحب کمال  
 ہوائے کمال بہو اور آمدند - حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرداد نیایت پر تصرف  
 اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قباہ کے

بین وہاں رات تک سکھوں نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے ادبی سے باز آئے اور انکے متعلق بھر ذخار میں جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادر زادہ و خلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے از و بعمل آمدہ مزارش در جالندہراست کرامت و خوارق او بر خاص و عام ان نواح اظہر است در ان نواح عمل سکھان کا فرود مدتها خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جا کر ایک جگہ کو معہ اسکے چار مرید و نگو سلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قدہار میں وہ شہید ہوئے اور کسیکو خبر نہوئی ایک سال کے بعد اپنے فرزند کو شب میں دکھلایا کہ مجھو فلان موضع میں شہید کر کے خاک میں چپا دیا ہے وہاں سے نکال کر جنازہ کی مناسبت ادا کر کے فلان مقام میں دفن کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور ملک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد میں بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاوے گا کہ دنیا سے کیا لایا تو کوئنگا حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی میں ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہیں ہوتی تھی مہاراجا جرتھے آپ نے زور تصرف سے جگہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رخ صحیح کر دیا۔

اوشان خاموش میگردند بقدرت الہی روشن میشدند و ناگزیر  
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔

شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد میں تاج محمود  
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھوں نے اونکے دامن فیض سے برکات و  
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتیں ظہور میں آتی تھیں  
ایکبار ایک نہرانے زور تصرف سے جاری کر دی تھی آپ کا دل عشق الہی کے  
تیر کا نشانہ بن گیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔

خزنیۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۹۱ میں چند کرامتیں آپ کی مرقوم ہیں ایکبار خشکالی  
میں خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر  
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاٹ لیا تھا اور ایک عروس  
کے ورٹانے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہو گئی تھی  
اور پھر آپ کی دعا سے صلی و صبح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری  
کی وفات ۲۱۲ھ میں بعد عالمگیری ہوئی تھی مادہ رحلت شیخ الاصفیا اور  
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان  
سے فرماتے اسطرح ظہور میں آتا تھا خزنیۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے  
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر و خار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہیں  
آن خدنگ عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد  
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کر دی کر امت  
اعلانیہ داشت وے بر حجت کا فرے جوے خشاک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مدنی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات میں ایک یہ امر بھی آج تک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھائے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکل کر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ میں ہے جہانک آئے وہ بفضلہ گزند و آنگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ کو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اور کتا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا اپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہو گیا۔ اس اثنائ میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہو شخص میری درگاہ پر حاضر ہو گا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپ کو مورد وثی طو پر اپنے بزرگوں سے ملی تھی۔ حضرت مدنی صاحب کے ملبوسات میں ایک کرتہ تیر کا چلا آتا تھا اور سکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً وسوقت طے پاتا تو گویا اس شخص کے حق میں یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جل گیا۔ آپ کا مزار محلہ بذریا میں موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے۔

در سال نیک میمون در روز سعادت

غوث الزمان مدنی سے بہشت شد

۸۷۰ھ خلیفہ شعیب۔ عبدالملک بادر شاہ غازی سلمہ جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہیں پڑھانہیں جاتا مگر ایک مصرع پڑھنے میں آیا ہے اور وہ یہ ہے مجوارم تازہ بتایں سعید۔

راقم سے ایک مستباز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے قبوض اور مراقبہ کیسے انوار مشاہدہ میں آئے ہیں آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان کی تھیں بعض اسناد آج تک موجود ہیں اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی ہیں ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون میں وہ موضع یعنی موضع بجولا اور موضع المیادے گئے تھے یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

### نقل سند معافی بنا بر مصارف درگاہ

ہو لغنی

شیخ محمد مہدی قادری



چون حقیقت استحقاق و کثرت اخراجات فقر اور درگاہ غوث اہلین قطب الدارین بطور پوسٹ لہذا موضع المیادے کر کا خاص عملہ پر گنہ مہر آباد سرکار بدایون من ابتدا کے فضل و کرم سے دروجہ نذر درگاہ مقرر نموده شد باید کہ فقر اور گاہ حاصلات آنرا فصل فصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نموده بدعا دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی التایخ بست و دوم شہر رمضان المبارک ۱۲۵۷ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چار دیواری شکست حالت میں ہے احاطہ کا رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و نچتہ کنواں اور پر فضا باغ نصب تھا مگر وہ بہت خستہ و خراب ہو رہا ہے جاگیر میں جاتی زمین اولاد نے علم ہو گئی اور کوئی ذی مقدور شخص ادھر متوجہ نہوا سلیے اسکی آبادی و دیروانی کے مبدل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج میں لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج میں انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد میں ان کا مقبرہ بنوایا چنانچہ اوسپر کتبہ آجتا کہ ایسا درخان کے نام اور ان کے عہد میں تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب ایسا درخان نے شاہ جہان پور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد واصل صاحب کو شاہ جہان پور لائے اور اپنی صاحبزادی ان کے عقد میں دی اسی طرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد مہدی صاحب کو بحال تعلیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا میں بسایا اور موضع جوگی پور موضع کنھر پور جو اسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی میں دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوئے ہیں۔

شیخ محمد مہدی صاحب کی وفات سنہ ۱۱۸۷ھ میں واقع ہوئی سنہ وفات کتبہ مذکورہ بالا میں منقوش ہے راقم نے بھی از روئے حساب دو مادے تاریخی نکالے ہیں پہلا مادہ اس مصرعہ میں ہے

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ میں منظوم کیا ہے

مقبول جناب پاک احدی  
مادی زمان شیخ مہدی

از ہر برفت سوے جنت  
از ہر وصال کو متغیر



# خلافت

علاوہ ہزار ہا مریدین کے آپ کے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحبِ تقہ س تھے انہیں بعض عالی مراتب گذرے ہیں مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپ کے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات و کرامات ضمننا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس نہرہ میں خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھیں کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھوں انجام پاتے تھے چنانچہ جال خان کمال خان و چاند خان و تاج خان وغیرہ گلیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پر گنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے درویش - مے ہوئے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب سن ۱۱۷۷ کو تحریر ہوا ہے اس میں خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہربانی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ میں حاضر رہتے تھے جنکے نام دو پچاس بیگہ اراضی بھی معاف تھی انکے ناموں کی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبد الملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ سمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پائندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ خوند علول	خلیفہ نگر خوند	خلیفہ خوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

## نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدیؒ

قاضی علی شاہؒ منجانب مارت پناہ دلیر خان بہادر از قرار بتاریخ ۳۴ محرم ۱۰۹۴ھ لکھ  
سنہ متصدیان ہمارے حال و استقبال پر گنہ ساندی محلہ سرکار خیر آباد بدینہ  
چون موازی دوسد و پنجاہ بیگلہ از محال مسطور بموجب سناد حکام سابق مفصلہ ضمن  
در وجہ مدد معاش فقرا و خلفائے شیخ محمد مہدیؒ قادری مقرر است در نیولا اینجا نب  
نیز دستور سابق حسب نصن مقرر و سلم شتیم باید کہ پیچ و جہ مزاحم احوال بن جماعت  
بعلت اراضی مسطور نشدہ و اگر اند کہ بخاطر جمع حاصلاتش فصل فصول سال  
صرف مایحتاج خود باینمودہ باشند و بدعا و دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند  
در نیاب تاکید و اند تفریری التاریخ شہر صدر سنہ الیہ  
مقررہ شرح ضمن عی اسامی مقررہ اراضی ہا سگہ موازی دوسد و پنجاہ بیگلہ  
اراضی بکر الہی بنجر اقادہ۔

تفصیل اسما و خلفائے مذکور الصدر

### اولاد حضرت محمد مصباح تادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب۔ شیخ  
مراد صاحب۔ شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپ کی اولاد  
کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے کستند  
کا فذا ت سے مدد ملی ہے۔

# تجدید محمدی صاحب

شیخ محمود رضا

شیخ بهایت الله عرف شیخ محمود رضا

شیخ محمود اده صاحب

لا ولد

لا ولد

محمد ابراهیم صاحب

لا ولد

سنان اده صاحب

نورانی حکیم

شیخ عزیز الله عرف شیخ بهایت الله صاحب

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

بابا شایخ

نورانی حکیم

لا ولد یکم پیدا شد و چون بزرگوار شد

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

نورانی حکیم

نورانی حکیم

عبد الرسول صاحب

جبر الاصل صاحب

عبد الله صاحب

عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ عبد المیزان صاحب

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات میں نہیں ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم میں آیا اس سے آپ کا اولاد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کا مختصر موجود ہے اس میں تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب الکریم نے اپنی معافی کے اسناد جو چار سو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمر پور و کوہیا پر گنہ ساندھی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیون کے دہلانی کی غرض سے فتوح سے ساندھی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنہر بادشاہی عالمون وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے کپڑوں میں رکھی تھیں رات کو آپ نے موضع عمر پور میں قیام کیا تھا ناگمان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع میں ڈاکہ ڈالا اور مال و متاع اس گانوں کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جس میں وہ سندن رکھی ہوئی تھیں لوٹ لینگئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ مختصر ہے میں تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھوں نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبد الرحمن شاہ محمد جلال شامری بھوانی سہارے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہیں آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات میں نہیں دیکھنے میں آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور اولاد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذمی اولاد ہو کے ہیں ان ہر سہ فرزندوں کے نام بعد انتقال محمد مصطفیٰ  
مرحوم کے نواب دلیر خان نے بجالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند  
راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل مجنبہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزند ان حضرت شیخ

محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہو اے

جلال اشد روزگار جو شیخ متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بغنایت  
دلیخان شہزاد الطاف شاہ مانگیر امیدوار بودہ بداند چون موضع جوگی پور و کنسر پور  
کہ دروہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من  
ابتداء فصل حفیظ لوی سل سہ سالہ فضلی بشرافت و حقایق آکا بان نتیجۃ الکرام شیخ  
محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ متور پسران آن مرحوم بجالد اشدہ شد باید کہ تعلق  
و تصرف ایشان و اگزارند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف  
معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ وزمین زرعی کا ز سابق  
وران موضع تعلق کسے باشد حقایق آکا بان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل  
دخل خود داشتہ باشد در نیاب تاکید داند تحریر فی التاریخ ہفتہ ہم شہر  
رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۵ ہجری۔

جانب پشت

ملاحظہ نمایند۔ تاریخ ۱۰ اشہر رمضان ۱۰۸۰ء داخل سیاہہ حضور ہر دو موضع بمقام  
 پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیوا از ابتدائے فضلہ رفیع لوی سل  
 ۱۰۸۰ء فصلی بحال داشتہ شد مواضعات۔

حافظ تقی  
 معلم صدیق

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات در وجہ نذر و وطن باسم محمد مراد و غیرہ پسران منظر  
 پناہ شیخ محمد مہدی من ابتدائے فضلہ رفیع ۱۰۸۰ء مقرر شد تعلق کسان آنها و اگر اند  
 شرح دستخط والا پناہ خواجہ ماچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت  
 پناہ پیر خان من ابتدائے فضلہ رفیع لوی سل پروانہ تسلیم نمایند۔

سالم  
 حاصل زر مال  
 آنرود  
 سالہ  
 للہ

کنفر پورہ شاہ آباد  
 سماعہ

جوگی پورہ شاہ آباد  
 سماعہ

حاصل	آنرود	حاصل	آنرود
للہ	سالہ	للہ	سالہ

## نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام شیخ هدایت الله صاحب دی

چون بفرش مقدس من رسید که بموجب اسناد حکام موضع کنه پور و بوگی پور عمده  
پیر کنه پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبه اوده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج  
و بجهت سکونت و آبادی و سراسر باغ و حوض و چاه و خانقاه و حقایق  
و معارف آگاه عارف بالله شیخ هدایت الله مقرر است و مشار الیه  
مواضع مذکور در بستان راقا بلض و متصرف التماس فرمان عالی شان وارد لهذا  
حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضع مذکور در بستان در وجه صرف  
مایحتاج و برای سکونت و آبادانی و سراسر باغ و حوض و چاه و خانقاه و حقایق  
القصین مقرر باشد که بدستور سابق بشرط قبض و تصرف بخاطر جمع در انعموره آباد بوده  
و حاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نموده بدعا و بقاء دولت ابد مدت موظبیت  
مینموده باشد می باید که حکام و عمال و جاگیر داران و کور و ریان حال و استقبال تحکیم  
والا را مستمر دانسته مواضع مسطوره در بستان را بتصرف او باز گذارند اصلا و  
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راه بدهند و بعلت مالوجبات و اخراجات مثل بیکار و  
شیکار و مقدمی و قانوگونی و ضبط هر ساله و کل تکالیف دیوانی و مطالبات  
سلطانی مزاحم نشوند و در نیاب هر ساله سند مجوز نه طلبند بتلخیص پنجم شهر صفر سنه ۱۰۲۵

جانب پشت

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز چهارشنبه یازدهم شهر شوال سنه ۱۰۲۵ جلوس والا

موافق سنده جبری مطابق مهر الهی بر ساله سیادت و نقابت پناه شرافت و نجابت  
 و سنگاه سزاوار عنایت بادشاهی قابل مرحمت خلیفه الهی صدر رفیع القدر رضویان  
 و نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه حسام الدین حسین قلمی میگردود  
 که بغرض مقدس مسیله رسید که بموجب اسناد حکام موضع کفر پور و جوگی پور علمه پرگنه  
 پالی سرکار خیر آباد مضائق بصوبه او ده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج و کسبت  
 سکونت و آبادانی و باغ و حوض و چاه و خانقاه حقایق و معارف آگاه عارف باشد  
 شیخ هدایت الله مقرر است و مشارالیه مواضعان مذکور در بستان راقابض و متصرف  
 التماس فرمان والا نشان دارد حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضعان مسطور  
 در بستان را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج  
 و بجهت سکونت و آبادانی و سراے و باغ و چاه و حوض و خانقاه با و مرحمت فرمویم  
 اگر در محله دیگر چه چیز داشته باشد آنرا اعتبار نکنند و واقعه هم شوال سنه جلوس الا  
 مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناه شرافت و  
 نجابت و سنگاه صدر رفیع القدر رضویان آنکه داخل واقعه نمایند شرح بخط واقعه  
 نویس مطابق و قسست شرح بخط موثق دولت العلیه معتمد سلطنته الهیه عمده و در  
 رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال نایب منافع دولت  
 اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان  
 جمعه الملک مدار المہام آنکه بعض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت مطابق الاحسان  
 لطف الله خان آنکه سیوم شهر محرم الحرام سنه جلوس میمنت مانوس  
 مکرر و بعض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمعه الملک از المہام



آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

موضع	موضع	موضع	موضع
جوگی پور	جوگی پور	جوگی پور	جوگی پور
موضع	موضع	موضع	موضع
مال سنگہ رقبہ	مال سنگہ رقبہ	مال سنگہ رقبہ	مال سنگہ رقبہ
عبد اللہ میان والی	عبد اللہ میان والی	عبد اللہ میان والی	عبد اللہ میان والی
حوض باغ نور کل	حوض باغ نور کل	حوض باغ نور کل	حوض باغ نور کل
مال سنگہ لایق زرعہ	مال سنگہ لایق زرعہ	مال سنگہ لایق زرعہ	مال سنگہ لایق زرعہ
مورخہ سلسلہ ہجری	مورخہ سلسلہ ہجری	مورخہ سلسلہ ہجری	مورخہ سلسلہ ہجری
موافق سلسلہ	موافق سلسلہ	موافق سلسلہ	موافق سلسلہ
مال سنگہ	مال سنگہ	مال سنگہ	مال سنگہ



اس فرمان کے چھ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی اس معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانباً و شاه عالمگیر بنام پیرزاده شیخ هدایت الله  
عز و شیخ مٹھو صاحب تباری ابن شیخ محمد مهدی صاحب تباری

عالم گیر شاهی  
خیر اندیش خان

هوالمعز

متصدیان مہات پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودہ بداند  
چون بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور و جوگی پور علم پر گنہ مذکور در وجہ  
معاش حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله مقرر است  
و مشار الیہ مواضع مذکورہ را قابض متصرف باید کہ مواضعان در بست مسطورہ  
را بدستور سابق در وجہ مد معاش تبصر موی الیہ و اگر اند کہ حاصلات انرا صرف  
معیشت خود نموده بدعا گوئی از دیار و عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند۔  
بتایخ شہر جامدی الاولی ۱۰۷۲ جلوس والا تقرر یافت۔

جانب پشت

مقررہ ضمن مد معاش و صرف مایحتاج سکونت آبادانی و سرے و بلغ و چاہ و خانقاہ و  
حوض حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله موضع کنھر پور  
و جوگی پور من اعمال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودہ

جوگی پور۔ موضع

کنھر پور۔ موضع

بتایخ ۲۵ جامدی الاول ۱۰۷۲ نقل بدفتر حضور۔ بتایخ ۲۹ جامدی الاول ۱۰۷۲ نقل بدفتر۔

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کر کے فرمان میں عظمت آب لفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جن میں بعض ابراہیم وقت ہوئے

بین جنگی تفصیل یہ ہے۔ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے ان کے دو لڑکے شیخ پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے ان کے دو لڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوئے ہیں ایک کاغذ میں غلام محمد علی الدین عرف لالہ میان آپ کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں مگر ان کا نام ان کاغذات میں جو اس خاندان میں باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوئے ہیں نہیں ملتا ممکن ہے کہ یہ پیشتر مفقود انجبر ہوں اور پھر واپس آئے ہوں اس لیے آخر عمر میں ان کا نام کاغذ میں درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر میں شرکت ثابت ہے لالہ میان نہ کوہ کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنا رگدھ میں لا ولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد و ختری تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لا ولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد و ختری تھی کوئی لڑکا نہ تھا جو ان کے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ ان کے ترکہ پر بجائے ان کے لڑکوں کا نام دیکھا جاتا ہے۔ دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انہیں کے لڑکے

شیخ عبد الواحد صاحب تھے اور ان کے فرزند عبد الروف صاحب عبد الغفور صاحب تھے اور شیخ عبد الروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبد الباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوئے ہیں پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن میں دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے ان کے بشرہ سے بھولاہن اونٹنی جتنی ور اشتا پائی جاتی تھی۔ ان کے چار لڑکے ہوئے انہیں منو میان معصوم علی میان جو انرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہیں مقصود علی میان صاحب مرحوم کی اولاد میں بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہیں جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر فہم کہ خانہ انی علم سے خالی ہیں۔

شیخ عبد الغفور صاحب نے لا ولد ہو نیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبد الروف صاحب کے نام ۹۴۰ھ میں تحریر کر دیا تھا۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکار یصاحب تھے وہ بھی لا ولد رہے انھوں نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کر کے متنبہ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہ ہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لا ولد رہے۔

پانچویں صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے ان کے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کا غذات میں لکھے ہوئے ہیں مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہیں جاتا اور کاجلہ انتقال کر جانا اس بات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ انکی ہر دو بہنیں مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئیں اور ان دونوں صاحبزادیوں نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزند ان مسمیان فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اذکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھیں دونوں بھانجوں کو ہبہ کر دیا مگر اپنے بھانجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے حصہ نہیں دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی میں مارے گئے انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ میں کام آئے انکی اولاد میں مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختر می تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروائے اودہ کے یہاں پانچرو پتیہ پاتے تھے انکی اولاد میں ایک بیٹے امیر علیخان اور دو بیٹیاں تھیں ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو منسوب تھیں جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولاد میں پیدا ہوئی تھیں اور دوسری بیٹی عظیم خان بازید خیل کو منسوب تھیں جو لا ولد رہیں۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان تھے جنکی اولاد میں صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہیں۔

چھٹے صاحبزادہ شیخ عبدالستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دولڑکیاں تھیں بڑے بیٹے عبد الرزاق جسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لا ولد رہے اور لڑکر مارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لا ولد رہے۔

شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدہ عبد الرؤف جو شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحب اور حجازہ کو بیابا ہی تھیں مالک ہونین اونکے بعد عبد الرؤف اونکے فرزند اپنے ناما عبد الستار صاحب کی املاک پر قابض ہوئے کیونکہ اونکے مامون عبد الرزاق جو ان لڑائی میں مار گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سبخر خان اور عبد الرؤف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا با آخر میں عبد الرؤف صاحب حقیقت کامیاب ہوئے اور یہ داد ہالی اور نانہالی دونوں طرف سے مہدی صاحب کی اولاد میں تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد میں مفصل بیان ہو چکا ہے ہدایت اللہ صاحب کی اولاد میں ایک صاحب عبد ہادی صاحب بن جنکا نام کاغذات معافی میں درج ہے مگر ولدیت تحریر ہوئی ہے یہ پتہ نہ چلا کہ اب پونین بن یا نواسونین مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذونین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتوں کی نسل میں پسران مقصود علی میا صاحب اولاد نرینیہ بن اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد دختریں ہیں

ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات میں دو شجرہ دستیاب ہوئے ایک تو بندوبست سرکاری یا کسی مقدمہ میں مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ عتلا علیان صاحب نے جملو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہوئی ہے پوری وقفیت اور ایکسو

برس سے زائد عمر اور اس کے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھایا یہ  
لیکن ان ہردو شجروں میں بعض باتوں میں اختلاف ہے اس لیے ہم نے پرانے کاغذات  
سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہیں ان پر پرانے  
کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ بان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہیں چلا  
وہ ان دونوں شجروں سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علی صاحب کا لا ولد فوت ہونا ان  
ہردو شجروں میں سوایہ لکھ گیا ہے کہ مدد صاحب کے صاحبزادہ نہیں ایک صاحبزادہ  
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہیں گذرے بلکہ  
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہیں بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات  
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عمد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات  
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہیں جو باہمی معاملات میں تحریر ہوئی ہیں  
ابھی تقسیم جائداد میں جملہ خاندانی حقداروں کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے  
کبھی کسی جھگڑے میں کوئی صورت حال لکھی گئی ہے جن پر قاضی وقت اور باشندگان  
شاہ آباد کی بیسیوں مہر پر پڑی ہوئی ہیں یہ کاغذات تعداد میں چالیس سے زیادہ  
جملہ دستیاب ہوئے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتونکا سلسلہ  
صحیح کر کے شجرہ لکھا اس لیے کہ اس خاندان میں بڑے صاحب نسبت اور باخدا  
بزرگ گذرے ہیں انکی اولاد میں کوئی صاحب باقی نہ رہا ہیں اور جو اختلاف  
و جھگڑا تھی اسکو بھٹ کر کے صراحتاً صاف کر دیا اور حتمی الامکان کوئی دقیقہ  
فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔

شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوئے ہیں انکا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔  
 دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کی طرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے  
 چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔  
**نقل سند شیخ عبدالستار جیو**

لغت  
 شاہزادہ رفیع  
 ۱۲۷۵ھ  
 دلاور قند

چون موضع بجولا و موضع المیات کر کا علمہ پر گنہ مہر آباد سرکار  
 بدایون دار الخلافہ شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق  
 و معارف آگاہ سابق دروجہ مقرر است بر طبق آن درینولا نیز مواضع ان مذکور  
 بدستور سابق از ابتدا سے اللہ فصلی مطابق سہ ماہی جلوس والابجال دہشتہ  
 کہ صلا آئر فصل فصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعلے دولت بدینو  
 اشتغال مینودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول ۱۰۵۷ھ  
 شیخ عبدالستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو  
 بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی قدرت  
 کا یہ حال تھا کہ نواب فتح مہور خان اکثر آپ سے قرض منگوایا کرتے تھے چنانچہ لکھا  
 سات ہزار روپے جو آپ کے بیان سے منگوئے تھے انکے متعلق ایک سید  
 موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل میں درج کر دی گئی ہے۔

انھوں نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اس میں ملکیت کی تفصیل ہے  
 نصف موضع کور با پر گنہ کانٹ۔ موضع فتح پور ناسہ۔ ہفت مٹی موضع جوگی پور معہ  
 بلغ و حصہ علمہ و بازار سہ شنبہ۔ جوہلی سکونت چوپال معہ چلوک۔



موضع باقر پور نسولی و فیروز پور و بهداسی و آراضی و محله نوآباد واقع قصبه شاه آباد  
و موضع لچمن پور و موضع جٹھا و دو موضع تریا پرگنه ساندھی موضع برہای پرگنه سرہا و ن  
یکنار انوسواشرنی ستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتب اثاثہ بیت  
و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لوندیان - مہر و رضی اللہ عنہما

خادم مشرع

نقل یہ و نہ مہر نو ایکال الدین ز اور واقعیہ نجر غرہ رجب حبیب جلوس و الا انک  
تصدیان مہات حال استقبال پرگنه شاه آباد ایسہ وار بودہ بدانند کہ چون حقیقت  
استحقاق شیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالسار بظہور پیوست  
بنابر آن موازی دو صد بیگہ زمین نجر افتادہ خارج جمع لایق ذراعت بگز آئی در  
وجہ مد و معاش شیخت پناہ مذکور من ابتدا می فصل خربہ ۹۹۷۷ فصلی تصدیق  
فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد  
باید کہ اراضی مذکور از ابتدا می مرقوم از دیہات پرگنه پالی کہ در زمینداری و اجارہ  
اینجا نب اند چمودہ و چاک بستہ بمشار الیہ بدہند کہ مزرع کنایندہ حاصلات  
آنرا افضل فصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعا گوی دوام دولت  
ابد و اطلبت اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المصور  
بعل آرند - (م)

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۱۷۷ھ

رسید بطور فارغی

معمولاً

منکہ شیخ عبدالسار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو  
صد یازدہ روپیہ ذمہ بر خوردار عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنه سرہا و

خیر آباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زادہ فتح معمر خان تسک بالضم نامی مبلغ  
مذکور بہر خود بہ مہر بر خوردار سرکار خان زادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور  
تمام و کمال از نزد بر خوردار عبدالسبحان مسطور حصول یافتہ لہذا این چند کلمہ  
بطریق فارغی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بسبت و ششم

شہر شوال ۱۲۳۲ھ - <sup>العید</sup> عید التتار قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب  
تقدیس اور با اثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دست کھنہ میں آئے ہیں  
ایک سند شاہی عامل کی انکو نام حبیب چبیت مواضعات کی معافی کا  
ذکر درج ہو موجود ہے اوکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جانی ہو۔

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی ناہم شیخ عنایت اللہ صاحب قادری

**حاجی علی خان** متصدیان مہات حال استتعال تعلقات شاہ آباد  
پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودھ بداند موضع کنہ پور و جوگی پور  
معمولہ تعلقات مذکور بوجہ بسبت و شش ویکھ کہ در آبادی و باغات  
شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہای از قدیم  
الایام مقرر است و از کاغذ شہو نما لہذا بدستور تسلیمی می گردد کہ وہی من  
الوجہ بعلت بھنت و حسا و ن کہ از بہری و دہزار روپیہ تعلق بمواضعات  
نہ دار دسترض و مزاحم نشوند و خلاف معمول بلبل نہ آرند زیادہ دین باب  
نماید و انند۔ دو از ہم شہر صفہ منہ جلوس ملاحظہ شد۔

## ایضاً

۱۱۱۱ ہجری  
محمد شاہ بادشاہ غازی  
عباد خان فدوی

متصدیان حال و استقبال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف  
صوبہ اختر نگر او دھ بداند - موضع کنھر پور و جوگی پور عملہ پر گنہ  
مذکور دیکھ زمینداری ڈھیوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در

آبادی و باغات شیخ عنایت السد عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ  
تھلام علی پیرزادہ بموجب استاد پیشین از کاغذ حشونما است از ابتداء عمل  
بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سہ فیصلی ستور سابق معاف نمودہ  
شد باید کہ بوجہی من الوجوہ فراحت نرسانند درین باب قدغن افستہ حسب المسطور  
بجمل آرند بتاریخ ہفتہ ہم شہر رمضان المبارک ۱۱۱۱ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات  
ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی میں جب سماء رکھانے  
پنے شوہر دلچند قوم کا ہستہ کے قتل کرنے کا دعویٰ جو نہت رام وغیرہ پر کیا جو تو  
ان پیرزادگان نے چار ماہ تک ان قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا تو  
اور پھر اس عورت نے جب ان مجرموں کی بریت کرائی ہو تو چھوڑا ہو اس واقعہ کی  
صورت حال پر نواب فتح محمد خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد  
کے دستخط موجود ہیں۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بد مزاج و زمان در اہتمام  
شیخ عنایت السد صاحب پیرزادہ کو پالی میں طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر  
و گوش نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہیں گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت بزداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کر دیا پھر بادشاہی خوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہو کہ پیرزادہ صاحب کی قدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پار چہ جات لوٹ میں گئے تھے چنانچہ اس بارہ میں نواب برہان الملک بھادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان مظفر جنگ کے نام جو ابالکھا ہو جس میں آپ کے بھتیجے محمد صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہو کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مد نظر رہتی ہو لہذا عیسی بیگ خان کو تاکید الکھا جاتا ہو کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو ان پیرزادوں کے ہیں وہ بدستور ان کے تصرف میں رہیں اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران شاہی ان پیرزادوں سے کہیں کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنوں میں سکونت پذیر ہوں غالباً یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہو عمل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہو۔



نقل نوشتہ نواب برہان الملک بھادر بہ نواب محمد خان مظفر جنگ قلمی نوکنہ

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ بحت طراز در مقدمہ محمد علی محمد پیرزادہ با با فرد حقیقت مشارالہما چہرہ وصول فروختہ سرت بخش خاطر گردید از اینجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنہر بان ہمہ وقت منظور باشد

بہاؤ وقت عیسیٰ بیگنان تا کیہ قلمی شد کہ اموال آئنا آنچہ متفرق شدہ باشد پیداکردہ  
بہد روحی و باغات وغیرہ در تصرف آئنا و الذا رند بعد ازین حرف مخالفان  
آئنا را نشنود اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و سکن  
خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد و السلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیوں کے معزز محترم  
تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ کو پیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب  
فتح معمر خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہاں سے منگوائے تھے آپ کا انتقال  
جلد ہو گیا تھا آپ کے ترکے پر آپ کے فرزند ان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا  
ہوا دیکھنے میں آیا ہوا اس جگہ نقل رقعہ نواب صاحب موصوف تحریر کردی گئی ہو

جہان آباد شاہ آباد  
فتح معمر خان

بے - درالحد  
چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نو روپیہ و یک آنہ عالمگیر

برائے خرچ سپاہ بمعرفت امینا تھو دہلی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالرحمان  
بطریق قرض گرفتہ بجمت تصرف خور آور دیم اقراری نہایم کہ مبلغ مذکور راعنہ  
الطلب بمشار الیہ برسانم ہیچ عذر در میان نیارم بنا براین چند کلمہ بطریق تمسک  
و قبض بالوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الاحاست بکار آید تحریر فی التایخ دو اہم  
شہر ذی الحجہ ۱۲۴۰ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی ۱۲۰۹ھ تک کا غڈ بٹوارہ سے ثابت  
ہوتی ہو مگر ان کے فرزند ان میں عبدالواحد وغیرہ تھے آپ کا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہو  
میان واد صاحب بھی نبی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے

معلیٰ



گماشتهای جاگیرداران و کوریان حال استقبال  
پرگنه بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد بداندند - کہ بموجب فرمان عالی شان بندگان  
حضرت خدیو جهان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل ایزد متعال  
نائب مناب دادار بے ہمال منظر اتم پروردگار رحمت اعم افریدگار متقن  
قوانین جهان داری مہمہ ما در کم گسری خلافت پناہ ظل مرقوم مفتہ شعبان  
سلسلہ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ در بست من اعمال پرگنہ و سرکار  
نذکور از خریف یارس نیل برای خرچ فقرا و خانقاہ در وجہ مدد معاش حقایق  
و معارف آگاہ شیخ میان داد و غیرہ دیدہ و دانستہ حسب الفحص مقرر گشتہ  
باید کہ مطابق فرمان دالاشان بہل آوردہ موضع مسطورہ در بست بہمن  
مشار ایہا باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و تبدیل بدان راہ نہ دہند و بوجہ  
من الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نمودہ بدعا  
بقا دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی اشتہ باشد آنرا  
اعتبار نکنند و دنیا بقہ عن آنند بست و ششم شہر ذی الحجہ سلسلہ جلوس قلعی شد -

# جانب پشت

مقرر چشمن در وجه مدد معاش حقایق و معارف آگاه شیخ میان داد  
و غیره بموجب فرمان عالی شان عدد رقم صدر از پرگنه بھولی سرکار چنار  
صوبہ آلہ آباد از خریف پارس نیل -

فردے مزین بصاد خاص موقوف  
بمهر صمصام الدولہ امیر الامرا  
خانہ داران بجا در - منس و جنگ بد فتر  
رسید کہ شیخ میان داد و غیرہ بنیرہ  
قدق العارفین زبدۃ الواسلین  
مستحق و کثیر العیال و وابستگان خرج  
خانقاہ و فقرا و صادر و وار بسیار  
دارد و جویشہ بیا حق مشغول انداز  
فصل و کرم امیدوار است کہ موضع  
مخدوم پور عرف آمد باد غیرہ سلسلہ  
موضع در بست پرگنہ بھولی سرکار چنار  
صوبہ آلہ آباد در وجه مدد معاش این عاقلو  
محرمت شہو بغرض اقدسین سید شرح صدر کرم شد -

بجانب  
الست  
بفقدہ  
ست موضع در بست  
مذکور بست و اما  
کمرہ  
صما  
صما

خرج خانقاہ فقرا سبب  
اما  
خرج خانقاہ فقرا سبب  
اما  
جمری در بست  
خرج خانقاہ و فقرا  
حسبت الامہ  
اما

بنیرگان حضرت شیخ ممدی صاحب قادری یعنی فرزند ان شیخ ہدایت الد صاحب  
بہت کچھ جانا اور فائدہ رکھتے تھے اور شاہ آباد میں بزرگی کیساتھ متمول اور  
خوشحال مشہور تھے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت الد صاحب مرحوم کے صاحبزادوں  
میں جو جالندہ تقسیم ہوئی تھی اسکا قسمت نامہ قاضی فیض الد صاحب کا دستخطی  
موجود ہے جو بیان نقل کیا جاتا ہے اس کا غرض ہے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہے



قسمت

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت الد  
مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و تفصیل پناہ قاضی فیض الد برضامندی  
واقرا جمیع وارثان قسمت شدہ۔

د بات زمین راری

د بات مدد معاش

میں موضع

لئے موضع

مواضعان دراصل فتح پور نالہ دیدہ و دانستہ

۳ حال

رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد۔

میں موضع

۳ حال

ہفتہ



وزین محلہ را برتش حصہ قسمت نمایند از ان جلد بوالدہ شیخ عبدالرحمان و شیخ  
عبدالرحمان بدعند و تتمہ چهار حصہ را بر پنج حصہ قسمت نموده ہر پنج برادران علی السویہ بگیرند

سکرونی علمہ پرگنہ پالی قدما پور جدی اورنگ آباد بکھن پور  
سے مواضع منجملہ پرگنہ پالی موضع

کنہر پور و جوگی پور چک پھانی بغستہ ہفت حصہ سے  
جٹھان علمہ پرگنہ سانڈی اورنگ آباد کور با علمہ پرگنہ کانت بھجولی  
بکھن پور میر پور نالہ موضع

فیروز پور و غیرہ بسوا بکھن پور طاہر پور  
بکھن پور موضع

شیخ عبد الرحمن شیخ عبد الرحمن شیخ عبد الرحمن  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ

شیخ عبد الرحمن شیخ عبد الرحمن شیخ عبد الرحمن  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ

میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ  
میر پور نالہ بسوا جٹھان فیروز پور و غیرہ

سکرونی قدما پور جدی  
سے مواضع

کنہر پور و جوگی پور چک پھانی  
مواضع

<p>حقتہ شیخ عبدالرزول صاحب</p> <p>دہات مدومعاش دہات زمینداری</p> <p>او رنگ آباد علمہ پرگنہ ساندی از موضع طاہر پور</p> <p>موضع علمہ پرگنہ کانت</p> <p>کنہر پور و جوگی پور معہ</p> <p>باغ کلان</p> <p>چک پچانی</p> <p>بغتم حصہ</p> <p>حقتہ شیخ عنایت اللہ</p>	<p>زمینداری</p> <p>شیخ عبدالرحمان غیر بردار</p> <p>یک حصہ</p> <p>مشارالہ عبدالشار</p> <p>یک حصہ</p> <p>عبدالرزول عنایت اللہ</p> <p>یک حصہ و بردار</p> <p>میان داد و محمد ابد</p> <p>دو حصہ</p> <p>بنتہ و قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی جیو</p> <p>حقتہ الدین شیخ عبدالرحمان</p>	<p>دہات مدومعاش</p> <p>والدہ شیخ عبدالرحمان</p> <p>یک حصہ</p>
<p>دہات مدومعاش دہات زمینداری</p> <p>موضع سکرولی از دست کنہر پور و جوگی پور</p> <p>زمین سیصد سی باغ کلان</p> <p>بیکہ بی مہنائی مشترکہ زمین</p> <p>چک الدعب از زمین مشترکہ</p> <p>و آبادانی</p> <p>یکہ مشترکہ زمین</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پچانی</p> <p>بغتم حصہ</p>	<p>دہات مدومعاش دہات زمینداری</p> <p>سکرولی علمہ پرگنہ پانی از موضع بہولی علمہ</p> <p>از دست زمین معہ پرگنہ کانت</p> <p>موضع</p> <p>چکشارالہ زمینداری و آبادی</p> <p>باغ کلان</p> <p>دست زمین مشترکہ</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پچانی</p> <p>بغتم حصہ</p>	<p>دہات مدومعاش</p> <p>سکرولی علمہ پرگنہ پانی</p> <p>از دست زمین معہ</p> <p>مہنائی سیصدی بگیہ زمین</p> <p>چکشارالہ زمینداری و آبادی</p> <p>باغ کلان</p> <p>دست زمین مشترکہ</p> <p>سیوم حصہ</p> <p>چک پچانی</p> <p>بغتم حصہ</p>



شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبد الواحد صاحب  
و عبد الرؤف صاحب یہ حضرات پوتون میں تھے جملہ نیک اطوار اہل سنت  
اور صاحب جائد تھے اکثر انکے نام بجالی جاگیر کے اسناد موجود ہیں کیونکہ وقتاً  
وقتاً احکام وقتے جو شاہانِ ملی کی طرف سے مامور تھے انکی ملوکہ اور مستجنہ  
آرامیوں کی سندیں لکھی ہیں اور اب تک موجود ہیں چنانچہ عیسیٰ بیگ خان نے  
مہنجانب محمد شاہ بادشاہ ۵ رذیع الثانی ۱۰۳۳ھ جلوس مطابق ۱۰۳۳ھ الفصلی  
کو جوگی پور و کنھ پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے  
نام لکھی ہو اور ۹ رذیح ۱۰۳۳ھ جلوس مطابق ۱۰۳۳ھ الفصلی کو چار قطعہ چوک کی  
سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان مہنجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہو  
کُل اسناد کی نقل موجب طوالت سے صرف ثبوت کیلئے ایک سند کی نقل لکھنا  
کافی سمجھا جاتا ہو۔

### نقل سند

مہر صدر خان  
مکرم حسان  
تصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار  
خیر آباد صوبہ خیر آباد و دہ بداند۔ چون موضع جوگی پور و کنھ پور  
و چند قطعہ زمین دیگر آزاد دی باغات از قدیم امام از حضور حضرت  
خدا یگانی و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم  
بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی  
و شیخ عبد الرؤف و شیخ عبد الغفور و بیوہ ہامی شیخ عبد ہادی  
با شیخ جدہ صاحبہ نیز زادگان مقرر است لہذا گائتہ میر و دکن بدین پروانہ

سابق بنام مشار الیہا گذارند و بھی من الوجہ مزاحمت فرمائند و ریناب تا کید  
ایک دانستہ حسب المصطوب عمل آند۔ بہت و نغمہ شہر رجب المرجب ستلہ جلوس  
نوشتہ شد۔

## اختلاف

منفتح التواریخ مصنفہ طاس ولیم صاحب مطبوعہ نشی نول کشور صاحب کے  
دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تا ریخ مذکور میں تحریر یہ ہو کہ حضرت شیخ  
محمد ممدی صاحب تنوچ میں اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل  
مدفون ہیں اور ان کا انتقال ۶ محرم ۱۱۰۰ شمسہ ہجری میں واقع ہوا تا نک مزار پر  
ابھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہوا ان کے روضہ کے اندر ان کے دو فرزند کی قبریں  
موجود ہیں اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہو۔

## عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عهد سلطنت خرد دین پناہ ابو المظفر شیخ الدین  
محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ ممدی  
بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

## قطعہ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ  
شب شنبہ و ہنگام بی مژغہ کہ آن مہم ہدی سپردہ جان بالا  
این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طوز منیع پاک و مرقع عطرناک قطب ربانی سلطانی  
قادری قدس اسرارہ در شمسہ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے ان کتبوں کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی کی جو انھوں نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کر کے بھیجے ہیں۔ اُس میں بجائی ہشتاد و ہشت کے ہشتاد و ہفت لکھا ہوا ہے یعنی یہ مصرعہ یوں ہوس ہزار ہودہ و ہشتاد و ہفت از ہجرت۔ حضرت شیخ مہدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اس میں یہاں اور وہاں ایک ہی سنہ رحلت تحریر ہے۔ تعمیرِ مضامین صرف چند ماہ کا فرق ہو کیونکہ سلسلہ ہجری یہاں کے مزار پر کندہ ہوا اور سلسلہ ہجری قنوج میں نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۱۲۰۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا وہاں کے کتبہ بالتصريح میں موجود ہو تو یہاں بھی سلسلہ کئی مہینے گزرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہو گا اس حساب سے ایک ہی سال کے اندر یہاں اور وہاں رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہے اور رمضان سلسلہ ہجری کو نواب دیر خان نے حضرت مہدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور و کنھو پور کی بحالی کی سند اُن کے فرزندوں کے نام تحریر کی ہو اس سند سے بھی آپ کا انتقال رمضان سے پہلے سلسلہ ہجری میں ثابت ہو۔ اب رہی یہ بات کہ یہاں جو مزار حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کا ہو یہ وہی شیخ مہدی ہیں جو شیخ کبیر صاحب کے بیٹے ہیں یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ ہیں کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہیں کیونکہ بحرِ خدائین لکھا ہوا ہو کہ شیخ مہدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ بُرہان الدین جو اُنکے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل اور خدا رسیدہ تھے اُنکے ایک تربیت یافتہ تاج محمود دیوانہ تھے جو شاہانِ مین اُنکے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر میں مدفون ہیں اسکے علاوہ ایک صورت حال  
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر  
کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ میں داخل  
ہوا انھوں نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندوں سے تصدیق کرا لی  
ہو اور اُس تصدیق کرانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس وقت قنوج میں حضرت شیخ کبیر بالا  
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنے سے لٹ گیا تھا اس مستند صورت حال سے بھی ثابت  
ہو گیا کہ غلام علی صاحب جو ہنرمندی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج  
دونوں جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہاں کی  
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو انکی  
اولاد وہاں کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہاں کے  
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک ہی خاندان دونوں  
جگہ ابھی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اس قطع کی تصدیق و تائید کرا لی ہو اور فقیر  
خانقاہ کھیلے اعانت و امداد جا ہی قائم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے  
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہیں چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار  
رہتاس صوبہ بہار نے ۱۳۳۵ھ فضلی میں ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو  
ان کی اولاد امجاد میں تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب  
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر حضرت مہدی صاحب کے راقم کے خط کے ذریعہ  
سے اس بارہ میں تفتیش کی ہو اور ان کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے  
مٹھو میان شاہ آباد گئے ہیں ان کا مزار شاہ آباد میں موجود ہو کہ مہدی صاحب کا

یہاں موجود ہو اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد میں مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہ آباد اور قنوج دونوں جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اس لیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہاں انتقال ہوگا وہیں دفن کر دیا جاوے اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہاں اور کوئی اولادین مدفون ہو جائیگا۔

بہر کیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہوا اور حق تعالیٰ عالم الغیب و انامی حال ہو کہ یہاں اور وہاں کون سے مہدی مدفون ہیں۔  
صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہے وہ ثبوت کیلئے لکھی گئی ہے۔



ہلکا وقع

بیان لما وقع

سوال می کند و گواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نمبرہ  
از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلکہ  
شاہ آباد و قنوج برانمیغنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ بگی شہر مذکور  
را خانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ بجلاء وطن ساخت و اپنے اسباب اشیاء از نقد و جنس  
جائیکہ یافتہ بغارت بردند از بخلہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب  
و فقرایان و خدا مان کہ از قدیم الام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد  
ہند و مسلمان امر او غربا رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث فیرانی



پریشانی مافقران شدہ و بسبب عدم وجہ معیشت در ماندگی قوت روزمرہ  
 استقامت فقران دارد و صادر ہم موقوف گردید و جز تو کلت علی اللہ و ہی  
 دیگر ندارم تفصیل شیبای مغرورہ لالہ دیگہای کلان بقیہ ببلغ  
 پانصد روپیہ دیگر خرد بقیہ شست روپیہ دیگہاے خرد بقیہ  
 دوسد روپیہ دیگر ظروف قیمتی مامعہ تبرک دستار غلاف تربت زلفتی و  
 ورشمن و سفید قرآن مجید تلاوت خاص دیگر کتب غلہ و دوسون دیگر سامان  
 باقی دیگر اعداد مہربای شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد  
 ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو  
 خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکیم

## مناقشہ

اس خاندان میں ایک بہت بڑا جگہرا ہوا محتاج اس کا ستائیس برس تک  
 مقدمہ لڑتا رہا دوسو گواہ دوران مقدمہ میں مر گئے گیارہ ہفتوں تک تفصیلی  
 حالات درج ہیں مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کر دیا اور اس  
 خیال سے کہ عہد شاہی میں قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنہایت  
 میں معاملات یوں رجوع ہو کرتے تھے لکھنا مناسب سمجھا۔ یہ جگہرا شیخ  
 عبدالروف صاحب اور سبھرخان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی  
 تھی کہ شیخ عبدالنار صاحب نمبرہ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے  
 عبدالرزاق صاحب کے ناخوش ہو کر ان کو عاق کر دیا تھا اور جملہ ملکیت جس میں

ہزار بار وہ یہ نقد اور جاندا د کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بنی بنی کے نام لکھ دی تھی جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہو گیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہو گئے اور ماہیہ طرح طرح کے ظلم شروع کیے وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بگم لڑکی لیکر نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں اور تھائی فیض الدین صاحب کے اجلاس میں نائش کی محمود خان بازید خیل ون ہسکی وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پا کر تمام نقد و جنس جاندا پر قبضہ کیا اور جعلی تمہیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا شیخ منایت اللہ صاحب غمیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمیندار ہی کے ترکہ پر اپنے چچا میمان داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کر کے فحشہ رناسہ میں مار گئے اسکے بعد ان کی مان یعنی بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد انھوں نے جملہ املاک اپنی دختر یعنی والدہ عبدالرؤف صاحب کے نام لکھ دی اور ایک ٹپی موضع کندھر پور و فتح پور و پرانی حویلی ازراہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بگم زوجہ عبدالرزاق مسول کو تاحین حیات گزارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بنی بنی نے اپنے بھتیجے سہرخان کو لکھی تو عبدالرؤف صاحب مانع ہوئے کہ یہ حق میرا ہے تمہیں بجز گذر اوقات کے انتقال حقیقت کا اختیار نہیں ہو مگر سہرخان اس معاملہ کے بعد بفر کو پہلے گئے اور سلطانہ فضلہ میں جس سال جنگ بکسر ہوئی ہو شاہ آباد کو واپس اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیوڑی کے ملازم و مصاحب ہوا اس میں

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے اپنی جدہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری میں پیش کیا اور اسکے عبدالروف صاحب جواب دہ ہوئے اسی سلسلہ میں دولت بی بی نے حصہ فچپور نالہ سید احمد صاحب گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہیں بلکہ جائیداد پر رہنوز اس جائیداد کا قصیدہ پیش ہے اس زمانہ میں مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد کے عامل ہو کر آئے خازن زادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوئے اور عبدالروف صاحب کو دبا ناچا یا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا کہ عبدالروف صاحب حویلی و پٹی و باغ سے دست بردار ہو جائیں ورنہ جانے مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا قاضی فیض آباد خان نے بطور فمائش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک ملی اودہ بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگے ہیں شہر حاکم سے خالی ہو باہمی طور پر صلح کر لو بعد ازاں سنجر خان کی پھوپھی مرگئیں اور انھوں نے اُس پٹی کو جو ثلث موضع تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچ ڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اس فساد کی وجہ سے نہ خریدی اس مدت میں خازن زادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اس وقت میں شیخ عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان زمیں بڑی ٹٹکی کے پاس آکر پناہ گزین ہوئے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا انھوں نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہیں ہو تو خازن زادہ

مجھ سے بریت نامہ کو جوہ سے لکھاتے ہیں سنجر خان کے والد محمد خان بن و لتخان  
 کہ تعلق اُس سے کچھ نہیں ہو میرا موروثی مادری ترکہ جو بلکہ چھٹا حصہ سماء مریم  
 بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھیں اور سماء  
 حمیدہ بیگم کی والدہ تھیں وہ ۱۱۷۱ھ از روے وراثت مادری مجھے سنجر خان سے  
 ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ منکر فرمایا کہ تمہارا قول اور حق میں تسلیم کرتا  
 ہوں مگر جو تیرا حم آتا ہو کہ تمہارے مخالف آمادہ قتل ہیں اگر تو اپنے حق سے  
 درگزر کرے اور بریت نامہ لکھ دے تو مناسب ہے مگر عبدالرؤف صاحب نے  
 باز دعویٰ نہ لکھا اور کہا کہ یہاں دباؤ خان زادہ کا ہو مقدمہ شاہجہان پور میں  
 پیش ہوتا چاہیے چنانچہ مقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس میں مقدمہ  
 پیش ہوا وہاں قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے  
 خوب بحث ہوئی وہاں بھی عبدالرؤف صاحب کو غلبہ رہا بعدہ قاضی محمود  
 خان صاحب شاہ آباد بھی بلائے گئے ۱۱۹۰ھ ہجری کو سنجر خان نے  
 عبدالرؤف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت رانی چکلیدار  
 کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر  
 درگاہی صاحب تھے انھوں نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد راہ جمعہ دار  
 کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیرو مع اپنے فرزند  
 شجاع علیخان اور پیرخان ابن سعد اللہ خان و خان زادہ ہدایت خان  
 باقر زئی اور عبدالرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ دفع شر کو آئے اور فریقین  
 کو ہمایش کر کے بسنت رانی چکلیدار کے پاس بھیجا انھوں نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوہدرار کے روانہ کیا وہاں بھی حق عبدالرؤف کا قایم رہا مگر قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مراد صاحب کی خدمت میں فریقین کو بھیجنا چاہا مگر سبخرخان نے منظور نہیں کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد فیض الدین صاحب کو لکھا انھوں نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب کیے گئے اُس درمیان میں نواب شجاع الدولہ پورب کے ملک سے واپس آ گئے اور سو بہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہیں رہا اسے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجہ جینی بہادر یہاں کے نائب قرار پائے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیت پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی جہوار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب نے کہا کہ چند روز گزرے ہیں کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بھادر کا اس بارہ میں صادر ہو ہے صلح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار ہوں اور شیخ عبدالرؤف کو اُنکے گھر میں آباد کرانیں یہ سبخرخان زادہ نے اپنی جانب سے لالہ شتاباے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب اعزاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبدالرؤف صاحب کو اُنکے گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسبِ عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوئے اور اس صورت میں یہ مقدمہ ختم ہوا اُنکے دوسرے بھائی عبدالغفور تھے لیکن چھوٹے بھائی عبدالغفار صغیر سن مر گئے تھے ان فارسی کاغذات پر علماء دین شہر کی بیسیوں مہرین پڑی ہیں اور شریک مقیم علی بن جن کے نام اس فرض سے کہ یہاں کون کون معزز اور روادار اشخاص گزرے ہیں لیکن ضروری سمجھا جاتا ہے ۔

قاضی ضیاء الدخان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب  
 شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد عزاخان -  
 محمد بازخان خلیل بہادر علیخان سعد الدخان خواجہ حفیظ صاحب دیوان -  
 شتاب رائے مولوی ولی الدین صاحب محمد روشن صاحب متصدی  
 سمندر خان مہمند محمد روشن خان کاکڑ عبدالرحمان خان شردانی محمد آصف  
 خان تلج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب  
 شیخ محمد سعادت صاحب ملا الاداد صاحب خیر اندیش خان تیغ خیل  
 روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفیٰ صاحب عرف میان چندن یوسف  
 خان سلیمانی عبدالسرخان سلیمانی فیض الدین صاحب بنی سید اسماعیل صاحب  
 شیر خان خلیل اغون صاحب فیض الدخان خلیل متی زری مظفر علی خان  
 باقر زئی ناصر علیخان خانزادہ اجیری خان باقر زئی شیخ قیام الدین و کریم الدین  
 دشمن الدین پیرزادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان  
 ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ  
 یسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان بلند  
 نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبدالنار صاحب  
 پیرزادگان شاہجہان پور -

## شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد و اہل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہو کر ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد  
 میں ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو  
 ۱۰ جمادی الاول ۱۰۰۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے نواب بہادر خان چنار گڑھ  
 سے کمال احترام لائے اور اپنے شہر شاہ جہان پور میں بسایا اپنی صاحبزادی سقا  
 خدیجہ بیگم کو آپ کے عقد میں دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ لکڑہ کے  
 غنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے نطن سے محمد افضل صاحب  
 اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئیں۔ اسکے بعد محمد افضل صاحب اور انکی والدہ  
 خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے  
 شیخ امام الدین عرف شیخ غنایت الد صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی  
 اولاد میں تھے منعقد کیا ان سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیر زادگان شاہ جہان  
 پیدا ہوئے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان ان کو منتقل ہو گیا۔

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین  
 اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوئے ۱۰۰۰ھ ہجری میں (۱۳۱۳ برس  
 کی عمر میں) محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڑھ میں جہان انکے والد ماجد کا  
 مزار ہو مدفون ہوئے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہو

دلا واصل حق شیخ واصل نمود	خدا کرد اور حقیقت پناہ
منظر پے سال چون فکر شد	نداد او ہا بقہ شریعت پناہ

شیخ قیام الدین صاحب کو انکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے  
 نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد میں لائے اور محلہ اللہ پور میں

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے عنایت کی اسناد اراضیات اب تک آپ کے نام کی موجود ہیں جن کی نقل فرماتین درج کر دی گئی ہو آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں شیخ نظام الدین شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نیتھو صاحبان۔ آپ کی حیات کا زمانہ مسلمانہ ہجری کا غذائے ثبات ہوتا ہو۔ پیر زادگان اللہ پور آپ کی اولاد میں ہیں و حقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زلی مین مگر آبائی فقر کے سبب پیر زادگی کے خطاب سے مخاطب ہیں۔

شیخ قیام الدین جیو



متصدیان مہمات پر گنہ شاہ آباد و بنائیت امیدوار بودہ بدانند چون بخاری پنجاہ بیگہ زمین مزرع بکذا الہی از جملہ آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف حد باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نمودہ بلغ محمود خان در میان واقع است بمقتای معارف آگاہ نتیجتہ الکرام بہبت بلغ مرعست نمودہ شد باید کہ آراضی مذکور ہمودہ و حد حد و نمودہ در قبض تصرف مشار الیہ و اگر از اند کہ در آن باغ احداث کنند باید کہ درینا قبل عن مبلغ دانستہ حسب السطوح عمل آرد۔ تحریر فی التیان ہفتہ ہم شہر ذیقعدہ ۱۲۹۶



# جانب پشت

شرح مقررہ پرواگئی دستخط شحت پناہ منشی رحمت اللہ خان  
حاصل نموده آنحضرات و معارف آگاہ شیخ قیام الدین جویان کہ موازی پنجاه  
بیکہ زمین پونہ فروغہ بکراکشی آراضی کہ از یک طرف حد تالاب و یک طرف بلغ سترخان  
و یک طرف حد بلغ احداث نموده بلغ مودخان این پختہ احداث نمودن بلغ بحقایق معارف  
آگاہ مذکور مرحمت نمود شد باید کہ پروانہ بنام متصدیان برگزینہ شاہ آباد نوشته دہست  
کہ زمین مذکور را بشرح صدر پیمودہ و حد حدود بستہ دہند۔

بتاریخ ۱۰۹۶ھ  
نقل بدفتر دیوان رسید  
بجانب موازی پنجاه

شیخ قیام الدین جوی



شجاعت و سنگاہ عبد الرسول خان را اعزا

آنکہ چون موازی پنجاه بیکہ زمین فروغہ بموجب سند بکراکشی معارف آگاہ  
فتح قیام الدین جوی پختہ بلغ مرحمت نموده شد باید کہ آراضی سلطوری مطابق سند مذکور  
پیمودہ و حدود نمودہ و در تصرف عمومی الیہ و اگر از مذہبت فروغہ و بیج و بہر مزاحمت  
چنانچہ دیدہ و دانستہ آراضی فروغہ مرحمت شدہ را ایسانا و بنی صورت خلافت  
خواہد و در زید و حقایق آگاہ بحضور خواهند نوشتہ و سدر انواع کتاب خواہد و ایسانا

درین باب تأکید تمام دانسته حسب المصور به عمل آرند - تحریر فی التایخ هفتم  
ذی قعدة ۱۰۹۶ - هجری -

دیگر



شیخ قیام الدین بیو

متصدیان مهمات حال و استقبال برگشته شاهان  
بغایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بگیه اراضی بگز آلی مطابق ضمن  
در وجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل طریف ۱۰۹۱ فصلی مرحمت نموده شد  
باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمله پنجاه بگیه فروعه و پنجاه بگیه بنجر افتاده خارج  
جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل تفصیل  
سال بسال متصرف شده باشند - درین باب قدغن مبلغ دانسته حسب المصور بعمل  
آرند - تحریر فی التایخ چهارم جمادی الاول ۱۰۹۹ - هجری -

جانب پشت

چون در وجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب بیو از انجا که حسب الامر  
تفصیل ذیل بر محال برگشته شاه آباد ما بگیه بگز آلی -  
در موضع خانپور عمده برگشته نموده بدیند زمین فروعه  
و حیات بگیه ین بنجر افتاده خارج جمع

## حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب لالی شاہ آبادی رحمہ اللہ

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین  
 قدس سرہ کی اولاد اجمادین ہیں چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم  
 غوث بنی آدم تک پہنچتا ہے۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الہی تھے  
 طاہری علم و فضل میں بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت میں ادیب تھے۔  
 سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا ابوالو اسحاق ابراہیم  
 صاحب شہر حاتمہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم  
 کے سفر کے شعلق انکے والد شہاب الدین احمد بن سید عقیف الدین صاحب نے  
 اپنی روشن ضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند  
 ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب تشریف  
 لائے جب آپ نے ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا ہو تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ  
 کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت  
 قدرو منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب  
 مہانداری کی۔ غرض کہ شاہی دربار میں آپ نہایت سر بلند ہوئے بشہزادہ محمد شجاع  
 آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اس طرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم  
 اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب ممدوح سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں ایسے خاص  
 و عام کو آپ کے بید عقیدت پیاہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہو گئے۔ دس برس تک  
 سید ابراہیم صاحب ہندوستان میں تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد مولانا حبیب الرحمن

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حمہ میں مسئلہ ہجری میں ایک محل محلہ کے وسط میں تعمیر کرایا اور مسئلہ ہجری میں سیدہ فخری نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر باک الاعوج حاکم حمہ کی بیٹی تھیں اس عقد کی تاریخ امام بخش جلی، مصنف کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب میں لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہو۔

اینة بالهرس الذی قادیخه ذفت الیک نفایس کافلحم

اسکے بعد غرہ رجب مسئلہ ہجری میں بعض امور ات ومہات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ تشریف لیگے اور ان کاموں کے ختم ہونے کے بعد پھر اپنے وطن حمہ کو تشریف واپس لائے اور مسئلہ ہجری تک وہیں آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان میں زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لائے ہیں تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہو چکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اُسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسلئے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگے بالآخر مسئلہ ہجری کو سید صاحب صوف

قال صاحب تحفة الابرار السید شریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید

الشریف الشیخ عقیقہ لدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشیخ الشریف

شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشریف الشیخ

شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ غلام الدین علی البکیر علیانی الحکوی الدائم المولود

توجہ بعد وفات والدہ الی الهند (و اخبار ابوہ عن ذلک قبل بابہ) مفصل القول انہ من الہما واجتمع علیہما شہما فی بلدہ و

نے اُسی شہر میں انتقال فرمایا اور آپ اور نگ آباد دکن کے محلہ کیم مشہور و ارشفا  
 میں مدفون ہوئے شجرہ خاندانی میں جو آپ کے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد  
 صاحب نے لکھایا ہے اور وہ شاہ آباد میں موجود ہے سو سال رحلت سنہ ہجری تحریر  
 ہے۔ اور یہ عبارت عربی کے السید ابراہیم توفی باورنگ آباد سنہ سبع وثمانین الفجر  
 مرقوم ہے اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن میں اختلاف کیا ہے اور  
 بجائے سنہ ہجری کے سنہ ہجری اور بجای اور نگ آباد کے شاہجہان پور  
 مدفن قرار دیا ہے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعد مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی  
 اور خبر ان تک نہیں پہنچی اُس زمانہ میں ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ  
 تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے مدت کے بعد کوئی شخص کہیں سے اگر گیا  
 اور کچھ اُس نے بیان کیا اور اُس میں کچھ غلطی ہو گئی تو پھر اسکی تصحیح نہیں ہو سکتی تھی اہل حاحہ  
 نے جو یہ لکھا ہے کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ میں جو انھوں نے شاہجہان پور میں  
 بنایا تھا مدفون ہوئے اس میں بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور میں آپ کے بھائی ابوالحسن

مؤلف المذکرۃ النبی بانزلت اللہ ہوا ہما و ہرمت الیہ جمیع الملک البلاد اعتقد وہ غایۃ الاعتقاد علی الخدوس  
 این مکہ محمد شجاع فائز کان مصر علی ما یدکر کہ المصنوع مع المطاع (و نظرت علی یہ الکرامات و ساز ذکر ہانی البلاد) و جرت  
 لہ معہ امور و استقامات اطردہ الیہ برکت سلطۃ الظاہر و اقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماہ و کان دخولہ الیہا  
 سنہ ہجری و جد بنا قصہ و دخل دارہم و کان تمامہ بقیہ حاشیہ صلا و سلا سنہ ہجری و ترویج (الہنت نغری)  
 بنت عمر باک لا عوجی حاکم حماہ فی السنہ المذكورہ و علی لہ ساری نفاظ الامام البغشی صاحب شمس المفاخر جانا انتاریہ  
 ہنیت ما بالعرس الذی تادخہ ذفت الیک نفایس الافراح و فی غیرہ سنہ ہجری توہب الی القسط فینہ  
 و فی بعض امور و ہما ت و اجد قضاہ عادی و طہنہ حماہ و استقام بہا الی ہر سنہ ہجری ثم انہ مافرہ ثانیہ  
 الی البند و استقام بہا اثنا عشر سنہ و کان اہل بجا مدفون قدس اندر و حرنے تکیہ کان بنا ہا ہنا فی خضرۃ الاول  
 توفی فی بلدہ شاہجہان پور سنہ ہجری و بہا دفن ۱۲۰۱۲

سید علی صاحب دُفن ہوئے جن کا مزار شہور ہو۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دھلی یا اوٹنگ آباد میں کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تھانے خانہ دان میں وہ چلی آئی ہو۔ ہنسنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہیں وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہو یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضیٰ صاحب نقیب الاشراف کے پاس حواہ میں موجود ہو اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سعید الدین صاحب براد نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہو جس کی نقل اقم نے حاشیہ پر درج کر دی ہو۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلائد الجواہر میں بھی یہ کتاب عربی زبان میں ہوا و مصر میں چھپی ہو راقم کی نظر سے گزر چکی ہو یہ آپ ہی کے عہد میں تصنیف ہوئی آپ کے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہو۔ اسکے بعد یہ لکھا ہو کہ سید ابراہیم صاحب بتبول تشریف لے گئے ہیں خدا سے اُمید ہو کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائیں کتاب مذکور میں ہدیۃ تحریر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سید صاحب بتبول ہی میں تھے کہ مصنف کا انتقال ہو گیا اور آپ کے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہیں پہنچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہو کہ سید ابراہیم صاحب اور ان کے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں ہیں بجائے بغداد کے حواہ میں کیسے سکونت پذیر ہوئے اور بغداد و مصر سے کیوں چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماء میں مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل کی ہو اور اسکے متعلق جو ان حضرات نے عربی میں حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اردو میں خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اولاً بغداد شریف سے حماء تشریف لائے ہیں وہ سید سیف الدین صاحب ہیں اور ان کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ میں سید سیف الدین صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس ہنگامہ میں انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے منسلک ہجری میں حماء کو پہلے آئے اور حاکم حماء کے یہاں مہمان ہوئے آپ کا ارادہ مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الہی میں کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور وہ اس زمانہ میں بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دُم ڈالنے کی استدعا کی آپ نے اُس کے حق میں دعا کی اور کچھ پڑھ کر اُس پر بھونکا آپ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھ کر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اسکے بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے بچانے دیا اور اپنے شہر کی بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ حماء میں تم مقیم رہو پس حسب الارشاد اپنے حماء میں قیام فرمایا حاکم شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت میں دیا اور حضرت کی واسطے ایک زناویہ نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرا دیا اور اس میں آپ رہتے تھے ۳۵۷ھ ہجری میں سید سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زناویہ قادر یہ میں مدفون ہوئے۔ اب قریب پانسواشتواص کے آپ کی اولاد امجاد شہامہ میں آباد ہیں (حماء) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کے ذائق سے طلب کو جاتی ہو اُس کے اُٹنا سے راہ مین یہ شہر واقع ہو ذائق سے حماہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حماہ بغداد شریف سے بہت دور ہے بغداد ملک عراق مین ہو اور حماہ شام مین ہو۔ اس مین سادات گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک جگہ مین یہ لوگ حماہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور مین۔ آجکل اس خاندان مین جو سجادہ نشین مین وہ سید صالح مین وہاں سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے مین سید صالح صاحب کے والد سید مرتضیٰ صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور سید سیف الدین صاحب دو بہانی سجادہ نشین حال کے مین سادات حماہ کو اپنی عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین اخل نہیں ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہو ایک سید جو سلطان عبدالحمید خان کے مقرب تھے اُن کو سادات حماہ ہونے کا خیال تھا اُنھوں نے اپنا نسب نامہ سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب ان حضرات نے اپنے یہاں کی کتابیں دیکھیں تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوئے سادات حماہ کو اپنی جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اس ہی اُٹنا مین استنبول مین اختلاف ہوا اور سلطنت متغیر ہو گئی اور سادات حماہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا یہ حضرات صاحب جاہ و منزلت مین علم و بزرگی درس و تدریس کے ساتھ دولتمندی بھی ہو غرض شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حماہ مین اب بھی علما و مرہاد موجود مین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حساسہ مین اگر



سکونت پذیر ہوئے ہیں ان میں بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہیں منجملہ اُنکے ہم  
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید  
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی  
کے آبا و اجداد میں گذرے ہیں اُنکے کچھ منقصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے  
ہیں اُس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ سماہ میں سادات کی جوشاخ آئی ہو  
اُس میں ایسے عظمت آب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہیں امام غنشی حلبی  
نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ  
سنہ ۷۰۰ ہجری میں تصنیف کی ہو اُس میں تحریر کیا ہے کہ سید علاء الدین صاحب نہایت  
جو اندر و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص و عام اور حکام  
میں بھیلی تھی سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں آپ نے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات  
میں آپ نہایت سختی کرتے تھے لہذا لوہے کے امور اتار دیتے تھے اکثر قمار خانے اور  
بھٹی خانے آپ سے توڑ ڈالے اور نئی نانہ بادیہ فرنگ کا بونہان بہت آراستہ  
تھا اور اُس کے پیچھے خزانہ تھا اپنے مسمار کر دیا۔ اور یہ پُرانی خرافات چیرن آپ کی ذات  
بابرکات سے موعود ہو گئیں اسیلئے جمویوں نے آپ کی مخالفت پر کمر چسپاں بندھی  
اور اپنے اُس کفرستان میں رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جس وقت  
کہ جمویوں نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواتی نام جو مشائخ حماۃ سے تھا  
دوڑا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر  
تھمکے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور اہل شہر آپ پر زندہ کرتے ہوئے چلے آتے ہیں آپ نے  
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پر وہ اٹھا کر دیکھ اُسے دروازہ جو پر وہ اٹھایا تو ایک

شیر بزرگلا اور موٹھ کھول کر اُسے حملہ کرنا چاہا بار واتی گجہ اگر جھاگا اور حمویوں کی جماعت  
 کے پاس جو یہ موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اس حال کی خبر  
 پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنا کر بھاگے سید صاحب مدوح کے پُر دس مین کر دی لوگ بو  
 مستحلہ مذہب کے تھے آئے اور اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفین پر چڑھائی  
 کو تیار ہیں آپ نے آیت کریمہ **فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** پڑھی اور فرمایا کہ مجھے  
 خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد درکار نہیں۔ اس عرصہ میں جملہ مخالفین جامع نوہی  
 کے قریب جمع ہوئے آپ تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہو کر اعلانیہ  
 دین اسلام کی تعریف بیان کی اسکے بعد آپ وہاں سے چلے گئے مگر کسی کو آپ کے پاس  
 آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُردین وغیرہ کے روانہ ہوئے  
 جب آپ محصہ پہونچے تو وہاں کے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے  
 حاضر ہوئے اور دوکانین بند ہو گئیں اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے  
 مگر آپ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ جب تک ہوتے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہوئے وہاں  
 ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُسے اپنے ہم وطنوں کی اطلاع اور دیکھا  
 سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل  
 مدرسہ کے حجرہ میں آرام فرما ہوئے جب آدھی رات گزرنی اُس محافظ حموی نے خواب  
 دیکھا کہ رسول اللہ صلم حرم شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد صحابہ رضوان اللہ  
 علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہیں  
 یہ دیکھ کر محافظ حموی اُٹھا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلئے حاضر ہوا مگر آنحضرت  
 نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا وہ ہر چار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہیں فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علیؑ) ابن عبد بقلاد کے ساتھ کج ادائیگی کی اس وجہ سے میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں جب تک کہ وہ راضی نہ ہونگے میں راضی نہ ہوں گایہ خواب دیکھ کر وہ جموی بیدار ہوا اور بڑا خوف اُسپر غالب ہوا رات ہی میں وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدموں پر گر پڑا اپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جدا مجد رسول مصلعم کے نہیں آیا اُس نے معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہو گیا اور قریب الموت تھا پس آپ نے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہاں سے مصر کو روانہ ہوئے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رفاعہ کو جو مصر میں شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگوں کے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہنچے تو حسب اطلاع ابن رفاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علماء، فقہاء، قاضی و حکام و اہل لشکر جن میں سولہ سوسادات عظام اور قریب اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رفاعہ اُنکی رکاب تھا کمبیدل ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہو گئے جس وقت سید علا الدین صاحب سلطان مصر کے حکامات کے قریب گذرے اُس نے یہ مجمع اور جشن چشم خود دیکھا جب قلعہ کی بنی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہو گیا اور چنہ قدم بڑھ کر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رفاعہ دونوں کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رفاعہ کی طرف توجہ ہوا اور کہا کہ ای شیخ بیٹھ جا ابن رفاعہ نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ دو سلطان ایک سلطان دُینا اور دوسرا سلطان آخرت ہوا اُنکے سامنے بن میرا شخص بیٹھوں بالکل دیکے خلافت جو ابن رفاعہ نے جمویوں کی



کے کھنے کا جو پھر کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماہ میں آئے یا نہیں اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند میں ہوئی یا نہیں کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال میں اُس طرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہیں آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اس وقت تک حماہ میں موجود ہو۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہو کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اور ننگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح میں دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان میں مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام میں مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگوں کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ میں کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کیلئے اپنے اعزہ کو لکھا ہو اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسب کا تصدیق کر کے ہندوستان میں آپ کے پاس بھیجا ہے جس میں آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہوا قلم نے وہ شجرہ شاہجہانپور میں دیکھا ہے نہایت خوشخط و مطابقت مذہب و نبی زبان میں ہر جہہ میں سادات عظام کی بڑی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ تعالیٰ ان یاتی بہم اجمعین و نہ وکرمہ و من بعد ذلک التالیف ختم نعمت علی شریعہ محمد بن احمد امامت و زیدی  
ابن صالح السید صاحب بن السید ابراہیم اہلبانی الذکور اولاد انی الحفہ حیث امامتنا با بخر من کک الاطراف و امام السید  
بن علی بن ابراہیم بن حسین اہلبانی الذکور الذی من معہ بن ابیہ لمند و اولادہ و نذیرہ موجودین فی حماہ ۱۲

بعد انتقال نواب لیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ میں اُن سے کوئی بادشاہی مهم انجام کو پہنچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو انھوں نے اُسکے صلہ میں سید صاحب اور قدم مبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطر داری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب ۹۶ھ بمصر ہجری میں سید صاحب کو ہزار فخر و ناز شاہ آباد لائے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد میں دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح میں دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضع میں سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چلوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندیں راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہیں سید صاحب کے نام نامی

لے نقل سند سمانی بنجانہ نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب۔

مہر  
نہال غفری  
نشان از شاہ عالمگیر  
خود کمال الدین خان

مصدقیان مہات حال استقبال پر شاہ آباد  
محال گاہ بنیاد امیدوار بودہ بداندہ چون مولوی

لیکھن پور بیگز زمین بیگز آسمی در سواد موضع ہری علیہ پرگنہ مذکور از ابتدای ضلع لکھن پور نو دوش در و جند راتہ ہوا  
العارفین زبدۃ الوہلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن مرحمت شد یا بکرارہی مرقوم را بعد و مفصل فیل تبصرہ میر غزالہ  
و اگر از مذہب وہابی من الوجہ و منہ و مزاجم نشوند در نیاب تاکید تمام دانست حسب المستطاع اہل آئندہ تحریر فی التایخ

یازدہم بیج الاول ۱۰۹۶ھ



میں اکثر اشعار کہے ہیں ان میں سے ایک قصید کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں

من عزمهم ولفهمهم من يقنصر  
کونش غمهم جو ان کے زاریں والا اور ان کے غم سے ایذا فرماتا ہو  
بنجاره فوق السهى والمشتري  
جنکی اصل سہی اور مشتري سے بلند مرتبہ ہو

وغياصهم في كل همهم  
اور ہر پیش آنے والے غم میں ان کے درد کا درد ان ہر  
عند الآله لمن به يستظهر  
ان کے شکلات کو نہ کرنا کہ ان میں سے توبہ کی بات ہو اور نہ ان کے  
ورئيسهم ساعی الکمال الانحدر  
اور ان کا رئیس بنے اعلیٰ کمال والا

قد صفت خطبة نسبة في سادة  
سادات کے نسب کی بیٹھنے تعریف کی  
ادب الابد القادر جیلانی  
میں نے تعریف کی اولاد عبد الفتاح جیلانی کی  
غوث الانام وقطبهم وامامهم  
دو عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس اور طبیب الام ہے  
محلی المخطوب بقدره وبجلاله  
جو غمخوار ان سے حل شکلات کو پاتا ہے  
بإشارة من تاجر مفرق عزهم  
اور غمخوار ان شخص کی خواہش کی جو مخلوق کی فرقہ کو  
اور غمخوار ان شخص کی خواہش کی جو مخلوق کی فرقہ کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۵ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ تھا اور ان کے بچے احمد کا  
ابن عبد الرحمن ہو مکی مذہب اور شاذلی شریعتی ملک مغرب کا تھے ایسے غوثی اپنے نام سے سادہ تھے  
عبد اللہ صاحب چچان صالح اور قابل تھے ۲۰ برس کی عمر میں انھوں نے سید صاحب کے حالات کہے ہیں صاحبیت تھے  
کو شہر قاہرہ ملک مصر میں ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر دی مکی شاذلی مغربی سے توفیق قادریہ چھایا تھا  
اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھیں علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی ان کے علاوہ دیگر چند شاذلی بھی  
ان کو خطرات و اجازت ہوئی تھی چنانچہ علامہ جہری میں شیخ ابو العز محمد بن احمد بن عبی مصری شامی نے بھی انکو خیریت  
پنچایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمان مغربی مکی مقیم کر کے خلیفہ تھے اور علامہ جہری میں مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف  
کے غم مٹانے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ ابن سالم مصری شافعی کی سے  
حاصل ہوئی اور علامہ جہری میں طریقہ قادریہ اور مولانا حضرت پیران پیر کی اجازت ان کے شیخ محمد بن عبد اللہ فارسی  
سے قاہرہ میں حاصل ہوئی تھی غرض کہ صاحب سلسلہ اہل ارشاد تھے - ۱۲ + ۱۲



السید ابن السید المحسین الشریف المسمی والعنصر

سردار ابن سردار سینی شریف تام اور اہل والا

ہوا حمد حمدت مناقبہ الی

یا احمد جو میں نے اُس کے اون مناقب کی تعریف کی

الطیب الاخلاق والاعراق

مدہ اخلاق اور افعال والا ہے

وتیمت الدھر الی ما مثلها

اور جبہ ہما سوتی میں نے ان کے جن کا کوئی مثل نہیں ہے

من وراہ حاتم فی عصرہ

کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ میں دیکھتا

یقضی له بالجو دفسر واخذی

حکم کرتا کہ وہ سخاوت کا بیشہ کا شیر ہوا و سباع کو شہو

او صافعت کفہ قضی من حاتم

یا کفہ نہیں کہ کس شخص کو اپنی ذات کی جان بٹلا دے کہ

اولورای السفاح عزہ وجمہ

اور اگر سفاح اس کے روشن چہرہ کو دیکھتا

او قیل من خیر الخلائق کلہا

یا پوچھا جاوے کہ خیر خلق کون ہو

منہا طلاقہ وجمہ المستبشر

جن سے چہرے کی ترو تازگی اور روشنی ہے

الافعال شہ من سلالة حیدر

نهایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

ونتیجۃ الکون البھی الانور

اور خلاصہ ہے زمانہ ترو تازہ روشن کا

وندی یدیہ الھاطل المتفجر

اور اُس کے ہاتھوں کی مسلسل سخاوت کی باتیں کو دیکھتا

معروفہ لکسی لباس نسا کر

لباس گمنامی کا پہن لیتا

لتفجرت بمواہب کالکوشر

بخششیں بیش کوشر کے اُس سے جاری ہیں

لاقرانہ تبع فی حمیر

البتہ اقرا کر تا کہ خوبصورتی میں عمیر کا تابع ہو

فالی شہاب الدین یومی المخیر

تو بزم شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

وسعادة المشطر ومسطر

ہر عسایہ اور مقرر کرنے والی کی سعادت ہیں  
ارجو شفاعتہ حلہم فی المحشر  
میں اُن کے جد کی شفاعت کی روز محشر میں دیکھا ہوں

ما ذا عسى اثني وعد صفاته

جست اُن کے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہو

اهل الكساء وخير آل محمد

بلند مرتبہ والے اور بہترین آل محمد ہیں

صلى الله ما حبت صبا

جب تک کہ ہوا پستی ہے ان پر درود نازل ہو۔

مومن و مومن نے یہ صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشا پروری

کی تعریف بھی لکھی ہو اور عربی عبارت میں رقمطراز ہو کہ وفا خواہ الہند بالعلاء و علائک

یعنی زریا ہو کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن بانی آپ کو دیکھتا

تو بجائے مغال ولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپ کے اوصاف میں لکھے

مین

ويا من به الدنيا تروق وتبسم

اور اے وہ شخص جس کے سبب دنیا تروق و تازہ ہوا ہے

ومن جوده كالغيث بل هو اكرم

اور اے وہ شخص جس کی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے

وكالشمس نور بشره المتوسم

اور اُس کا روشن چہرہ نور میں آفتاب کا مقابلہ کرتا ہو

فانت على اهل المسباق مقدم

تو ہر سبق کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

فيا واحد الارضان جودا ومنصبا

اے وہ شخص جو باقی دنیا اپنی سخاوت و نسیب کے پستار و گزیر

ومن وجهه كالبدار لشرق نوراه

اور اے وہ شخص جس کے چہرے کی روشنی شمس کی چمکتی ہو

ومن ذكره كالمسك فصخامه

اور اے وہ شخص جس کا ذکر مثل مشک کے مسکتا ہے

لقد حزت خصل سبق غير منازعه

گھوڑ دوڑ کے میدان میں کوئی میرا مقابل نہیں

حویت من العلیاء کل کریمۃ  
 تونے بڑی فعلت کو گمیر لیا ہے  
 اذا فاضل العباد یومئذ ما  
 جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسب پر فخر کریں  
 مناقب مثل اداد الرمال  
 آپ کے مناقب مثل زہ بائے ریت کے ہیں  
 وتعب الالسن دراسها  
 اور زبانیں آپ کی تعریف سے عاجز  
 وهو المتقدم فی البلاغہ  
 اور وہ مقدم ہیں پنج بلاغت کے  
 والمتاخر الزم وقداقی بما  
 اگر زبانی وہ متاخر ہیں  
 لوکان فی عصر لبید  
 اگر وہ لبید کے زمانہ میں ہوتے

به الروض یندی والزی تبسم  
 جس سے باغ تر و تازہ اور دنیا و دُشمن ہو  
 مجدک فی حال الفخار یسلم  
 تو تیرا سب و نسب فزکا ذریعہ ہو  
 تکد انما مل حسابها  
 جس کے شمارے اُنھیلان عاجز ہیں  
 وتفنی قراطیس کتابها  
 اور کاغذ آپ کی تعریف کھنڈے والوں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا  
 وقد ادبی علی سبحان وائل  
 اور تحقیق زاید بلند ہیں سبحان و ایل سے  
 لم یستطعہ الا وائل  
 لیکن ان کے مقابلہ میں کسی شاعر کو طاقت نہیں  
 یقطع الیہ الفوافد والبید  
 تو لوگ جگل و زید ان قطع کرتے ان ہی کے پاس آتے  
 او طرفۃ بن العبد یقال هذا هو الطرفۃ وانا المرید  
 یا طرفہ بن عید کے زمانہ میں تو وہ کہتا کہ میں وہ طرفین اور میں مرید ہوں  
 او قال هذا هو السید وانا من العبد

یا کہتا ہوں وہ شہزاد ہیں اور میں غلام ہوں

یا حسن ما یشنی علیہ یعاب  
 کہ کیا علی بہت کچھ بھی تعریف کی گئی وہ کہنے لگے کہ افسوس ہے

تجاوز قدح المدح حتی کانه  
 وہ مدح کی حد کو استعدہ تجاوز کر گئے ہیں

سید صاحب کی روشنفکری کے متعلق نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم  
 تراز خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ سید صاحب اس وقت کہوتر دہلی کا باب  
 بنانے میں مشغول تھے اُن خشک ملا کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کے اس قسم  
 کے مشاغل ہیں تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی  
 سے اُنکے اس خطہ پر لگا ہو گئے اور کمال دل بہار و دست بکار پر عمل ہی یہ فقرہ شکر وہ  
 صاحب نہایت نادم ہوئے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محفوظ  
 ہوئے۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہجہان پور ہر دو جگہ  
 رہا کرتے تھے دونوں جگہ آپ کے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ادا تہذیبوں کا  
 حلقہ وسیع تھا۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی  
 اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں یعنی سید داؤد  
 صاحب سید محی الدین صاحب سید عبدالرزاق صاحب سید خیر الدین صاحب بی بی  
 آمنہ پانچ اولاد میں بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھیں اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے  
 ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام خدیجہ الکبریٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب  
 اور سید رحمت الدین صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا  
 گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۹۹ھ ہجری کو جب کہ فرخ  
 بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا جس کی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھی گئی جو سید صاحب

۱۔ نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ منجانب سید محمد صاحب رحمہ اللہ الرحمن الرحیم خیر اقرار کرد  
 اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہجہان پور علیہ الرحمۃ کانت کولہ  
 سرکار بدایون مضان بصوبہ دار اخلافت شاہ جهان تہا و حال جواز اقرار و شرعاً بر نیوہ کہ بخشد و تمیک شعی  
 گردانید در حال صحت و ثبات عقل پس ہی گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و برادرشید رحمت الدین تہا و کونین ملک



پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہوں ایک کا تئیسے ان کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہوا اور دوسرے نے غیر ضروری۔ سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں بیشتر سید صاحب کے آباواجداد کا شجرہ لکھا جاتا جو اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہو گا۔ سید صاحب کی توار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آ رہی ہو۔

شہاب الدین سید احمد خان	بن سید ابواسحاق ابراہیم	بن سید عقیل الدین حسین
بن سید محی الدین عبد القادر حبیبی حموی	بن سید شمس الدین محمد	بن سید محی الدین عبد القادر حبیبی حموی
بن سید شمس الدین محمد	بن سید علاء الدین علی	بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید سیف الدین حموی	بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی	بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابوصالح نصر	بن حافظ العراق تاج الدین ابو بکر سید عبد الرزاق	

بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اکنسی و اکنسی قدس اللہ العزیز

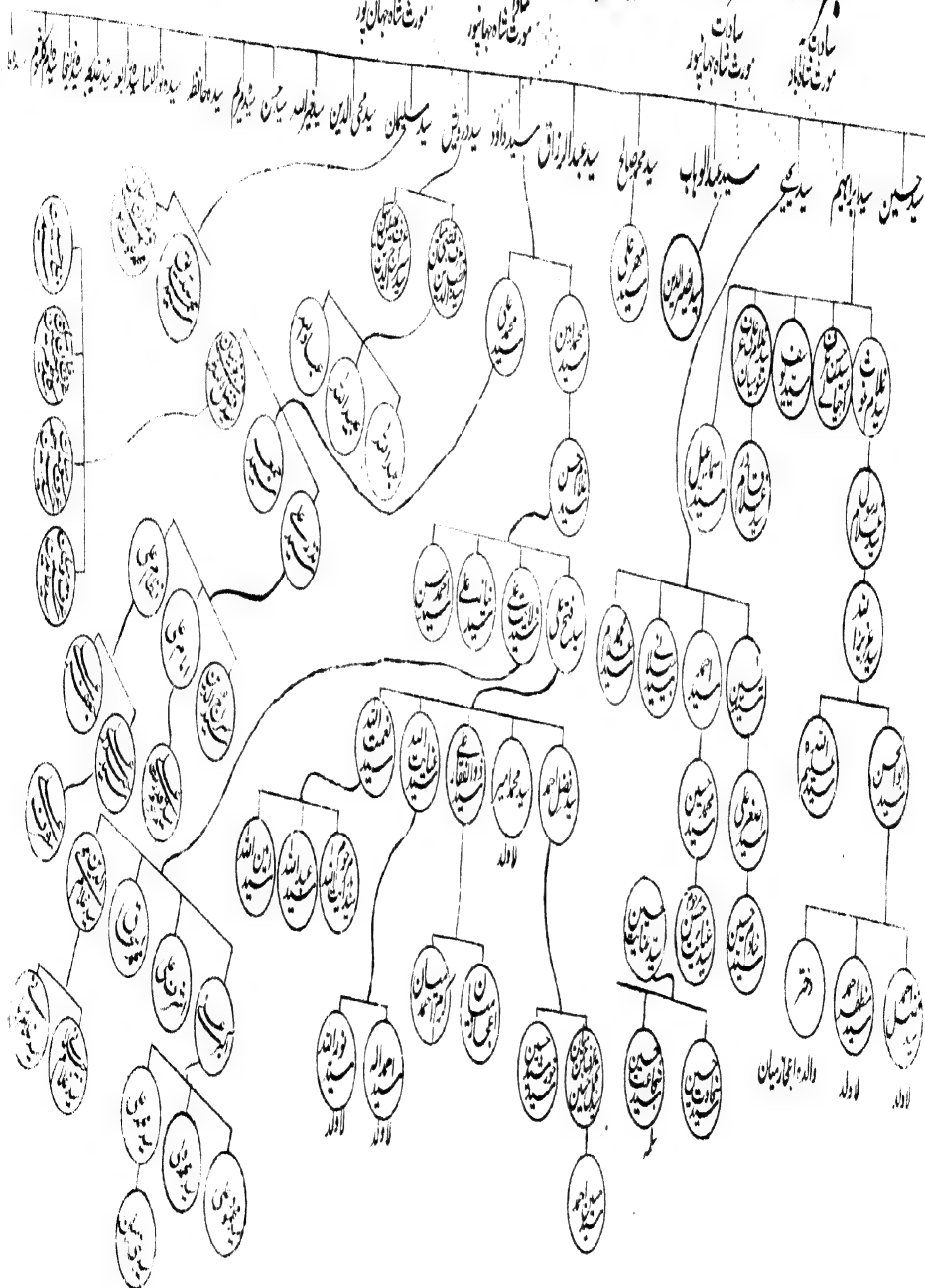
سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور میں ہوا اور مولد جہنڈا کھان واقع شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے آپ کے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی تشریف لائے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب نے شادی نہیں کی اور نہ یہاں آپ کے اولاد ہوئی مگر حماہ شریف میں آج تک آپ کی اولاد موجود ہے۔

سید صاحب کی اولاد زرینہ و دختر کی کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہاں تک ممکن ہوئے لکھ دیے ہیں۔ شجرہ صفحہ آئندہ پر لکھا ہوا ہے۔

ملاک شاه جهانپور

سادات  
نورث شاہ جہانپور

سازمان  
مورث شادباد







سید محمد صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہیں بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہیں آپ اور ایک آپ کی بہن سیدہ فاطمہ متحد البطن تھیں آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات میں مرتب ہوا ہے اس میں جس طرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیوں میں امتیازی طور پر لکھے ہوئے ہیں سید محمد صالح صاحب نہایت عالی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہے کہ ایک بار آپ کے مجلس سماع میں کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت و جد میں آپ نے اپنا کرتہ اتار کر قوالوں کو دیدیا جس کی برکت سے قوالوں کی نظرت پر وہ حجاب کا اٹھ گیا اور وہی کیفیت ان پر طاری ہو گئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرا کے یہاں کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نمبرہ تھے ان کا عقد سماء روشن آراہیگر منت سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کروڑ پچیس لاکھ

سے نقل نکلا ح نامہ نواب تاج الدین خان جو کالت سید محمد صالح صاحب - اکوہ الدجی جبل النکاح سنت الامام و متعلقا طعنا بین الکمال و انعام و انما تافاشر و الانعام و التعلاتع المانی الامام العلوہ و السلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ واصحابہ الدواکرام اطلہ بالمدی و دین الحق فیظہر علی من کل ولو کرہ المشکون قال النبی صلی علیہ وسلم عن النکاح سنتی فلیس منی - اما بعد این وثیقہ محبت شرعیہ کہ بزور صدق آراستہ منی و ساریت بڑا نگہ تیار بخ نوز و ہم شہر ذی الحجہ سلسلہ جلوس فرخ سیر شاہی بزن خواست و در عقد نکاح شرمیہ خود آور دہمی نواب بہادر خان تاج بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان مخیر غلام بالغزین المستورات مان العذرات سماء و روشنی آراہیگر منت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بزور و یکیش سید محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بر صدق و کالت او اختیار نمود شاہدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ بنور داب بن شیخ فیروزہ سید محمد باقر بن محمد حسین بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسطا نگر کی چھوٹی تھیں بعض لوگ سید صاحب کی اولاد میں ایک صاحبزادی ہونا بیان کرتے ہیں جس کا نام ستیدہ عایشہ تھا کا غذات سے آپ کے ایک فرزند سید مہر علی ثابت ہوتے ہیں ممکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپ کے حین حیات بھی فوت ہو گئے ہوں اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہوں شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علیخان نے اپنی چھوٹی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ ٹیڑھا نیب میں آپ کے بکے باغ کے شمالی اور شرقی کونہ پر واقع ہو بلکہ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کونوں غیر اب تک باقی ہے۔

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد بادی جو عالم تشرع اور عارف بالہدیہ  
شاہ آباد تشریف لائے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریا پور  
سے عبدالسبحان خان سب جٹسار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لیجا رہے تھے  
حافظ غلام علیخان ہمدانی نے اثنائے راہ میں جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب  
بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میر سید علی صاحب دیکھل سید روشن آبادیگم تیرا سہ بیک دلاؤ لایا  
بن نذیر بیک کہ برمدق و کالت او اختیار نمودند شاہین عاتقین بالیقین مرزا محمد علی بن فیاض خان بن نوا  
خلف خان مرحوم دہر علی بن محمد صالح کیس مذکور دیکھل مذکور بر نفس برکھ نور ایشاک مذکور بنی دھامالی دادیہ جاب قول بن  
الحاقدین مذکور بن در مجلس واحد واقع و مردم کہ یاد باب و قبول رانی نشیند و می نمیدند کاتین سلیک کہ رو بستنی  
لک رو پیرایہ الوقت کہ نصف آن شخصت و دو نیم لک رو پیرایہ مشونہ از انجا ملت موصل واجب الادا است  
و ثمن موصل الی انتہا کلج با من ست کان محکا خان ابن السخیل و تیرہ بن شیا محمد کاکم ولد اتقات خان بہادر علی خٹا  
نعم محمد جو ایسے ولد اتقات خان صالح محمد بن سید احمد نعمت اللہ از سید شفاعت القلقان و شہزادہ بیگم علیہ السلام محمد غفر بن

پہنچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب پوچھا کہ یہاں کوئی بزرگ  
اہل المد سے آسودہ خاک ہیں اور جب مولانا صاحب آپ کے مزار پر پہنچے تو نہایت  
ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو بتلایا  
اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول آہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر لوگوں کی ہر دین  
آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہیں آپ کے خاص دست مبارک کا مہر کیا  
ہو ایک کاغذ راقم کے پاس موجود جو یہ کاغذ تیک نامہ جو گل بیگم صاحبہ کے نام  
معاوضہ میں تحریر کیا ہے اس کی سلسلہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے  
آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیاں پیدا ہوئیں یہ  
عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھیں۔

سید ابراہیم صاحب شمس الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے  
جو گل بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حبیب عہد عرب اپنے دادا کے  
نام پر رکھا گیا۔ آپ بی بی و دنیاوی اوصاف میں مثل اپنے بزرگوں کے متصف تھے  
سید ابراہیم صاحب کی تین بیویاں تھیں زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث  
صاحب سید حسن عرف میان اُجیلے صاحب سید حیدر صاحب

۱۔ نقل از انار سید محمد صالح نام بی بی کنیز صاحبہ۔ باسمہ سبحانہ تعالیٰ  
افراد و اعتراضات صحیح شرعی نوید فرما رہے و صاحب الدین سید امیر گیلانی در حالت موت نفس و جوارح و جوارح  
یک قطعہ زمین بابت خرید خود کہ حدود است برین حدود اربعہ معروفہ و معروفہ شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ  
موضعی قطعہ زمین مشہور ہوئی شہر سہیلی کہ کوئل حضرت بی بی کنیز صاحبہ بابت کمال الدین خان شہر سہیلی و حدود است  
برین حدود اربعہ معروفہ و معروفہ شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ و شریفہ  
موقوفہ اودیم و برین موضع عنقاہ بن شہید و خانہ سقہ کوہ سارا قطعہ موضع کوہ خرید او او بود دعویٰ دخی و خصوصتے و کان ذلک  
بمقتضی العدل و انصاف نو مشتمل شد برین خطبہ مجاہد شہر ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ہجری۔

اور زوجہ دوم کے بطن سے سید اسماعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف نمویان اور سیدہ فرحت تھیں سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات میں کر دی تھی مراد صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے لکھ کر دو چک اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ درسی اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق و نکشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چلوک و مکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادوں کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیعتنامہ جو دستن بیگہ پانچ بسوہ پختہ باغ کا ہوا اور وہ اراضی مین لاوریہ محلہ باقر زئی کے واقع ہو جس کی حد شمالی باغ امیری خان اور حد جنوبی باغ جمال الدین خان ذکر یا نیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید کیا گیا تھا بیعتنامہ غہ رجب ۱۱۵۷ھ ہجری کو تحریر ہوا ہوا اور اس پر مہر ان کی نانی صاحبہ سیٹھی اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو بندین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہیں جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہیں ایک سند ایک قطعہ باغ علاو ل خاص نیل کی ہے جو بیس بیگہ پختہ اراضی کا بیوہ ماہ رجب ۱۱۵۷ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند میں قطعات چلوک کے درج ہیں اور یہ سند ارضی الجہ ۱۱۵۷ھ کو تحریر میں آئی ہو۔ سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اول ایک خواہر خدیجہ الکبریٰ تھیں غرض کہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات ارضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلیٰ ہیں۔

**سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے** تھے آپ کے مریض جیل پور میں زیادہ تھے اسلئے آپ کا وہاں قیام ہوا اور آپ نے وہیں انتقال کیا جیل پور میں

سید سلیمان صاحب کا مزار ہو آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف  
نرادن صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات میں ہو کہ عالم کامل سراج الاولیاء  
بن سید سلیمان صاحب جاہ و شہرت بود ان کی فرید بھوپال  
کی کوئی بگیم صاحبہ بھی تھیں۔ سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں یعنی ناگپور  
میں آپ کا مزار بتلاتے ہیں۔

سید عبد الوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے  
باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک نتر اور دو صاحبزادے  
یعنی سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے مستقبل  
حالات نہیں معلوم ہوئے مگر جہنڈہ شاہجہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید درویش صاحب پانچویں صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کی ذات  
بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں ایک فرزند  
قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہے دوسرے فرزند سید  
سراج الدین عرف بھلیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید و بی بی شاہ من صاحبہ  
کو منسوب تھیں دوسری اپنی برادر چچا زاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو  
منسوب ہوئی تھیں تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پھانی میں منسوب تھیں آپ کی اولاد  
نے شاہجہان پور و رام پور میں سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپ کے فرزند قطبی میان صاحب  
کے حالات میں بیان کیا جائے گا آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کے نہرہ غلام حسن صاحب  
اور آپ کے فرزند فتح علی میان صاحب سلسلہ پیری و مریدی کا جاری ہو آپ کی اولاد آباد



ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز ج طرح کر دیکت بھنکار نکلتی جو پیدا ہوئی مریض مذکور صاحب  
بیدار ہوئے دیکھا کہ بچا بطلق نہیں بالکل جاتا رہا۔

**سید محیی صاحب** سید احمد صاحب کے ساتویں صاحبزادے تھے جس کے  
متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باللہ اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد  
میں چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور میں ہو اور اُن کے اسما شجرہ میں تحریر ہو  
ہیں آپ کا مزار بھی شاہ جہان پور محلہ جھنڈے میں ہو آپ کا ایک فرزند سید نسیم عرف  
کلن میان صاحب تھے جن کا مزار اجیر شریف میں ہو۔

**سید عبد الرزاق صاحب** آٹھویں صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے  
زرگون کے واجب التعظیم تھے۔

**سید حسن صاحب و سید محی الدین** و سید خیر الدین صاحب سید حسین  
سید حسین صاحب لاولد تھے محلہ جھنڈے شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔ ان  
چاروں صاحبزادوں کے نام بھی شجرہ میں تحریر ہیں مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہیں  
چلا مگر جن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید  
محی الدین صاحب اور سید خیر الدین صاحب شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے  
سید رحمت الدین نام کے تھے مکن ہو کہ سید رحمت الدین براہیم صاحب کا عرفی نام ہو یا  
کوئی دوسرے فرزند ہوں ہم نے آپ کے فرزندوں کے نام سلسلہ شمار میں صرف اذکر  
حساب کے تحریر کیے ہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب  
کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہیں اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہ جہان پور میں

تشریف فرما تھے واللہ اعلم بالصواب۔

عمر شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد میں ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی انکے پاس بہت سے چلوک و اراضیاں تھیں بعض کاغذات و اسناد ان کے اس وقت ہماری پیش نظر ہیں سید نور اللہ عامل شاہی نے سید حسن عرف اُبیائے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند بھی لکھی ہو اور نیز باہمی خاندان میں چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اسکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہو اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیا دان چک مشکوہ میان حیدر چک بڑی چک سیلانی چک مہمند  
چک کھٹڑہ منٹو میان چک میان فیرن چک ہری چک بلوغ گلخان چک تیر  
چک سود و نالہ چک جہرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب از بی بی عمید  
بنت اسمعیل صاحب چک ملیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقتاد  
صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقیرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مہرین  
پٹری ہوئی ہیں غلام رسول صاحب کا بیع نہایت دلکش ہے لطف غوث  
است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جھنڈا و باغ وغیرہ  
ساوی طور پر آپ کے فرزند و پسر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب  
دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرائے لگانا چاہا مگر فقیرن میان

سید نور اللہ صاحب مدظلہ العالی استقبال محال جا کر شاہ آباد پہنچے۔ چکات سید ابراہیم صاحب پسر زادہ از قدیم مالام  
مکان ست محلا ہم نام سید حسن عرف و جیسے ولد سید ابراہیم صاحب تھے وہ شاہ آباد کے ان معمولی چکات سلوڑا محمد شرف علی صاحب  
تاکید کرتے ہیں کہ سلوڑا بھل آئے مگر محمد علی صاحب نے ان کو چکات مرحبہ بخش دی۔



نے اپنی دونوں بیویاں کو بیٹھے منگوا کر وجہ الے میان و حیدر میان کو فراحت پر آمادہ کیا مگر نواب احمد علی خان تعلت دار باسطانگر نے فیصلہ کر دیا فیرن میان نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعویٰ پیش کیا وہ ثابت نہ ہو اکیونکہ حسب دواغ خاندان کے عیسٰی ہزار و پیم یہ صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو رمار سور و پیمہ و طیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد ان کے فرزند سید غلام حسین کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان صاحب ر و پیمہ بحال رکھے اور سید غلام قادر و سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو ان کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملے رہے یہ کیفیت سید باقر حسین لدیہ امین الدین صاحب کے مقدمہ میں فصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۳۲۲ھ ہجری میں جو ان مرگ انتقال کر گئے تاریخ ان کی راقم نے یہ لکھی جو سید فضل احمد زکریا آمد مرید منظر احمد میان بھی لا ولد انتقال کر گئے اب صاحبان احمد میان سید و فقار میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھائی اس درگاہ پر پراغ روغن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

**قطبی میان صاحب** اسمی نام بلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

ہے راقم نے وہ سراقہ بھی فضل احمد میان کے تعلق لکھا ہے وہ یہ ہے۔

یکسٹیز باہ شدہ پہلے اسد	ازدخستہ در کام جہان فرقت و زہر
تاریخ ۱۰۰ سال رقم کرد مظفر	بہ فرکر و از شد ازین دہر

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی قدوائی سے دہلی میں قیام فرماتے قطبی میان صاحب بلی میں پیدا ہوئے بعد پیدائش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپ کے والد قطب صاحب کے مزار پر لیتا اور آپا کت ہو جاتے تھے اس وجہ سے آپ کا قطبی صاحب نام مشہور ہو گیا اور کثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پا گیا قطبی میان صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دیندار می کیا تھے ظاہری مشاغل دنیا کے بھی اپنے اختیار کیے تھے۔ بعدہ چکلیداری ملازمت کی تھی۔ آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہیں مخلوق کیساتھ تھوڑے میں آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مرید تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ ہو کہ اپنے عرس میں آپ خود نمودار ہوئے ملفوظ رزاقی یعنی تذکرہ شاہ عبد الرزاق بالنسوی (ق) کے (مستطاب) میں ہو کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب الدین صاحب نے آپ کے عرس شریف میں سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نبیرہ شاد عبد الرزاق صاحب کے تھے بلا کر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب مدوح نے فرمایا کہ مجھ کو اس جگہ سے سجدہ لچلو مجھ کو یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں ہو صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہو مجھ کو ان کے جمال دیکھنے کی تاب نہیں۔

صله و دعای سید قطب الدین صاحب قدس سره که تاریخ پانزدهم ربیع الاول می شود صاحبزاده عالی سبب ملت فرزند  
ومید حضرت سید ممدوح و از حضرت پیر و مرشد بحق نور الهدی مرقده نیز استفاده حاصل کرده بود و در مجلس علم الدین گوا خود جناب روح  
بازین تکلف شد آن مجلس مفتیان نیز سرائی می کردند بود و بری جناب قدس ازین خاکسار فرمود که از اینجا که رسید دستپوشان فو بر میرا  
مانوش ستن اینجا نیست چرا صورت مبارک سید قطب الدین هوید است مراتب یدین جمال شان  
نیتواند شد چون جناب پیر و مرشد اخواتم که بریم صاحبزاده موصوت مانع شد بعد دیگر سه جناب ممدوح باز ازین خاکسار  
فرمود که چاره ای ندارد سجد ببرد یا صاحبزاده ممدوح مانعت نمود جناب قدس فرمود که دل را بجا صوت مبارک سید  
قطب الدین شین نگاه است مراتب نظر بر جمال شان نیست شما مانع نشوید جناب ممدوح و از بعد از این

یہ روایت بھی ملفوظ رزاقی میں مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکل  
وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب کے کمال محبت قطبی  
اور طبعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بارید صاحب بانسوی کی  
خدمت میں راگ شروع ہوا احوال نے رباعی سے مکمل گفت کہ من مذہب مینی دام پھیری  
قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ السد عرف موتی میان کو گریہ و زاری پیدا  
ہوئی شیخ نعمت علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ و زاری  
لاحق ہوئی ہے کچھ محبت الہی کا غلبہ بھی ہو یا خالی مکر ہے اور سنا جاتا ہو کہ لکے والد  
مابعد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہیں ہے  
نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہو کر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو  
پر آگاہ ہو گئے اور دونوں اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اس محمد خان سید قطب علی  
صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ ہرگز نہیں اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی  
کہ جس کو میں جانتا ہوں۔ سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ میں طاری ہوئی تھی  
وہ محبت الہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت  
اُن کا نام بدنام کرتے۔ تھے جو لوگ ظاہر میں ہوتے ہیں وہ سامان دنیا دیکھا کرتے ہیں  
کیا کرتے ہیں اور آخر میں ندامت اٹھاتے ہیں۔

قطبی میان صاحب کو اگر چاہنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر  
اسحاق میان صاحب جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہ بہانہ  
شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پھان موٹی تھے شاہ جہان پور گاڑی پورہ میں ہے تھے ابتدا سے محبت  
الہی کا ان کے دل پر غلبہ تھا جو کمال و نگاہ ہوئے آپ کے بہت حالات ملفوظ رزاقی میں مذکور ہیں۔ مذکور  
کو وفات پائی۔ شیخ علی میان صاحب بانسوی جب آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور اسحاق میان نظر

میں ہوا اوت و اتحاد تھا اُس زمانہ میں ایک بزرگ محمود خان صاحب جی خاندان صابریہ کے مرید اور اکل وقت تھے وہ شاہ جہان پور میں رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد میں زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمیشہ جو اہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تحفیں ملاؤ۔ تعین اُن کو آپ سے بے حد موافقت تھی اور بقول آپ کو انھوں نے اپنا متبہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزوں طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونوں بانوں میں آپ کا کلام دلکش ہو یہ شعر آپ ہی کا ہے

مجتہد رشتہ نازک نداد تا خجہ دینی باندک دم زدن ایدل گرہ داری آید  
آپ کی ایک ٹھہری جو صوفیوں کی بزم میں اکثر قوال کاتے ہیں اور صاحبان حال اُس سے وجد میں آتے ہیں یہ ہے مجنوں اگے پیہتی سوہیتی اب تھوڑی رہی ہے  
اب تو تھوڑے گھر آو برہانے چنگی بھونکدی بن پیا کون بجھاس سید کے ہم  
گاؤں رہت ہیں بوری دیرو موری ناؤ۔

بعض مریدوں نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اس محلہ سلیمان میں بھی لوگ آپ کے مرید تھے اور یہاں ایک باغ میں ایک درخت جو دو شاخیں قطبی صاحب کا مشہور اور آجتک آپ کے نام سے منسوب کھڑا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکیداری کا سرکار لکھنؤ سے دوبارہ ملا جو وہ آج تک موجود ہو نقل اسکی یہاں پر درج کی جاتی ہو۔

بقیہ گزشتہ آئے تو میان صاحب با سوخی آپ کا نہ وفات پہنچا آپ نے مصرعے کہ ہزار ویکند و ہفتاد بود پڑھا  
ایک بار غلام علی شاہ صاحب کی مزار پر تشریف لیگے تو عالم کاشغزین اسحاق میان صاحب آپ کو انور گوجر کے مزار سے اپنے مزار پر پہنچ لیگے۔ غرض کہ آپ کا دل بزرگ تھے مزار بھی آپ کا پر تشریف ہے۔

نقل پروانہ چکلیاری بنام قطبی میانصاحب نجیب انوار میرالدولہ  
انتظام الملک حیدر بیگ خان بھادر نصرت جنگ نارفی سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکے بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ  
جہا و لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و حالات متعلقہ آن مہربان بانمہربان از  
حضور پر نور بحال و برقرار اند شہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بنظر جمع بکار محالات  
خود مستعد بودہ سعی با فرونی تردد نمایند و باقیات مسئلہ فیصلی کہ بذمہ شماست منجملہ  
آن تنخواہ سپاہ ہرچہ شدہ سپاہ بہ بند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط  
پیشگی مسئلہ ارسال دارند کہ حسن مجرائی ایشان است در این نام تعافل نشوند۔

مہر  
مید بیگ خان  
۱۱

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات  
رو بکاری سے مزین ہو کر صادر ہوئی تھی جسکی نقل مجسہ تحریر کی جاتی ہے۔

نقل  
امیدوار فضل و کرم کہ واقعات این تختہ نظریہ  
قاسم محمد مہر  
۱۱

واجب العرش  
نسخہ دستخط خاص  
دوسرے دستخط خاص  
رواجی

از راہ پرداخت مدد خرج ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید دستخط خاص فرماید

شرح دستخط خاص  
سناختہ کاکھو  
انوار مجاہد خان  
باشہ از سرکار  
معی و غنائش  
کے نظریات  
دوآباد شاہ

پرگنہ شاہ جهان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگرانند ہر جا کہ گنجایش خام دید خام کردہ خواہم گرفت ناش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بد عملی نگردد و بہر کہ از حضور رعایت و تخفیف شود از روی تشخیص خود آنچه گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چرا کہ بدون این زہر سرکار سر انجام نخواہد

شرح دستخط خاص  
سید سوار دضرب  
نوبت پانصد پانچویں  
و غیرہ تعین ابوابت  
و غیرہ تعین ابوابت  
و غیرہ تعین ابوابت

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند در مضیوت ادای بکری بخوبی خواہد شد۔

شرح دستخط خاص  
بواقض ضابطہ  
ابو نعیم غیبی

واصلات خام و عالمان معزول ہر جہ باشد مجرا پانہ  
شرح دستخط خاص  
بواقض ضابطہ  
ابو نعیم غیبی  
بواقض ضابطہ  
ابو نعیم غیبی  
بواقض ضابطہ  
ابو نعیم غیبی

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر بیگ خان عمد حکومت نواب صفت الدولہ من سرفراز الدولہ حسن مناخان وزیر اعظم کے نائب تھے یا امیر اپنی صفات میں وحید العصر تھے مکتوب سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ اپنی دانشمندی سے تمام امور ات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن مناخان بجز نام کے ذات کے کوئی چیز نہ تھے کیونکہ ان کی مرضی تھے نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا سالانہ خرچہ چھتیس لاکھ روپیہ کا تھا نواب صفت الدولہ جو بھی ترین ملاطبتی دہ سے ہوئے ہیں جسدم انھوں نے جو ملک یا اگر خزانہ سرکاری میں نہ ہوا اگر امیر الدولہ بہادر نے فکر کے حاضر کیا ایلے نہایت تقریباً غرض حاصل تھا مگر مین ویسرے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اودھ کی ضرورتوں میں جب ملے تو ویسرے کو اپنی طاقت لانی سے ایسا رہنما سند کیا کہ وہ ملک بارس کا داپس بنے گا امیر الدولہ حیدر بیگ خان صفت الدولہ کے عہد میں انتقال کر گئے ان کے فرزند اکبر علیخان حسن علیخان مور و عاطفت شاہی ہوئے تھے نواب امیر الدولہ کے بعد جیسے ان کے ہمارا جگہ پر ملے نے ترقی کی تھی۔

از بندہ قبولیت مال و ابواب بر چہ بود ہمہ فہمیدہ نوشتہ خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سبب ازین کیخمر مقررہ بجلت ابواب و پٹہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود۔ برلے ہفت نفر متعینہ  
شاہجہان پور دینت سوار ازہر فیقان بندہ بیکار شستہ اندامید و اہم کہ درین ساری  
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند۔

شیخ دستخط خان  
از شاہ اسماعیل خان  
کے پڑ پڑ خواہش  
ناظر شریف  
جمع دار

خود بدولت معتقد سادات و جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اند بحسب اعتقاد ما  
ہر دم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از کفہ کسی مخالفان مزاج عالی قسم گیر شود پاس امنیعی  
بخود بدولت ضروری ست۔

شیخ دستخط خان  
بزرگ بیگ  
از شاہ اسماعیل خان

در باب املاک امیدوار ست کہ بہ سہل تر اہل کشیدہ بدعای دولت مشغول باشد۔

قطبی میان صاحب عہد چکایداری میں سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے شہر و راجہ بنہ بھیلکار  
تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہیں ایک خط میں پانچ کھنگائی انہ کی رسید  
لکھی ہے اور دوسرے خط میں ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میان صاحب  
نقل خط۔ بطلانہ سید صاحب میران بید قطب الدین جو سلامت خط ایشان موپانچ کھنگائی ابیدہ دریافت نہایت با  
سرور و شاد کام شد لازم کہ ہمیشہ نویسان لالت باشند پروا کی رسانند۔ مہم مائل علیہ شہرہر ابواب امیر الدولہ انتظام المساجد  
بہادر حضرت جنگ تاکم عزیز القدر ای سبست ای سید قطب الدین صاحب پنج ہای باغ عباد خان سلیمانی و بگنجان برآ  
ارسال المساعی حضور پر نور خرید کردہ اند باید کہ از انہ باطل فرمادہ ہوئی نہ است نہ رسانند کہ مدد مال الیہا من فرشتہ و نہ بایکدین

نے عبدالسد خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انجھڑ پر نور  
 کے لیے خرید کی۔ ولند انہ ہای باغ مذکور سے کوئی فراحت نہ کی جا سکا کہ جس سے  
 ڈالی کے پھونچنے میں ہرج ہو۔ اس بارہ میں تاکید بانٹا چاہیے۔ عبدالسد خان سلیمانی  
 راقم کے پردادا تھے یعنی احمد علی خان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل  
 بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے ملک تھے اناس کا خرت  
 جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے دادا تھے  
 قطبی میان صاحب کے سائت صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ سید محبت اللہ  
 عرف میان جڑاؤن سید ستقیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ  
 سید عبدالسد عرف ننھے میان سید عبدالسد عرف موتی میان سید عبدالسد  
 عرف عبید و میان دو صاحبزادے مکے عرفی لقب کلن میان اور حجا و میان بھی تھے  
 مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان میں سے کون سی الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ  
 صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادوں  
 کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گزرا ہے نقل اس کی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر  
 کی جاتی ہے اس میں چار پانچ صاحبزادوں کے نام تحریر ہیں نقل خط قطبی میان  
 صاحب بنام فرزندان خود برخوردار نور چشم سید محبت اللہ و سید ستقیم و سید  
 عبدالرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از ریاست  
 خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد احمد سد و المنہ کہ تا تحریر در اینجا ہمہ مجمع وجوہ خیریت  
 است خاطر خود با جمع دارند و ہوا رہتا حصول دیدار نویسان خیریت خود ہا معہ جمع  
 خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی ملی اند ان تصور بہت زیادہ خیریت از عبد اللہ





ان ہر سہ صاحبزادگان کا انتقال یا ست رام پور میں ہوا اور وہیں ان حضرات کے مزارات ہیں۔ قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال میں انتقال ہوا اور ست بھوپال میں دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوے قطبی میان صاحب کی بھوپال میں تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہ ان کے لوگ کثرت سے آپ کے مُردیتھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُنکے متعلق کرم احمد میان صاحب کا بیان ہے کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپ کے صاحبزادوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی ٹمکے اور پردیس ہے کوئی نشانی مزار پر بنا دیجائے پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھتے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ شعر پڑھا

عشق را با صولتِ زیبا و نازِ سیاحہ کار  
مُرَد رانے کے نمودار دگور با نقش و نگار

جب یہ شعر گوگونے قطبی میان صاحب کی زبانی سُنا تو کہا اگر پسند ہو گا یہ خود مزار بنالیں گے ان کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہیں ہے۔ میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہ جہان پور میں نظر آئے ایک بار سید عبدالصاحب عن نئے میان صاحب کو آشوبِ شپیم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی میں جو خاص مکن حضرت کا تھا ۱۲ بجے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی میں داخل ہوئے اور کہا کہ نئے میان ذرا آنکھیں کھول دو بہت درد ہے اور آپ نے لعابِ ہن لگایا فوراً آرام ہو گیا اور آپ غائب ہو گئے بارہا اپنے اسی مکان میں اُس لباس میں جو ان کا تھا پہنے ہوئے بالا خانہ پر پھرتے ہوئے مرد و عورت نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سو اسد وفات نہیں ملا سکتا ہجری آپ کی مہر  
 میں کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہو سید عبدالمد صاحب عرف ننھے میان  
 صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی بسین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند  
 سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب تھے درمی ہماجر مدینہ منورہ میں  
 فروکش ہیں ان کے حالات خود قابل الذکر ہیں۔ اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے  
 اور سید عبدالمد صاحب عرف موتی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے  
 جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور میں  
 مقیم ہیں۔

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص میں نہایت معتبرات  
 سے ہیں عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور راقم سے خط و کتابت  
 اکثر با کرتی جو صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔

## حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اہلی نام شہید الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالباسط صاحب  
 حموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید  
 محمد صالح کی حقیقی خواہر تھیں۔ یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے  
 تھے۔ سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب  
 الطرفین سے نکاح کیا تو اس لیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالباسط صاحب  
 کو جو سید عبدالمد صاحب کے فرزند اور سید محمد بن سید عبدالقادر حموی کے پوتے اور آپ کے

ہم مقوم تھے ہندوستان میں بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے  
شاہ مدین صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگوں کے علوم ظاہری و  
باطنی میں شہرہ آفاق تھے خدا پرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی ملک آپ کے  
حلقہ گوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت  
خان بریلوی آپ کے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ  
روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی سرکار سے بھی پچیس  
لاکھ روپیہ کی جاگیر آپ کے نام معین تھی اور تمام کٹھن اور روہیلکھنڈ کی خلائق آپ کی جید  
امدادت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادات السعادت میں مفصل مرقوم ہیں  
لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اردو میں ترجمہ اس جگہ لکھ دیتے ہیں اور اصل عبارت فارسی  
بھی ثبوت کیلئے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحب صفات پسندیدہ  
تھے بیشتر شاہ صاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بھادرجنت  
آرام گاہ کے مصاحب و ہمراز تھے۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپ کی  
جلاوطنی و مشورہ کے نہیں کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودھ کے مخزن اسرار کہے جاتے

۱۱ شاہ مدین پیر زادہ بود از نسل حضرت خوشاقلین محی الدین عبدالعقاد جو ملائی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات  
پسندیدہ و از ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بنت آرام گاہ بود و بیچ مشورہ بیرون صلاح ادا و قرار دینی یافت بلکہ خواہش  
نواب محی نام سرور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در جنگا لہ بر فاختہ آمد و دی خان صاحب جنگ ناظم جنگا لہ نہ کی سکرد  
انما ہم شہل مغز و شیر تر بر سر ملکی دلی بود چون جنگا لہ خراب شد باذیابین طرف آمد و طرح آگاہی در شاہ آباد کہ متصل شاہا پور  
است آمد احتیاج و ملازمت نواب سپہر شاہ شجاع الدولہ بہادرانیتا نو و از جناب بہا و راشلی موقری داشت و بیچ راز سے  
از چہنمان ہی کرد انصاف شاہ صاحب مدح برای نیک شاہ آباد از فیض آباد و بعد از شہر طشت وزیر برلے بہمن زبان نامان کہ سبدا  
از باعث قرب آن بلکہ ملک افغانہ دوستی آن فرمودہ نام کنند و فاعل ہو کہ کینچ کہ از دکن و فاعل و خانہ برای سکونت تعمیر فرمود

جب نواب صفد جنگ کا انتقال ہو گیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور بانالہ و فیض  
مہابت جنگ نامظم بنگالہ کی رفاقت میں مرجع انام ہے۔ ہدایت  
اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہاں تک آپ نامظم بنگالہ کے شیر موے کہ جملہ امور ات  
ملکی و مالی آپ کی رائے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ میں انقلاب آیا اور وہ  
خراب ہو گیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ  
بھادر کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبائی مراسم ہوئے  
کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب کے نہیں پوشیدہ رکھتے اور  
انراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ  
ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوفت اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی  
میں بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر میں دیا تھا شاہ آباد  
کے پٹاؤ میں نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگا کر  
بھی کھایا ہو نواب شجاع الدولہ کے تہرک کے ثبوت میں شاہ صاحب کے متعلق تاریخ  
سلاطین اردو کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول میں مرقوم ہو کہ جب مرزا انور بیگ و حیدر بیگ

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے میں انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور تختی سے کھلنے میں ہم وزن مکٹ سینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت میں شاہ من صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور شجاع الدولہ سے سفارش کر کے قید سے نجات دلا دی اسکے بعد حیدر بیگ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں نایب وزیر اور امیر الدولہ انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اسی طرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب میں لکھتے ہیں کہ جب میرے والد کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کر کے بجالی معافی کا پڑا نہ حاصل کر کے آپ کو بھجوا دیا۔ عبارت تاریخ الانساب جمع ذیل ہے

بعد دو سال نواب شاکر الدولہ عامل ضبطی بنو دوران سال حقایق و معارف آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ من صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سعی بکا رغز بانمود پروانہ معافی از حضور حاصل کر دے فرستاد۔

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بٹا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ پغلی خور و حاسدین لٹھر کے قریب ہونے سے روہیلیوں کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کریں شاہ صاحب نے خالص پور میں مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے جو جوق علما طلبا شاہین سیرا دگان ہندوستان کے مختلف شہروں سے مثل پٹنہ عظیم آباد کھسرام و جون پور دال آباد داودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد و کاپہی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاواہ و سندلیہ و کاکوری و کھنڈ و سیلون بریلی

و دلو کے اُس عرس میں شاہ صاحب کے یہاں آکر شریک ہوتے اور کرایہ بل وغیرہ کا جو آمد و رفت میں پڑتا سرکار شاہ صاحب کے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب و غریب مجمع و تماشاء ہا کرتا تھا جو قابلِ دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراز و لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگوں کو دیتے تھے بعض چالاک گد اگر وغیرہ دو دو تین تین یا ایک روز میں جنس لے لیا کرتے تھے مگر نئے شاہ صاحب کے حکم و ہدایت سے دم نہیں مار تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانج کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمی کا مجمع ہوتا تھا اس میں شک نہیں کہ شاہ صاحب سرآمد عہدائے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ و جلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ میں شاہ آباد کیا بلکہ اس ضلع ہر دونوں میں کوئی قدرت میں اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری میں بھی کمال حاصل تھا۔

موجودہ تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبدالرزاق صاحب عینی اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”سید شرف الدین موجودہ تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر حبیلانی رحمۃ اللہ علیہ اندر مقبضہ شاہ آباد کہ مسقط الراس اقم است اجداد ایشان از بغداد شریف تشریف آوردند و لدائن کوہر شریف بہمن باشندہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان و قصائد انداین چند ابیات از وہاستند“

معراج مامنیہ عالی مقام کن  
از بس چکید خون عرق از سبہ دانہا  
این سپند از کف خود اسرا غلغله داشت

معراج تست بدار کہ عرش ذوالجلال  
از نار ماند در کف تقواس من ز شرم  
در لحدی پلدا از داغ غش دل پس مرگ

موشد شہنشاہ گل خورشید تابان ماندوس آنقدر از خوشی تن رفتم کہ جانان ماندوس  
 ناکدامین جلوہ ناز تر آئینہ دید چون نگاہ دیدہ مذبح حیران ماندوس  
 روز بھر تو ام آرام چه خواہد بودن صبح سودا زودہ را شام چه خواہد بودن  
 شاہ مدن صاحب کی دھیوڑی سے اکثر جاتمندون کو معافیان ملتی تھیں بعض  
 کا خدات راقم کے پیش نظر ہیں چنانچہ المحرم ۱۱۱۱ھ ہجری کو نو بگیختہ راشنی موضع  
 بی بی پور میں شاہ صاحب نے میا بخی عبد اولہ مولوی اکہ دادہ صاحب ساکن محلہ مہنہ  
 کو جن کی اولاد میں خلیفہ خفقون تھے عنایت کی تھی اور ۵ محرم ۱۱۱۱ھ ہجری کو چند  
 کو ٹھہریان محلہ علیہ کے پیشہ کے لیے ایک فقیہ کو مرحمت کی تھیں ان واقعات کے ثبوت میں  
 ایک سند کی نقل حاشیہ پر درج کی جاتی ہو۔

شاہ صاحب کی کریم النفسی شاہ جو تھی نقل ہو کہ آپ کو گاڑی میں ناچھے بلیوں کا نہایت  
 شوق تھا اور آپ کے یہاں بچاؤ دیگر بلیوں کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق  
 سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپنا چور وں کو قیمت عنایت کی اور  
 ورمیل لے لیے اور اُنکے جرم کا کچھ نہ واخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ  
 نہایت موافق رہا مگر گردشِ فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اس عالم میں نہیں  
 رہتا ایسے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہو کہ حافظ رحمت خان

۱۱۱۱ھ پر وائے بہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم ۱۱۱۱ھ ہجری  
 متصدیان مہلات حال استقبال تعلقات شاہ آباد جہاندرہ مولوی دی بگیختہ دہلی غزوہ و سواد موضع بی بی پور  
 علاؤ اللہ گنج بطریق مدد معاش کو میا بخی عبد اولہ مولوی اکہ دادہ ساکن محلہ مہنہ نے حضرت صاحب قریب ازلی موافقہ شہزادہ  
 خاں کی بیعت قبول کر کے حضرت صاحب سے تعلق رکھنے والی ساری ساری خدمتیں کیا کراڑے حسب السوال اور کراڑے



اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت میں شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصہ یہ ہو کہ جب مرہٹوں نے روہیلیوں کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرمانروا سے اودھ سے مدد مانگی جس کے صلہ میں نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر میں طرفین کی رضامندی ہو کر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہو گیا اقرار نامہ میں ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیوں کے سردار اس طرح ادا کریں کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگوں میں پھرے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کر دیں اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل دیا جائے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۵۰ و بعد تحقیق و ثبوت رسید کہ شاہ صاحب نے طرف مہدیج توقع از روہیلہ بازداشت لیکن آغا ظفر علی اودھ کا ہے ارسال جاریہ عمل ہی آوردند و مہدیجوت اگر لڑائی کاٹ پیدا ہائی تو بہت ہی دولت جناب وزارت آج ہم آرزوی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی دار درجہ زیادہ از ان ہائی تو بہت گزینہ کہ درین جنگ کشتہ شجاع الدولہ ملک شل گران موجب و دشمن بنود کہ بکلا نہ دہا ہیں شہرہ باشد لیکن از پنج لایتن فی بار و کلاہین روز بیکے نواب پھر جناب شہزادہ زرا کہ در بارہ باہم ہی بگند ہر گاہ کی کشتہ می شود دیگرے با جمع حصول سرت فتح از در داد میگردد بر شاہ من چہ موقوفہ کہ جناب عالی مر حافظ الملک سے بود خود سرفروں جہان نیدہ بود مافی الضمیر شاہ صاحب مہور این بود جو مصالح باہم رود و ہا لیکن نواب پھر جناب ہمچہ کند کہ حافظ الملک بہ اُن فطانت و فراست و درستی ایمان گذاشت بشورہ کسی یا بطور خود پیش و پیش اندہ و باوجود تشدید اساس محبت کہ خلاف شرع و ایمان موکہ صورت داشتہ بود در دشمنی اُن مرد بلا بر سر غور نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ آقاخان پیش یانہا بر وہ تحقیق رسانند کہ سر حافظ الملک یا سر دیگرے بعد از ان بہ شاہ من پیرزادہ را ہم بنائند کہ او نیز تجویز کن ششماندہ شیندہ شد کہ نواب صاحب آقاخان اُن سر بردہ ہمین قدر گفت کہ این سر حافظ الملک است سر دیگرے نیست و نواب مظفر جنگ گفت کہ ہمین ریش منش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بودند و شاہ من فرخ پریم کرد گفت کہ این سر جان سلمان است۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را ششیدن این حرف کہ این سر جان سلمان است باین محبت تل غمہ و اور بموجب سکر۔ احمات السعادت ۱۲

عرصہ میں دیا جائے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوئے اور شجاع الدولہ سے ضمانت کرائی تو اُس کا تمسک تحریر ہو گیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھ کوٹھوکر واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلیوں کے دوسرے سردار جو انولہ اور بدایون وغیرہ میں حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر کیا اور کچھ نہ بھیجا اس عرصہ میں مہاجی سیندھیا اور لکھو جی ہلکر کا لٹھی آیا کہ حافظ رحمت خان تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کریں اور ہم تم دونوں نصفاً نصف ملک تقسیم کر لیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمیں گنگا پار سے راستہ دیدیں۔ ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے حافظ رحمت خان نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں کفار کے ظالموں کی ہمراہی میں مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ معاہدہ توڑوں گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ میں فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہوں آپ چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہو واپس کر دیں اور آئندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائے گا اس پر نواب شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کر کے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ آپ نے حساب سے مجھ کو اطلاع فرمائی اور شکر سے میری امداد کو تشریف لائے نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹوں کے مقابلہ میں آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سرداروں کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بجاری

لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اسوقت نواب شجاع الدولہ سے کانوپر ہاتھ دھرا کہ میں نے واپسی تسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھے تیرے سید شاہ مدین صاحب شہادت کو طلب ہوئے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پینتیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھ پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنی نواب اودھ سے مل گئے حالانکہ انھوں نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہو نواب مظفر جنگ میں فرسخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیوں کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ میں بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑائی ماہین روہیلیوں اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو انہوں نے اور شکوہ آباد کے پر گئے خالی ہوئے شجاع الدولہ نے کہا کہ میں اپنے قبضہ رکھوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ رحمت خان کو عجیب شکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے بے سر آزار تھے اور اُدھر شجاع الدولہ کو ایسا انداز نہیں جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابط خان روہیلہ جاگیر دار سمھارن پور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیوں نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا۔ ۲۰ جنوری ۱۷۷۷ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

راہٹ پار کر سے ملے وریہ مشورہ کیا کہ میں سخت شکل میں ہوں اگر وہیلیوں کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد بچائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر وہیلے مرہٹوں سے ملے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر وہیلیوں کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھا کر حکمت عملی سے کچھ ملک بنا بنزدر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زر نقدی بھی لون جس میں سے کچھ مرہٹوں کو دون گاتا کہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جائیں مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

آل قصبہ نواب وزیر الممالک نے حافظ المملک کو لکھا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے میں تساہل کیا میں عنقریب پہونچتا ہوں اُسکے جواب میں حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادہ شما بصلح است فخر اک الہ خیرا اگر ارادہ شما بجنگ فبا سہم البشہ۔ جواب نامہ بے تیغ و تنگ است \* کلوخ انداز را یاد آتش سنگ است والسلام ادھر سے شجاع الدولہ بڑھے ادھر حافظ المملک اپنی جمعیت سے تیار ہوئے جب سرحد پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہ جہان پور و شاہ آباد پہونچ کر اس طرف آنے کا ہے حافظ المملک فرید پور میں جو بریلی سے سات کوس ہے اگر خمیہ زن ہوئے اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور میں حکومت عبدالعزیز خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ المملک اُس کا محسن ہے اور شاہ جہان پور میں قریب پندرہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ ہم تو فی حافظ المملک نواب عبدالعزیز خان کے تھا۔ یہاں عبدالعزیز خان نے ہمان ناخوہ

کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کیلئے گئے اور ان کو شاہ جہان پور لا کر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج پیشا دہلی کنڑ التیارخ میں ہو کہ حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر تاریخ سلاطین اودھ میں حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنل چیپ مین سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہیں۔

القصدہ کثرہ کمال زنی خان اور فرید پور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۷۷ھ ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۷ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے فریقین میں سخت جنگ ہوئی فیصلہ خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب الدولہ خان ولد دندے خان بڑی ہزات سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسا زش شجاع الدولہ یا اپنی شرتی نامردی سے گزیر اختیار کی مولف گستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ میں اسپر الزام سازش کا قایم کیا ہو۔ آخر شش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع ہوئی دونوں فریق کے آدمی بہت مار گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) میں ہو (روبیلے اپنی عادت قدیم کے موافق دفعہ دہاوا کر کے توپ پر آپڑے۔ چہرے ہزاروں شل دانہ خود جل بجھ کر خاک پر گر پڑے اور تنوا بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ میں لیکر جایا کہ اپنی جمعیت کے یاروں سے دھاوا کر کے جناب عالی تک پہنچیں اتفاقاً ایک گولہ آنکے جولا گھا گھوڑے سے گر پڑا اپنی حسرت کو خاک میں ملا دیا اور عجیب یہ ہو جسے اپنے آنکھ سے دیکھا اسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پٹن قرآن شریف

پہنے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی تھیں  
ایک سیاہ دھبہ گوبے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے  
سے فقط گر پڑے تھے مرتضیٰ خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کا ٹکر  
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اتر کر سجدہ شکر  
بجلا لائے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے  
میں ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا یہاں تک مضمون تلخ سلطان  
اودھ کا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب  
شجاع الدولہ کسر سے انگریزی فوج کے ہاتھوں سے شکست کھا کر بریلی گئے تو  
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت میں نواب شجاع الدولہ  
نواب احمد خان نگیش رئیس فرخ آباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو  
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور انھیں سمجھا کر استقبال کو لائے  
اور سیل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقویٰ اور دیندار انسان تھے۔

کنز التلخیص کے صفحہ (۲۸۱) میں ہے کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے  
بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر  
سلطان خان کا ٹکر شجاع الدولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان  
کو آپ دخلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو کھلایا  
تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حاکم مروج کا ہی یا نہیں چنانچہ انھوں نے پہچانا اور یہ شعر بانیہ  
لاے سر کشتہ بر نیزہ نیزہ نفس کہ معراج مردان ہمین ست و بس

عمادت السعادت میں ہو کہ شاہ صاحب کو جب سر و کھلایا گیا تو آپ پر غم ہوا اور فرمایا کہ این سرہمان مُسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہنچ کر نظر بند کر لیا اور تمام اثاثہ البیت ضبط کیا اُسی قید میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نعش تلاش کرا کے معہ سر کے اُسی تاریخ بریلی میں روانہ کر دی بریلی میں قاضی شہر و علما و حفاظ نے ۲۴ صفر کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور اُن کو بریلی کے پچھم جانب جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا۔ راقم مزار پر گیا ہے تاریخ خانہ دل راشا یعنی خوش آمدید کن دہی کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا تھا ایک قطعہ لکھا جو حسبِ ذیل ہے۔

بہر کس کہ در جہان کسند از قوم خود بدی      او بایزید در ہمہ اوقات، ہمسراست  
داری اگر بدل ہو س امتحان بہین      سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است  
راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک دیباچہ میں یہ شعر لکھا دیکھا  
چو در لفظ ظفر تاریخ نجس تم      پے باقی سب حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب کے متعلق یہ شبہ ہوا کہ شجاع الدولہ کے موغ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ وہاں ہی تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے امر دشوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے نہ لے کر بربستہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونوں شخص سچے مسلمان تھے ان کو مقابلہ مستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کو اندیشہ نہ تھا۔ مؤرخ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہیں جانتے تھے انھوں نے سرسری قیاس سے جو چاہا  
 لکھ دیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہو نیلے متعلق کچھ نہیں تحقیق کیا  
 شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ  
 دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر وادوالو العزم سلاطین میں تھا اگر اُس کے  
 روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب  
 کبھی حق کوئی سے سر مُوتجا و زنا کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہیں شجاع الدولہ  
 نے اسی طرح معاملہ کیا لیکن یہ قدر اُن واقعات میں صراحت مطلوب ہو تاریخ  
 اخبار مہمت اور دیگر مستند راویوں میں یہ مشہور روایت چلی آتی ہو کہ جب حافظ الملک  
 کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن  
 صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کر لی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم  
 سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہوگیم  
 کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے ٹھنڈے  
 دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی بُرائیاں جانتے تھے  
 شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے  
 ارادتمند تھے بلکہ بعض اوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہیں اسوجہ سے  
 شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی  
 جاگیرت ضبط کر لین اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بیان تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام  
 میں اثاثہ البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگو لیے



جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظہ ملک  
کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہوئی حافظہ ملک  
کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے  
بعد تین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۵۵ھ ہجری کو شجاع الدولہ  
نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی جو  
از وفات سید شاہ مدن گشت این فانی جهان مغموم حیف

اے مظفر بہ تاریخ وصال گفت بات سید مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی  
اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے جو کلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی آپ کے مامون سید درویش صاحب کی دختر  
سید و بی بی دوسری مغلائی تیسری بیوی خوشحال بانی جو بیرونی تھیں انکے نام شاہ  
صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جسلی نقل درج ذیل ہے۔

# تملیک نامہ سید شرف الدین حسام عرف شاہ مدن حسام بنام البلیہ خود

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب خود سید شرف الدین  
محمد عرف شاہ مدن صاحب ولد سید عبد الباسط صاحب جموی گیلانی  
ساکن قصبہ شاہ آباد پرگنہ پالی صوبہ خیر آباد مضاف بھوبہ اختر نگر اودہ  
فی الحال بصبح اقرارہ شرعاً برائے معنی کہ منازل محلسہ قدیم و جدیدہ و پستی  
درونی و بیرونی پوشیخانہ و مود بخانہ و دیوانخانہ تعمیر بختہ و کٹرہ مولانج  
معد اراضی بست پنج بیکہ بختہ مدخلہ و مشمولہ منازل گنج مذکور و موازی بختہ  
پنج بسوہ بختہ اراضی مسکونہ رعایا واقع در واڑہ شمالی گنج مذکور و ہشت بیکہ  
دہ بسوہ بختہ واقع در جنوبی گنج مصرحہ بالا محمد و بجد و دات اربعہ مفصلہ الی  
و موازی چار دہ و نیم قطعہ بلخ ابنہ کہ از انجملہ ہفت نیم قطعہ مشترکہ و پنج قطعہ  
مربونہ و دو قطعہ نشانہ و تعریض کردہ خود واقعہ قصبہ شاہ آباد مذکورہ تفصیل  
ارضی و حدودات آن در قبالہ جاتش مشر و خامند سرج و مرقوم است بطریق  
اشترار و بن تعمیر خود ساختہ تحت و تصرف خود میدارم والی یو منابلا شہید  
سابق الذکر در قبض و تصرف مالکانہ منمقر بلا شرکت و سهامت غیرے مقرر اند  
در نیول بحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیہ  
خود کہ جائز و نافذ است آن ہمہ عمارات و باغات مشترکہ و نشانہ خود و از  
ہن باغات مربونہ مسطور با جمیع حقوق و مرافق دخی و خارجی من قابل  
والکثیرہ داخلہ فیہا و الخارجیہ عنہا و ما تعلق بجا و فیہا من الا بار و الا شمار مشرہ غیر

بند درجہ

بند درجہ

بند درجہ

بند درجہ

مشرع عقلاً و اراداً برضا و رغبت خو بدارا کرده و اجبار غیر بر بی نی حتماً  
 مسماة خوشحال بانی منکوحه خود بوجه دین مهریه و تملیک صحیح  
 شرعی کرده و ادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً بموجباً مقرراً سالباعین  
 الشروط الفاسدة و عاریاً عن المعالی المطلبه و حق الفروعین الفاحش  
 و عتصاً منع جواز التملیک و موہوبہ بہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم و تقوی  
 ساختہ ملک لہ راقا بض و دخیل گردانیدہ و ادم و نیز موہوبہ بہ کہ در  
 مجلس عتہ ہذا قبول تملیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً  
 و متصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نمازم احد ہومن المعاقدين حق تقسم  
 تملیک استرداد ان حیثاً تا من بعد ازین اگر کسی حصیم یا شریک پیدا شود  
 و دعوے نماید باطل و نامسموع است شرعاً و عدالتاً کان ذلک بمحض  
 من العدول و الثقات بنا بران اینچند کلمہ بطریق سند تملیک ہبہ نامہ نوشتہ شد  
 کہ عند الحاجة دلیل قاطع و بر جہان ساطع گردد فقط  
 تفصیل قطعات باغ مذکور القصد

کتاب  
نمایہ

ایں سند صحیح و معتبر است  
مظفری

ایں سند صحیح و معتبر است  
مظفری

باغ مشتریہ قطعہ باغ مرحومہ قطعہ باغ خود نشانہ

باغ کبریٰ باغ ہوا باغ لکھنؤ باغ گرم سنبہ باغ بنگالہ باغ طرغان باغ چک باغ منڈخان کلا باغ باغ سلیم پور

ایک یک یک یک یک یک یک یک

باغ چک باغ عباس باغ محلہ باغ منڈخان لعل باغ باغ دوندہ قریب باغ ۱۶ ازخان

تکس سیمانی یک نصف

نصف یک یک یک

تفصیل حد و داراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال جنوب مغرب  
پوستہ محلہ شیخ ولد دار طبع سید عبد الباسط ملا صق اراضی زر خرید من است پوستہ باراضی زر خرید منمقر  
و شاہراہ

تفصیل حد و داراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال جنوب مغرب  
پوستہ باراضی شیخ ولد ارتاحہ طبع باغ حضرت سید عبد الباسط ملا صق باراضی دروازہ دیوار طعن قرار باغ میر محمد صالح  
احاطہ مولا گنج صاحب مرحوم مظفر شمال متصل مولا گنج مذکور  
تفصیل حد و داراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شمال جنوب مغرب  
متصل باراضی محلہ شیخ ولد ار پوستہ تھانائے سکونہ مایا طبع مستاجر ملا صق محلہ شیخ ولد اردو  
د تالاب سادات خان احاطہ مولا گنج

قریر فی التاریخ نتم شہرہ یقعدہ ۱۰۸۰ھ

سید شاہ مدن صاحب کا مزار بجلہ مولا گنج لب شرک پختہ احاطہ میں واقع ہے پکی مہر  
میں ۱۰۸۰ھ کندہ ہیں۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف  
سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد الکریم عرف ارزانی کے  
شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے طب کو از ان  
کرو یا بیکتلے زمانہ ہوئے ہیں۔

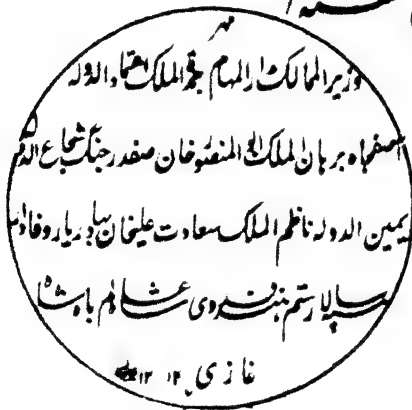
سعدی میا نصاحب کا بنگالہ و بھارمیں بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابوں کے نام خطوط لکھ کر مہینہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب میں وہاں خوب رنگ جما تھا۔ جنگی طرف سے بعض کاغذات اب تک موجود ہیں مزار آپ کا بمقام شاہ جہانپور سبک محلہ محمد زئی مین متصل مسجد کے واقع ہے۔ ماہ وفات ۱۲۰۸ خورشیدی ۱۲۰۸

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے سید طاہر عرف قدن صاحب تھے انھیں کے صاحبزادہ سید اللہ بخش جنگلہ فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلڑ تھے عہد شاہی میں دریاؤں کے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلڑی کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری اس زمانہ کی چکھ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبد الرحمن خان قندھاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علی خان والی اودھ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موصوف کی رفاقت میں بنارس سے لکھنوتک ہمراہ آئے اور نواب سعادت علی خان ۱۲۰۸ ہجری میں مسند نشین لکھنؤ ہوئے تب بعد تیس سال کے بصلہ حسن خدمت ۱۲۰۸ میں شاہ بہن صاحب کی بعض املاک جنہیں مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ جو ضبطی میں تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوئے مگر شاہ صاحب کی جائیداد جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبد الرحمن خان قندھاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

# حکومتِ عامہ

باسمِ سیادت پناہ میرنظام الدین آہلکہ بجلد وے حسن و دولتخواہی سرکار  
دولتدار قطعات و باغات و اراضیات و کج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد در  
سرکار ابد قرار ملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نمودند بان سیادت پستہ  
بلا شرکت غیرے نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ ملاک  
نہ کورہ را در تصرف خود و اشیاء خود را مورد الطاف سرکار دولتدار شناسند تا کینہ  
المرقوم یا زہم شہر جمادی الثانی ۱۲۹۵ھ



منشی محمد صالح صاحب مولوی عبد اللہ صاحب

منشی صاحب بڑے دستباز محقق وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبد الرزاق صفا  
یعنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے نواب  
سعادت علی خان والی اودھ کے عہد سے تاجلوس محمد علی شاہ کتب خانہ شاہی کے  
دور و نہ رہے سلاطین اودھ انکو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا بہت

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ میں تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جا کر وہیں مکان و باغ تیار کیا تھا۔ اور بجٹ لکھنؤ میں اپنے انتقال کیا تو وہیں دفن بھی ہوئے۔ صد باہل لکھنؤ آپ کے شاگرد تھے ضمننا آپ کا ذکر خیر تذکرہ رحمانی میں درج ہے علم ظاہری میں کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہد من صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور پینچ اصی سکونت انکی موضع جہت پور میں تھی منشی صاحب اس عہد میں مستاز اور وضع دار لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخلاق و مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ۵

بہت چارم سوال حیف گنگا قضا بنام منشی صالح چوسہ گزشت چہین  
نوشت خامہ واثق بدیہ تارخیش کہ جای منزل صالح بود بہشتین

دیگر

درمہ سوال حیف منشی صالح نمود بست چہام قضا شغیش شد دل غمگین  
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گزشت گفت کہ صلح نصیب باد بہشتین  
مولوی عبد اللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے  
شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص میں گذرے ہیں علم ظاہری و باطنی دونوں سے فیضیلا  
تھے مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا سنہ لکھنؤ کے صد پانچاں عالم آپ کے  
شاگرد تھے علم ایسا ستھضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھتے  
جالتے تھے مولوی صاحب ممدن کی حاضر جوابی و بذلہ سخی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل  
زبان میں شہرت تھی بر محل بسیاختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

محظوظ و متعیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور جربہ گوئی چھوٹے بڑے کے ساتھ بہتر  
 کی ہوتی تھی اور طرزیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں دیا  
 خوبی یہ کہ کسیکو ناگوار نہ ہوتی ضلع جلگت سب میں کمال حاصل تھا مگر چونکہ مذہب اور  
 صاحب باطن بزرگ تھے اسلئے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا  
 یہ عالم تھا کہ دریائے سلامت موجزن ہوتا۔ اس نرکنی والی طبیعت اور ظاہری  
 خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبد الرحمن صاحب  
 لکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کی طرف سے عنایت ہوئی  
 تھی گویا پچاس ازیں حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپ کے محمد پر شیعہ لکھا ہوا تھا  
 مگر تو میخو اہی کہ بنید در جہان اللہ را پیش چشم خویش دارد شکل عبد اللہ  
 مولوی صاحب کی پیدائش ۱۰۷۵ ہجری کو شاہ آباد میں ہوئی اسکے متعلق خود ہی  
 ایک رباعی مولوی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کی جاتی ہے ۵

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال ۶ کہ ہم کیلئے چلے تھے کونسی سال  
 ہوئے جب بطن مادر سے نمودار تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال  
 تذکرۃ انوار الرحمن میں مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبد اللہ صاحب کے متعلق

ملہ کے اختلاف رائدین مولوی عبد اللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و دولت عظام بلکہ شاہ آباد متعلقہ کرام  
 اور انہ تحصیل علوم کتب و وجہ ازیرہ حقیقی خود محمد صلیغ نمونہ کہ مولوی محمد صالح مرحوم از عمد نواب سعادت علی خان  
 بہادر تاج محل محمد علی شاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی ہوئے وہ داروغہ علی کفخانہ سرکار متعلق اوشان بود بحبت تعلق شان  
 بنا بر تحصیل علم و دانش ہر دو برادریت سلطنت لکنو اتفاق افتادہ و محلہ تکیہ شاہ عبد الجلیل صاحب نشی محمد صالح  
 باغ و مکان تیار ساختہ و ان مکان ہر دو برادران سہ اہل و عیال سکونت میداشتند و عمرت ساگی اوصاف حضرت



یہ لکھتے ہیں کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر پینس سال کی ہوئی تو جناب لانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سن کر چھ سال لدین و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور میں حاضر ہوئے مسجد پندیاں میں ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت میں حیرت اور شفتگی دلیر چھا گئی اور بخود ہی کے نشیمن غم ہو گئے آئندہ جمعہ کو حاضر ہو کر مرید ہوئے شجرہ صابریہ نور الہدی کے صاحب کے واسطے سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شنیہ با اتفاق جمال الدین شمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا و مسجد پندیاں آمد ملاقات ماس نمودند در اول صحبت حالت تحیر و شفتگی دل عارض شد کہ نشہ بخودی معلوم می شد بروز جمعہ آئندہ آمد مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدی و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سیہ شاہ عللہ دینی صاحب قدس سرہ الاعفی یافتند مجاز و منہج خلافت شدند ایشا زاد خواست برائے حاضر ریاض الدلی ہو حضرت فرمودند کہ بروز جمعہ ونگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہت ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ ہست مجلسین قرار ہنوز حضرت نقل کرد کہ برادر م مولوی محمد صلح بحضور مولانا حاضر شد عرض کرد کہ مولوی آزاد و فرارح ادا خطلی ہو اکنون مرید جناب شد از کار رفت ارشاد شد کہ از کار نخواہد رفت شاہیلسے خواہد کرد اول خواہد شد و خوش فرم خواہند مطابق ارشاد سہ کلح در وقت اتفاق شد یک نہ خرو و پسرانی بنی ہائے سابق بستند و بعد فوت شان روز جمعہ دیکھنوی کلح آوردہ آگاہان نیز صاحب لا و اندبا وجود یک معاش و یا نہ لوند اند و نوکری کسے نکردہ اند و یا محتاج خود کلحے در ماند و نشدہ اند و ظریف طبع و لطیف گو آہنجان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردہ کہ ترا دین ظرافت و طلاق لسانی کشود خواہد چنانچہ سیکو نیکہ از کاران حضرت آقبن بطنی رسکوت و حکمت یعنی ما و امیر کلام ظرافت لطافت بر زبان جاری میماند ہر دل من بطنیماند و رسکوت تغیر شد

اور شجرہ قادریہ حضرت قطب فاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب  
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیکھی اور جمعہ منگل کے روز  
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ  
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔

ایک بار آپ کے بھائی منشی محمد صلح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب  
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لکھنؤ سے آزاد مزاج  
تھے اب جناب کے مزید ہوئے ہمارے کام کے نہ رہے مولانا  
نے فرمایا کہ تمہارے کام کا رہے گا شادیان کر گیا اولاد ہوگی  
خوش و خورم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب  
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
بعد وفات زوجہ اولے کے دو بیویاں لکھنؤ میں اور کین وہ بھی  
صاحب اولاد ہوئیں باوجودیکہ کچھ معاش و جائیداد نہیں رکھتے تھے  
اور نوکری بھی کسی کی نہیں کی مگر اپنے حوائج ضروریہ میں سیکہ  
محتاج نہیں رہے۔ ظریف طبع اور لطیف گو اس قدر تھے جسکی کہ  
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی طرفت و طلاق لسانی

میں تیرے لیے کسود کار ہو گا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کی کرم سے  
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام میں پیدا تھی  
چنانچہ مولوی عبد اللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جسوقت  
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے  
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جسوقت  
مجھ کو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر  
ظاری ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے متعلق چند حکایتیں اور بھی ملفوظ رحمانی میں منقول ہیں اگرچہ وہ مولانا  
صاحب کی کرامت کی دلیل ہیں لیکن مولوی صاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول  
تھی وہ ان سے مترشح ہوتی ہے کہ کس قدر ان کو انکی پاسداری میں نظر تھی اور کیسا دست  
شفقت آپ کے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دعویٰ کی تھی اور ان کو مولانا کی محمد متین  
کیسا تقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایک بار مولوی عبد اللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہو کر گھر سے نکل گئے  
مولوی عبد اللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ  
میں عیش باغ کی طرف چل دیے اور وہاں سے بجائے گھر آنے کے مولانا کے حضور میں حاضر  
ہوئے اور دل میں نیت کی کہ بدو ن استفسار کے میں کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے  
رو بروئے انظار کروں گا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کر لیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھ دیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اس قدر طول  
کیوں ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرض کیا مولانا نے ارشاد کیا کہ  
گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہو گا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں  
اس وقت مکان آیانشی محمد صالح صاحب جو بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا میں  
ولین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب خچربندہ کے روز قریب  
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے مولانا صاحب نے پوچھا  
کہ تمہاری والدہ بقید حیات ہیں مولوی عبید اللہ صاحب نے عرض کیا کہ بفضلہ والدہ  
اور والدہ دونوں زندہ ہیں مولانا عبد الرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم  
ہے والدہ کو پوچھتا ہوں اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہو گئے اسی زمانہ میں  
شاہ آبا سے خبر لئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتوں کا جسکا کہ ہم اوپر  
اظہار کر چکے ہیں اس جگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی  
نے فرمایا کہ مولوی صاحب اپنے پیرو مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے  
ایک روز مولوی صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت  
آپ نکاح کر لیں مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب باہ نہیں ہے مولوی صاحب نے  
پھر کہا کہ حضرت نباہ ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علی خان صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک وزمین مولوی عبداللہ صاحب  
کے مکان پر محلہ مولانا نج میں حاضر تھا خلیفہ عبد الرزاق صاحب مہنی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اس لیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اندرون حویلی سے باہر آیا مولوی صاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور خط صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانے کے قسم سے چانول کدوانڈے وغیرہ تھے جب کھانے کی طرف لوگ متوجہ ہوئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب کے کہو کہ خشک کھائیں اور نہیں کیا کہہ کھائیں گے خلیفہ صاحب بھی انکی بات نہ مانتے جلتے تھے۔

ایک بار مولوی صاحب لکھنویں اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھے جاؤ گا موسم تھا کھانہ میں ضعیف چیر کھڑی بھی موجود تھی اس اثنا میں منشی صاحب کی اہلیانہ نے گھٹی لاکر منشی صاحب کی طرف زیادہ ڈال دیا مولوی صاحب نے یہ دیکھ کر کہا کہ بھائی میں کل روشن الدولہ کی کوکھی کی طرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جہاں گرتے گرتے بج گیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیوں سے ظاہر کر کے گھٹی اپنی طرف اٹھسیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب سطرچ برابر کرادی اور گھٹی کل چھری میں ملا کر برابر کر دیا۔

حافظ غلام علی خان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنویں ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی انھوں نے اپنی یہ تمام مولوی صاحب کے جمع کی خدا کی دین کہ ان کے بیان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولوی صاحب کے اور بھی زیادہ مقصد ہوئے اکثر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات رئیسانہ میں اعصاب بردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولوی صاحب کو نذرانہ میں شرفی دیتے

ایک روز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا گئے مولوی صاحب نے اس کے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کے یہاں گئے نواب صاحب بالا خانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر تعظیم دی معاف فرمایا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جبکہ تہ بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی مہکل جنکی مونچھیں بھی بڑی تھیں بیٹھے ہوئے تھے اونھوں نے نواب صاحب کے کان میں کچھ بات سے کہا اس کے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اس لیے ملے کہ آج ہمارے یہاں بابا شجاع کی عید تھی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب کو سن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھوں والے صاحب سے کہا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہیں ہیں۔

منشی عیوض علیہ صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک بار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالب علم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کپڑوں سے بھلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شر یا فقرہ ظرافت کا نہ کہ حسب حال کہنا چاہیے مینے غدار کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے مجھے مجبور کیا کہ بھر تھارے اس مجمع میں اور کوئی اہلی لیاقت نہیں کہتا کہ مولوی صاحب

پر پہنچتی کہ سکے تینے یہ شعر پڑھا ہے پیری مین پھر ہے عشق حسین جو ان ہوا بد بار در گرباد  
 مین زور لمان ہوا بد یہ شعر پڑھنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔  
 مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صد بار برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی  
 بھر مار شروع کر دی گویا ابرو بہار کی طرح برس رہے تھے اور ہم سب کو اس بوجھار میں  
 بھگو رہے تھے ضلع جلالت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھوں نے نہ ختم کر دیا ہو یہ معلوم ہوتا  
 تھا کہ لیل ہزار داستان چمک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سبک کے ایک ایک کا بھی جانے لیسکا  
 ایک ظرفیت بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولوی صاحب کی برجستہ کوئی کی تعریف  
 سنی تو اسکے کلام سننے کی مشتاق ہوئی اور خدمت میں حاضر ہوئی سلام کیا مولوی نے  
 نے جواب دیا وہ بھی ربی کچھ دیر کے بعد اسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم  
 ہوتے ہیں کچھ بولنے والے نہیں ہیں اب تک کوئی غیر معمولی بات تینے نہیں سنی جب  
 مولوی صاحب کو اسکے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے  
 پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب میں جاتی  
 ہوں اپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ میں انکی حاضر جوابی کی منتظر ہو  
 ایک بار میا بخی غلامی کے بھائی خلیفہ ننھون حاضر ہوئے انھوں نے بجلے سلام کے  
 کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کر کے آداب جو ابدیا  
 کہ جس سے دوسرے معنی پیدا ہو گئے اور خلیفہ مذکور بہت مقبول ہوئے۔  
 کرامت خان نے مولوی صاحب کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفانہ کیا جب  
 وہ آئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھوں نے کہا کہ کرامت مولوی صاحب نے  
 اس لفظ کے دو ٹکڑے کر کے کہا کہ کرامت اسپر وہ بہت نادام ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایضاً وعدہ کی معافی مانگنے لگنے۔

معشوق اللہ جو قصبہ کا تھہ کارہنے والا آزاد فقیر ہے اوکی عادت شمع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کلہ ہے جبہ مولوی صاحب کیخدا متین حاضر ہوا مولوی صاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر فوراً جواب دیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مانکی نومینے کی محنت ہے مولوی صاحب نے کہا کہ حیضی ہوش کرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ میں بھان تھی جو سموق پر نہایت لطف دیگی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی مولوی صاحب کے صدیہ لطیفہ اسطر حکے ہیں جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولوی صاحب کے دلچسپ مکالمے کلہ صاحب سے سوال وجواب و دیگر بہت سی حکایتوں سے راقم کو آگا ہی ہے۔

مولوی صاحب کا لکھنؤ میں قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرانوردی میں بسر کی لکھنؤ سے جب مولوی صاحب وطن چلے آئے تو مکان پر محض توکل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھانکی خاطر و خبر گیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنؤی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیبھے اونسے اور مولوی صاحب سے قیدی مرآم تھے انھوں نے مولوی صاحب کی خوبیوںکی تعریف نواب خلد آشیان سے بیان کی نواب صاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولوی صاحب کے بلونکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولوی صاحب کیخدا متین کی اور سفر خرچہ بھیجا۔ مگر مولوی صاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت ہفتنائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ آقا قد رشناس فرمانروا کی ذات کا قدر و منزلت و مشاہیرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔



مولوی صاحب کہا کرتے تھے کہ عبد اللہ میرا نام ہی مولانا گنج مین ہوتا ہوں خیر انگریزوں کا جو انکا  
 مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی میں خلافت کی سند تحریر کر دی تھی  
 انگریزی محمد صالح صاحب ورنیز مولوی عبد اللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل ہو سکے  
 مولوی صاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالب علم گلزار دانش کا فیکر نہ  
 عند لیب آتشین نفس تپش قلبی بر شاخسار خیال آن گلرخ کہ نعمات سوز  
 وگداز فقس را بر تنک جرس آب نشین خاموش میگردد اندر پڑ رہا ہے  
 اور مولوی صاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہیں یہ سینکڑوں آہن  
 کروں پر ذکر کیا آواز کا پتیر جو آواز دے دے تے فقس تیر انداز تھا۔  
 عند لیب کیسا آتشین نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے  
 شاخسار خیال پر نعمات سوز وگداز سے اپنے فقس کو مثل جرس  
 آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولوی صاحب بن پڑھتے جاتے تھے  
 اور صد ہا اشعار بر محل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ اللہ کہتے جاتے۔  
 مولوی صاحب جو اشعار پڑھتے تھے انہیں سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے  
 حوالہ قلم کیے جاتے ہیں ۷

وصل میں مر جاوہ یہ بھرتی جیتی رہے  
 کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر پوتیہ کو  
 پاعس جاو کچھا تو خون عاشق و لگیر ہے  
 غید آئی اور تو گئے نہ ملا

عشق میں نسبت کیا بلبل کو پروا کیسا تھا  
 تر چھی نظر و نسے نہ لکھو و عاشق و لگیر کو  
 دور سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے  
 سال آئندہ تک گلہ بھیر رہا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر نہ تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولوی صاحب

لی قلم کا ایک مسودہ جس پر انھوں نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ) لکھی ہے اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر نکلے یادگار تحریر کیے جاتے ہیں۔  
 دیدنی سب سے اکی صنعت ہو جتنی شے ہو خدا کی قدرت ہے، نام اللہ کا تو لے ہر دم  
 نرسبتہ تجھ پہ کوئی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے  
 کوئی جا کر کے پھر نہیں آیا حد سے خوشتر مکان و دین پایا مرنیسے پہلے نفس مر جائے  
 نام اپنا بیان بھی کر جائے

ہر شے کا محیط حق ہو بطلان کسے کہتے ہیں  
 خود آپ نمایاں ہے نہان کسے کہتے ہیں  
 جو برحق موت ہے اللہ بس ہے  
 جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے  
 کہ آپ ہی ٹوٹنے پر قیاس ہے  
 یم کی آمد و شد اک جرس ہے  
 تو کو نین لے سکے آگے خار و خس ہے  
 کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے  
 جو کچھ بھی معرفت کی تجھ میں کس ہے  
 ظاہر و باطن ہیں باغ ارم کی سیر ہے  
 راقم سے بیان کیا کہ موی صاحب کا تبر خالص تھا

فرمانبر رحمان ہیں عصیان کسے کہتے ہیں  
 اول ہی آخر وہی باطن ہی ظن ہا ہر وہی  
 عبرت دنیا و دین کی یہ ہوس ہے  
 تو آپ ہی شوق سے کر پاس انفاس  
 رہائی کا نہ کر احسان عیسا دے  
 بھری ہے فوج عشق عاشق کے دہن  
 جسے ہے کو چہ جانان میر  
 تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ مردم  
 نہ تو نفس اتارہ کا پیرو  
 فیض مولانا سے حاصل دل کو نفی غیر ہے  
 مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ موی صاحب کا تبر خالص تھا

اور غزل مند رجہ ذیل انھیں کی ہے

کچھ نہوگا وہ ستم ایسا جو چاہے کرے

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے

چاہ کنگا نہیں گرا دین ماہ کنگا کو عسرت  
 کب ہلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاؤں  
 ہمت و خواب وصل میں تھے دی مودت اذان  
 جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے  
 دیکھ لینے کھینچ کر لاویگا جب وہ کی شبیہ  
 جو خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہو مجھے  
 اکوہ کا نابہ تکلف سر ترا شاہید رنج  
 کشور دل بھی ہمارا ہے مگر تسلیم ہند  
 گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی  
 تنوع میں آیا ہر دینے کو مہا کبسا مرگ  
 پر کتر کے فوج کر دے بیچ لے یا چھوڑ دے  
 چاہ بابل سے فرشتوں کو یہ آتی ہے عسار  
 زندگی بھر ہو گئی پونچھنا کہ دن آپ نے

حق یہ ہر تقدیر کی فہمستاد چاہے کرے  
 آدمی ہو جس گھڑی آزاد چاہے کرے  
 قمر اس کمبخت کی مسترباد چاہے کرے  
 دخل کسکو صانع عیب و چاہے کرے  
 دعوے باطل ابھی ہزار چاہے کرے  
 تہمت پہ صہل دے نہیں چاہے کرے  
 تیز دستی تیری اسے فرما دے چاہے کرے  
 اے بتو اسکو خراب آباد چاہے کرے  
 سچ ہر نادان کی سمجھو شداد چاہے کرے  
 وہ ستم ایسا دہنہ عیب و چاہے کرے  
 بلبل اسکے بس میں ہے سیلاؤ چاہے کرے  
 قمر کا پستلاب آفرماد چاہے کرے  
 مرگے پر حصر جسکو یاد چاہے کرے

مولو نصیاح کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت چسپی  
 تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انہیں کی جو مگر چونکہ اس میں تخلص نہیں ہوتا  
 کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی سے

مودت کے اٹھ بیٹیاں بیتا بانہ تربت میں  
 فرشتوں سے بیگی صحبت یا رانہ تربت میں  
 نہیں رہنے کا یہ وحشی لڑیوانہ تربت میں

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانانہ تربت میں  
 وہاں بھی ہم جا لیں گے نقشہ دل لگایم  
 مزار اپنا اسی جا ہو جان قصر حسیناں ہو

عوض کے پیشے وان بھی بس تم خون دل لپا لگا کر منہ سے رکھنا ساقیا پیمانہ تربت میں  
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک تھے ہیں بچاتا کون ہو اب مسند شامانہ تربت میں  
مولوی صاحب کے شاگرد نہیں ایک مولوی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ میں رہتے تھے  
انھوں نے ایک سالہ نیات میں موسومہ تفسیر جنت نظم کیا ہو راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا  
رسالہ ہو امین مولوی عبداللہ صاحب کی مح میں چند شعر لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

دوسرے استاد میرے باتمیز ہیں عنایت سے بڑے ہر دلفریز  
نام عبد اللہ مولانا لکھ بے توکل جنکو تجھ سے خاص کر  
رویت دیدار سے اے بے نیاز روز محشر انکو کرنا مسرراز

مولوی صاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان مخول وغیرہ  
نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولوی صاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہو  
شعر پڑھتے تھے یہی مسکن ہی ہمارا یہی ہوگا مدفن بدیا گلی دوست کی یا  
یار کے گھر کا آگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور  
زمینداری سے ہے اور یار کے آگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ میں مولوی صاحب کا ایک سو ایک سکی عمر میں جب صال ہوا تو  
ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولانگج میں شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند  
گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے مزار خام ایک چبوترہ پر لب بزرگ واقع ہے۔

میر خب علی صاحب نے اپنی رحلت کا قطعہ تاریخ قرآن مجید کی آیت میں نظم کیا ہے یہ

چو شد عازم خلد عبدالہ شہ ملک دین ہر وصل حبیب  
تجفت گفت از بہر تاریخ سال کہ نصر من ابند ہر فتح قریب

## خان بہادر حکیم خادم حسین خان خٹنا

آپ امیر حسین خان صاحب اختیار پوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خان صاحب کے بھتیجے ہیں۔ جب لڑکپن میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ کے عم نامہ راجہ محمد حسین خان صاحب کو جو ایک درویش سیرت نہیں تھے آپ کی تعلیم و تربیت کیطریق توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابیں قاضی کاظم علی صاحب سے پڑھیں اور عربی مولو سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطباء کے شاگرد ہو کر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ میں افسر الاطباء صاحب مدوح والی نرسنگہ گدھ کے ملازم و معلق تھے لہذا استاد ہی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگہ گدھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کی طرف رجحان ہوا اور اگرہ جا کر ڈاکٹری میں دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب میں ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم الطبعی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکریٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوئے اور سرکار کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونوں عہدوں کے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کا رگزار ہی ثابت ہوئی اسی سلسلہ میں کانس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہرودوئی کے آپ معتمد ہو گئے اور ایسی موفقت آئی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات میں آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

اس میں شک نہیں کہ مینوسپلی شاہ آباد میں جو ترقیان ہوئیں وہ آپ کی حسن تدبیر کا نتیجہ ہیں۔ بڑی ہوشیاری و تدبیر سے کام کیا۔ مینوسپل کے خدمات و آنریری مجسٹری کے بے لگاؤ فیصلوں کے صلہ میں گورنمنٹ نے مستحق سمجھ کر سائیکل عین آپ کو خطاب خان بہادر می مرحمت کیا اس خوشی میں کہ اپنے وطن اور قوم افغان میں آپ ہی پہلے خان بہادر ہوئے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریریں و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھ کر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت از لطف کبریاشدہ آن زینت شش بند  
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

### ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا ہر ایک قلب میں اس خوشی نے پایا دل  
ہو نہ کر سال مظفر ہوئی نہ آئی ہوئے میں خان بہادر حکیم صاحب عقل  
حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمہ نہیں اہل الرائے اور عالم  
فہمی میں عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی واقفیت ہے کیونکہ  
بار بار مساولہ خیالات کا موقع ملا سفر حضرمین ساتھ ہوا دلی و بارہا مسند نشینی والیہ ہوپال  
میں ہمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت  
تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور ان سے کام لینے میں بڑی مداخلت تھی  
اور ان فنون کی طرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمائش الآباد  
جو اس قسم کی اشیاء میں بے نظیر انزبیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اس میں جیلے سیر

مولاتاقون کے انجین چیرون کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھوں نے کبھی پاتیا بہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخہ اور اس کے درست کرنے والے آلات کا کارخانہ کھول دیا۔ ہومیو پتی تھاک معالجات میں اس قدر کامیاب پیدا کر لی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاه عام کی ضرورت سے اسکا شفا خانہ بھی کھول رکھا تھا اور دو اہل قیمت تقسیم کیا کیے قلمبے انہ کے کارخانہ میں بھی ترقی پیدا کر دی اور فہرست انہ میں بھی جدت دکھلا دی قومی کاموں میں قابل ذکر جامع مسجد کالج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری میں کمی ہو گئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہو سکتا ہے کہ ان دوکات زیر تعمیر میں جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنا والا کوئی مہر نظر نہیں آتا۔

نویجا چیزوں کی مابیت اور انکے منگانی کی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نویجا مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ ترقی کے مہلک امراض میں علیل رہ کر ۶ رجب ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۵۷ء یوم جمعہ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل و لائق شخص کے مزید عام طور پر فہم کیا گیا ہے (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے ۵

عقیل و جوان عمر خان بھباد      زدنیلے دون زحمت ہستی بہ بستہ  
بدل بستگی ہائے جنت قرین شد      دل خاندان را از غمنا شکستہ  
مظفر پے سال تا بیج جستم      نداشتہ جو انحرک ذی عقل رفتہ  
آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جو امرگ ہی چل بسے حکیم صاحب کی اولاد میں چار فرزند ہیں منجملہ انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان ہیں جو نیک بخت و ہونہار نظر آتے ہیں۔

## اشرف یار خان صاحب

آپ عظم خان صاحب رئیس سید خیل کے بھائی امانت خان کے خاندان میں ہادی یار خان کے بیٹے ہیں۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہیں۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف تخلص کرتے ہیں منشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح سخن چال کی اس امر کا اثر کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایک بار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے خط میں لکھا کہ جناب منشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب منشی صاحب مرحوم نے اس کے جواب میں جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اس میں خاکسار کو بھی سلام مسنون سے سرفراز فرمایا تھا جب سے آپ ریاست مہیوہ میں ملازم ہوئے ہیں اپنی خوش تدبیری سے وہاں کے کاروبار میں رونق پیدا کر دی اور آپ کی کارگزاری پر اس قدر اعتماد ہو گیا ہے کہ مثل ایک ممبر خاندانی ملنے جلتے ہیں اور ایک ہندو ریاست میں مسلمان حیثیت سے کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت میں جمع نہیں کیا اس لیے جو اشعار یاد تھے نذر ناظرین کیے جلتے ہیں۔ رباعی

کہ بہ از روز در چشم شب دیجور می آید  
سرور قلب غمگینم مگر سرور می آید  
چلے گا نہ میں چلبلا پن کسید کا  
کرے گا یہی نام روشن کسید کا

کہ امی یوسف ثانی سراپا نور می آید  
باستقبال جان عبد از تن میرود بیرون  
شب وصل دست تمنائے ہاتھوں  
پس مرگ اک داغ کافی ہو اشرف



## نواب عثمانیت علیخان صاحب

آپ بھی باشندگان شاہ آباد میں خلیق و خاطر نواز انسان ہیں۔ ابتدا سے آپ میں خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علیشاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوئے اور یہ پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیرو مرشد کا ذکر خیر بڑے خلوص و ارادت سے کرتے ہیں اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ ایصال ثواب میں سرگرم رہتے ہیں جس بزم میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں ان میں آپ کے ہم مذاق احباب کو خاص دلچسپی ہو جاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپ کی طرف مخاطب ہو جاتا ہے اس امر سے آپ کی ہر دفعہ مزیدی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات میں آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہیں اور اس بارہ میں جیسا کہ لوازمات بشریت میں سہ ضروریہ کا تعلق ہے اسی طرح آپ کی شرکت بھی نہ رہنے خوش مزاجی آپ کی طینت کا ایک جزو و عظم ہے اس لیے پر لطف اور بر محل حکایتیں بیان کر کے اپنے زندہ دل دوستوں کو مظلوظ و مسرور کرتے ہیں جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اس کی طرف آپ کا رجحان رہا بارہا اس کی تکمیل کے بارہ میں دریافت کیا اور شجرہ دلیر خانی میں اپنے نام داخل کرنے کے بابت بہت اصرار رہا۔ ایک حد تک یہ ذوق آپ کا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے بزرگوں کے وہ حالات جو کبھی نہیں سُننے تھے اور نہ وہ کتابیں آپ کے دیکھنے میں آئی تھیں آپ کو معلوم ہو جائیگی اور آپ کی ذاتی و حقیقت میں معلومات کا ایک بین اضافہ ہو جائیگا جو آپ کو آئندہ کسی مجمع کے روبرو بیان کرنے میں بہت مدد دے گی۔ اس لگاؤ سے آپ کا تذکرہ اس کتاب میں درج

ہونا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہیں۔ آپ اس  
وائی یادگار کی فہرست میں آپکا نام ہمیشہ نظر آئے گا۔ نواب لدار خان صاحب رئیس  
چھوٹی دیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہیں  
راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہونہیں پیش کیے ہیں اس ثبوت میں  
دکھلائے تعلقہ باسطحکمر کے متعلق دیوانی میں دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس  
علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گزارہ بھی پاتے ہیں۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ  
اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہیں۔  
شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۱۔ انجمن ہند ضلع ہردوئی سے آپ نے لکھا یا ہے۔

نواب دلیر خان

ولدار خان

سعادت خان

بندہ علیخان

احمد علیخان

دوست علیخان

حسن علیخان

لطیف النساء بیگم

لا ولد ہیں

خادم علیخان

حمایت علیخان

عنایت علیخان

آپ کے دو منزند

راحت ملیخان و

محفوظ علیخان ہیں۔

## محرم میں سب سکہ راسے کا جھگڑا

محرم ۱۳۳۱ھ ہجری کو شاہ آباد میں سب سکہ راسے اور تعزیر داروں سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ میں چونکہ انگریزی عملداری ملک اودہ میں نہیں ہوئی تھی اور یہاں نوابی تھی اسلئے فریقین نے شاہ اودہ کی سرکار میں نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسلسل اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے جو عرضی دی تھی اسکا مضمون یہ تھا سب سکہ راسے کا ایستھانہ نے مع اپنے بھائیوں کے امام عالی مقام کے علموں اور تعزیروں کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ہتایح محرم کو نواب دوست علی خان کے علم اٹھتے تھے اس وقت لاجوانی دین داحم انھوں نے نہایت بیباکی سے ایک ظلم ہاتھ میں لیا اور باقی ہر سوا ہو کر حق پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانوں نے یہ اپنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھ کر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کی وجہ سے دم نہ مارا محرم کو جب بڑی دیوڑھی کے علم اٹھتے تو سب سکہ راسے گھوڑے پر سوار ہو کر علموں کے آگے پھرتا رہا اور جب وہی میں علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حق پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی موٹھوں پر بیٹھے اور حق پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانوں نے یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسویں محرم کو اہل اسلام تعزیروں کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکہ راسے

نے متاوی کرانی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اٹھایا جائے گا تو اسپر یا نسور و سپ  
 ہرمانہ ہوگا۔ مسلمانوں نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام  
 کے وقت دوبارہ اسے حکم دیا کہ اس وقت تعزیہ اٹھائے جائیں مگر شرب میں بیہ  
 سامان روشنی کے تعزیہ اٹھانا مشکل تھا سو جہ سے سب نے غور کیا کہ اتنا بج کر تعزیہ  
 دفن کرنا دستور نہیں ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کر دیے جائیں گے  
 مگر سب سکھ اسے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوا دیے جب مسلمان  
 انکے پاس سمجھنے کو گئے تو انکے بھائی ٹکلیٹ رائے نے کہا کہ ہر کو تعزیوں کا آج کے  
 دن اٹھوادینا منظور تھا وہ تعزیہ بننے اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا  
 ہو گیا باقی تعزیہ ہمارے کیر پر ہیں چاہیں انھیں یا نہ انھیں ایسا سخت و خشن  
 کلمہ سنکر مسلمانوں کو تاب نہ رہی اور انکی رگ حمیت جوش میں آگئی اور عام بلو ہو گیا  
 اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والوں کے نام یہ ہیں نواب رعد انداز خان نواب  
 امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کر امت خان۔ بخش اللہ خان۔ عنایت  
 خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکھ اسے نے شاہ جہانپور جا کر وہاں کے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو  
 عرضی سرکار اودھ میں بھجوائی تھی اسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ  
 سے نائب تحصیلداری و تحصیلداری کے عہدہ پر عاملوں کی طرقت سے پرگنہ شاہ آباد  
 میں مقرر رہا ہے اس عرصہ میں مجھ پر رعد انداز خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد  
 اور شیخ علی محمد مردہہ اور کر امت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور  
 پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابھی محرم کو رویت ہلال میں اختلاف رہا بعض جگہ ۲

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبد اللہ چکلیدار سائمی وغیرہ  
 کا پھر رات رہے آیا کہ دارالسلطنت لکھنؤ میں ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع  
 نام شاہ آباد میں کر دینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیر داری کا انتظام کیا جائے  
 چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیس ان شاد آباد کو اطلاع دی اور انھوں نے  
 اعلان کر دیا چیراج جو میری کارگزاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسے  
 سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی  
 ایسی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کر لیا  
 اور معہ اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر میں چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے  
 زور کر کے کواڑوں لے اور حویلی میں چلے آئے اور سب سبب لوٹ لیا میرا اور میرے  
 بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہو گا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی  
 ٹکٹ رے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمیں اسناد معافیات وغیرہ کے تھے وہ  
 بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب میں معہ عیال و اطفال کے بیک بینی و دو  
 گوش شاہ جہانپور بھاگ آیا یہاں عملداری سرکار کہنی انگریز بہادر کی جو امیدوار ہوتا  
 کہ ممدون کا تدارک ہو کر میرا سبب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ مقدمہ  
 اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جس میں یورکپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہے اسکی نقل مہرطلب ایجنٹ  
 اسبطرٹ بھوانی دین بہادر سب سکھ رے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا  
 و روسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا اس سال مجھے خیر خواہ و کارگذار سمجھ کر دو بیٹیاں  
 تعلقہ دار باسٹانگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا  
 علی محمد مردوبہ اور چیراج میکلوال صاحب نے بوجہ اپنی صاحبی کے میرا مقرر ہونا متعجب

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھیں اشخاص نے سب کو آمادہ کر کے میری خانہ بربادی  
کرائی اور ان ہر سہ بد باطنوں نے رعد انداز خان اور امیر حسین خان کے پاس جا کر مشورہ  
کیا اور انکو اپنا ہتھیال کر کے دو تین ہزار چھان اور شیخ اور جلال سے لیکر المحرم روز  
پہار شنبہ کو دوپہر کی وقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا ٹیکٹ رائے برادر حقیقی  
سب سکھ رائے اور جاتکی پر شاد خویش سب سکھ رائے اور منگلی خد متگا کو مجروح کیا  
مگر پنجو خان ساکن موضع گڈھی چاند خان نے مع اپنے عزیزوں کے ان زخمیوں کی حمایت  
کے بجایا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران میں امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ  
یا شاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تا جدار آخری کے روجکاری سے علی محمد امین  
کے نام حکم صادر ہوا کہ دینیو لا بھوانی دین برادر سب سکھ رائے بذریعہ چھی صاحب  
محسٹریٹ ضلع شاہ جہان پور کے حاضر سرکار ہو اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور  
یہ سب اخبار المحرم ۱۲۳۲ھ کا بھی ملاحظہ سے گذر انداز حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات  
واقعی کر کے تصفیہ اس مقدمہ کا کرادو اور کیفیت راست براست بارگاہ مابہ ولایت  
میں ارسال کرو تو وقت و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ مطابق سناحد جلوس الالہ  
اسکے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہان پور میں سب سکھ رائے کے پاس  
بھیج دیا گیا اور مقدمہ خفیہ ہو کر باہم رضامندی ہو گئی سب سکھ رائے نے چکلیدار  
محمدی کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکھ رائے نے شاہ آباد اگرہ پاتلی  
چکلیدار سی بن نوکری اختیار کی اور فریقین میں ایک دوسرے سے کوئی تعنت  
باقی نہ رہی۔ اور یہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔

محمّد علی احمد بن بعض جہلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین  
 جھگڑا ہو گیا اور مہینوں عدالت میں فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بتائے محاصرت یہ تھی  
 کہ سادھو رام تعزین کے تھکنے کی وقت قصداً چار پانی پر بیٹھے اور مسلمانوں نے کہا کہ یہ  
 ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادھر سے اٹھنے کا اصرار ادھر سے بیٹھنے کا اظہار رہا  
 تو بت مجاہد کی پوچھی فریقین کے لوگ زخمی ہوئے قاضی مصطفیٰ علی صاحب پئی کلک اور  
 انور علی صاحب نسکیرہ یوسف علی خان صاحب انسکیرہ موجودہ حکام نے رفع دفع کیسا  
 راد ہارن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھوں نے پوری توجہ کی الپ صاحب ہائٹ جرنیل  
 کے اجلاس میں مقدمہ پونچا مہینوں رو بکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی  
 سی فوجداری ہو گئی سجاد نام ایک شخص کا مایا پھر مقدمہ میں طول ہوا مگر سادھو رام  
 سر غنا اور چند ادھر ادھر کے لوگوں نے سزا پائی ہزاروں روپیہ مسلمانوں کی طرٹ سے  
 خرچ ہوا اسی طرح پریشانی و مصارت بجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔  
 بابھی نارضا مندی سے سال گذشتہ میں چلم نہیں ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب پئی کمشنر  
 خود شاہ آباد تشریف لائے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع اخیر  
 محرم کے مراسم ادا ہوئے اور چلم میں بھی تعزیر داری حسب دستور تدبیر ہوئی  
 راقم کی رے کے نزدیک دونوں گروہ آپس میں مل جل کر رہ کرین اور ایک سرے کے  
 مذہبی ارکان میں مداخلت کرنا ناجائز سمجھیں اور بجا سخن پروری و نفسانیت کے دور ہیں۔  
 اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی خدا کے بندہ ہیں۔

چراغ بتکدہ و شمع خافتہ کیست

اگرچہ دیدہ و آلود لے نکاہ کیست

# تقریظ خاتمہ کتاب

نوشہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب بیس سنیلہ

پنشنر سکریٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و کرم جناب نشی مظفر حسین خان صاحب سلیمانی بیس شاد آباد ضلع ہر دوی مصنف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ بہین شجاعان قومی و دیران ملکی کے کارنامے درج ہیں کہ جنگ پڑے بغیر شگفتگی خاطر نہیں ہوتی جس قدر کہ مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اس قدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ایک تو فخر زمانہ بے عدیل و یگانہ امر ہے نامدار و مشاہیر عالم ہند کے جو حالات بیچ کیے گئے ہیں انکی دیکھی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصصہ صراست بازی و احتیاط و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اس کتاب کا مداح و شید ا بنا دیا تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی ہیں اس شاہراہ سے معزز مصنف نے سر موغزش نہیں کی۔ مگر افسوس کہ عدیم القریٰ کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کر نیکا مجھے موقع نہیں ملا لیکن جہاں تک مجھے استفادہ ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے قابل اعتبار و لائق وقار ہے نا و اتھان علم تاریخ کے نزدیک بخیاں اس زمانہ موجودہ کے اگر لگے واقعات میں کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہیں مگر جن حضرات کو علم تاریخ سے خلعتی شوق و دیکھی ہے ان کے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لائق وقار ہیں۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابوں کا حوالہ بھی جو اپنی دور اندیشی



سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے مصنف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ میں یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیاز مندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کیجاتی ہے کہ معزز مصنف اپنے آپ ہی عدیل ہیں بلکہ ہمارے قصبات میں فخر بین الاقران والا مثال اگر کہا جائے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مصنف کی عمر میں برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے  
راقم بندہ محمد نصرت علی ۲۰ مئی ۱۹۱۵ء

تقریباً مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبد کلیم صاحب  
لکھنوی مصنف فردوس سنین، منصلو موہنا، افسانہ قیس وغیرہ

شاہ آباد ضلع برہوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں پٹھانوں کے نامور خانہ انون کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہے جو جن خانانوں سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی ہیں مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ آفتاب ہیں اپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک متمم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جسے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دیکھ سہ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور کچھ پیسے مطالعہ فرما دینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہوں اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر کی قیمتی اضافہ تصور کر کے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہوں اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کریں گے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرم لکھنؤی ۲۳ نومبر ۱۹۶۱ء

تقریظ جناب حکیم محمد علی انصاری صاحب ڈیر مر قع عالم و مصنف

جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحائی عالم و انجیری مجتبیٰ ضلع دہلی

نامہ مظفری۔ یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قیدی عنایت فرما دلائق دوست مولوی مظفر حسین خان صاحب شاہ آبادی نے حال میں تصنیف فرما کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار ازمنہ کے اگر دیکھا جائے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہو گا یا موجودہ یا آئندہ آئینوں کے واقعات سے۔ آئینوں کے حادثات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسی کو نہیں۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں۔ بہر حال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہیں تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہیں جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابوں کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے ملو پائے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز میں ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پٹھانوں کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک قعر گنہامی میں پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے

اپنی محنت و تلاش و کوشش سے اسکو معرض گناہی سے نکالکر اس شہرت تک پہنچایا کہ جو ایک مشہور مردم خیز زمین کے لیے ہو سکتی ہے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ بھی یہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کے حالات لکھے جائیں اور میرے خیال میں یہ ان سے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہروں کے حالات سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام و حالات صفحہ دنیا سے مٹتے جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس طرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور وہاں کے باشندے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے جنکے واقعات و کارنامے قیامت تک باقی رہنے کے لیے تاریخوں میں مدون کر دیے گئے۔ ہم اپنے دوست شمسِ نظر خان صاحب کے مشکور ہیں اور داد دیتے ہیں کہ انکی اس محنت و جانفشانی سے قریب مین ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا۔ جو سب سے زیادہ اہل وطن اہل ان شاہ آباد کو منسوب ہے اس تاریخ کے ذریعہ سے انکے آبا و اجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات و کارنامے انکو اور انکی آئندہ نسلوں کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے محفوظ رہ گئے۔

# قطعات طبع کتاب

چکیدہ کلک دُر بار طرازیدہ خامہ عجوبہ نگار بہر سما تحقیق مرکز و اثر و تحقیق شہر پایہ ملک  
 سخندان فی زمانہ و اے اقلیم خوش بیانی کثافت غوغا غلغلہ عقلی نقلی حضرت شریقاقد  
 میرزا محمد تقی علی بہادر در درج سلطنت عظمیٰ برادرزادہ و غولش حضرت  
 سلطان عالم محمد واجد علیشاہ بادشاہ چہسم ملک اودھ  
 و خلف شاہزادہ عالم و عالیان سلیمان نقدر میرزا محمد حسن علی بہادر مرحوم و غفور  
 خلف حضرت محمد امجد علیشاہ جنت مکان اعلیٰ اللہ مقامہ فی بساطین اچھا  
 بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت محمد علیشاہ فردوس منزل نور اللہ مقدمہ  
 بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک از نسل محمد قمر ایوسف  
 ترکمان لقب بہ بادشاہ گر۔

۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰

مشہورین جو منشی مظہر حسین خان  
 تاج ایک لکھی ہے جمیش و انتخاب  
 آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے  
 لکھ و شریا سال دعا نیمہ بر طبع

ایضاً

پہرا ز خوبی سر اسرہی تھی حالات لامعنی  
 زبان اسی کہ جسکی مدح خان ہو و ح خاقانی

ہوا ہر کیا مرتب نسخہ تاج ان و زون  
 بیان ایسا کہ فیضی گوین جو جہین ہو جائے

ثریا طبع کاسن کرد و قلب طبع سے مژون  
لکھے حال او جنگ کو کبیر نقش سلیمانی

ایضاً

آن مولت خوش نوشتہ جملہ حالات وطن  
از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگسان  
بد بیک مصرع و صنعت سنوی و ہم معنوی  
غیر ممکن شود تعریف و مدح و وصف و ستود

ایضاً

ساقیا بر خیز و جام بادہ آسہ بیا  
گفتہ تاریخ و وطن لایق مظفر ہے بدل  
بہر سطر چون سنبل تر سر سبز زلف حسین  
دینش برگشت سر سبز و شادابی او  
صوری و در معنوی گویم ثریا سال طبع  
نابجا آرم و ہم ہم دل رست ز کار  
گمروہ احسان لاجرم این بر غار و بر کیا  
بہر ورق چون برگ گل گلزار گلیا بچار  
بلبل سدرہ ندارد در شکاباغ پر ہزار  
یکہزار و نہ صد و ہشتاد و یک سمیت شمار

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید فضل علیخان بہادر  
شوکت جنگ خلف الرشید حضرت اسیر لکھنوی

این مظفر نامہ نامی است مملو از صفات  
افضل از سر چون قلم این سال تا بخش نوشت  
و فخری بصد حسن تکلم طبع شد  
خرد عالم نامہ اعمال مردم طبع شد

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر نجم لکھنوی شاگرد رشید  
مدیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص اسیر ندیم و دبیر شاہ و

عجیب نامہ نامی رسید در مطبع	کہ عاجز است بہرح گرامیش خامہ
نوشت سال سی و پنج دل انجم	رسد بدرجہ اعلیٰ مظفری بہ

از عالیجناب ابوالعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب

سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرچ

اک دستنویہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شے	منیہ یہ گزارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن جبری درکار ہو کر سائل	لازم ہے اسے کتنا تاریخ جانتا ہی
	۱۳۳۳ھ

ایضاً

ہے مظفر حسین کی تاریخ	جو محقق بھی ہیں سخنور بھی
سائل اسکا حساب جبری سے	نام رکھ نامیہ مظفر بھی
	۱۳۳۳ھ

از عالیجناب اجہ درگا پرشاد صاحب در تعلقہ دار و انزیری مجتہد

درجہ اول و حیرت منیوسل بورڈ سندیلہ

اے مظفر حسین علم پناہ	رایت و نکر تو رسید بہاہ
خان لقب باشد و سخن یارت	نیت جہ نیکوی دگر کارت
نیکو نیک دل وجود تست	بر سماء سخن صعود تست
خوش نشسته کتاب شاہ آباد	قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چه خوش سحر سامری کردی	جملہ شان دبیری کردی
مردگانرا چہ زندگی دادی	باب منت بحسب بقا شادی

<p>قابل تدریس و روان آمد اند کے مہر رفت چون از خویش عمدہ تالیف گفست بافت غیب</p>	<p>این کتاب توحید ز جان آمد منکر تاریخ از تو آمد پیش از سر جوش سال او بے عیب</p>
<p>از عالیجناب فشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالیہ آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیہ</p>	<p>از عالیجناب فشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالیہ آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیہ</p>
<p>یاد بہار رفتہ کو اس گلشنِ عجب ادا کی نایابِ نادر ہو گئی تالیفِ شاہِ ادا کی</p>	<p>کس حُسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے تاریخ اسکے طبع کی یلکھو تم بھی ہاشمی</p>
<p>از عالیجناب فشی محمد ارتضاعلی صاحب شرر علوی کاکوروی اسپیکر ضلع ملتان</p>	<p>از عالیجناب فشی محمد ارتضاعلی صاحب شرر علوی کاکوروی اسپیکر ضلع ملتان</p>
<p>ہر جن خوبی اخلاق میں خود اپنے نظیر بڑے ہیں صاحبِ فکر اور باتوقیر تھی کتاب کی رہتی ہے فکر و سنگیر کتاب ہی ہے رفیقِ طریق اور شیر وہ سلسلے میں مضامین کہہ گئے ہیں اسیر جو حرف لکھتے ہیں نجاسات ہے وہ ہنزیر ہو یہ نہیں کہ پرانی لکیر کے ہوں فقیر وہ صاف لکھتے ہیں رکھتے ہیں پاک صاف ضمیر</p>	<p>تلمیذِ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنفِ گلشنِ شہید جفا قیو عبرت وغیرہ مرے حبیب مظفر حسین خان صاحب ادیبِ فشی قابلِ ریس ابنِ ریس خیالِ علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو سفرِ حضر میں جہان دیکھتے کتاب کے ساتھ جگہ سے روئے کتابی کتاب ہے محبوب سوا و خط ہے کہ روشن سوا و کشو نو پرانی وضع میں انکے ملا ہے رنگِ جدید بڑی صفت ہے کہ مکروہ یا نہیں انہیں</p>

لکھی جو حالمین اپنے وطن کی اک تاریخ  
 دیا ہے حب وطن کا ثبوت تحریری  
 بڑی تلاش و تحقیق سے لکھی ہے کتاب  
 نہیں بصیرت علمی جنہیں وہ ہیں معذور  
 دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے آئین  
 جو توڑتی ہیں ستم توڑیدار بند و قین  
 نہیں پرانی قرابین کے ہیں فیہ فیہ  
 جناب شاہ جہان کا عروج شوکت جاہ  
 دکن کی جنگ ہوا و ناگ نیب کی سٹو  
 جو رواج اور تحقیق سے مرصع ہے  
 زبانہ آتی ہے بسیاختہ ثنا و صفت  
 خلعت ہی ہو جو نام سلف کرے روشن  
 کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان  
 کچھ اور شعر بھی توصیف میں رقم کرتا  
 یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ

وہ ہر طرح کی ہونا نہیں ہے جسکی نظیر  
 کیا ہو اگلے بزرگوں کا حال سب تحریر  
 ہو یوں جمع قصا و پر سب بصرف کثیر  
 نگاہ قدر سے دیکھنے کے نکتہ سنج بصیر  
 عیان ہو جدول کا غد سے جو ہر شہر  
 تھنلے کے گھاٹ اترتے ہیں باغیان شہر  
 کہیں مکش کی صدا دیر ہے میں خیر و تیر  
 ہو زیب صفہ قرطاس و زینت تحریر  
 عجب نہیں ہو کہ شہرت ہو سکی عالمگیر  
 الہی پائے یہ عرق قبول شاہ و وزیر  
 صد لے داد ہو یا خامہ شہر کی سریر  
 بڑھلے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر  
 بجایا ہو انکے معرفت ہوں گر صغیر و کبیر  
 ہجوم کا رجو دیتا اجازت تحریر  
 کہا سر و ش نے حب الوطن کی ہو نظیر

۱۳۲۶ھ

ایضاً

لکھے حالات یہ حب الوطن میں  
 اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی

ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ  
 شہر لکھد و لکھی کیا خوب تاریخ

۱۵ ۶ ۱۹



از عالم جناب حاجی مولوی نور الحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہر دوی  
خلف ارشد حضرت محسن کا کوروی مصنف خوشید بدر و کلیات حسن وغیرہ

جنت د مولوی مظفر حسین دل گلین باغ عالم کو بڑ پہلے حالات طرز نو سے لکھے عمر فرستہ کی یاد تازہ ہوئی یا قف غیب نے کہا تیر	کیسی باغ و بہار ہے تارخ چمن لالہ زار ہے تارخ تازے پھول نکا ہار ہے تارخ منظر سبزہ زار ہے تارخ تادیر روزگار ہے تارخ
--	---

از عالم جناب منشی نور الدین احمد صاحب رئیس کا کوروی  
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کی واسطے خود نہیں رہتا ہے لیکن ہر سخن کا کلام عالم فانی میں جس نے کچھ نہ چھوڑی یادگار ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب صورت احوال اک آئینہ تارخ ہے کیا مظفر اپنے لکھی ہے تاریخ وطن و لکھو فکر سال تھی کیفی یہ یا قف نے کہا	یادگار اچھی سی اچھی عالم حبیب کی باقیامت شاک نشانی ہے ایسی یاد کی سچ تو یہ جو عمر اپنی مفت ہی برباد کی ایکے بستی اجاڑی ایکے آباد کی الح ہے پاس طلسم دہر بے بنیاد کی داد جس نے کچھ ندی اسے بڑی پیدا کی لکھی تارخ نادر اوج شاہ آباد کی
--	--

# ازعالیجناب حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہوئے مظفر آپ نے نادر کتاب	جسکی دنیا میں نظر آتی ہو مشکل مثال
یا خدا پہلک میں آئی تدر ہو تو قیرو ہو	شاد ہو تا قدر دانی سے مصنف بلکمال
آرزو سے بلگرامی لکھ قلم برداشته	بیشمال و بی نظیر مجلس زہر سال

## ازعالیجناب ڈاکٹر محمد صغریٰ صاحب جزاؤہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب یوہ

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب	اسحق نمودہ مانی و بس نادر اخل
صغریٰ جو فکر کر دے سال انطباع	تاریخ شاہ آباد شد طبع گفت دل

## ازعالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خان صاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر	عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ خان محترم	تھارے مدح میں قاصر زبان ہے
یہ لے دل مصرع تاریخ لکھو	سیمم گل بہار پھران ہے

## ازعالیجناب سید حسین احمد میا نصاحب ابن سید نعل حسین میا نصاحب

قادر سی سجادہ نشین رئیس شاہجہانپور

مصنف نے عجب کی ہے یہ تالیف	مرے منہ سے ہو وصف اسکا بھلا
----------------------------	-----------------------------

جو ہے بات اس میں وہ تحقیق کے ساتھ	ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا
ہزاروں نکستے باریک دم میں	اگر چاہیں تو ہوں اس سے ہویدا
زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر	تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا
جو فکر سال ہے بیباک دلو	لکھو ہے جامِ جم تاریخِ زیبا

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علی خا نصاحب ولد خان غلام علی خا  
رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینانی

جیسی یہ خان مظفر نے لکھی تاریخ	یہی اسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ
شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے	سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ
کچھ تصور کو ذرا بھی بے نہیں دخل میں	ہے بجا کیے اگر اس کو بد بھی تاریخ
آفرین مر جا اے صل علی صل علی	خانِ دیشان نے معجبِ ب یہ لکھی تاریخ
فی زمانہ نہیں با ایسے ہیں قابلِ انسان	حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ
سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمائش	مینے بھی چاہا کہ لکھوں کوئی میں بھی تاریخ
تا گمانِ غیب سے آئی یہ ندا اے حامد	کیون نہیں کہتے ہو تم یہ انوکھی تاریخ

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خا نصاحب  
ڈپٹی کلکٹر رئیس شاہ جہانپور

نوشت خوب مظہر حسین خان تاریخ	از جانفشانی و تحقیق حسن سلوئی
جو فکر سال نمود میرے طبعِ خلیل	سروشِ غیبِ ندا دادِ نسخہ و خوبی

ازعالیجناب محمد قیوم صاحب رئیس و آئینری مجسٹریٹ و محقق دیوان فتح خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب بیج و رئیس و تعلقہ دار قبیلہ و ضلع الہ آباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے  
وہ لطف سے خالی نہیں جو فعل ہے انکا  
حالات جو سچے تھے وہی وج کیے ہیں  
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار و بلاغت  
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش  
تحریک کی خوگر نہیں خامہ کی روانی  
جسمین نہ کتب خانہ ہو بخت وہ گھر ہے  
اے فتح پھر کٹھن تھے ہیں سب کھینچنے والے

اس کام سے واقف ہیں اس کام میں ہیں تیز  
جو بات ہو انکی وہ ہے اک مصلحت آئینہ  
نفرت ہے بناوٹ کے انھیں جھوٹ سے پرہیز  
ہر صفحہ مضامین معانی سے ہے لبریز  
معشوق ہو معشوق ہو معشوق بھی فخر  
شہدیز طبیعت کو نہیں حاجت ہمیز  
جس پر نہو کاغذ کوئی منہوس ہے وہ میز  
تاریخ کی تاریخ ہو تاریخ دل انگیز

ازعالیجناب اے بہادر کنور کامتا پر شاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

الکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دلپذیر  
قیس نے دقت اٹھائی ہو تلاش ناؤ میں  
ہر ورق سے بے ثباتی ہے دنیا کا گھر  
عبثت افزا کھنکھیا ہے نقشہ حیر و وصال  
خانہ ہو حیرت میں نے مرد و کمزور کیا  
خدا تین تھیں برہم ہستی کی اگر مشکوٰۃ عام

ہو مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنیٰ نظیر  
تیشہ فرما و کس منہ سے لایا جوئے شیر  
ہو ہر اک صفحہ میں اک نیرنگ عالم کی نظیر  
خوابی و غم کی بنی تصویر تو ام بے نظیر  
آگے آگے جو دم عیسے کی آواز صبر  
آج ارواح نیاکان بھی ہوین منت پذیر

چرخ پر پہونچا دیا رتبہ زمین کا آپ نے  
 اوج مضمون نے دکھائی عالم بالا کی سیر  
 فقط طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے  
 اور تی پر یان ہر طرف مضمونی آتی ہیں نظر  
 شوق میں تاریخ کہیں ہر زبانیں فہم نسخ  
 خامہ نے بھی اس توقع پر جھکا یا پنا سر  
 نغم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شکر و

کر دیا خاک طن کو آج ہر رنگ عبیر  
 طائر عرشی ہوئے ہیں ام بند شین اسیر  
 بلبلو کا بندہ م ہے ہو سکیں کیا ہر صغیر  
 صفحہ ہستری کا ہر سلیمانی ستر  
 حکم دل ہی میں بھی ہوں ان بلبلو کا ہر صغیر  
 پڑ ہی جاتا ہوا نشانہ پر کبھی نادان کا تیر  
 دیدہ اعزاز میں ہر پستان منظر

تقریظ و قطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب گو

منہم و رمال و جبار رئیس اثا وہ ابن حاجی مولوی میر خوب علی صاحب تحصیلدار و لہوت

انوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک

محسن الدولہ سید محمد علی خان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

برگ درختان سبز و نظر ہوشیار ہر دورے و قریب معرفت کردگار

علم تواریخ و حقیقت خدا کی قدر تو نگار رنگ صورتوں سے دکھائی ہے آفریدگار

برحق نے کہ اپنے محبوب نشان باعش تخلیق کو ان مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ سلی شد

علیہ آلہ و صحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس طنس لکھ دے دنیا کو منور کیا ہے۔

تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ و دیہ شہر و نئے نئے رنگ کا نقشہ آکھوں میں

لکھ جاتا ہی۔ احمد شد زمانہ حال میں مخزن عقل و فہم طبع رسام جمع علوم و ذہن و ذکا ملک

تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب شمس المظفر حسین خان صاحب نے یہ کتاب

تاج شہ شہ شاہ آیا و خوش بنیاد قلیند فرما کر قلم و ہندوستان میں ناظرین کو  
 موقوفہ بنایا ہے چشم بد دور سچے واقعات کا مرقع عجیب حسن و ادا سے دکھایا  
 ہے شہر شاہ جہاں پور کی بھی کچھ روئادہ تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت  
 دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوڑہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے  
 نامہ مظفری سے موسوم یہ لطف گونا گون ہے باعتبار شان حجم و اوراق و مضامین  
 بندہ کے خیال میں اہم تاریخی بن عیسوی و قاتر مظفری بھی موزون ہے۔  
 ۱۹۱۵ء

۵۔ اگر قبول افتد زہے عز و شرف ۵

رستہ زدہ موت خے سولخ مصدقہ  
 ہر ان کسے کہ بخیر ز حالت جہان بود  
 بعلے نمودہ وے تاج سخنوری  
 ندامت کہ خوش بین و قاتر مظفری  
 ۱۹۱۵ء

